جہادِ افغانستان کی اَن کہی داستان



...یہ تیرے پُراسرار بندے!

مولانا مُفتی مُحمد رفیع عُثمانی صاحب مدظلہ

اِدارۃُ المعارف کراچی

...یہ تیرے پُراسرار بندے

جہادِ افغانستان کی اَن کہی داستان

... یہ تیرے پُراسرار بندے!

جہادِ افغانستان کا منظر و پس منظر، چھاپہ مار جنگ کی آپ بیتی اور آنکھوں دیکھی تفصیلات، دُنیا کی ایک عظیم طاقت پر مٹھی بھر نہتے مُجاہدین کی فتح کے ایمان افروز واقعات، جہاد کے بارے میں قرآن و سُنّت کی تعلیمات، میدانِ کارزار میں اُن کے معجزنما کرشمے اور موجودہ دُنیا پر اُس کے عجیب و غریب اثرات

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

طبعِ جدید : رجب المرجب ۱۴۲۱ھ - اکتوبر ۲۰۰۰ء
باہتمام : محمد مشتاق ستی
مطبع : احمد پرنٹنگ کارپوریشن کراچی

ناشر : ادارۃ المعارف کراچی ۱۴
پوسٹ کوڈ ۷۵۱۸۰ فون: 5049733
سرورق : رشید شاہد

ملنے کے پتے : ادارۃ المعارف کراچی نمبر ۱۴
دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی ۱
ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالاً وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

(سورۃ التوبہ۔ ۴۱)

(جب تمہیں جہاد کے لئے پکارا جائے تو) نکل پڑو' (خواہ) تھوڑے سامان سے (ہو) یا زیادہ سامان سے' اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم یقین رکھتے ہو (تو دیر مت کرو)

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دونیم اِن کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ اِن کی ہیبت سے رائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

نحمدہ ونستعینہ ونصلی علی رسولہ الکریم، وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین—

مجاہدین سے میرا رابطہ تو جہاد افغانستان شروع ہونے کے کچھ ہی عرصے بعد قائم ہو گیا تھا' دارالعلوم کراچی کے بہت سے طلبہ بھی سالانہ تعطیلات میں شریک جہاد ہوتے تھے' ان میں سے کئی شہید اور بعض زخمی بھی ہوئے' لیکن مجھے خود محاذ پر جانے کی تمنا کرتے کرتے کئی سال بیت گئے—بالاخر اپریل ۱۹۸۸ء میں جبکہ جہاد عروج پر تھا' اللہ تعالیٰ نے یہ آرزو پوری فرمائی' اور ناچیز کو بہت سے رفقاء کے ساتھ "ارغون" (صوبہ پکتیکا) کے ایک چھوٹے سے معرکے میں عملی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی—— پھر اگست ۱۹۹۱ء میں جبکہ جہاد آخری مراحل میں تھا' اور "گردیز" پر فیصلہ کن حملے کی تیاریاں زور وشور سے جاری تھیں' وہاں کے ایک چھوٹے سے معرکے میں شرکت کی غرض سے ہمارا دوسرا سفر ہوا۔

پہلے ہی سفر میں جہاد کی جو ایمان افروز صورتحال سامنے آئی' بے سروسامان مجاہدین کی سرفروشی کے جو ولولہ انگیز کارنامے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت کے حیرتناک واقعات آنکھوں سے دیکھے اور موقع پر سنے ___ اور اس تاریخ ساز جہاد کے جو دوررس نتائج دنیا پر پڑنے والے تھے ان کا کچھ اندازہ ہوا 'انہوں نے مجھ پر فوری طور سے دو اثر مرتب کئے۔

ایک یہ کہ میں جسمانی طور پر تو محاذ سے واپس آگیا 'لیکن دل و دماغ وہیں کے ہوکر رہ گئے 'مجاہدین سے روابط اور گہرے ہوگئے 'شاید ہی کوئی دن یا ہفتہ ایسا گزرتا ہو جب وہاں کے تازہ ترین حالات براہ راست مجاہدین سے معلوم نہ ہوتے ہوں۔___ دوسرا اثر یہ ہوا کہ شدت سے یہ احساس دامن گیر ہوا کہ یہ تاریخ ساز جہاد ہمارے بالکل پڑوس میں ہورہا ہے جس نے اسلام کے قرون اولیٰ کی دستانیں تازہ کردی ہیں 'مگر ہمارے عوام' بلکہ بہت سے خواص بھی اس کے منظر و پس منظر اور اس میں پیش آنے والے واقعات 'اور متوقع دوررس نتائج سے بالکل بے خبر ہیں 'انہیں صرف وہی ایک دو سطری مبہم خبریں ملتی ہیں جو کبھی کبھی اخبارات یا ریڈیو پر آجاتی ہیں 'جہاد جن حالات میں اور جس انداز سے ہورہا ہے اس کی ہلکی سی جھلک بھی ان تک نہیں پہنچ سکی ___ یہی احساس میری اس قلمی کاوش کا باعث بنا۔

یہ تحریر شروع تو ہوئی ''محاذ ارغون'' کے سفرنامے کے طور پر 'لیکن جہاد جوں جوں اپنے پیچ و خم کے ساتھ فتح کی جانب بڑھتا رہا' یہ تصنیف بھی اس کے نقش قدم پر ست رفتاری سے چلتی رہی 'اور تازہ بہ تازہ منتخب حالات و واقعات اس کا جزو بنتے چلے گئے۔

یہ کتاب پورے جہاد افغانستان کی تاریخ تو نہیں 'لیکن اتنا ضرور عرض کیا جاسکتا ہے کہ جب مورخ اس جہاد کی مفصل تاریخ مرتب کرے گا تو اسے انشاءاللہ اس ناچیز تحریر میں جو کچھ ملے گا مستند ملے گا ___ یوں تو اس کتاب میں جہاد کے بہت سے پہلو سامنے آئیں گے 'تاہم چند امور کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

(۱) ایسے بہت سے گمنام غازیوں اور شہیدوں کے کارنامے جن کی نہ رسائی ذرائع

ابلاغ تک تھی، نہ انہوں نے کبھی اس طرف توجہ دی، میں نے خصوصیت سے بیان کئے ہیں کیونکہ فتوحات کے تذکرے میں قومی رہنماؤں، سپہ سالاروں اور بڑے کمانڈروں کے کارنامے تو سب ہی بیان کرتے ہیں، مگر ان گمنام مجاہدین اور شہیدوں کو عموماً فراموش کر دیا جاتا ہے جن کی سرفروشی اور فداکاری کے بغیر فتح کے دروازے کھلنا بہ ظاہر ممکن نہ تھا۔ افغانستان کی دوبارہ آزادی بھی درحقیقت ایسے ہی فداکاروں کی مرہون منت ہے۔

(۲) چھاپہ مار جنگ کے جو طور طریقے افغانستان میں استعمال کئے گئے، ان کی جو جو باریک تفصیلات میں نے خود دیکھیں یا معلوم کیں، انہیں بھی خاص طور سے بیان کیا ہے، کیونکہ جہاد افغانستان بہ ظاہر اس عالمگیر جہاد کا نقطہ آغاز ہے جس کی سرسراہٹ کشمیر، فلسطین، بوسنیا، چیچان (شیشان) اور تاجکستان میں سنائی دے رہی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کتنے نئے محاذ اور کھلنے والے ہیں، چھاپہ مار جنگ کی ان تفصیلات سے امید ہے کہ مستقبل کے مجاہدین کو خاصی رہنمائی مل سکے گی، اور میدان کارزار کا خوف دل سے نکل جائے گا ___ اسی مقصد کے پیش نظر تقریباً ہر مناسب مقام پر اس موقع سے متعلق قرآن و سنت کی تعلیمات بھی درج کی ہیں۔

(۳) افغان مجاہدین کی تنظیموں اور عرب مجاہدین کے کارنامے تو عالمی رسائل و اخبارات میں کچھ چھپتے بھی رہے، لیکن پاکستانی مجاہدین انتہائی کسمپرسی میں جو حیرتناک کارنامے انجام دیتے، اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہے، ان کی خبر بہت کم لوگوں کو ہے، اس لئے میں نے وہ زیادہ تفصیل سے بیان کئے ہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میرا سب سے زیادہ قریبی رابطہ انہی حضرات سے تھا، میں ان کے حالات و واقعات کو زیادہ تحقیق اور اعتماد سے لکھ سکتا تھا، افغان رہنماؤں اور تنظیموں کے جو کارنامے مجھے اتنی ہی تحقیق اور اعتماد سے حاصل ہوگئے، انہیں بھی اہتمام سے بیان کیا ہے۔

(۴) واقعات کے بیان میں کڑی احتیاط کی خاطر میں نے ان امور کی پابندی کی ہے۔

الف۔ واقعہ جس مجاہد کے ساتھ یا جس کے سامنے پیش آیا، حتی الامکان میں نے اس سے وہ خود سنا ہے، اور بسا اوقات بار بار سن کر اسی وقت قلم بند کیا ہے، اور دوسرے متعلقہ مجاہدین سے بھی اس کی امکانی تحقیق کی ہے، جب تک کسی واقعے کی صداقت مجھ پر روز روشن کی طرح واضح نہیں ہوگئی، تحریر نہیں کیا۔

ب۔ اس جہاد کی عجیب و غریب کرامتوں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت کے کچھ واقعات میں نے شیخ عبداللہ عزام کی عربی کتابوں سے بھی لئے ہیں، جن کے حوالے ساتھ درج کئے ہیں۔ جہاد کے دوران میری ان سے بار بار ملاقات ہوئی، ان کے تقویٰ، احتیاط اور جہاد افغانستان کے حالات پر گہری نظر سے وہ حضرات بخوبی واقف ہیں جو ان سے ملے ہیں، وہ آخر دم تک افغانستان کے مختلف محاذوں پر عرب مجاہدین کی قیادت کرتے رہے، اور انہی کوششوں میں شہید ہوئے، انہوں نے بھی اپنی کتاب "آیات الرحمن فی جہاد الافغان" (ص ۳۵) میں صراحت کی ہے کہ "میں نے یہ واقعات صرف ان مجاہدین سے لئے ہیں جن کے ساتھ یا جن کے سامنے وہ پیش آئے، اور میں واقعہ بیان کرنے والے مجاہد سے بسا اوقات حلف بھی لیتا تھا۔"

ج۔ کچھ واقعات میں نے پاکستانی مجاہدین کی تنظیم "حرکت الجہاد الاسلامی" کے ماہنامے "الارشاد" کے حوالے سے لکھے ہیں، لیکن ان واقعات کی تحقیق بھی میں نے ان مجاہدین سے خود مل کر کی ہے۔

واقعات کی اس کھود کرید میں مجاہد دوستوں کو بار بار زحمت دیتا رہا، اور ان کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اسے نہایت خوشدلی سے برداشت کیا، بلکہ میرے ایسے سوالات سے بھی بدمزا نہیں ہوئے جو شاید ان کے نزدیک غیر ضروری ہوں مثلاً یہ کہ "جس پہاڑی کے دامن میں آپ کھڑے تھے وہ کتنی اونچی تھی؟ آپ اس کی کس سمت میں تھے؟ وہ خشک تھی یا سرسبز؟ آپ کے ساتھ اور کون کون تھے؟ وقت کیا تھا؟ موسم کیسا تھا؟" وغیرہ۔

اس تحریر کا آغاز ۱۹۸۸ء میں ہوا تھا' مسودہ جتنا جتنا تیار ہوتا گیا' ماہنامہ "البلاغ" کراچی اور "قومی ڈائجسٹ" لاہور میں "جہاد افغانستان میں" کے عنوان سے قسطوار چھپتا رہا۔ "البلاغ" میں یہ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ (دسمبر ۱۹۸۸ء) سے رمضان ۱۴۱۱ھ (اپریل ۱۹۹۱ء) تک بیس (۲۰) قسطوں میں (کئی وقفوں کے ساتھ) شائع ہوا۔ کچھ حصے "اردو ڈائجسٹ" لاہور' ہفت روزہ "تکبیر" کراچی اور روزنامہ "جنگ" میں بھی شائع ہوئے ___ مجاہدین کی تنظیم "حرکت الجہاد الاسلامی" نے بھی اس کتاب کے تین ایڈیشن ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۱ء تک اس طرح شائع کئے کہ ہر سال تصنیف جہاں تک پہنچی اتنی شائع کر دی گئی۔

ملک اور بیرون ملک کے قارئین اور اہل قلم نے غیر معمولی انداز میں ان اشاعتوں کی پذیرائی فرمائی اور خطوط اور ملاقاتوں میں اسکی افادیت کا اظہار فرمایا' اسے پڑھ کر بہت سے مردوں اور خواتین نے مال اور ساز و سامان سے مجاہدین کی امداد فرمائی' اور بہت سے نوجوان مجاہدین کے قافلے سے جا ملے۔ اس سے امید قائم ہوئی کہ شاید اللہ تعالیٰ نے اس حقیر کوشش کو قبول فرمایا ہے۔

لیکن ان سب اشاعتوں میں صرف "ارغون" (صوبہ پکتیکا) کی فتح تک کے حالات آئے تھے' بعد میں لکھنے کا سلسلہ ذاتی مجبوریوں کے باعث تھوڑا تھوڑا چل کر طویل طویل عرصے تک رکتا رہا۔

یہ پانچواں ایڈیشن جو آپ کے ہاتھ میں ہے' آگے کے منتخب حالات پر بھی مشتمل ہے اور نظر ثانی شدہ ہے' اس میں دو سو سے زیادہ صفحات کا اضافہ ہوا ہے۔

یاد رہے کہ یہ جہاد افغانستان کی روئداد ہے' جس میں ۱۵ لاکھ شہیدوں نے اپنا خون دے کر نہ صرف افغانستان کو کفر سے دوبارہ آزاد کروایا اور پاکستان کو۔ اور اس کے گرم ساحل کے راستے سے شرق اوسط کے مسلم ممالک کو۔ کمیونزم کی یلغار سے جو شدید خطرہ لاحق ہو گیا تھا اس کا سد باب کیا' بلکہ درجنوں ممالک پر آزادی کے دروازے کھول دیئے' ان آزاد ہونے والے ممالک میں ۹ مسلم ممالک بھی شامل ہیں۔

یہ اس فساد کی روئداد نہیں جو فتح کے بعد افغانستان میں نفسانیت اور اقتدار کی چھینا جھپٹی نے برپا کیا، جس کا خمیازہ یہ ہے کہ وہاں کے سیاسی تنظیموں کے رہنما آج تک اپنے ملک کا مسئلہ حل نہ کر سکے۔

یہ شرمناک خانہ جنگی جو ہوس اقتدار نے برپا کروائی اس نے دشمنان اسلام کو جہاد اور مجاہدین پر ہنسنے کا موقع فراہم کیا، لیکن طالبان کی صورت میں جو فیصلہ کن قوت اب افغانستان میں سامنے آئی ہے اس سے امید ہوتی ہے کہ کفر کے مقابلے پر جو عظیم قربانیاں جہاد افغانستان میں دی گئی تھیں، انشاءاللہ اب وہ اپنا رنگ لا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ طالبان کی اس ابھرتی ہوئی امید افزا قوت کو نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اور دشمنان اسلام کی ہر سازش سے محفوظ رکھے، اور اسے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی توفیق اور اہلیت سے نوازے۔

فتح کابل کے بعد کے حالات امت مسلمہ کو یہ سبق بھی دیتے ہیں کہ ہمیں کھلے کافر دشمنوں سے ہی نہیں، بلکہ اپنی نفسانیت سے بھی بھرپور جہاد ساتھ ساتھ کرنا ہوگا، جس نے اس مقدس جہاد کے بہترین ثمرات سے امت کو اب تک محروم کیا ہوا ہے۔

بہرحال جہاد کی یہ روئداد امت مسلمہ کے لئے اس شاہراہ کی مفصل نشان دہی کرتی ہے، جس پر نہتے مجاہدین نے ۱۲ سال چل کر دنیا کا نقشہ بدل ڈالا، یہ شاہراہ صبر آزما ضرور ہے، لیکن اس تابناک مستقبل تک پہنچاتی ہے جو ہمارا صدیوں سے منتظر ہے، اور اس جہاد کی اوٹ سے جھانک رہا ہے۔ بشرطیکہ اپنی نفسانیت سے بھی بھرپور جہاد کیا جائے۔

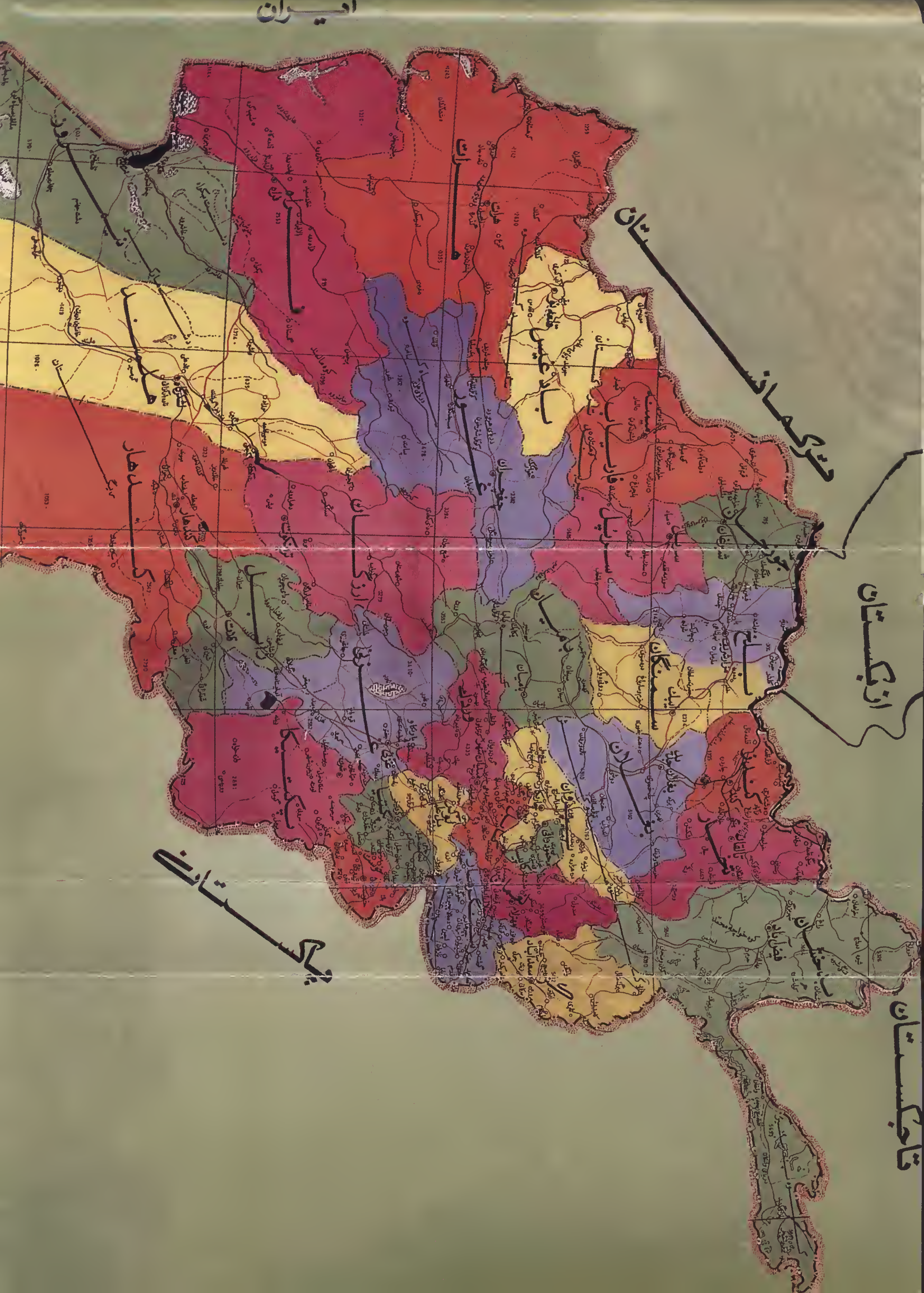
کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

محمد رفیع عثمانی
دار العلوم کراچی

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ
۱۲ جنوری ۱۹۹۹ء

فہرستِ مضامین

مضامین	صفحہ


ایران
ترکمنستان
ازبکستان
تاجکستان
پاکستان

پی آئی اے کا طیارہ صبح ٹھیک آٹھ بجے کراچی سے ملتان کے لئے روانہ ہوا 'تو دل کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی 'ملتان کے بعد جو طویل سفر درپیش تھا'اس کا خوشگوار تصور ہی دل میں سرور اور ولولہ پیدا کر رہا تھا ___ ہم جہاد افغانستان میں شرکت کے لئے صوبہ پکتیکا کے ''ارغون'' کے محاذ پر جا رہے تھے ۔ افغانستان کے بارے میں ''جنیوا سمجھوتے'' پر ابھی دستخط نہیں ہوئے تھے 'مذاکرات جاری تھے 'جن کی گونج پوری دنیا میں سنائی دے رہی تھی ۔

طیارہ مستقبل کی طرف بڑھا تو میرے تصورات ماضی میں جھانکنے لگے ___ بچپن سے جوانی 'اور جوانی سے کہولت تک جہاد کے جتنے مواقع سامنے آئے تھے 'سب کے بھولے بسرے مناظر یکے بعد دیگرے یاد آتے چلے گئے 'جن میں پر شوق ولولے بھی تھے ' عبرت آموز حسرتیں بھی ___ ان یادوں کا کوئی ذکر کئے بغیر آگے بڑھنا 'اس سفر نامے کے ساتھ ناانصافی سمجھتا ہوں 'کیونکہ سفر میں یہ بھی میرے ہم رکاب تھیں 'بلکہ یہی یادیں اس سفر جہاد کا پس منظر بھی ہیں ۔

بچپن ___ اور شوق جہاد

بچپن میں جب سے تاریخ اسلام کے ولولہ انگیز واقعات کانوں میں پڑنا شروع ہوئے جہاد کا شوق بھی عمر کے ساتھ بڑھتا چلا گیا ___ ۱۹۴۶ء میں جب تحریک قیام پاکستان شباب پر تھی ' میرے بچپن کا زمانہ تھا 'اپنے آبائی وطن ''دیوبند'' ضلع سہارنپور ' یوپی میں ہم بچوں نے مل کر ''بچہ مسلم لیگ'' قائم کی تھی 'جس میں تقریباً چھ سو بچے باقاعدہ رکن تھے ۔ہم ہر جمعہ کو نماز جمعہ کے بعد جلوس نکالتے ' دیوبند کے بازاروں اور اہم مقامات سے

گذرتا ہوا اور ایمان افروز نعرے لگاتا ہوا یہ جلوس ،قصبہ دیوبند کی تحصیل اور پولیس تھانہ کی مشترک عمارت کے سامنے پہنچ کر دیر تک مظاہرہ کرتا۔ انگریز حکومت کے اہل کار جلوس کی آواز دور سے سنتے ہی عمارت کا گیٹ اندر سے بند کر لیتے ۔اس سے ہمارے حوصلے اور بڑھتے اور نعروں کا جوش و خروش عروج پر پہنچ جاتا ___ ہمارے مقابلے پر کانگریسی بچوں کے جلوس بھی نکلنے لگے ،نعرہ بازی کا خوب مقابلہ ہوتا اور کبھی سنگ باری کی نوبت بھی آجاتی ۔اپنے وہ ولولہ انگیز نعرے آج بھی کانوں میں گونجتے ہیں ___ مسلمانوں کی جس نسل نے پاکستان بنایا تھا وہ تو تقریباً رخصت ہو چکی ،جس نسل نے پاکستان بنتے دیکھا اب وہ بھی رخصت ہو رہی ہے ،لیکن رخصت ہونے سے پہلے اس کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ ان تاریخ ساز نعروں کی آواز بازگشت نئی نسل کو پہنچاتی رہے ___ کیونکہ یہ صرف نعرے نہیں ،ہمارا قومی منشور ہیں ۔جو ہمارے رہنماؤں نے خوب سوچ سمجھ کر ہمیں دیئے تھے ۔

پاکستان کا مطلب کیا	لا الہ الا اللہ
مسلم مسلم	بھائی بھائی (ہمارا یہ نعرہ کانگریسیوں کے نعرے "ہندو مسلم بھائی بھائی" کے جواب میں ہوتا تھا ۔)
لے کے رہیں گے	پاکستان
دینا پڑے گا	پاکستان
بٹ کے رہے گا	ہندوستان
بن کے رہے گا	پاکستان
اپنا سر کٹائیں گے	پاکستان بنائیں گے
سینہ پر گولی کھائیں گے	پاکستان بنائیں گے
خون کی ندیاں بہائیں گے	پاکستان بنائیں گے
پاکستان	زندہ باد
نعرہ تکبیر	اللہ اکبر

وقتاً فوقتاً ہمارے جلسے بھی ہوتے' ان میں جہاد کی ولولہ انگیز نظمیں اور پرجوش تقریریں ہوتیں' جو ہمارے بزرگ ہمیں تیار کر کے دیا کرتے تھے۔

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان دنیا کے نقشہ پر ___ دنیا کے سب سے بڑے مسلم ملک کی حیثیت سے ___ نمودار ہوا تو میری عمر کا بارہواں سال تھا۔ ہندوؤں کی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اچانک دہلی اور مشرقی پنجاب وغیرہ اور ہمارے گرد و پیش میں آگ اور خون کا طوفان برپا ہوگیا' ہر طرف مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی تھی۔ ہم سب بھائیوں نے "بنوٹ" (لاٹھی سے لڑائی کا فن) اپنے بھائی جان جناب محمد زکی صاحب کیفی مرحوم سے سیکھا تھا' جو بلند پایہ شاعر[1] ہونے کے باوجود اس فن کے بھی ماہر تھے۔ اور شوق جہاد ان کی رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ دارالعلوم دیوبند میں اس وقت یہ فن باضابطہ داخل نصاب تھا' اور ہندو مسلم فسادات میں بہت کام آتا تھا' یہاں کے مسلمان اس فن میں طاق تھے' اور مقامی ہندوؤں پر ان کا رعب رہتا تھا۔

آئے دن خبریں آتیں کہ آس پاس کے دیہات کے ہندو سکھ مل کر دیوبند کے مسلمانوں پر حملہ کرنے والے ہیں' راتوں کو مسلمان اپنے محلوں میں پہرہ دیتے' اور ہم بچے نمازوں کے بعد بڑی بے تابی سے دعائیں کرتے کہ حملہ ہو جائے' خوب لڑائی ہو' اور اس میں ہمیں بھی حصہ لینے کا موقع ملے۔ اس وقت ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ نے جہاں ایک طرف جہاد فی سبیل اللہ کے اتنے فضائل بیان فرمائے ہیں ساتھ ہی یہ ہدایت بھی فرمائی ہے کہ:

"لَاتَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْئَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ،

فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ

تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ"

---

[1] ان کا مجموعہ کلام "کیفیات" کے نام سے چھپا ہے۔

"دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو، اور اللہ سے عافیت مانگو، (یعنی یہ دعا کرو کہ جنگ کی نوبت آئے بغیر ہی دشمن بھاگ کھڑا ہو، یا ہمارے مطالبات تسلیم کرلے) اور جب دشمن سے مقابلے کی نوبت آئے تو ڈٹ جاؤ، اور یاد رکھو کہ جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد۔۔۔ حدیث ۱۷۴۲)

بہرحال! دشمن نے دیوبند پر حملہ کرنے کی کبھی ہمت نہ کی ــــــ یوں لگتا ہے جیسے بھائی جان مرحوم نے یہ اسی زمانے میں کہا ہو کہ ؎

کیا خبر تھی جراتیں دل کی بنیں گی حسرتیں!
دیکھ کر کشتی کو طوفاں، رخ بدلتے جائیں گے

یہاں تک کہ مئی ۱۹۴۸ء میں ہم یہ "حسرت" اور عزائم کا سمندر دل میں لئے ہجرت کر کے پاکستان آگئے ــــــ پاکستان کیا تھا؟ ــــــ دلکش خوابوں کی تعبیر، امن اور محبتوں کا گہوارہ، عالم اسلام کی امیدوں کا مرکز، فی الحال علمی اور معاشی طور پر پس ماندہ، مگر لامحدود وسائل اور جہد وعمل کے وسیع میدانوں سے مالا مال ــــــ ایسی ملت کا وطن جو جذبہ ایمان سے سرشار ہو کر اس پر بہت کچھ قربان کر چکی تھی، سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار تھی۔ سب کا یہ عقیدہ اور عزم کہ بقول بھائی جان مرحوم ؎

ہم ایک خدا کے قائل ہیں، پندار کا ہر بت توڑیں گے
ہم حق کا نشاں ہیں دنیا میں، باطل کو مٹا کر دم لیں گے
یہ سبز ہلالی پرچم ہے، ہر حال میں یہ لہرائے گا
یہ نغمہ ہے آزادی کا، دنیا کو سنا کر دم لیں گے
یہ بات عیاں ہے دنیا پر، ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جہاں مہکائیں گے، یا خوں میں نہا کر دم لیں گے

جس خونِ شہیداں سے اب تک، یہ پاک زمین رنگین ہوئی
اس خون کے قطرے قطرے سے، طوفان اٹھا کر دم لیں گے

کاش! اسی وقت پوری قوم کو اس راہ مستقیم پر رواں دواں کر دیا جاتا جس کے لئے یہ بے قرار تھی، اور جس کے لئے اپنا سب کچھ لٹا کر اس نے یہ وطن بڑے ارمانوں سے حاصل کیا تھا ___ کاش! ایسا ہوتا تو آج ہماری تاریخ اور جغرافیہ دونوں مختلف ہوتے۔

جہادِ کشمیر

اس وقت مجاہدین کشمیر کی تند و تیز یلغار کے سامنے، بھارتی فوج کی تمام زور آزمائیاں ناکام ہو چکی تھیں، وہاں کی نام نہاد حکومت نے اس خوف سے کہ مجاہدین اب سری نگر میں بھی داخل ہونے ہی والے ہیں، دارالحکومت سری نگر سے جموں منتقل کر لیا تھا، مگر عین اس وقت جبکہ جہادِ کشمیر فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکا تھا، غیر مسلم عالمی طاقتوں نے بیچ میں پڑ کر چالبازیوں سے اس مقدس جہاد کو رکوا دیا، جانباز مجاہدین نے جو جنگ اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر میدان کارزار میں جیت لی تھی، اسے ہمارے قائدین نے مذاکرات کی میز پر ہرا دیا ___ اس وقت بھی جہادِ کشمیر میں حصہ لینے کی حسرت ہی رہی۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے، نہ من تیرا، نہ تن

پھر جب میری عمر تقریباً پندرہ سال تھی، اور پاکستان کے سب سے پہلے وزیر اعظم شہید ملت خان لیاقت علی خان مرحوم نے یہ اعلان کیا کہ بھارت نے اپنی نوے فیصد فوج پاکستان کی سرحد پر لگا دی ہے، تو پورے ملک میں جہاد کا جوش و خروش قابل دید تھا، اس وقت ملک میں مسلم لیگ ہی تنہا سیاسی جماعت اور وہی بر سر اقتدار تھی، وہ دور آج بھی یاد آتا ہے، جب پاکستان کے مسلمان نہ سیاسی جماعتوں میں بٹے تھے، نہ صوبائی اور لسانی

تعصبات کا کہیں وجود تھا' نہ فرقہ وارانہ جھگڑوں نے سر ابھارا تھا' سارے مسلمان' صرف مسلمان اور صرف پاکستانی تھے۔

رضاکاروں میں بھرتی

اس زمانے میں "پاکستان مسلم لیگ نیشنل گارڈز" کی تنظیم قائم ہوئی تھی' وزیراعظم کا اعلان سنتے ہی لوگ اس میں بھرتی ہونے لگے۔ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے میں اور میرے برادر بزرگوار جناب محمد ولی رازی صاحب' اور پھوپھی زاد بھائی جناب فخر عالم صاحب بھی' جہاد کی تربیت حاصل کرنے کے لئے اس میں شامل ہوگئے' کئی ماہ تک اس میں سرگرمی سے حصہ لیا' ہم رضاکاروں کے دستے روزانہ رات کو شہر کی سڑکوں پر مارچ پاسٹ کرتے ہوئے' اور جہاد کے ولولہ انگیز ترانے جوش و خروش سے پڑھتے ہوئے گذرتے' عجیب سماں ہوتا تھا' رضاکاروں کی تعداد میں ہر روز اضافہ ہو رہا تھا۔ ہمیں منگھوپیر سے پیچھے کی پہاڑیوں میں کئی روز جنگی مشقیں بھی کرائی گئیں' ان کا لطف آج بھی یاد آتا ہے' اور اس تربیت کا فائدہ آج بھی محسوس ہوتا ہے۔

اسی زمانے میں "مسلم لیگ نیشنل گارڈز" نے بڑے زور و شور سے "یوم جہاد" منایا' پروگرام کے مطابق ہم سب رضاکار جو وردیوں میں ملبوس تھے میری ویدر ٹاور سے مارچ کرتے ہوئے قائد ملت مرحوم کی سرکاری رہائش گاہ پر پہنچے' یہ عمارت عبداللہ ہارون روڈ پر اب "اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس" کہلاتی ہے' آس پاس کی ساری سڑکیں' رضاکاروں کی اس منظم فوج سے بھری ہوئی تھیں' دور دور تک انسانوں کا سمندر جذبہ جہاد سے اچھلا پڑتا تھا' وزیراعظم مرحوم نے بالائی منزل کی ایک کھڑکی سے لاؤڈ اسپیکر پر ایمان افروز خطاب کیا۔ اسی خطاب کے دوران انہوں نے بھارت کو وہ مشہور تاریخی مکا دکھایا تھا' جس کے چرچے برسوں تک اخبارات کی زینت رہے' تبصرہ نگاروں نے اس کی تفسیریں لکھیں' اور شاعروں نے اسے موضوع بنا کر اپنے کلام کے جوہر دکھائے۔ وہ مکا دکھاتے ہوئے ان کی تصویر اب بھی گاہے گاہے اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہے۔

بہر کیف! بھارتی بزدل افواج تو کسی جنگ کے بغیر ہی واپس ہوگئیں، مگر ہمیں اس بہانے جہاد کی تربیت حاصل کرنے کا اچھا موقع مل گیا، پوری قوم میں جذبہ جہاد از سرنو تازہ ہوگیا، اور واگہ اور لاہور کے درمیان مشہور "بی آر بی نہر" وجود میں آگئی، جس نے بعد میں ۱۹۶۵ء کے جہاد میں تاریخی کردار ادا کیا، اور آخر تک بھارت کیلئے دردِ سر بنی رہی۔

خام ہے جب تک، تو ہے، مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہوجائے تو ہے، شمشیرِ بے زنہار تو

جنگ نہر سوئز

پھر تقریباً ۱۹۵۳ء میں جب برطانیہ، فرانس اور اسرائیل نے مل کر نہر سوئز پر اچانک حملہ کیا، تو برادر ملک مصر کے دفاع کے لئے پاکستان کا بچہ بچہ بے تاب ہوگیا، یہ بے تابی اس قرآنی عقیدے کا فطری تقاضا تھی، جس پر پاکستان معرض وجود میں آیا تھا کہ:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ"

(الحجرات: ۱۰)

"مسلمان سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

اور آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا مظہر تھی کہ:

"اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَّاحِدٍ، اِنِ اشْتَكٰي عَيْنُهٗ اشْتَكٰي كُلُّهٗ، وَاِنِ اشْتَكٰي رَاْسُهٗ اشْتَكٰي كُلُّهٗ"

"سارے مسلمان شخص واحد (کے جسم) کی طرح ہیں کہ اس کی آنکھ دکھتی ہے تو پورا جسم دکھنے لگتا ہے، اور سر میں درد ہوتا ہے تو پورا جسم تکلیف زدہ ہوجاتا ہے۔"

(مسلم، کتاب البر۔ ۲۵۸۶)

میری عمر اس وقت سترہ سال تھی، دارالعلوم کراچی کی قدیم عمارت (نانکواڑہ) میں درس نظامی کے ابتدائی درجات میں زیر تعلیم تھا، ہم سب طلبہ اس جہاد میں شرکت کے لئے بے چین ہوگئے، ہمارے جذبہ جہاد کو دیکھتے ہوئے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ___ جو دارالعلوم کے صدر تھے ___ اور ہمارے بہنوئی جناب مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ___ جو دارالعلوم کے ناظم تھے ___ ان دونوں بزرگوں نے طلبہ کو نہ صرف اجازت دے دی، بلکہ مصر بھیجنے کے لئے ایک طیارہ بھی چارٹرڈ کرنے کی تیاریاں کرلیں، اور روانگی کے انتظامات مکمل ہونے تک ہمارے لئے دارالعلوم میں شہری دفاع اور ابتدائی طبّی امداد کی تربیت شروع کرادی۔

"عرب قومیت" کا بھوت

ہم نہایت ذوق شوق سے یہ تربیت حاصل کر رہے تھے، اور مصر روانگی کے لئے بے تاب انتظار کا ایک ایک دن بھاری معلوم ہو رہا تھا، لیکن اچانک اس خبر سے تلملا اٹھے کہ مصر کے صدر جمال عبدالناصر نے جس پر نام نہاد "عرب قومیت" اور "عرب وطنیت" کا بھوت سوار تھا، پاکستانی رضاکاروں کی آمد پر پابندی لگادی ہے ___ بحمداللہ تربیت تو مکمل ہوگئی، لیکن جہاد مصر میں شریک نہ ہوسکنے کا ناقابل بیان غم ہوا، سب طلبہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ ادھر جمال عبدالناصر نے خلیج عقبہ اپنے ہاتھ سے گنوادی۔ اور بعد کی ایک جنگ میں مصر نے صحرا سینا، شام نے جولان کا پہاڑی علاقہ، اور اردن نے مسلمانوں کا قبلہ اول بھی ہاتھ سے کھو دیا۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں، اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟!

جہاد رن کچھ

پھر ۶۴ یا ۱۹۶۵ء میں جب میں حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج کو گیا ہوا تھا، تو ایک روز مکہ مکرمہ کے بازار میں اچانک ایک عرب دوکاندار نے یہ خبر سنائی کہ "رن کچھ" کے علاقے میں پاکستان اور بھارت کی جنگ چھڑ گئی ہے۔ ___ سنتے ہی دل کا جو حال ہوا، کیسے بیان کروں ___ مگر جب وطن لوٹے تو جنگ ختم ہو چکی تھی، ہماری بہادر افواج کے ولولہ انگیز کارنامے اور اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت کی ایمان افروز داستانیں بچہ بچہ کی زبان پر تھیں، بھارتی افواج کی بزدلی کے مضحکہ خیز واقعات ہر مجلس کا دلچسپ موضوع بنے ہوئے تھے، اس جہاد میں رضاکاروں کی شمولیت کی نوبت آنے سے پہلے ہی پاکستان کی مجاہد افواج نے بھارت کا دماغ ٹھکانے لگا دیا تھا۔

۱۹۶۵ء کا یادگار جہاد

پھر ستمبر ۱۹۶۵ء میں جب پاکستانی افواج مقبوضہ کشمیر میں چھمب اور جوڑیاں کے محاذ پر تیز رفتار پیش قدمی کر رہی تھیں، اور پاکستانی عوام ہر روز ان کی تازہ ترین فتوحات سے نہال ہو رہے تھے، اچانک ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی صبح کاذب کے وقت بھارت نے لاہور کی سرحد "واگہ" پر بھرپور حملہ کر دیا، یہ حملہ اس قدر اچانک، اتنا منظم اور ایسا بھرپور تھا کہ بھارت کے کمانڈر انچیف جنرل چودھری نے اپنے ارباب حکومت کو یقین دلایا تھا کہ آج شام کو ہم لاہور کے جیم خانہ کلب میں آپ کو شرابوں کے جام پیش کر کے فتح کا جشن منائیں گے، عالمی فوجی مبصرین کو بھی یقین تھا کہ بھارتی افواج صبح ہونے تک لاہور پر قبضہ کر چکی ہوں گی، چنانچہ بی بی سی نے اسلام دشمنی میں اندھا ہو کر صبح سات بجے دنیا کو یہ خبر بھی سنا دی کہ "بھارت نے لاہور پر قبضہ کر لیا ہے" ___ مگر جس محاذ پر میجر عزیز بھٹی جیسے توحید کے متوالے شہادت کے لئے تیار ہوں اسے دنیا کی کونسی طاقت ہے جو تسخیر کر سکے۔

پاکستان کے صدر جنرل محمد ایوب خان مرحوم نے صبح ۱۱ بجے ریڈیو پر اپنی ولولہ انگیز تاریخی تقریر میں قوم کو آگاہ کیا، کہ بھرپور بری، بحری اور فضائی جنگ شروع ہو چکی ہے،

انہوں نے پاکستانی افواج اور عوام کو کلمہ ''لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ'' پڑھ کر اس جہاد میں بھرپور حصہ لینے کی ترغیب دی ـــــ اس وقت دل کا کیا عالم تھا' ـــــ جن حضرات نے وہ تقریر سنی ہے اس کی لذت اور اثرانگیزی ان کو آج تک یاد ہوگی ـــــ اسی جہاد کے دوران سیالکوٹ اور چونڈا کے محاذ پر دنیا کی تاریخ میں دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ لڑی گئی' مگر یہاں دشمن کو میجر عباسی شہید جیسے جانبازوں سے سابقہ پڑا' جنھوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر اس کی ساری سورمائی خاک میں ملا ڈالی۔

پاک فضائیہ کے شاہینوں نے تو چند ہی روز میں دشمن کی فضائیہ پر واضح برتری حاصل کر کے اسے تقریباً مفلوج کر ڈالا تھا' وہ بھارت کے اندر دور دور جاکر دشمن کی کمر توڑ رہے تھے' ان کا پھینکا ہوا ہر بم دشمن کو یہ پیغام دے آتا تھا کہ ؎

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا' نام و نشاں ہمارا

رفیقی شہید' اور ایم ایم عالم جیسے ہواباز' دشمن پر عقاب بن کر ایسے جھپٹے کہ فضائی جنگ کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا۔

سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں اک ٹکڑا' سرفروشی کے فسانے میں

مگر جب پاکستان کی مجاہد افواج بھارت میں گھس کر ''کھیم کرن'' کو فتح کر کے آگے بڑھ رہی تھیں' اور غیر مسلم عالمی طاقتوں نے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ اس بپھرے ہوئے شیر کو روکنا' اب بھارت کی ہمت شکستہ فوج کے بس کا روگ نہیں رہا تو پھر ''امن'' کی فکر دامن گیر ہوئی' اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے' جس پر ان طاقتوں کی اجارہ داری ہے' فوراً ''جنگ بندی'' کا حکم صادر کر دیا' روس نے بڑی بیتابی سے بیچ میں پڑ کر تاشقند میں پاک بھارت مذاکرات کرائے اور ''اعلان تاشقند'' کرا دیا' اس بار پھر سپر طاقتوں کا دباؤ قبول کر کے ہماری قیادت نے اس جنگ کو ہرا دیا جسے پاکستان کی دلیر افواج کے شوق شہادت

نے جیت لیا تھا۔

سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

یہ جہاد تقریباً سترہ روز جاری رہا، اس کی ایک عجیب و غریب برکت یہ تھی کہ پوری قوم لگتا تھا کہ فرشتہ بن گئی ہے، وہ اپنے تمام فرقوں، تعصبات اور جماعتی مفادات کو بھول کر دشمن کے مقابلہ میں سیسہ پلائی دیوار بن گئی، ان سترہ دنوں میں پورے ملک میں نہ کوئی چوری وغیرہ کی واردات ہوئی، نہ دو آدمیوں کے درمیان جھگڑے کی کوئی رپورٹ پولیس میں درج کرائی گئی۔ اس کے علاوہ اس مقدس جہاد کے دوران ہر محاذ پر ایسی عجیب و غریب کرامات کا، اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت کا ظہور ہوا کہ دنیا بھر کے اخباری رپورٹر بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ دنیا پاکستانی مسلم فوج کی بے پناہ طاقت سے واقف ہوئی، اور اس کی فنی مہارت اور جانبازی کا لوہا مانا گیا۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

میرے ایک دوست کے دوست اس جہاد میں راجستھان کے محاذ پر فوج میں افسر تھے، آزادانہ زندگی کے عادی تھے، نماز روزے سے بھی آزاد، انہوں نے میرے دوست کو وہاں سے خط میں لکھا کہ:

"اس جہاد میں میں نے اللہ تعالیٰ کو (گویا) اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے، سب گناہوں سے توبہ کر کے نماز کا پابند ہو چکا ہوں، اور اب فتح یا شہادت ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔"

رضاکاروں کو محاذ پر جانے کی نہ ضرورت سمجھی گئی، نہ اجازت تھی، عوام کو صرف شہری دفاع اور ابتدائی طبّی امداد میں بھرپور حصہ لینے کی ہدایت کی گئی تھی، میں اس وقت دارالعلوم کراچی (کورنگی) میں "مرحلہ عالیہ" کا مدرس تھا، ہم یہاں کی کھلی فضاؤں میں پاک فضائیہ کے شاہینوں کو دشمن پر جھپٹتے، پلٹتے، پلٹ کر جھپٹتے، اور اس کو بھگاتے اور گراتے

ہوئے دیکھتے۔ آنکھیں خوشی کے آنسوؤں سے، اور دل دعاؤں سے لبریز ہو جاتا ___ رضاکاروں کے ساتھ مل کر کچھ راتیں شہری دفاع کی خدمات میں گذارنے کی سعادت تو بحمداللہ نصیب ہوئی، مگر محاذ پر جانے کی اُس وقت بھی حسرت ہی رہی۔

حدیث میں ہندوستان پر جہاد کی خاص فضیلت

یہ بات کم لوگوں کو معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہندوستان پر جہاد کرنے والوں کی فضیلت خاص اہمیت کے ساتھ یہ ارشاد فرمائی ہے کہ:

"عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ، عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ، وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ"

"دو جماعتیں میری امت میں ایسی ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہنم سے نجات لکھدی ہے، ایک وہ جماعت جو ہندوستان پر جہاد کرے گی، دوسری وہ جماعت جو (آخر زمانہ میں) عیسیٰ علیہ السلام کے (نازل ہونے کے بعد ان کے) ساتھ ہوگی۔"

(سنن النسائی ___ حدیث نمبر ۳۱۷۵)

اسی لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ہندوستان پر جہاد میں شریک ہونے کی تمنا تھی ___ وہ فرماتے ہیں کہ:

"وَعَدَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْهِنْدِ، فَإِنْ أَدْرَكْتُهَا أُنْفِقُ فِيهَا نَفْسِي وَمَالِي، فَإِنْ أُقْتَلْ كُنْتُ مِنْ أَفْضَلِ الشُّهَدَاءِ،

اِنْ اَرْجِعْ فَاَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ"

"رسول اللہ ﷺ نے ہم (مسلمانوں) سے ہندوستان کے جہاد کا وعدہ فرمایا ہے' اگر میں نے اپنی زندگی میں اسے پالیا تو میں اپنی جان اور مال اس میں خرچ کروں گا' پھر اگر میں اس میں قتل کر دیا گیا تو افضل ترین شہداء میں شامل ہو جاؤں گا' اور اگر زندہ لوٹا تو میں (جہنم سے) آزاد ابو ہریرہ ہوں گا۔"

(سنن النسائی ___ حدیث نمبر ۳۱۷۳ و ۳۱۷۴)

مسلم قومیت ___ دو قومی نظریہ

۱۹۶۵ء کے بعد' بھارت نے اپنا طریقہ جنگ بدل دیا' "مسلم قومیت" یا "اسلامی برادری" کی جس عظیم قوت نے دنیا کا سب سے بڑا مسلم ملک پاکستان عطا کیا تھا' اور مسلمانان عالم کی پرامید نظریں پاکستان پر مرکوز کر دی تھیں' بھارت نے عالمی طاقتوں کے گٹھ جوڑ سے اسی قوت پر ضرب کاری لگانے کے لئے طویل منصوبہ بندی کی' اور پاکستانی حکمرانوں کی اس غلط روش سے پورا فائدہ اٹھایا جو خود انہوں نے "مسلم قومیت" کے ساتھ اختیار کی ہوئی تھی۔

"مسلم قومیت" یا "اسلامی برادری" تحریک پاکستان کا صرف سیاسی نعرہ نہ تھی بلکہ قرآن و سنت کے اس اٹل فیصلے کی ترجمانی تھی کہ دنیا بھر کے مسلمان' خواہ ان کا تعلق کسی رنگ و نسل سے ہو' وہ کوئی بھی زبان بولتے' اور کسی بھی علاقے میں رہتے ہوں' سب ایک برادری اور ایک ہی ملت ہیں' اور دنیا بھر کے غیر مسلم دوسری ملت۔ یہی "دو ملی نظریہ" ہے جسے اردو میں "دو قومی نظریہ" کہا جانے لگا۔ پاکستان اسی نظریہ کی بدولت وجود میں آیا تھا' یہی وہ رشتہ تھا جس نے نہ صرف مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں کو' بلکہ مغربی اور مشرقی پاکستان کو بھی ہزاروں میل کے فاصلے کے باوجود یکجان کیا ہوا تھا' ۱۹۶۵ء کے جہاد میں اس کا بھرپور عملی مظاہرہ دنیا دیکھ چکی تھی۔

"دوملی نظریہ" پاکستان کی روح اور اساس ہے' پاکستان کے لئے ساری قربانیاں اسی نظریہ کی خاطر دی گئیں' یہ اس بات کا عہد تھا کہ یہاں ایک ایسی برادری کی حکمرانی ہوگی جو "اللہ کی زمین پر اللہ ہی کی حاکمیت" پر ایمان رکھتی ہے اور اللہ اور اسکے رسول رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ واصحابہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت ہی کو سب سے بڑا اعزاز اور سب سے بڑی دانشمندی سمجھتی ہے' وہ یہاں ایسا معاشرہ اور نظام حکومت قائم کرے گی جو قرآن وسنت کی فطری تعلیمات پر مبنی ہو گا۔

اس نظریہ کا لازمی تقاضا یہ تھا:

۱۔ کہ یہ سرزمین جو نسلی' علاقائی اور لسانی رنگا رنگی کے فطری حسن وجمال سے مالا مال ہے' اسے اسلامی اخوت' باہمی ایثار و محبت' اسلام کی عطا کردہ قانونی ومعاشرتی مساوات' اور معاشی عدل وانصاف کا گہوارہ بنایا جائے گا' مذہب وملت کے امتیاز کے بغیر ہر بیکس ولاچار کی فریاد رسی کی جائے گی' ظالم ہاتھ توڑ دیئے جائیں گے' اور ہر مظلوم کو' خواہ وہ کسی بھی مذہب وملت کا پیرو ہو' اپنے عمل سے بھی یہ اطمینا دلا دیا جائے گا کہ اسلام واقعی امن وسلامتی کا دین' اور غریبوں اور مظلوموں کا فریاد رس ہے' حتی کہ وہ دشمن کے ساتھ بھی عین حالت جنگ میں ظلم اور بدعہدی کی اجازت نہیں دیتا' عین حالت جنگ میں بھی دشمن کی عورتوں' بچوں' بوڑھوں' معذوروں اور ایسے عبادت گذاروں پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا جو جنگی کارروائیوں میں شریک نہیں۔

۲۔ کہ اس سرزمین خداداد میں غیر مسلم اقلیتوں کے جان ومال' آبرو' اور ان کی عبادت گاہیں محفوظ ہوں گی۔ ان کو اپنے عقیدے اور اس پر عمل کی آزادی ہوگی' انہیں معاشی میدان میں ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہوں گے۔

یہ ساری ہدایات قرآن وسنت نے کھول کھول کر بیان کی ہیں' اور عہد صحابہ کی حکومتیں اس پر شاہد عدل ہیں' تاریخ اسلام میں ایسے حکمرانوں کی کمی نہیں جنھوں نے ان ہدایات پر عمل کو اپنا قیمتی اعزاز' اور اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھا ہے۔ چنانچہ دستور پاکستان

کے دیباچے 'قرارداد[۱] مقاصد'' میں بھی ان تمام امور کی صراحت کر دی گئی تھی۔

لسانی قومیت اور ۱۹۷۱ء کا المیہ

لیکن یہاں کے طالع آزما حکمرانوں کی ملک وملت سے بے وفائی اس حد کو جا پہنچی کہ ''دوملی نظریہ'' اور ''مسلم قومیت'' کے الفاظ صرف قیام پاکستان کی تاریخ میں لکھے رہ گئے، حکومتی پالیسیوں میں کہیں دور دور اس پاکیزہ معاشرے اور اسلامی عدل وانصاف کے آثار نہ تھے، جس کی دنیا پاکستان سے امید کر رہی تھی۔ ''بندر بانٹ'' اور ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کا جنگلی قانون پھیلتا چلا گیا۔ مسائل کا حل اور اسلامی عدل وانصاف اقلیت کو نصیب ہوئے نہ اکثریت کو۔ مشرقی ومغربی بازوؤں کے درمیان اسلام کا مضبوط رشتہ کمزور ہوتا اور بدگمانیوں اور نفرتوں کا زہر گھلتا چلا گیا، جس نے دشمنوں کو ''بنگالی قومیت'' کا بت تراشنا آسان کر دیا۔ مشرقی پاکستان کی سرکاری تعلیم گاہوں میں ہندو اساتذہ نے اس میں بھرپور کردار ادا کیا۔

دشمنوں نے اس ناپاک مقصد کے لئے پاکستان کی بہت سی سیاسی، سرکاری، صحافی اور ادبی شخصیات کے ضمیر نہ جانے کس کس قیمت پر خریدے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ملک بھر میں صوبائی اور لسانی قومیت، بلکہ نفرتوں کا صور پھونکا جانے لگا جو ''مسلم قومیت'' کی بھی عملاً نفی تھی اور رحمت للعالمین ﷺ کے اس دوٹوک فرمان کی بھی کہ:

''لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلَي الْعَصَبِيَّةِ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةً، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰي عَصَبِيَّةٍ''

---

[۱] اس ''قرارداد مقاصد'' کو بحمداللہ ۱۹۸۵ء سے آئین پاکستان کا مستقل قابل عمل حصہ قرار دیدیا گیا ہے، دیکھئے ''اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور'' دفعہ ۲ الف۔

"وہ لوگ ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف بلائیں اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی خاطر لڑیں' اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جن کی موت عصبیت پر آئے۔"

(سنن ابی داؤد ـــــ حدیث نمبر ۵۱۲۱)

ٹی۔وی' اور دیگر ذرائع ابلاغ کو اسلامی اقدار اور دینی شعائر کے خلاف منظم طور پر استعمال کیا گیا' "مسلم قومیت" اور جذبہ جہاد کو' جس نے ۶۵ء میں پوری قوم کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا تھا' اور جس کی بدولت دنیائے اسلام کی ہمدردیاں ہمیں حاصل ہوگئی تھیں' مسلمانوں کے ذہنوں اور دلوں سے کھرچا جانے لگا' نئی نسل کو فیشن پرستی' عریانی و فحاشی' فضول خرچی' مغربی تہذیب' اور تن آسانی کا مسلسل سبق پڑھایا گیا' طالع آزما سیاسی شعبدہ بازوں نے طلبہ کو نعرہ بازی' بدنظمی' خود غرضی' انارکی' لاقانونیت اور مادر پدر آزادی کا ایسا سبق پڑھایا کہ وہ تعلیم و تربیت سے محروم اور تعلیم گاہیں اور یونیورسٹیاں سیاسی دنگل بن کر رہ گئیں۔ قوم کا شیرازہ منتشر ہوا' اور غیر ملکی ایجنٹوں کو کھل کھیلنے کے پورے مواقع میسر آگئے۔

ادھر "بنگالی قومیت" کے علم بردار جو مرکزی حکومت اور سرکاری افسران کی غلط کاریوں اور خلاف اسلام پالیسیوں کے نتیجے میں بیرونی اسلحہ اور سرمایہ کے زور پر مشرقی پاکستان کی بساط سیاست پر چھا گئے تھے' بھارتی فوج کا ہراول دستہ بن گئے' ادھر مرکز میں عالمی سازش کا جال فوجی ہائی کمان تک پھیل چکا تھا' جس نے سیاسی افراتفری سے فائدہ اٹھا کر پاکستان کے مضبوط صدر جنرل محمد ایوب خان کی جگہ جنرل یحیی جیسے عیاش' مردبیمار کو قوم کی گردن پر مسلط کر دیا۔ اس مردبیمار نے طالع آزما سیاست بازوں کی شہ پر مسئلے کو آئینی اور سیاسی طور پر حل کرنے کے بجائے پاکستانی فوج کو تشدد کے ایسے ہولناک راستے پر ڈال دیا کہ بہت سے مقامات پر اس کی دست برد سے مشرقی بازو کے پرامن مسلمان بھی بلبلا اٹھے' اور فوج ان کے تعاون سے محروم ہو کر خوفناک دلدل میں جا پھنسی۔

اس ہمہ گیر تیاری کے بعد' روس کی کھلی امداد' اور مغربی طاقتوں کی شہ پر ۱۹۷۱ء

میں جب بھارتی سورما مشرقی پاکستان میں داخل ہوئے تو ظاہر اسباب میں انہیں کسی قابل ذکر مزاحمت کا سامنا نہ ہونا چاہئے تھا' لیکن ان حوصلہ شکن حالات میں بھی پاکستان کی غیور و جانباز فوج نے' اور مشرقی پاکستان کے علماء کرام' دینی مدارس کے طلبہ' عام دیندار مسلمانوں اور رضاکاروں نے اس طوفان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا' اور فتح و شکست سے بے نیاز ہوکر اسلامی غیرت و حمیت اور مومنانہ ایثار و شجاعت کی مثالیں قائم کیں' ____ مغربی پاکستان میں بھی جذبہ جہاد تمام مخالفانہ سازشوں کے باوجود شعلہ جوالہ بن گیا' ہر بچہ اور بڑا جنگی تربیت لینے اور محاذ پر جانے کے لئے بیتاب تھا' دارالعلوم کراچی میں بھی رائفل ٹریننگ جاری تھی جس میں راقم الحروف کو بھی شرکت کا موقع ملا' ____ لیکن سیاسی بازی گروں اور عسکری قیادت کا گٹھ جوڑ کچھ اور ہی طے کر چکا تھا۔ ____ اچانک یحیی خان نے مشرقی پاکستان میں اپنی ۹۳ ہزار مومن فوج کو بھارتی جنرل کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا حکم دیدیا۔ ہتھیار ڈالنے کا شرمناک منظر ٹیلیویژنوں پر دکھاکر اس بہادر فوج کو رسوا کیا گیا' جس کی شجاعت و مہارت کا لوہا پوری دنیا میں مانا جاتا تھا۔

جب تک بھارتی سورما مشرقی پاکستان میں ننگی جارحیت کرتے رہے' اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل دم سادھے رہی' پاکستان کے دولخت ہوتے ہی سلامتی کونسل نے چین کا سانس لیکر فیصلہ صادر کر دیا کہ "اب جنگ بند کر دی جائے"۔

ہمارے ۹۳ ہزار کڑیل جوان جو آخر دم تک بھارتی فوج سے لڑنے اور فتح یا شہادت کا اعزاز حاصل کرنے کے لئے بیتاب تھے' مشرقی پاکستان سے بھارت کی قید میں دھکیل دیئے گئے۔ ____ مشرقی پاکستان کے جن علماء کرام' دینی مدارس کے طلبہ' اور مجاہد رضاکاروں نے پاکستان اور نظریہ پاکستان کے لئے تن من دھن کی بازی لگائی تھی' ان پر وہ مظالم توڑ گئے کہ چنگیزیت بھی شرما جائے ____ عرب ممالک بھی جو اس وقت تک "عرب قومیت" کے جال سے آزاد نہیں ہوئے تھے' اس خونی ڈرامے پر خاموش تماشائی بنے رہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بھارت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے یہ خونی ڈرامہ رچانے کے بعد کہا تھا کہ

"ہم نے دو قومی نظریہ کو خلیج بنگال میں غرق کر دیا ہے" اور ایک نجی مجلس میں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ "اب ہمارا اگلا نشانہ سندھ ہو گا۔"

چنانچہ اب سندھ میں بھی انہی ہتھکنڈوں سے بھارت اس حد تک کامیابی حاصل کر چکا ہے کہ اب جبکہ عرب ممالک تو "عربی قومیت" کے تلخ و سنگین نتائج بھگت کر "اسلامی قومیت" کی طرف واپس آرہے ہیں، بنگلہ دیش کے مسلمانوں پر بھی "بنگالی قومیت" کا فریب کھل چکا ہے۔ لیکن پاکستان میں لسانی اور وطنی قومیت کے نئے بت تراش لئے گئے۔ جن پر ملی وحدت کو بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔ اصل دشمن کو پہچاننے کے بجائے لسانی اور وطنی عصبیتوں نے ایسا اندھا کر دیا ہے کہ پھر بھائی بھائی کا گلا کاٹنے لگا ہے ___ آنحضرت ﷺ کی اس وصیت کو بھلا دیا گیا ہے جو آپ نے خطبہ حجۃالوداع میں بڑی دلسوزی سے فرمائی تھی کہ :

"لَاتَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ"

"میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگو۔"

(صحیح مسلم کتاب الایمان ___ حدیث ۱۱۸)

ہر خود ساختہ لسانی اور وطنی گروہ اپنے مقتولوں کو "شہید" کہتا ہے، لیکن رحمت اللعالمین ﷺ عصبیت جیسی ناحق لڑائی میں مارے جانے والوں اور مارنے والوں کے بارے میں بتا چکے ہیں کہ :

"اِذَا الْتَقَي الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَقَتَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَه فَالْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ فِيْ النَّار

"جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لیکر آپس میں لڑیں 'اور ان میں سے کوئی دوسرے کو قتل کر ڈالے تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے (کیونکہ مقتول کا ارادہ بھی قتل کرنے کا تھا)"

(سنن النسائی ــــــ حدیث ۴۱۲۴)

یہ سب حالات سندھ میں بھارت کے لئے میدان ہموار کر رہے ہیں 'اور وہ اب اس وقت کا بے تابی سے منتظر ہے جب :

(۱)ــــ پاکستان کی حکومت کمزور ہاتھوں میں چلی جائے 'اور یہاں لسانی اور وطنی قومیتوں کی بنیاد پر مزید خون خرابہ ہو۔

(۲)ــــ آس پاس کے مسلم ممالک سے ہمارے تعلقات کشیدہ ہوں 'پاکستان کو مجاہدین افغانستان کی امداد سے روک دیا جائے اور اسکے نتیجے میں پاکستان کو افغانستان کی برادرانہ دوستی سے پھر محروم کر دیا جائے۔ (جنیوا سمجھوتہ اسکا پہلا قدم ہے۔)

(۳)ــــ پاکستان کی سیکولر سیاسی جماعتیں مشرقی پاکستان کی طرح عوام کو پھر سڑکوں پر لا کر اپنی ہی فوج سے بھڑوا دیں۔

اللہ وہ وقت کبھی نہ لائے 'مگر بھارت 'روس اور امریکہ کی توانائیاں ان سب منصوبوں پر دریا دلی سے خرچ ہو رہی ہیں 'ان کے گماشتے ہمارے اندر گھس چکے ہیں ــــ اس شور شرابے میں اقبال مرحوم کی یہ صدا کون سنے 'اور کون سنائے ؟ کہ ؎

اس دور میں مئے اور ہے' جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنائی' روش لطف وکرم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا' اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ ملت کا کفن ہے

یہ بت کہ تراشیدہ تہذیب نوی ہے
غارت گر کاشانہ دین نبوی ہے

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے' تو مصطفوی ہے
نظارہ دیرینہ' زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے

جہاز ملتان کی طرف محو پرواز تھا' اور میرا تصور اس سے بھی تیز رفتاری سے پاکستان کے ماضی اور حال کی فضاؤں میں پرواز کرتے کرتے کبھی "سیاچن" کے برفستان میں پاکستانی فوج کے ان سرفروشوں کی بلائیں لینے لگتا جو ملک وملت کے دفاع کے لئے اکیس ہزار ۲۱۰۰۰ ہزار فٹ کی بلندی پر موت سے پنجہ آزمائی کر رہے ہیں۔ جن کے سینوں میں ایمان کی کڑکتی ہوئی بجلیاں برف کے بلاخیز طوفانوں کو جھلسا کر تاریخ اسلام میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہی ہیں ـــــ اور کبھی یہ تصور افغانستان میں ان سربکف مجاہدین کا نظارہ کرنے لگتا جن کے نعرہ "اللہ اکبر" سے کمیونزم کی بنیادیں ہل چکی ہیں۔ جن کی توپوں کی گھن گرج امت مسلمہ کو یہ پیغام دے رہی ہے کہ ؎

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

ہم صبح ۹ بجے ملتان پہنچ گئے' پروگرام کے مطابق وہاں کے ایک معروف دینی مدرسہ میں پہنچے' جہاں کچھ اور ساتھی بھی آکر قافلہ میں شامل ہوگئے۔ اور تقریباً ۱۱ بجے کرایہ کی ایک بڑی ویگن میں یہ قافلہ ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف روانہ ہوگیا۔

قافلہ کے رفقاء:

ہمارا یہ قافلہ مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل تھا:

(۱) استاذ محترم حضرت مولانا سبحان محمود صاحب دامت برکاتہم (ناظم دار العلوم کراچی)
(۲) استاذ محترم حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم
(بانی ومہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی وناظم اعلیٰ وفاق المدارس پاکستان)

(۳) جناب مولانا اسعد تھانوی صاحب دامت برکاتھم (مہتمم مدرسہ اشرفیہ سکھر)

(۴) برادر عزیز جناب سید محمد بنوری صاحب (نائب مہتمم جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی)

(۵) مولانا عزیز الرحمٰن صاحب (استاذ و نگران تعلیمات دارالعلوم کراچی)

(۶) مولانا محمد اسحاق صاحب (استاذ و ناظم دارالطلبہ دارالعلوم کراچی)

(۷) (میرے بیٹے) مولوی محمد زبیر عثمانی (متعلم درجہ تخصص و معین مدرس دارالعلوم کراچی)

(۸) مولانا مفتی نظام الدین صاحب (استاذ و مفتی جامعہ فاروقیہ کراچی)

(۹) مولانا محمد عادل خان صاحب (استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی و مدیر ماہنامہ "الفاروق")

(۱۰) مولانا محمد خالد صاحب (استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی)

(۱۱) جناب مولانا قاری ہلال احمد صاحب (امام و خطیب جامع مسجد طوبیٰ، ڈیفنس سوسائٹی کراچی)

(۱۲) مولانا سعادت اللہ صاحب (ناظم دفتر حرکت الجہاد الاسلامی، کراچی)

(۱۳) مولانا شاہد محمود صاحب (ناظم دفتر حرکت الجہاد الاسلامی، اسلام آباد)

(۱۴) جناب سرور احسن صاحب (چیئرمین ابوذر فاؤنڈیشن، کراچی)

(۱۵) جناب ہارون صاحب (کراچی)

(۱۶) جناب تحسین منظر صاحب (متعلم جامعہ فاروقیہ و کراچی یونیورسٹی)

(۱۷) ناچیز راقم الحروف (خادم دارالعلوم کراچی)

حسرتیں

ویگن شمال کی طرف تیزی سے دوڑ رہی تھی، اور یہ تصور بڑا پر کیف تھا کہ ہم مسلسل محاذ افغانستان کی طرف بڑھ رہے ہیں، لیکن مجھے اب بھی یہ بات ناقابل یقین معلوم ہوتی تھی کہ میں جہاد میں عملی حصہ لے سکوں گا۔ کیونکہ تقریباً ۱۸ سال سے ریڑھ کی ہڈی کے نچلے مہروں میں تکلیف ہے، ۱۹۷۰ء میں ان مہروں میں کچھ ایسی ان بن ہوئی کہ دس سال تک جسمانی محنت و مشقت کے کاموں سے تقریباً معذور رہا، اور جب ذرا بے احتیاطی ہوئی ہفتوں صاحب فراش رہنا پڑا، اب تقریباً آٹھ سال سے مرض میں وہ شدت تو نہیں، لیکن ہر قدم اور حرکت میں احتیاط رکھنی پڑتی ہے، اب بھی سڑک اور ریل کے سفر سے

تکلیف بڑھ جاتی ہے، ناہموار بستر پر نہیں سو سکتا، ٹیک کے بغیر بیٹھنا بھی دشوار ہے۔

ساتھیوں نے اسی وجہ سے مجھے اگلی سیٹ پر بٹھا دیا تھا کہ وہاں جھٹکے کم لگتے ہیں، اپنی اس حالت پر شرم آرہی تھی مگر اس خوف سے دم سادھے بیٹھا رہا کہ پیچھے کوئی بڑا جھٹکا لگ گیا تو اس مقدس سفر ہی سے ہاتھ دھونا پڑے گا، ساتھیوں کو بھی تکلیف ہوگی ـــــ میں سوچ رہا تھا کہاں تو یہ حال تھا کہ لڑکپن اور جوانی میں شوق جہاد ہی اکثر دلچسپیوں کا محور رہا، بندوق کا شکار، گھڑ سواری اور ورزش کی عادت بھی اسی شوق کی رہین منت تھی، کھیل وہی پسند تھے جو جہاد میں کام آسکیں، لمبی اور اونچی چھلانگوں اور دوڑ لگانے میں اپنے ہم عمروں سے آگے رہتا تھا، گرم پانی وضو میں استعمال کرتا تھا نہ غسل میں، دسمبر اور جنوری کی سخت سردیوں میں بھی جب پنجاب یا صوبہ سرحد جانا ہوا تو وہاں بھی صبح کو رات کے باسی ٹھنڈے پانی سے غسل کر کے عجیب کیف محسوس ہوتا تھا، پیش نظر یہی تھا کہ کبھی جہاد کا موقع نصیب ہوا تو یہ عادتیں کام آئیں گی ـــــ لیکن کمر کی اس مسلسل معذوری نے سارے عزائم پر پانی پھیر دیا، اسی وجہ سے مجھے اس تکلیف کا غم بہت ہے۔

انقلابات جہاں واعظ رب ہیں دیکھو
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فَافْہَمْ فَافْہَمْ

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کی قدر اب معلوم ہوتی ہے کہ:

"نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْهِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةُ وَ الْفَرَاغُ"

"دو نعمتوں کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکہ میں پڑے رہتے ہیں، صحت اور فراغت (کہ ان کی قدر نہیں کرتے، جب چھن جاتی ہیں تو پچھتاتے ہیں)۔"

(صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق ص ۹۴۹ ج ۲)

تقریباً نوسال پہلے ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو جہاد افغانستان شروع ہوا، تو دیرینہ آرزو کی تکمیل کا وسیع میدان سامنے آگیا ـــــ لیکن صحت تھی تو جہاد کا موقع نہ ملا، موقع ملا تو صحت نہ رہی۔

چمن سامنے ہے، شکستہ ہیں بازو
خجل ہو رہے ہیں، ہم آزاد ہو کر

مسرت و حسرت کے ساتھ جہاد افغانستان کے ایمان افروز حالات پڑھتا اور سنتا رہا، افغان مجاہدین اور ان کے رہنماؤں سے بکثرت طویل ملاقاتیں ہوئیں، یہ حضرات دارالعلوم بھی تشریف لاتے رہے، جن میں کئی علماء کرام دارالعلوم کراچی کے فارغ التحصیل ہیں، دارالعلوم کے بہت سے طلبہ سالانہ تعطیلات کا زیادہ سے زیادہ حصہ جہاد میں لگاتے رہے۔ مجاہدین سے افغانستان کی سیاسی اور حربی تفصیلات اور مختلف معرکوں کی چھوٹی چھوٹی جزئیات بھی معلوم کرتا رہا، لیکن جب وہ محاذ پر جانے کے لئے رخصت ہوتے، تو میرے پاس اپنے جانے کی صرف حسرت رہ جاتی۔ اللہ تعالیٰ سے کبھی یہ مسنون دعا کرتا کہ:

"اَللّٰهُمَّ فَالِقَ الْاِصْبَاحِ وَجَاعِلَ اللَّيْلِ سَكَنًا وَّالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا قَوِّنِيْ عَلَي الْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِكَ"

"یا اللہ! آپ جو کہ صبح کو نمودار کرنے والے، اور رات کو آرام کے لئے بنانے والے، اور سورج اور چاند کو وقت کے حساب کا ذریعہ بنانے والے ہیں، مجھے اپنے راستہ میں جہاد کی قوت عطا فرمادیجئے۔"

(مناجات مقبول دعا ۱۸۰)

اور کبھی یہ دعا کرتا کہ:

"اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ"

"اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت نصیب فرما۔"

اور ناچارگی کے عالم میں حضرت مرشد عارفی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اکثر زبان پر آجاتا کہ:

اب ہوں کسی کے جذب کرم ہی کا منتظر
میری طلب تو ہے' مری تاب وتواں سے دور

یہ اسی "جذب کرم" کا صدقہ ہے کہ کمر کی اس تکلیف کے باوجود آج یہ ناکارہ بھی جوانی میں نہ سہی' عمر کی ۵۳ ویں منزل میں مجاہدین کے اس قافلے میں شامل ہوگیا۔ ع

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس ست

ملتان سے تقریباً ۱۱ بجے چلے تھے' ۲ بجے کے قریب راستہ کے ایک قصبہ میں نماز ظہر ادا کی' مسجد کے امام صاحب اور کئی نمازیوں نے ہمیں پہچان لیا' وہ خوشی اور تواضع سے بچھے جارہے تھے' اور گھر لے جانے پر مصر تھے' بمشکل ان سے اجازت لی' ایک سرائے نما ہوٹل میں کھانا کھایا' اور آگے روانہ ہوگئے ____ عصر کی نماز بھکر ضلع میانوالی کی ایک مضافاتی مسجد میں ادا کی' اور ویگن پھر تیزی سے شمال کی طرف روانہ ہوگئی۔ ہمیں آج مغرب تک ڈیرہ اسماعیل خان پہنچنا تھا' اور رات ہی کے کسی حصہ میں اگلی منزل کیطرف روانہ ہوجانا ضروری تھا۔ اس پورے سفر کا انتظام ہماری درخواست پر پاکستانی مجاہدین کی تنظیم "حرکت الجہاد الاسلامی" نے کیا تھا' جسکے کئی ذمہ دار حضرات ہمارے رفیق سفر تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم مغرب سے کچھ پہلے ہی ڈیرہ اسماعیل خان میں تنظیم کے مقامی دفتر پہنچ گئے' دفتر کے ناظم جناب قاری نعمت اللہ صاحب انتظار میں باہر ہی کھڑے تھے وہ اور ان کے ساتھی خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ سادہ سی دو منزلہ

عمارت کے ایک کمرے میں یہ دفتر' مجاہدین کے لئے راستہ کی ایک منزل کا کام دیتا ہے۔نہ جانے اب تک کتنے غازیوں اور شہیدوں کی منزل بن چکا ہے۔ جس سادگی اور بے سروسامانی میں افغانستان کا یہ جہاد ہورہا ہے' وہی اس دفتر میں بھی نمایاں تھی۔

اس تنظیم کے جواں سال بانی اور امیر اول جناب مولانا ارشاد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اب سے صرف ۳ سال قبل جہاد افغانستان ہی کے ایک خونی معرکہ میں اپنے اکیس ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوئے ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہاں ان گمنام شہیدوں کے تذکرہ کو بھی ان کا حق سمجھتا ہوں' کہ ان کی بے زبانی بھی کچھ کہہ رہی ہے۔ ؎

سرمزار شہیداں یکے عناں درکش
کہ بے زبانی ما حرف گفتنی دارد

مولانا ارشاد احمد شہید

۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو جب برادر ملک افغانستان پر روس نے بے پناہ فوجی طاقت کے ساتھ یورش کی' تو دنیا یہی سمجھ رہی تھی کہ کمیونزم کا یہ سرخ سیلاب جو وسط ایشیاء کی اسلامی ریاستوں اور تاشقند' سمرقند اور بخارا کو تاراج کرتا ہوا افغانستان میں داخل ہوا ہے' یہاں سے بھی اسلامی اقدار و شعائر کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائے گا' اور اس کا اگلا نشانہ پاکستان ہوگا۔ لیکن افغانستان کے غیور مسلمان انتہائی بے سروسامانی میں' محض اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اور شوق شہادت سے سرشار ہوکر اس طوفان سے ٹکرا گئے۔اور یہی جہاد افغانستان کا باقاعدہ آغاز تھا کہ ؎

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اس وقت فیصل آباد کے مولانا ارشاد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی میں درس نظامی کے آخری سال یعنی "دورہ حدیث" میں زیر تعلیم تھے' عمر کا بیسواں سال تھا' جہاد کا شوق بچپن ہی سے موجزن تھا' موقع غنیمت جان کر افغانستان جانے کے لئے تیار ہوگئے۔ دو اور طالب علم (مولانا) سیف اللہ اختر اور (مولانا) عبدالصمد سیال بھی جو مرحلہ عالیہ کے سال

اول میں زیر تعلیم تھے جہاد کے لئے کمربستہ ہوگئے' اور تینوں بغیر کسی کو بتائے ۸ افروری ۱۹۸۰ء کو بے سروسامانی میں کراچی سے نکل کھڑے ہوئے۔ ے

میں راہ شوق میں منت کش رہبر نہیں ہوتا
مرے داغ جگر کافی ہیں میری رہنمائی کو

مولانا ارشاد احمد صاحب عمر اور علم میں بڑے تھے' دونوں ساتھیوں نے سنت کے مطابق ان کو اپنا امیر مقرر کرلیا۔ اس طرح یہ تین مجاہدوں پر مشتمل جماعت وجود میں آئی' جو بڑھتے بڑھتے "حرکت الجہاد الاسلامی" کی صورت اختیار کرگئی۔ اس تنظیم کے بانی اور امیر اول مولانا ارشاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے کہ ے

میں تو تنہا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ کچھ ملتے گئے اور قافلہ بنتا گیا

ان تینوں پر عزم نوجوانوں نے پشاور پہنچ کر افغانستان کے حالات اور وہاں کی مجاہد تنظیموں سے واقفیت حاصل کی' اور افغانستان کے مشہور و مجاہد عالم دین مولانا ارسلان رحمانی سے منسلک ہوکر مصروف جہاد ہوگئے۔ پھر مولانا ارشاد احمد صاحب نے اگلے سال جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے دورہ حدیث کا امتحان دے کر سند فراغت حاصل کی' اور دوبارہ افغانستان جاکر پوری یکسوئی سے جہاد میں منہمک ہوگئے' افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ مختلف محاذوں پر پاکستانی مجاہدین کی قیادت کرتے رہے' اور انتہائی خطرناک مہمات میں پیش پیش رہے۔ ساتھ ہی انہوں نے پاکستان کے دینی مدارس اور جامعات میں دعوت جہاد کا کام بھی شروع کردیا۔ جس کے نتیجہ میں یہاں کے طلبہ و علماء بھی سالانہ تعطیلات میں محاذ پر جانے لگے۔ ۱۹۸۴ء میں سعودی عرب اور افریقہ کا سفر بھی اسی مقصد سے کیا جس کے امید افزا نتائج سامنے آئے۔

مولانا ارشاد احمد صاحب کی تنظیم "حرکت الجہاد الاسلامی" نووارد رضاکاروں کو افغانستان لے جاکر چند روز اپنے کیمپ میں تربیت دیتی اور محاذ پر پہنچا دیتی' دارالعلوم کے

بہت سے طلبہ بھی اسی طرح ان کی قیادت میں شریک جہاد ہوتے رہے۔ موصوف اور ان کے جانباز ساتھیوں نے مختلف محاذوں پر سرفروشی کے جو عظیم کارنامے انجام دیئے ان کی داستان بہت طویل ہے' افسوس ہے کہ میں اسے بیان نہ کرسکوں گا۔ لیکن ضرورت ہے کہ کوئی صاحب دل اور صاحب قلم اس کو مرتب کرے' تاکہ ان گمنام سرفروشوں نے تاریخ اسلام میں جس حسین باب کا اضافہ کیا ہے' وہ آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ ہو جائے۔

موصوف ۱۴۰۵ھ میں دارالعلوم کراچی تشریف لائے' جمعہ کی نماز دارالعلوم کی جامع مسجد میں ادا کی' اور نماز کے بعد میری فرمائش پر حاضرین سے خطاب فرمایا' فضائل جہاد اور افغانستان کے تازہ ترین حالات پر روشنی ڈالی۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ جہاد افغانستان کے سلسلہ میں اپنی آپ بیتی کے بھی کچھ واقعات سنائیں۔ مگر وہ دوسرے مجاہدین کے ایمان افروز کارنامے تو تفصیل سے سناتے رہے' اپنا کوئی واقعہ ذکر نہیں کیا۔ تواضع' تقویٰ اور اتباع سنت کا اہتمام ان کی ہر ادا سے نمایاں تھا' چہرہ پر خشیت و ذہانت کے آثار' گفتگو میں سلیقہ و متانت' مجاہدانہ وقار' دل جذبہ جہاد سے معمور' اور خطابت میں وہ سادگی اور تاثیر کہ "از دل خیزد بر دل ریزد" کا نمونہ ___ یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔

اسی سال رمضان سے تین ماہ قبل والدین اور اہل خاندان کے اصرار پر فروری ۱۹۸۵ء میں شادی کی اور کچھ روز فیصل آباد میں گھر پر گذار کر پھر جہاد اور دعوت جہاد کی دھن میں نکل کھڑے ہوئے۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ اور عیدالفطر بھی محاذ پر گذری کہ ع

نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

زندگی کا آخری معرکہ

عیدالفطر کے بعد جب دینی مدارس اور جامعات کے طلبہ' سالانہ تعطیلات محاذ پر گذار کر حسب معمول اپنے اپنے تعلیمی اداروں میں واپس جانے کے لئے پاکستان کا رخ

کررہے تھے تو کچھ طلبہ نے امیر موصوف سے اصرار کیا کہ ہم واپسی سے قبل آپ کے دوش بدوش ایک اور معرکہ میں شریک ہونا چاہتے ہیں ۔اس وقت یہ حضرات صوبہ ""پکتیکا"" میں ""ارغون"" کے محاذ پر تھے 'مگر یہاں دشمن پر حملہ کرنے کے اس وقت مواقع نہ تھے ' طلبہ کے اصرار پر امیر موصوف صوبہ پکتیکا ہی کے ایک اور محاذ پر ""شرنہ"" کے افغان کمانڈر مولانا فریدالدین صاحب کے پاس گئے ' جو مجاہدین کی کسی اور تنظیم کی طرف سے برسرپیکار تھے ۔ امیر موصوف نے ان سے مل کر انہی کے علاقے میں شہر ""شرنہ"" کی ایک روسی چھاؤنی پر حملہ کا منصوبہ تیار کیا ۔اور مہم پر روانگی کے لئے ۶ شوال ۱۴۰۵ھ (۲۵ جون ۱۹۸۵ء) کی شام مقرر ہوگئی ۔دشمن کی جس چھاؤنی پر حملہ کا منصوبہ بنایا گیا تھا وہ یہاں سے کم از کم ۵ گھنٹے کی مسافت پر تھی 'راستہ پہاڑی 'کچا اور سخت دشوار گذار تھا ____ راستہ میں جن جن مقامات سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ تھا وہاں کچھ پہرے داروں کو دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے 'اور بر موقع کارروائی کے لئے مامور کر دیا گیا ۔

بے سروسامانی

مگر کوئی ایسی گاڑی دستیاب نہیں ہو رہی تھی جس میں مجاہدین اپنے اسلحہ سمیت اس مہم پر روانہ ہوسکیں ۔روانگی کچھ غیر یقینی سی ہوگئی تو جن پہرے داروں کو راستہ کے پر خطر مقامات پر مقرر کیا گیا تھا 'انہیں یہ ہدایت بھی دینی پڑی کہ وہ ان مقامات پر رات کے صرف ۱۰ بجے تک رہیں 'اس وقت تک ہم وہاں سے نہ گذریں تو وہ اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس چلے جائیں 'اور سمجھ لیں کہ حملہ کا منصوبہ ملتوی کر دیا گیا ہے ۔

بالآخر ایک ٹریکٹر اور اس کے پیچھے بندھی ہوئی ایک ٹرالی کسی طرح مل گئی اور پروگرام کے مطابق ۶ شوال کو نماز عصر کے بعد ۴۵ مجاہدین کا دستہ وہاں کے ایک افغان کمانڈر مولانا عید محمد صاحب کی قیادت میں ٹرالی میں روانہ ہوگیا 'اس دستے میں محاذ ""شرنہ"" کے کئی افغان مجاہدین بھی شامل تھے ۔مغرب کی نماز راستہ میں ادا کر کے سفر جاری رکھا گیا 'پروگرام یہ تھا کہ رات کے ۱۱ بجے تک ""شرنہ"" کے قریب پہنچ کر حالات کا جائزہ

لیں گے 'اور صبح صادق کے فوراً بعد نماز فجر پڑھ کر چھاؤنی پر حملہ کر دیا جائے گا۔

تقدیر کا فیصلہ

ہوا یوں کہ مجاہدین کا یہ دستہ راستے کی غیر معمولی خرابی اور صعوبتوں کے باعث ان مقامات سے رات کے دس بجے تک نہ گذر سکا جہاں پہریدار مقرر کئے گئے تھے' وہ طے شدہ قرارداد کے مطابق دس بجے کے بعد وہاں سے ہٹ گئے اور یہ سمجھ کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس چلے گئے کہ حملہ ملتوی کر دیا گیا ہے۔ ادھر دشمن کو مجاہدین کے دستہ کی مخبری ہوگئی تھی 'اس نے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھایا 'اور اپنی چھاؤنی سے کافی دور آگے آکر راستہ کے دونوں طرف کی پہاڑیوں پر پوزیشن سنبھال لی 'اور اپنی پشت پر بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک کھڑے کر دیئے۔ پہریداروں کے ہٹ جانے کے باعث یہ مقام اس کو خالی مل گیا تھا۔ رات کے تقریباً ۱۱ بجے جیسے ہی مجاہدین کی ٹرالی وہاں پہنچی' دشمن نے تین طرف سے محاصرہ کر کے اچانک حملہ کر دیا۔ اس محاذ پر چھ سال میں یہ پہلا موقع تھا کہ دشمن نے خود آگے بڑھ کر حملہ کرنے کی جرات کی تھی' جاسوسوں کی بروقت مخبری نے اس کو حوصلہ دے دیا تھا ــــــ تاریکی میں مجاہدین کو حملہ کی خبر اس وقت ہوئی جب دشمن کا پہلا گرینیڈ (دستی بم) اس ٹریکٹر پر آکر پھٹا جس سے یہ ٹرالی بندھی ہوئی تھی' ٹریکٹر میں آگ لگی تو دشمن کو اپنا ہدف صاف نظر آگیا۔

ٹرالی پر گولوں' دستی بموں 'اور گولیوں کی بارش شروع ہوگئی' کچھ مجاہدین ٹرالی سے چھلانگ لگا کر پوزیشن لینے میں کامیاب ہوگئے 'اور انہوں نے ٹرالی کی آڑ سے جوابی فائرنگ شروع کر دی' گولوں اور بموں کی خوفناک آوازوں سے سارے پہاڑ لرزہ براندام تھے 'انہی آوازوں میں کچھ سرفروشوں کا نعرہ "اللہ اکبر" بھی گونج رہا تھا ــــــ

مولانا ارشاد احمد صاحب بھی ان جانبازوں میں شامل تھے جو ٹرالی سے اترنے میں کامیاب ہوگئے تھے' مگر ان کو گولیوں کی باڑھ لگ چکی تھی' جس کے بعد وہ کسی نہ کسی طرح چند قدم دشمن کی طرف کلاشنکوف چلاتے ہوئے بڑھے' مگر جسم کا خون بہت بہہ چکا تھا' بڑھنے کی

سکت نہ رہی تو دشمن کی طرف پوزیشن لے کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے 'اور "اللہ اکبر" کا نعرہ لگا لگا کر فائر کرتے رہے۔ اب ان کے نعرہ تکبیر کے ساتھ "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا کلمہ بھی سنائی دے رہا تھا' پھر یہ آواز بیٹھتے بیٹھتے خاموش ہوگئی ــــــ اس کلمہ پر جان دینے والا مجاہد اپنا مقصد حاصل کر چکا تھا ــــــ شہادت کے وقت عمر ۲۶ سال اور ۲۰ دن تھی 'اور شادی کو صرف ۴ ماہ ہوئے تھے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اس وقت جنگ کی صورت حال یہ تھی کہ جو مجاہدین دشمن کی اندھا دھند فائرنگ کی وجہ سے فوراً ٹرالی سے نہ کود سکے وہ اسی میں گھرے رہ گئے۔ جس میں لگی ہوئی آگ دم بدم بڑھ رہی تھی 'کچھ مجاہد ٹرالی کے اردگرد زخمی پڑے تھے 'کچھ جانباز ٹرالی کے اندر اور اس کے اردگرد جام شہادت نوش کر چکے تھے 'اور جن کو موقع مل گیا تھا' وہ بپھرے ہوئے شیروں کی طرح "فتح یا شہادت" کی جنگ لڑ رہے تھے۔ اس مہم کے افغان امیر مولانا عید محمد صاحب اور دارالعلوم کراچی کے طالب علم مولوی عبدالحلیم سلمہ گولوں اور گولیوں کی بارش میں زخمی ساتھیوں کو کندھے پر اٹھا اٹھا کر محفوظ مقامات پر پہنچانے لگے اور بحمداللہ سلامت رہے۔

تائید غیبی

اسی دوران اس بارود نے آگ پکڑ لی جو ٹرالی میں رکھا ہوا تھا' وہ پھٹنا شروع ہوا اس کے خوفناک دھماکوں نے ایک نئی قیامت برپا کردی ــــــ لیکن جس ذات باری تعالیٰ کی خاطر یہ سب کچھ ہو رہا تھا' اس نے انہیں دھماکوں کو نصرت کا سامان بنا دیا' کہ ٹرالی میں رکھے ہوئے راکٹ لانچروں میں سے ایک راکٹ کو قدرت کے غیبی نظام نے اس طرح چلایا کہ اس کے پچھلے حصے میں آگ لگی' جس کے باعث راکٹ تیزی سے نکل کر سیدھا دشمن کی طرف بڑھا اور چشم زدن میں خوفناک دھماکے کے ساتھ ایک ٹینک تباہ

کردیا۔ ساتھ ہی ٹرالی میں جلتے بارود سے جو دھماکے ہو رہے تھے' ان سے دشمن یہ سمجھ کر کہ مجاہدین کو تازہ کمک پہنچ گئی ہے' میدان چھوڑ بھاگا۔

اس معرکہ میں دشمن کے تقریباً ۳۵ فوجی جہنم رسید ہوئے' اور ۲۲ مجاہدین شہادت سے سرفراز ہوئے۔

کچھ دیر بعد مجاہدین کی ایک اور جماعت وہاں پہنچ گئی' جو شہداء کو قریبی گاؤں لے گئی اور زخمیوں کو اونٹوں وغیرہ پر گاؤں پہنچایا ــــــ وہاں کے تقریباً اڑھائی ہزار مسلمانوں نے جمع ہوکر شہداء کی نماز جنازہ پڑھی۔ دشمن کے گن شپ ہیلی کاپٹر اس وقت بھی بلندی پر منڈلا رہے تھے' مگر اللہ جل شانہ نے ان کو ایسا اندھا کیا کہ اس بڑے مجمع کو نہ دیکھ سکے۔

مولانا ارشاد احمد صاحب نے ساتھیوں سے کہہ رکھا تھا کہ "جب میں شہید ہوجاؤں تو لاش گھر نہ لے جانا' ہوسکے تو میدان جنگ کے آس پاس ہی دفن کردینا۔"

ان کی وصیت اور مقامی مسلمانوں کے اصرار پر شہر "شرنہ" کے قریب ہی گاؤں "کوٹ وال" میں سب شہیدوں کو سپرد خاک کیا گیا۔ ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ایمان افروز وصیت نامہ

مولانا ارشاد احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ جب فروری ۱۹۸۰ میں پہلی بار کراچی سے جہاد افغانستان کیلئے روانہ ہوئے تو والدین' بھائی بہنوں اور رشتہ داروں کیلئے وصیت نامہ لکھ کر ایک دوست کے حوالے کرگئے تھے' اس کے آخر میں تحریر تھا کہ:

"یہ تحریر کراچی میں روانگی سے چند دن قبل لکھی گئی' اور ساتھی کے حوالے کر رہا ہوں' میری شہادت کی یقینی خبر کے بعد وہ اس

کو آپ لوگوں تک براہ راست یا ڈاک کے ذریعہ پہنچادے گا۔"

چنانچہ یہ ان کی شہادت کے بعد ہی گھر پہنچا' ۵ صفحات کے اس وصیت نامہ کی ہر سطر ایمان افروز ہے 'مگر یہاں اس کے خاص خاص حصے نقل کرتا ہوں۔ حمد وصلوۃ کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"بندۂ گنہگار' رحمت حق کا امیدوار تحریر کرتا ہے میں بہ طیب خاطر جہاد فی سبیل اللہ کیلئے چند رفقاء ومخلصین کی معیت میں افغانستان جارہاہوں 'الحمدللہ جانے کا سبب زندگی سے کسی قسم کی مایوسی نہیں 'اور نہ ہی زندگی کی مشکلات سے گھبرا کر موت کی تلاش میں نکل رہاہوں 'بلکہ مقصد صرف ___ اور صرف ___ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ خالصتاً لوجہ اللہ اعداء اسلام کے خلاف برسرپیکار ہونے کی توفیق عطا فرمائے 'کفر کو مغلوب بلکہ نیست و نابود فرمائے 'اور کفر پر ایسی کاری ضرب لگائے کہ قیامت تک اسلام کی طرف آنکھ اٹھانے کے قابل نہ رہے 'آمین ثم آمین یارب العالمین۔
اور اس مقصد کیلئے بندہ 'اللہ عزوجل و خدائے بزرگ و برتر سے ایک طویل زندگی کا خواستگار ہے کہ اس میں ایک منظم کوشش کروں کہ جس سے اللہ تعالیٰ اسلام کو پورے عالم اسلام میں پوری آب وتاب اور شان وشوکت کے ساتھ مکمل طور پر زندہ و نافذ فرمائیں' وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ، وھو الْمُوَفِّقُ لِكُلِّ خَيْرٍ

لیکن موت نہ اپنی آمد سے پہلے اطلاع کرتی ہے 'اور نہ وقت

مقررہ سے مقدم موخر ہوتی ہے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ترجمہ) ہر نفس اپنے وقت مقرر پر موت کو چکھ کر رہے گا۔" اور خصوصاً جب آدمی میدان کارزار میں سربکفن ہوکر نکلتا ہے تو وہ موت کا بھی اتنا ہی متمنی' مشتاق اور امیدوار ہوتا ہے جتنا کہ حیات کا۔"

آگے اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں محمد احمد' اور مزمل احمد کو دینی تعلیم حاصل کرنے کی مفصل ہدایات دے کر لکھتے ہیں کہ :

"اگر تم نے قرآن و حدیث اور فقہ کو کماحقہ پڑھا اور سمجھا تو معلوم ہوجائے گا کہ اسلام کا آپ سے کیا تقاضہ ہے' اور سرور کائنات' سرور دو جہاں ﷺ نے اس مکمل ضابطہ حیات کو دنیا کے اندر کس طرح رائج کیا؟ اس اسوۂ حسنہ کے تحت ہر زمانے میں اسلام کو عالم میں رائج کیا جاسکتا ہے۔ علوم کی تکمیل کے بعد اس علم کے مقتضی کے مطابق اسلام کو مکمل طور پر پوری دنیا میں رائج کرنے کی کوشش شروع کر دو' انجام کو اللہ کے حوالے کرو' اس کوشش میں اگر تمہاری زندگی صرف ہوگئی' تو اس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں۔ لَاتَخَافُوْا فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ' ان کاموں میں اس کی ہرگز پرواہ مت کرو کہ کوئی کیا کہتا ہے' اپنی دھن میں مگن رہو' دنیا میں اشتغال بقدر کفایت ہو' کوشش یہ ہونی چاہئے کہ بے لوث بلا تنخواہ وغیرہ کے ہر محاذ پر خدمت دین کرو' لیکن اگر حالات مجبور کر دیں تو بقدر ضرورت تنخواہ وغیرہ لیکر دین کی خدمت کرنا بھی نہ کرنے سے ہزاروں درجہ بہتر اور افضل ہے' نیز تدریس اور اشاعت علم

بہت ضروری ہے 'اور مواعظ حسنہ معاشرے کی روح ہوتے ہیں 'لیکن دین کواس میں محدود مت سمجھو 'بلکہ جہاد جیسے احکام کی طرف بھی اولی اور پوری توجہ دو''۔

آگے اپنے والدین کو وصیت کرتے ہیں کہ :

''والد صاحب اور والدہ صاحبہ اور دیگر قرابت داروں سے گذارش ہے کہ اگر مجھے اس سیہ کاری کے دور میں شہادت فی سبیل اللہ کا عالی مقام نصیب ہو تو آپ لوگ سرعام خوشی منائیں 'اور یہ سمجھیں کہ ہماری محنت ٹھکانے لگی 'ہم نے اللہ کی عطاکردہ اولاد کو اللہ کے نازل کردہ دین کی تعلیم دلانے کے بعد' اللہ کے حکم کو بلند کرنے کیلئے قربان کر دیا۔اور صحابہ رضی اللہ عنھم جیسا جذبہ رکھنا چاہئے کہ وہ لوگ اپنی اور اپنے ابناء (بیٹوں) کی شہادت کو کتنا مرغوب و محبوب رکھتے تھے۔''

ہری ہے شاخ تمنا' ابھی جلی تو نہیں
دبی ہے آگ جگر' مگر بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن' وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میداں' مگر جھکی تو نہیں

آگے رشتہ داروں کو وصیت فرماتے ہیں کہ :

''نوحہ وگریہ حد شرع سے متجاوز ہوکر ہرگز نہ کیا جائے 'اگر کسی کو توفیق ہو تو وہ میری شہادت باسعادت پر ایسی خوشی منائے جیسی کہ لڑکا پیدا ہونے پر منائی جاتی ہے۔

جان دی' دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور سب اقرباء واحباء، خصوصاً والد صاحب، والدہ محترمہ، دادا جان، دادی جان سے عرض ہے کہ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس قربانی کو قبول فرمائیں، اور نیت میں خدانخواستہ کوئی ریاء وغیرہ کا شائبہ ہو تو اس کو معاف فرمائیں، اور اس عمل کو خالص اپنی رضا کا ذریعہ بنائیں۔ آمین یا ربّ العالمین ثمّ آمین، اللّٰھمّ آمین"

ناچیز کو جب اس جواں سال امیر المجاہدین کی شہادت کی خبر ملی، اور فیصل آباد جانا ہوا تو ان کے ضعیف والد صاحب کی خدمت میں بھی تعزیت کیلئے حاضر ہوا، صبر و استقامت کے اس پیکر کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو تو جھلک آئے، مگر زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، اور دعاؤں کے سوا کچھ نہ تھا۔

مولانا ارشاد صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جن ۲۱ جانبازوں نے جام شہادت نوش کیا، ان میں چھ افغان، اور ۱۵ پاکستان کے دینی مدارس کے طلبہ تھے، ان میں ۶ طلبہ دارالعلوم کراچی کے تھے۔

شرعی ضابطہ یہ ہے کہ معرکہ جہاد میں شہید ہونے والوں کو نہ غسل دیا جاتا ہے نہ کفن، بلکہ اسی حالت میں نماز جنازہ پڑھ کر اعزاز کے ساتھ دفن کر دیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰي اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ حِيْنَ كُلِمَ، لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ وَرِيْحُهُ مِسْكٌ"

"قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ جو

زخم بھی اللہ کے راستہ میں لگتا ہے وہ قیامت کے دن اسی حالت میں (بہتا ہوا) آئے گا جس حالت میں زخم لگنے کے وقت تھا' اس کا رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی ۔"

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ ۔ حدیث ۱۸۷۶)

یہ مجاہد طلبہ جب ۶ شوال کو حملے کیلئے روانگی کی تیاری کر رہے تھے تو انہوں نے اس امید پر غسل کیا کہ شہید ہوں گے 'جن کو میسر ہوئی خوشبو بھی لگائی ۔عجیب بات یہ ہے کہ غسل کرنے والے تمام ہی طلبہ کو شہادت نصیب ہوئی ۔

یہ گمنامی میں اپنا سفر حیات پورا کرنے والے پاکباز شہداء 'جو اسلام کی عظمت و حفاظت کیلئے جان کی بازی لگا کر خود تو انشاءاللہ بقول شاعر مشرق ؎

بے تکلف خندہ زن ہیں' فکر سے آزاد ہیں
پھر اسی کھوئے ہوئے فردوس میں آباد ہیں

مگر دنیا کو ان کے حالات تو کجا' نام بھی معلوم نہیں 'کاش! میں ہر ایک کے حالات لکھ کر ان کی عظمتوں کو کچھ خراج عقیدت پیش کر سکتا کہ :

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

تاہم اپنے ان چھ جگر گوشوں ــــ دارالعلوم کراچی کے ہونہار طلبہ ــــ کا مختصر تذکرہ تو کر سکتا ہوں 'جو ہماری ہی پدرانہ آغوش سے سالانہ تعطیلات میں جدا ہوئے تھے ۔

(۱) قاری امیر احمد شہید گلگتی رحمہ

حافظ شیہوں احمد خان کے یہ صاحبزادے گلگت میں پیدا ہوئے 'قرآن کریم حفظ کر کے فن قراءت و تجوید کا دو سالہ نصاب 'مدرسہ تجوید القرآن راولپنڈی میں مکمل کر کے

درس نظامی کیلئے دارالعلوم کراچی میں ''مرحلہ متوسطہ'' میں داخل ہوئے' اس وقت عمر ۱۲ یا ۱۳ سال تھی' پھر آخر تک یہیں زیر تعلیم رہے' شہادت کے وقت عمر ۲۰ سال ہونے کو تھی' مرحلہ عالیہ کی تکمیل کر چکے تھے' صرف ۲ سال کی تعلیم باقی رہ گئی تھی' ــــــ امتحانات میں اول آتے' اور انعامات حاصل کرتے رہے۔

نماز پنجگانہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام تھا' ہر جمعرات اور پیر کو روزہ رکھتے' تقریباً نصف شب تک اسباق کے مطالعہ اور تکرار (مذاکرے) میں مشغول رہتے' اخیر شب میں پھر اٹھ کر اسباق کو یاد کرنے میں منہمک ہو جاتے۔ اپنی ان صفات کے باعث اساتذہ کرام کے منظور نظر تھے۔

شہادت سے ایک سال قبل ۱۹۸۴ میں جب دارالعلوم کی سالانہ تعطیلات ہوئیں' تو والدین سے اجازت پہلے سے لے رکھی تھی' یہاں سے سیدھے افغانستان جاکر شریک جہاد ہوئے' اور تعطیلات ختم ہونے سے پہلے' وہیں سے چند روز کیلئے اپنے گھر گلگت بھی گئے۔ کراچی واپسی کے وقت والدین سے آئندہ سال (تعطیلات میں) پھر جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی تو والد صاحب نے فرمایا:

> ''ایک مرتبہ تم جہاد میں حصہ لے چکے ہو' حافظ' قاری بھی ہو چکے ہو' مزید تعلیم میں مشغول رہو' یہی تحصیل علم بھی بذات خود جہاد ہے۔''

بیٹے نے ادب سے عرض کیا:

> ''جہاد افغانستان میں ہمیں جن حالات و واقعات کا مشاہدہ ہوا ہے' ان کی موجودگی میں خاموش تماشائی بن کر بیٹھ رہنا' غیرت ایمانی کے خلاف ہوگا' وہاں ماؤں بہنوں کی عصمتیں لٹ گئیں' مساجد اور مدارس کو مویشی خانہ بنا دیا گیا' آبادیاں ویران اور فصلیں تباہ ہو چکی ہیں۔''

والد صاحب نے ان کا جذبہ دیکھ کر دوبارہ جہاد میں شرکت کی اجازت دیدی' مگر ماں نے

کہا :

"بیٹا! ہمارا بھی تم پر حق ہے' سال بھر آنکھوں سے دور رہتے ہو' ہم تمہارے آنے پر خوشی مناتے ہیں' کم از کم تعطیلات تو ہمارے ساتھ گذار لیا کرو۔"

عظیم بیٹے نے لجاجت سے کہا :

"پیاری امی! میں نے دنیا کی چند روزہ خوشیاں آخرت کی دائمی خوشیوں پر قربان کر دی ہیں' اب دنیا کی خوشیوں کی توقعات میرے ساتھ وابستہ نہ رکھیں' انشاءاللہ آخرت میں ہم سب کو دائمی خوشیاں ملیں گی۔"

ماں کی مامتا نے بھی اجازت دیدی۔

چنانچہ اگلے سال تعطیلات میں دوبارہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ارغون کے محاذ پر پہنچ گئے' اور ۶ شوال ۱۴۰۵ کو "شرنہ" کے خوں ریز معرکے میں جام شہادت نوش کیا۔ لیکن

جوہر انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے' فنا ہوتا نہیں

(۲) حافظ محمد عبد اللہ شہید گلگتی

حاجی عبدالخالق صاحب کے یہ ہونہار فرزند ۱۹۶۴ء کو گلگت میں پیدا ہوئے' مقامی اسکول میں چوتھی جماعت تک پڑھنے کے بعد اسکول کے ماحول سے دل اچاٹ ہوگیا' اور دینی تعلیم کا شوق پیدا ہوا' مگر اس کے مواقع میسر نہ آئے کچھ زمانہ تبلیغی جماعت میں لگایا' پھر سولہ سال کی عمر میں دارالعلوم کراچی میں داخل ہوئے' ان کے والد صاحب کا بیان ہے کہ "میں نے ان کو ہدایت کر دی تھی کہ ۳ سال سے پہلے گھر نہ آنا' چنانچہ ۳ سال تک تعطیل کا زمانہ تبلیغ میں لگاتے رہے' ۳ سال بعد ۱۹۸۶ء میں گھر آنا تھا' لیکن ۱۹۸۵ کی

تعطیلات سے پہلے انہوں نے ایک خط میں لکھا کہ :

"میری تمنا ہے کہ روز قیامت سب سے پہلے حضور ﷺ سے شرف ملاقات حاصل کروں' اس لئے آپ مجھے جہاد افغانستان میں شرکت کی اجازت دیدیں ۔"

میں نے تعطیلات میں محاذ پر جانے کی اجازت دیدی"۔

چنانچہ یہ بھی تعطیلات میں ارغون کے محاذ پر چلے گئے' اور ۶ شوال کو شرنہ کے خوں ریز معرکے میں اپنے امیر کے ساتھ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

" وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ، بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ، فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ "

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے' انہیں مردہ نہ کہو' بلکہ وہ زندہ ہیں' اپنے پروردگار کے مقرب ہیں' ان کو رزق ملتا ہے' وہ ان نعمتوں سے خوش ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں ۔" (سورہ آل عمران' ۱۶۹' ۱۷۰)

(۳) عبد الواحد شہید ایرانی رحمہ

ایران کے سنی خاندان کے یہ فرزند' علم دین کی پیاس لے کر پاکستان آئے' اور مختلف مدارس میں زیر تعلیم رہے' پھر دارالعلوم کراچی میں داخلہ لے لیا' ذہن میں یہ بات راسخ تھی کہ مسلم قوم کو جہاد کے بغیر عزت نہیں مل سکتی ۔ ۱۴۰۵ھ کی سالانہ تعطیلات میں ارغون کے محاذ پر مصروف جہاد رہے' اور شرنہ کے معرکہ میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت کی عظمتوں سے سرفراز ہوئے ۔

سردی مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں

(۴) عبد الرحمٰن شہید افغانیؒ

یہ محمد اعظم صاحب زکریائی کے فرزند ہیں' افغانستان کے علاقے "رستاق" صوبہ تخار میں پیدا ہوئے' ان کے بعض اہل خاندان اور رشتہ داروں کو ظالم روسی فوج نے شہید کر دیا تھا' یہ اس وقت بچے تھے' خاندان سے بچھڑ گئے' کسی نہ کسی طرح مہاجرین کے قافلہ میں شامل ہو کر پیدل چلتے ہوئے پاکستان پہنچے' اور مختلف دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے' ۱۴۰۲ھ میں دارالعلوم کراچی میں داخل ہوگئے' اور سالانہ امتحان میں اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوتے رہے' کہیں سے جلد سازی کا کام سیکھ لیا تھا' فارغ اوقات میں طلبہ کی کتابوں کی جلدیں بناکر جو پیسے مل جاتے' ان سے کپڑے وغیرہ بنالیتے' روسی کافروں سے انتقام لینے کا جذبہ انہیں بے چین رکھتا تھا۔ ۱۴۰۵ھ کی تعطیلات میں' جبکہ درس نظامی سے فراغت میں صرف ایک سال باقی رہ گیا تھا' ارغون کے محاذ پر جاکر نمایاں کارنامے انجام دیئے' کئی روسیوں کو جہنم رسید کیا' اور تعطیلات کے آخر میں "شرنہ" کے محاذ پر دلیری سے لڑتے ہوئے شہادت سے ہمکنار ہوگئے۔ اس وقت عمر کا بیسواں سال تھا۔

۶ شوال ۱۴۰۵ھ کی شام کو جب زندگی کے اس آخری معرکہ کیلئے روانہ ہو رہے تھے' اسی روز پاکستان آنے والے کسی ساتھی کو ایک خط دیا' جو میرے بیٹے مولوی محمد زبیر عثمانی سلمہ کے نام تھا' یہ دونوں ہم جماعت تھے' وہ خط اس وقت میرے سامنے ہے' اس میں لکھا ہے کہ:

> "بندہ ناچیز کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں' تاکہ اللہ مجھ کو اور باقی ساتھیوں کو جہاد مقدس کی راہ میں استقامت اور صبر و ہمت عطا فرمائیں' اور اپنی راہ میں قبول فرمائیں' اور تمام مسلمانوں کو اس راستہ میں نکلنے کی توفیق عطا فرمائیں' اور آپ کو بھی۔ اس لئے کہ اس کے بعد زندگی گذارنا بدون جہاد مشکل ہے۔ جہاد

"ذُرْوَةُ سنام الدّین"[1] اسی وقت بن سکتا ہے جب ہم
اس دین کی حفاظت کیلئے پوری اپنی جان ومال قربان کردیں '
آخر کو مرنا ہے' پھر کیوں شہید ہوکر نہ مریں؟ "وما
کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہ "[2]

یہ خط ان کی شہادت کے بعد وصول ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن مگر

زندگی کی آگ کا انجام خاکستر نہیں
ٹوٹنا جس کا مقدر ہو' یہ وہ گوہر نہیں

(۵) محمد اقبال شہید گلگتی رح

عبدالرحمٰن صاحب کے یہ فرزند گلگت میں پیدا ہوئے - ۱۸ سال کی عمر میں دارالعلوم کراچی میں داخل ہوگئے - طبیعت میں نفاست ونزاکت' مگر دل جذبہ جہاد سے معمور تھا' ۱۴۰۵ھ کی تعطیلات میں جبکہ تعلیم کا "مرحلہ ثانویہ خاصہ" مکمل کرچکے تھے' اور عمر ۲۰ سال تھی' ارغون کے محاذ پر مصروف جہاد رہے' اور ٦ شوال کے معرکہ "شرنہ" میں اپنے امیر کے ساتھ شہادت پاکر ایثار وقربانی کی مثال قائم کرگئے -

زندگانی تھی' تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

(٦) مولوی محمد سلیم شہید برمی رح

عبدالہادی صاحب کے یہ سعادت مند صاحبزادے ۱۹٦۱ء میں ملک برما میں پیدا

---

[1] یہ ایک حدیث کا مضمون ہے جس کا ترجمہ ہے کہ "جہاد دین کا بلند ترین مقام ہے"-
[2] یہ قرآن کریم کا ارشاد ہے' یعنی کسی جان کو موت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آسکتی"-

ہوئے، وہیں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی، اور مسلمانوں پر وہاں کی سوشلسٹ حکومت کے مظالم اپنی آنکھوں سے دیکھے، جن میں لاکھوں مسلمان اپنا دین اور عزت بچانے کیلئے ہجرت پر مجبور ہوگئے۔ یہ اس نیت سے پاکستان آئے کہ اسلامی علوم حاصل کر کے اپنے بیکس ہموطن مسلمانوں کو جہاد کیلئے تیار کریں گے، دارالعلوم کراچی میں ۳ سال زیر تعلیم رہے، ۱۹۸۵ء تک مرحلہ عالیہ کی تکمیل کر چکے تھے۔ درس نظامی کے صرف دو سال باقی تھے، جہاد میں جاتے وقت ساتھیوں سے کہا" دعا کرنا کہ مجھے شہادت نصیب ہو جائے۔"

طبیعت میں ظرافت تھی، محاذ پر عین اس وقت بھی جبکہ آگ اور گولوں کی بارش ہو رہی تھی، مجاہدین ان کے مزاحیہ چٹکلوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے۔ ایک مرتبہ انہیں تین رفقاء کے ساتھ گشت کی ڈیوٹی پر بھیجا گیا، واپسی میں یہ چاروں راستہ بھول گئے، ایک ساتھی نے مشورہ دیا "مقررہ قاعدہ کے مطابق ۳ فائر کرو، ہمارے ساتھی ان کی آواز سن کر جوابی فائر کریں گے، اس سے ہمیں سمت کا اندازہ ہو جائے گا۔" دوسرے ساتھی نے کہا "فائر کیسے کریں؟ ہم دشمن کی چوکی کے بالکل قریب ہیں۔" سلیم بولے:

"آہستہ سے فائر کر دو کہ دشمن نہ سن سکے۔"

۱۴۰۵ھ کے شرنہ کے معرکہ میں شدید زخمی ہوگئے، ان کو پاکستان لانے کیلئے ایک اونٹ پر باندھ دیا گیا کہ بیٹھنے پر قادر نہ تھے، دوسرے زخمی ساتھیوں کو بھی اسی طرح اونٹوں پر باندھنا پڑا ــــــ ابتدائی طبّی امداد بھی دور دور میسر نہ تھی، جوان خون مسلسل بہتا رہا، یہاں تک کہ راستہ ہی میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، "شرنہ" کے قریب ایک افغانی گاؤں "موش خیل" میں لاش پہنچائی گئی۔

یہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ پچھلے گاؤں "کوٹ وال" کے لوگ آگئے، اور "موش خیل" کے باشندوں سے کہا کہ ہم اس شہید کو بھی اپنے گاؤں لیجانا چاہتے ہیں، تاکہ جہاں ان کے امیر اور دیگر شہداء کو رکھا گیا ہے، اسی قبرستان میں ان کو بھی رکھا جائے۔ موش خیل والے کسی طرح تیار نہ ہوئے ان کا کہنا تھا کہ "اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت ہمیں بخشی ہے، ہم ان کو اپنی بستی میں رکھیں گے"۔ بحث و تکرار کے بعد بالآخر جب ان کو

''موش خیل'' ہی میں سپردخاک کیا جارہا تھاتو گاؤں والوں کی آنکھوں سے ٹپکتے ہوئے آنسو اس پردیسی شہید کو نذرانہ عقیدت پیش کررہے تھے۔

سرخاک شہیدے' برگہائے لالہ می پاشم
کہ خونش بانہال ملت ما سازگار آمد

اس معرکے کے زخمی طلبہ

جو طلبہ زخمی ہوگئے تھے'ان کو بدقت تمام تقریباً ۳ دن کے جان توڑ سفر کے بعد پاکستان کے شہر ''ٹانک'' پہنچاکر ہسپتال میں داخل کیا گیا'جیسے ہی یہ خبر دارالعلوم کراچی پہنچی' یہاں کے دارالطلبہ (ہوسٹل) کے ناظم جناب مولانا محمد اسحاق صاحب جو طلبہ کیلئے شب وروز ماں باپ کی سی راحت رسانی کی فکر میں رہتے ہیں اور ہونہار طلبہ پر خصوصیت سے بہت شفیق ہیں' بے تاب ہوکر کراچی سے بذریعہ بس روانہ ہوگئے' ڈیرہ اسماعیل خان سے ہوتے ہوئے ٹانک پہنچے'اوران شاہین بچوں کی دیکھ بھال میں تیمارداروں کا ہاتھ بٹایا۔

انہی زخمی طلبہ میں دارالعلوم کراچی کے طالب علم مولوی محمد سلیم سلمہ تھے' جن کا دایاں بازو بم کے ٹکڑے اور گولی لگنے سے ٹوٹ گیا تھا' مجھے ''شرنہ'' کے معرکہ کی بہت سی تفصیلات انہی کی زبانی معلوم ہوئیں ___ (باقی تفصیلات حرکۃ الجہاد الاسلامی کے کتابچے ''شہداء حرکت الجہاد الاسلامی'' سے حاصل کی گئی ہیں۔)

ان گمنام مجاہدین اور شہداء کا تذکرہ اختصار کی پوری کوشش کے باوجود بھی خاصا طویل ہوگیا'مگران کا حق تو اس سے بہت زیادہ ہے کیونکہ اس سفرنامے کا مقصد ہی یہ ہے کہ جہادافغانستان جن حالات میں ہورہاہے'اور مجاہدین جس اخلاص وللہیت کے ساتھ پاکستان اور عالم اسلام کیلئے امیدوں کے چراغ اپنے خون سے روشن کررہے ہیں'ان کی ایک جھلک قارئین کے سامنے آجائے ___ بہرکیف!اب سفر کی روداد جہاں چھوڑی

تھی وہیں سے شروع کرتا ہوں۔

دفتر میں آکر ہم نے مغرب کی نماز باجماعت ادا کی' اور سفر کے اگلے مراحل کی تفصیلات طے کرنے لگے' کھانا جو غالباً مجاہدین ہی نے تیار کیا تھا' کھاکر عشاء کی نماز پڑھی اور دیر تک مجاہدین سے محاذ کی تازہ ترین صورت حال اور ''جنیوا سمجھوتہ'' جس کے مذاکرات جنیوا میں چل رہے تھے' اس کے مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیال ہوتا رہا۔

یہ شعبان کی ۱۵ ویں شب' یعنی ''شب براءت'' تھی' اس میں ویسے بھی عبادت کیلئے جاگنا ہوتا ہے' اس لئے طے ہوا کہ اس وقت تو سب سو جائیں اور ۳ بجے اٹھ کر اگلی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے' اور بس ہی میں تلاوت اور ذکر و دعا کرتے ہوئے سفر کو جاری رکھا جائے گا۔ گذشتہ رات جو کراچی میں گذری تھی اس میں صرف ۳ گھنٹے سو سکے تھے' پھر نماز فجر سے اس وقت تک بھی کسی کو کمر سیدھی کرنے کا موقع نہ ملا تھا' ۱۲ بجے کے قریب دفتر میں بچھے فرش پر' جس کو جہاں موقع ملا پڑ کر سو گیا' مجھے نیند ہمیشہ ہی بہت دیر سے آتی ہے' اور آج تو محاذ پر جانے کا شوق بھی ہلچل میں تھا۔ نہ جانے کب آنکھ لگی۔

اتوار-۱۵/ شعبان ۱۴۰۸ھ - ۳/ اپریل ۱۹۸۸ء

اخیر شب میں ۳ بجے کے قریب آنکھ کھلی تو دفتر کے اندر اور باہر اچھی خاصی چہل پہل تھی' مجاہدین سفر کی تیاری کر رہے تھے۔ بس پہلے ہی کرایہ پر لے لی گئی تھی' سب جلدی جلدی وضو وغیرہ کر کے سوار ہو گئے' پھر بھی شہر سے نکلتے نکلتے ۴ بج چکے تھے' ڈیرہ اسماعیل خان سے ہمارے قافلے میں یہاں کے مرکز کے ناظم جناب قاری نعمت اللہ صاحب اور دو مزید پاکستانی مجاہدین شامل ہو گئے۔ اب یہ قافلہ بیس (۲۰) افراد پر مشتمل تھا' بس رات کی تاریکی اور سناٹے کو چیرتی ہوئی تیزی سے شمال مغرب کی طرف دوڑنے لگی' اور بیشتر ساتھی تلاوت اور ذکر و دعا میں مشغول ہو گئے۔ یہ بس بڑی اور نئی تھی' سیٹیں بھی آرام دہ۔ اخیر شب کی لطیف اور خنک ہوا میں تلاوت اور ذکر و مناجات' شب براءت کی نورانیت' اور سفر جہاد کے ایمان افروز جذبات نے مل کر ماحول پر وجد کی سی کیفیت طاری کر دی۔ دل

چاہتا تھا یہ سفر کبھی ختم نہ ہو۔بقول حضرت مرشد عارفیؒ

شراب بے خودی شوق بھی کیا جانے کیا شے ہے؟
برابر پی رہا ہوں، اور ذرا تسکیں نہیں ہوتی

سوا ۵ بجے کے قریب شہر ''ٹانک'' کے مضافات میں پہنچ گئے' مولانا محمد اسحاق صاحب نے' جو اس وقت رفیق سفر تھے' یاد دلایا کہ یہ وہی شہر ہے جہاں ۱۹۸۵ء میں ''شرنہ'' کے معرکہ میں زخمی ہونے والے طلبہ کو لاکر ہسپتال میں داخل کیا گیا تھا۔ مجھے اب احساس ہوا کہ مولانا موصوف کراچی سے بس کا کتنا لمبا سفر کر کے تنہا یہاں آئے تھے! یہاں پہنچنے میں کم از کم دو دن ضرور لگے ہوں گے' مگر طلبہ کے ساتھ ان کی غیر معمولی محبت و شفقت ایسی پر خلوص ہے کہ کبھی انہوں نے اس سفر کی طوالت اور صعوبت کا اشارتاً بھی ذکر نہ کیا تھا۔

سڑک کے کنارے ایک ناہموار میدان تھا' بس اس کے آخری حصہ میں ایک نیم پختہ ہوٹل کے سامنے جا کر رکی۔ایک خالی بس پہلے سے کھڑی تھی' جس کے مسافر ہوٹل کے چبوترے پر باجماعت نماز فجر ادا کر رہے تھے۔وضع قطع سے یہ بھی افغانستان جانے والے مجاہدین معلوم ہوتے تھے' ہم تازہ وضو کر کے نماز کیلئے پہنچے تو یہ حضرات فارغ ہو کر تیزی سے آگے روانہ ہو رہے تھے۔ماحول کچھ ایسا پر کیف محسوس ہوا' جیسا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے' راستے کی منزلوں' ''رابغ'' ''مستورہ'' اور ''بدر'' وغیرہ میں ہوا کرتا ہے۔کراچی اور ملتان میں اچھی خاصی گرمی چھوڑ کر آئے تھے' یہاں خوشگوار سردی محسوس ہوئی۔

نماز باجماعت سے فارغ ہو کر ساتھیوں نے بتایا کہ اس ہوٹل میں جو کچھ میسر ہے' اسی سے ناشتہ کر لیا جائے' آگے دوپہر سے پہلے کچھ نہ مل سکے گا' کچھ بسکٹ' کچھ ابلے ہوئے انڈے اور چائے مل گئی' اور طلوع آفتاب سے پہلے ہی آگے روانہ ہو گئے۔بس اب مغرب کی طرف دوڑ رہی تھی۔شوق بلیوں اچھلنے لگا۔

بادصبا کی موج سے، نشوونمائے خار و خس
میرے نفس کی موج سے، نشوونمائے آرزو

جنوبی وزیرستان میں

کافی دیر سیدھے چلنے کے بعد سڑک رفتہ رفتہ بل کھاتی ہوئی، پہاڑی علاقے میں داخل ہوگئی، ''جنوبی وزیرستان'' کا خوبصورت علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ دونوں طرف چھوٹی بڑی پہاڑیاں، اونچی نیچی زمین پر لہلہاتی کھیتیاں، دور تک پھیلی ہوئی خاموش وادیاں، گنگناتی پہاڑی ندیاں، اور کہیں کہیں سرد و شیریں پانی کے قدرتی چشمے۔ یہ آزاد علاقہ ہے، جو عرف عام میں ''علاقہ غیر'' کہلاتا ہے۔ یہاں قبائلی زندگی کا راج ہے، ہر قبیلہ آزاد، کسی کی حکومت نہیں، جابجا پہاڑوں اور اونچے نیچے میدانوں میں بستیاں ہیں، ماشاءاللہ خوب آباد علاقہ ہے، بستیوں کے اندر اور باہر جابجا قلعہ نما بڑے بڑے احاطوں والے کچے مکانات بھی ہیں جو بلندیوں پر بنائے گئے ہیں، ان میں فائرنگ کے لئے باقاعدہ مورچے بنے ہوئے ہیں، کیونکہ قبائل کے درمیان آئے دن جنگیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں سڑک کی چوڑائی کم ہوگئی، پہلے یہ بھی کچی تھی، جہاد افغانستان کے دوران ہی پختہ بنی، اور جنوبی وزیرستان کے مغربی کنارے تک مڑتی اور بل کھاتی چلی گئی ہے، مشہور ہے کہ آزاد علاقوں میں پختہ سڑک پر حکومت پاکستان کے قانون پر، اور باقی تمام علاقے میں قبائلی روایات پر عمل ہوتا ہے، پاکستان کے آزاد علاقوں میں پہلے بھی جانا ہوا، مگر ''جنوبی وزیرستان'' دیکھنے کا یہ پہلا موقع تھا، اسی آزاد علاقے کو عبور کر کے افغانستان کی وہ سرحد آتی ہے، جہاں سے ہمیں ارغون کے محاذ پر جانا تھا، اس علاقے میں تجارت و زراعت کے علاوہ بہت سے لوگوں کا ذریعہ معاش گلہ بانی ہے، جگہ جگہ بکریوں کے ریوڑ نظر آتے ہیں، جن کو عورتیں، مرد اور بچے جنگلوں میں چراتے ہیں۔ کہیں کہیں خانہ بدوشوں کے قافلے بھی نظر آئے، جو گرمیاں گذارنے کیلئے پہاڑوں کا رخ کر رہے تھے۔

''کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ''

۱۰ بجے کے قریب پہاڑوں کے درمیان ایک چھوٹا سا کچا ہوٹل 'ایک پہاڑی نالے کے پاس نظر آیا 'سب پیاسے تھے 'پہاڑی نالے کا نہایت صاف شفاف ٹھنڈا پانی 'خوب سیر ہو کر پیا 'ایسا فرحت بخش پانی 'کراچی میں تو بس خواب ہی میں نظر آجائے تو آجائے۔ بعض ساتھیوں نے چائے بھی پی 'اور سب تر و تازہ ہو کر پھر مغرب کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب ہم جنوبی وزیرستان کے مرکزی شہر "وانا" کے قریب تھے 'وہاں کے مشہور عالم دین مولانا نور محمد صاحب کا یہ پیغام ڈیرہ اسماعیل خان میں مل گیا تھا کہ "وانا" میں وہ ہمارے منتظر ہوں گے 'اور دوپہر کا کھانا انہی کے ساتھ ہو گا۔

تقریباً ۱۱ بجے "وانا" شہر میں داخل ہوئے 'یہاں کی پر شکوہ جامع مسجد کے سامنے بس رکی تو دروازے پر منتظر طلبہ نے جو پختون روایات کے مطابق کلاشنکوفوں سے مسلح تھے ' بڑی محبت سے پر تپاک خیر مقدم کیا 'مسجد کے دروازے میں داخل ہوئے تو مولانا نور محمد صاحب بھی تشریف لے آئے 'سب سے بغل گیر ہو کر بڑی محبت و مسرت سے ملے ' اور اپنے دفتر میں اوپر کی منزل میں لے گئے 'مسجد اور دفتر کی ساری عمارتیں نہایت خوبصورت اور جدید طرز پر بنی ہیں 'یہاں کے مسلمانوں کا یہ دینی جذبہ قابل دید ہے کہ "جنوبی وزیرستان" کے جس وسیع و عریض علاقے اور بستیوں سے گذرتے ہوئے ہم یہاں پہنچے تھے 'ان میں ــــ اور خود "وانا" میں بھی ــــ رہائشی مکانات تو کچے یا نیم پختہ ' اور اکثر آبادی غریب ہے 'مگر جامع مسجد ایسی شاندار بنائی ہے کہ پورے علاقے میں کوئی عمارت اس جیسی نظر نہیں آئی ' دیواروں پر بھی ماربل اور موزائیک لگا ہوا ہے۔ مسجد کے پر شکوہ مینارے دور سے دعوت نظارہ دیتے ہیں۔ دفتر میں ہر طرف الماریاں ہیں جن میں عربی 'اردو اور فارسی کی اعلیٰ معیاری اور فنی کتابیں سلیقہ سے لگی ہوئی 'علمی ذوق کا پتہ دیتی ہیں 'مسجد سے ملحق ایک بڑا دینی مدرسہ "دارالعلوم وزیرستان وانا" ہے 'جس میں درس نظامی کے ساتھ عصری علوم و فنون 'اور انگریزی کی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔

مولانا نور محمد صاحب اس جامع مسجد کے خطیب اور دارالعلوم کے مہتمم ہیں ' وزیرستان کی علمی ' دینی 'اور سیاسی سطح پر بااثر اور مقتدر شخصیت ہیں۔ انکی ذہانت و شرافت

علمی ذوق، معاملہ فہمی، اور انکسار و تواضع کے باعث پہلی ہی ملاقات میں ان سے طبیعت مانوس ہوگئی۔ اس علاقے میں مجاہدین افغانستان کے بہت بڑے حامی ہیں۔ ان کی بدولت جنوبی وزیرستان میں مجاہدین کو راہ داری کی سہولتیں میسر ہیں۔

علاقے میں روسی گماشتوں، اور ان کی سازشوں کی بھی کمی نہیں، جو دن رات، جہاد، مجاہدین، اور افغان مہاجرین کے خلاف پروپیگنڈے میں روس کی مالی امداد پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ مگر مولانا اور ان کے رفقاء نے علاقے میں ان سازشوں کو بڑی حد تک ناکام بنا دیا ہے، یہاں کے غیور و بہادر مسلمان ہر بڑی مہم میں محاذ پر جاکر شریک جہاد ہوتے ہیں۔ ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور

مولانا نے ایک بلند پایہ علمی کتاب "جہاد افغانستان" کے نام سے تصنیف فرمائی ہے۔ جو ٢٤٦ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا ایک ایک نسخہ ہم سب کو عنایت فرمایا۔ مولانا سے محاذ "ارغون" کے بارے میں تفصیل سے تبادلہ خیال ہوا، انہوں نے ان سازشوں کی تفصیل سے بھی آگاہ کیا جو اس علاقے میں روسی گماشتے کرتے رہے ہیں۔

آزاد قبائل کا اعلان

مولانا نے بتایا کہ ہم (آزاد قبائل) نے فیصلہ کر لیا ہے ____ اور بہتر ہو گا کہ آپ حضرات بھی ہماری طرف سے اعلان فرمادیں ____ کہ "جنیوا سمجھوتے" میں اگر مجاہدین افغانستان کے موقف کو نظر انداز کیا گیا، یا ان کی امداد پر کسی قسم کی قدغن لگائی گئی، تو حکومت پاکستان اگرچہ اس پر اپنی مجبوریوں کے تحت دستخط کردے، لیکن ہم (آزاد قبائل) پر وہ سمجھوتہ ہرگز لاگو نہیں ہو گا، ہم ایسے ہر سمجھوتے کو ابھی سے مسترد کرتے ہیں، اور اعلان کرتے ہیں کہ جب تک روسی فوجیں اور مشیر، افغانستان سے نہیں نکل جاتے، اور پورے افغانستان پر مجاہدین کی اسلامی حکومت قائم نہیں ہو جاتی، ہم مجاہدین کی بھرپور امداد جاری

رکھیں گے، اور ان کے شانہ بشانہ لڑتے رہیں گے۔'' کہ

''اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی''

ظہر کی نماز ڈیڑھ بجے ہونے والی تھی، مگر ہم نے کھانے سے فارغ ہو کر ایک بجے ہی الگ جماعت کر لی، اور ٹھیک سوا بجے آگے روانہ ہو گئے۔ آج ہمیں غروب آفتاب سے پہلے جنوبی وزیرستان کے سرحدی قصبے ''انگر'' پہنچنا تھا، جو پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر مجاہدین کا مرکز ہے، رات وہاں گذار کر اگلی صبح کو افغانستان کے صوبہ ''پکتیکا'' میں داخل ہونا تھا ــــ بس پھر مغرب کی طرف دوڑ رہی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹہ بعد، قصبہ ''اعظم وارسک'' آیا، اس کی آبادی سے ذرا آگے جا کر پاکستان کی فوجی چوکی نظر آئی، یہی وہ چوکی ہے، جس پر ایک مرتبہ روسی افغان طیاروں نے بمباری کی تھی، بس اس کے پاس سے ہوتی ہوئی آگے نکل گئی، ــــ پختہ سڑک یہاں ختم ہو گئی ــــ ٹانک کے بعد صبح سے اب تک سفر، عین مغرب کی سمت میں ہوتا رہا، مگر اب ہم وزیرستان کے بالکل آخری کنارے پہنچ گئے تھے، آگے فلک بوس پہاڑوں کی قدرتی فصیل نے راستہ روکا ہوا تھا، جو شمالاً جنوباً حد نگاہ تک چلی گئی ہے، اسی قدرتی فصیل کے پیچھے مغرب میں افغانستان ہے۔ یہاں سے ان ہیبت ناک پہاڑوں کو عبور کر کے افغانستان میں داخل ہونے کا یا تو راستہ نہیں، یا ہے تو وہ ''ارغون'' کے محاذ پر نہیں پہنچاتا، اس لئے بس اس پہاڑی سلسلہ کے دامن میں پہنچ کر شمال کو مڑ گئی۔ اب ہم ایک سنسان وادی میں سفر کر رہے تھے، جس کے دونوں طرف پہاڑی سلسلے ہیں، بائیں طرف وہی پہاڑی سلسلہ ساتھ ساتھ چل رہا تھا، جس کے پیچھے افغانستان ہے۔

اس سنگلاخ اور پر اسرار سی وادی میں دور دور کسی آبادی کا نشان نظر نہیں آتا، کچی سڑک بھی نہیں، گاڑیوں کے گذرنے سے جہاں ہلکے سے نشان پڑ گئے، اور پتھر ادھر ادھر سرک کر کچھ کم ہو گئے، اسی کو کچی سڑک سمجھ لیجئے۔

چند میل آگے جا کر وادی تنگ ہو گئی، اور بس رفتہ رفتہ دائیں طرف کے پہاڑی سلسلہ میں شمال کی طرف چڑھنے لگی۔ ڈانواں ڈول رفتار سے نہ جانے کتنے پہاڑ عبور کرنے

کے بعد سامنے ایک بہت اونچا سرسبز وشاداب پہاڑ نظر آیا' چیل کے خوشنما اونچے اونچے درختوں سے ڈھکا ہوا' چوٹیاں برف کی چمک سے نورانی' رفتہ رفتہ اس پہاڑ پر چڑھائی شروع ہوئی' یہاں کچی' تنگ اور پر پیچ سڑک پر جگہ جگہ نوکیلے پتھر ابھرے ہوئے ہیں' بس بمشکل جھولے کی طرح جھولتی ہوئی رینگ رینگ کر اوپر چڑھ رہی تھی۔ نئی ہونے کے باوجود اس کی چول چول سے احتجاجی صدائیں آنے لگیں۔ میں نے اونچے پہاڑوں پر کچے راستوں کے سفر بھی بہت کئے ہیں' لیکن گاڑی کو راستہ کی صعوبتوں کے سامنے ایسا ہمت شکستہ کبھی نہیں دیکھا۔ اسی وجہ سے یہاں کیلئے کرایہ کی گاڑی بہت مشکل سے ملتی ہے۔

احقر کے استاذ محترم حضرت مولانا سحبان محمود صاحب مد ظلہم' جن کے ساتھ یہ سفر ہو رہا تھا' ان کو شوگر اور بلڈ پریشر کی تکلیف ہے' معالجوں نے کئی سال سے پہاڑی سفر سے منع کیا ہوا ہے' مگر شوق جہاد میں ہر تکلیف بھلا کر نکل کھڑے ہوئے' ان کٹھن مراحل کا اندازہ نہ تھا' ورنہ احقر ہی کراچی میں ان سے درخواست کرتا کہ وہ اس سفر کا خطرہ مول نہ لیں۔ بلندی بڑھی تو استاذ مد ظلہم کا تنفس بے قابو ہو گیا' مگر انہوں نے حسب عادت کسی کو نہ بتایا' اگلے دن افغانستان پہنچ کر اس وقت بتایا جب بحمد اللہ طبیعت بحال ہونے لگی۔ اسی محاذ پر آنے کیلئے ہم سے تین چار روز قبل کراچی سے دینی مدارس کے طلبہ کا ایک قافلہ بذریعہ ریل روانہ ہوا تھا' اس میں ہمارے ایک ستر سالہ بزرگ جناب صفدر علی ہاشمی بھی شوق جہاد سے بیتاب ہو کر شامل ہو گئے تھے۔ اب ان کا رہ رہ کر خیال آرہا تھا کہ وہ بھی شوگر کے مریض' اور گھٹنوں سے تقریباً معذور ہیں۔ خدا جانے اس راستہ میں ان پر کیا گذری ہوگی؟

پاکستانی سرحد کے محافظین

اس چڑھائی کے دوران پاکستانی فوج کی ایک اور چھاؤنی (یاچوکی) کے کچھ حصے اور مورچے نظر آئے' ہمارے یہ قابل فخر سپاہی اس دور افتادہ فلک بوس کہسار میں نہ جانے کیسی کیسی سختیاں جھیل کر پاکستانی سرحدات کی حفاظت کر رہے ہیں' یہ بھی اپنی ماؤں

کے لاڈلے، سہاگنوں کے سہاگ، اور معصوم بچوں کے باپ ہیں، جو یہاں کی اندھیری، برفانی اور بھیانک راتوں میں پہرہ دے کر پوری قوم کیلئے راتوں کی میٹھی نیند کا سہارا بنے ہوئے ہیں، ہماری آبادیوں اور شہروں کی پر رونق زندگی انہی کے دم خم سے رواں دواں ہے، انہیں تو تربیت ہی یہ دی جاتی ہے کہ :

نہیں تیرا نشیمن، قصر سلطانی کے گنبد پر،
تو شاہیں ہے، بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

مسلمانوں کی سرحدوں کو دشمن کے حملے سے بچانے کیلئے جو خدمات انجام دی جاتی ہیں، احادیث نبویہ میں ان کو "الرباط" کہا گیا ہے، آنحضرت ﷺ نے جہاد کی اس صبر آزما خدمت کے خصوصی فضائل بڑی اہمیت سے ارشاد فرمائے ہیں، صحابہ کرامؓ کی خاصی بڑی تعداد نے اس خدمت کو دوسرے کاموں پر ترجیح دے کر اسلامی سرحدات پر قیام کو اختیار فرمایا تھا، آج کل یہ فرائض ہماری رینجرز پولیس، اور سرحدات پر متعین فوج انجام دیتی ہے، اگر نیت اللہ تعالیٰ کیلئے اسلامی ملک کی حفاظت کرنے کی ہو، تو تنخواہ لینے کے باوجود بھی یہ "الرباط" کے عظیم الشان ثواب کے مستحق ہیں۔[۵۸]

صحیح بخاری و مسلم میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

"رِبَاطُ یَوْمٍ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَافِیْهَا"

"ایک دن کا "رباط" یعنی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا کام کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔" (رسالہ "جہاد" ص ۴۷)

صحیح مسلم میں ارشاد نبوی ہے کہ :

"رِبَاطُ یَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ فِيْ سَبِیْلِ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنْ صِیَامِ

---

[۵۸] رسالہ "جہاد" ص ۱۷ و ۳۹۔ از مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وَقِيَامِهِ ، وَاِنْ مَاتَ اُجْرِيَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُه وَاُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُه وَاَمِنَ الْفَتَّانَ "

"ایک دن رات کا رباط 'یعنی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کی خدمت انجام دینا 'ایک مہینے کے روزوں اور راتوں کے تہجد سے بہتر ہے 'اور جو شخص اس کام کے دوران مرجائے (تو قیامت تک)اس کے تمام نیک عمل جو وہ کیا کرتا تھا' برابر اس کے نامہ اعمال میں لکھے جاتے رہیں گے 'اور اس کا رزق اللہ کی طرف سے جاری کر دیا جائے گا اور وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔" (رسالہ "جہاد" ص ۳۸)

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ :

"عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ ، عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ "

"دو آنکھیں ایسی ہیں کہ انہیں آگ نہیں چھوئے گی 'ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو 'اور ایک وہ آنکھ 'جس نے اللہ کے راستہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گذاری ہو۔"

(جامع ترمذی 'فضائل جہاد حدیث ۱۶۳۹)

ایک گھنٹہ کی مسلسل چڑھائی کے بعد برف پوش چوٹیوں تک رسائی ہوئی 'اور

سب کو سوئٹر پہننے پڑے، یہاں سے کچھ اترائی کے بعد قصبہ "بگڑ" آنے والا تھا، راستہ میں اتر کر ایک چشمہ کا پانی پیا، عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ بعض ساتھیوں نے وضو بھی کر لیا۔ پانی کیا، برفاب تھا، مگر ایسا نشاط انگیز کہ سارا تکان جاتا رہا۔ کچھ اور نیچے جا کر "بگڑ" کا علاقہ شروع ہو گیا۔ یہاں پہاڑوں میں مجاہدین کی مختلف تنظیموں کے کئی مراکز نظر آئے۔

مجاہدین کے سرحدی مرکز میں

پاکستانی مجاہدین کی تنظیم "حرکۃ الجہاد الاسلامی" ___ جس کے زیر انتظام یہ سفر ہو رہا تھا ___ اس کا بھی ایک مرکز یہاں ہے، ہماری نظریں اسے ڈھونڈھ ہی رہی تھیں، کہ بس مغرب کی طرف مڑی، اور ایک چشمہ کو عبور کر کے، پہاڑی ڈھلان کے سامنے اچانک رک گئی ___ سامنے کے جذباتی منظر نے سکتہ کی سی کیفیت طاری کر دی۔ ڈھلان پر نوجوان مجاہدین کا ایک چاق و چوبند دستہ کلاشنکوفوں کی سلامی دینے کیلئے مستعد کھڑا تھا، ان کی دو رویہ قطار کے آگے ہماری بس کے سامنے کراچی کے وہی ستر سالہ بزرگ جناب سید صفدر علی ہاشمی صاحب جن کا ذکر ذرا پہلے ہوا ہے، کلاشنکوف لئے "اٹینشن" کھڑے تھے، یہ اس دستہ کی قیادت کر رہے تھے۔

نہ جانے کتنی کلاشنکوفوں کے ہوائی فائر دفعتاً گونجے، اور ہم والہانہ بس سے اتر کر مجاہدین سے گلے ملنے لگے، آنسو تھے کہ تھمتے نہ تھے، جناب ہاشمی صاحب سے مل کر تو ہچکیاں بندھ گئیں ___ یہ رونا، مسرت کا بھی تھا، ندامت کا بھی ___ بیشتر مجاہدین دینی مدارس کے طلبہ تھے جو کراچی سے دو روز قبل ہی یہاں پہنچے تھے، نہ جانے کب سے ہمارے انتظار میں آکھڑے ہوئے تھے!

ہمیں یہاں دیکھ کر ان کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ ڈھلان پر تھوڑا سا چڑھ کر تنظیم کا مرکز آگیا، یہ متفرق طور پر چار کچے کمروں ایک دو کوٹھڑیوں، اور چھپر کے ایک چھوٹے سے سائبان پر مشتمل تھا، سامنے نشیب و فراز لئے ہوئے کافی زمین ہے، پورا مرکز کسی مصنوعی احاطہ کے بغیر ہی اونچے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، اور خود بھی بہت اونچے سلسلہ کوہ پر واقع

ہے۔ برابر میں سامنے کے پہاڑ پر بھی برف جمی ہوئی تھی' وہاں سے آنے والی برفانی ہواؤں میں تلوار کی سی کاٹ تھی' مجاہدین نے گرم پانی سے وضو کرایا' عصر کی نماز جماعت سے ادا کر کے سبز چائے پی' اور جو گرم ترین کپڑے موجود تھے' پہن کر مرکز دیکھنے کیلئے کمرے سے نکل آئے۔

مولانا ارسلان رحمانی

یہ مرکز در حقیقت افغانستان کے مجاہد رہنما جناب مولانا ارسلان رحمانی کا ہے' جو مشہور افغان رہنما "الاستاذ عبد رب الرسول سیاف" کی تنظیم "اتحاد اسلامی افغانستان" کے اہم ستون سمجھے جاتے ہیں' اور افغانستان کے صوبہ "پکتیکا" کے کمانڈر ہیں'۔۔۔ یہ وہی تنظیم ہے' جس کے نائب امیر جناب انجینئر احمد شاہ کو افغانستان کی سات جماعتوں کے اتحاد نے متفقہ طور پر افغانستان کی عبوری حکومت کا صدر منتخب کیا ہے۔۔۔ مولانا ارسلان رحمانی چند ماہ قبل' مجاہد رہنماؤں کا ایک وفد لیکر دار العلوم کراچی تشریف لائے تھے' عمر پچپن سال کے لگ بھگ ہوگی' نہایت متواضع' سادہ' کم سخن' اور محبت کرنے والے بزرگ ہیں' مگر جذبہ جہاد کا یہ حال کہ فی الحال محاذ جنگ کے علاوہ کسی چیز سے دلچسپی نہیں' پاکستان آنا کم ہوتا ہے' اسی وجہ سے پاکستان میں تو ان کی شہرت نہیں' لیکن کمیونسٹ فوجی انہیں اتنا جانتے ہیں کہ خوف کے مارے انہیں "آدم خور" کہنے لگے ہیں' کمیونسٹوں کی نام نہاد کابل حکومت نے انہیں زندہ یا مردہ پکڑ لانے پر کئی لاکھ افغانی کا اعلان عرصہ دراز سے کیا ہوا ہے۔

ہم سپاہی' ہم سپہ گر' ہم امیر
با عدو فولاد و بایاراں حریر

"حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے بانی و امیر جناب مولانا ارشاد احمد صاحب شہید جب اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ۱۹۸۰ء میں جہاد کیلئے افغانستان پہنچے تو مولانا ارسلان رحمانی صاحب ہی کے ساتھ منسلک ہوگئے تھے' مولانا نے انتہائی پر خطر معرکوں میں ان



بگڑو مرکز کا گیٹ



بگڑو مرکز کا ایک اندرونی منظر



بجّو مرکز سے ارغون جاتے ہوئے لوگاٹ (ندی)



مجاہدین کے زیر استعمال اسلحہ

تینوں جانبازوں کی مثالی شجاعت وصلاحیت کے جوہر دیکھے تو انہیں دل و جان سے چاہنے لگے' اور اپنی پدرانہ شفقت و تربیت میں لے لیا' اس طرح "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کی تنظیم بھی ان کے ساتھ منسلک ہوگئی' یہ چونکہ افغان تنظیم نہیں' اس لئے اسلحہ اور دیگر سازوسامان کی جو امداد افغان مجاہدین کے لئے مختلف ممالک سے آتی ہے' وہ اس تنظیم کو براہ راست نہیں پہنچتی' بلکہ امداد کا جتنا حصہ مولانا ارسلان رحمانی کو ملتا ہے' اسی میں وہ "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کو بھی شریک کر لیتے ہیں' یہ صورت حال مجھے "بگڑ" پہنچ کر ہی معلوم ہوئی' اور ان حضرات کی بے سروسامانی کا صحیح اندازہ ہوا' بحمداللہ اسلحہ کی تو کمی نہیں' مگر باقی ہر قسم کے ضروری سامان سے یہ تنظیم تقریباً خالی ہاتھ ہے' حتیٰ کہ ابتدائی طبی امداد کا ضروری سامان بھی نہیں۔

روسی گاڑیوں کا قبرستان

مجاہدین نے ہمیں اپنے اس مرکز میں اسلحہ کے ذخیرے تفصیل سے دکھائے' مختلف قسم کے گولے' راکٹ اور میزائل پہلی مرتبہ اتنے قریب سے دیکھنے اور چھونے کا موقع ملا' سامنے کی کھلی زمین' جو اس مرکز کیلئے بڑے صحن کا کام بھی دیتی ہے' درحقیقت فوجی گاڑیوں کا قبرستان ہے جو ان مجاہدین نے روسیوں سے چھینی ہیں' کئی روسی ٹرک' ایک بکتربند گاڑی' ایک ہیلی کاپٹر کا کچھ ملبہ' ایک ٹینک کی توپ کا دہانہ' اور ایک آئل ٹینکر' یہاں کھڑے پڑے نظر آئے۔

قابل رشک اخلاص و تواضع

ان میں سے ہر گاڑی کے ساتھ جانبازی و سرفروشی کی ایمان افروز داستان وابستہ ہے' جو بہت کھود کرید کر کے پوچھا جائے تو مجاہدین مختصراً سنا دیتے ہیں' از خود وہ کوئی داستان نہیں سناتے' اس کی انہیں فرصت ہے' نہ اس سے کوئی دلچسپی' ان کے دل میں تو بس ایک ہی جذبہ ہے کہ افغانستان سے کمیونسٹ راج کا خاتمہ کر دیں یا شہادت سے سرفراز ہوجائیں' بلکہ میں نے تو اس سات روزہ سفر میں ہر جگہ یہ محسوس کیا کہ یہ حضرات اپنے

کارنامے سنانے سے قصداً احتراز کرتے ہیں' ایسے کئی مجاہدین' جو اس جہاد میں برسوں سے اپنی زندگیاں وقف کئے ہوئے ہیں' اور بڑے بڑے معرکوں میں ان کے نمایاں کارنامے مشہور ہیں' میں نے ان کے وہ واقعات براہ راست ان سے سننے چاہے' مگر وہ یا تو بہت خوبصورتی سے ٹال جاتے ہیں' یا اپنے کسی اور ساتھی کا کوئی کارنامہ سنا کر بات ختم کر دیتے ہیں۔

ان سے باتوں کے دوران مجھے اس کے دو سبب محسوس ہوئے' ایک یہ کہ وہ ان واقعات کو اپنا کارنامہ نہیں بلکہ اللہ کا انعام سمجھتے ہیں' انہیں خوف ہے کہ ڈینگیں مارنے سے کہیں اللہ جل شانہ کی نصرت سے محرومی نہ ہو جائے۔ دوسرا سبب یہ خوف ہے کہ آخرت کے جس عظیم ثواب کی خاطر جان عزیز کو داؤ پر لگایا کہیں ریاء کے باعث اس ثواب سے محرومی نہ ہو جائے ___ واقعہ یہ ہے کہ اس وصف پر ان کی بلائیں لینے کو جی چاہتا ہے' اخلاص وللہیت' اور تواضع و توکل کی یہ عظیم دولت' جو خانقاہوں میں برسوں کے مجاہدوں' اور مرشد کی طویل تربیت کے بعد ملتی ہے' ان کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کی ریاضتوں کی بدولت بڑی فراوانی سے عطا فرمائی ہے۔ بقول حضرت مرشد عارفی

نشاط کامراں اس کا' حیات جاوداں اس کی
جو دل لذت کش ذوق نگاہ یار ہو جائے

یہاں ٹینک کی توپ کا جو لمبا دہانہ پڑا تھا' معلوم ہوا کہ یہ ایک نوجوان پاکستانی مجاہد ''نصراللہ'' کا ہے' جواب تک نہ جانے کتنے روسی ٹینک تباہ کر چکا ہے' اور ساتھی اسے ''ٹینک شکن'' کہنے لگے ہیں۔ ایک مرتبہ مولانا ارسلان رحمانی نے اسے انعام دینا چاہا' تو بسکٹوں کے ایک چھوٹے سے پیکٹ کے سوا کچھ میسر نہ تھا' وہی دے دیا' پھر جب نصراللہ نے یہ حیرتناک کارنامہ انجام دیا کہ چھ روسی ہیلی کاپٹروں کا تن تنہا مقابلہ کر کے ایک کو تباہ' اور کئی روسیوں کو جہنم رسید کر دیا تو مولانا نے ایک تباہ شدہ روسی ٹینک انعام میں دیدیا' کہ اسے فروخت کر کے اپنی شادی کا انتظام کر لے' اس نے ٹینک کے تمام حصے کھول کھول

کر فروخت کر دیئے 'توپ کا دہانہ گاہک کے انتظار میں ہے ___ اس واقعہ کو کئی سال بیت گئے 'مگر شادی ابھی تک نہیں کی 'اس کی ساری دلچسپیاں فی الحال صرف محاذ سے وابستہ ہیں ___ چھ ہیلی کاپٹروں سے نصر اللہ کی جنگ کا واقعہ پہلے بھی کہیں مختصر سنا تھا 'اب بھی مختصر ہی سنا' وہ خود محاذ پر تھا' واقعہ کی تفصیل خود اس سے سننے کا موقع اگلے روز ہی ملا' وہیں بیان کروں گا۔

دشمن کے فوجی قافلے

گاڑیوں کے اس قبرستان میں جو آئل ٹینکر کھڑا تھا' وہ ۲۵ سالہ افغان مجاہد محمد علی نے بڑے ڈرامائی انداز میں چھینا تھا' جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مجاہدین نے اس جنگ کو کیسا دلچسپ کھیل بنا رکھا ہے ___ صورت حال یہ ہے کہ افغانستان کا اسی فیصد علاقہ مجاہدین بحمداللہ آزاد کرا چکے ہیں۔ باقی بیس فیصد علاقہ' جس میں کابل سمیت کئی بڑے شہر اور بہت ساری فوجی چھاؤنیاں ہیں' کمیونسٹوں کے قبضہ میں ہیں۔ یہ شہر بھی مجاہدین کے حملوں سے محفوظ نہیں' چھاؤنیاں محاصرے کی سی حالت میں ہیں' کہ ان کی رسد کمک کے راستوں پر مجاہدین قابض ہیں۔ ان چھاؤنیوں کا اسلحہ اور سازوسامان ختم ہونے لگتا ہے' تو روسی فوج انہیں کچھ رسد کمک تو طیاروں اور ہیلی کاپٹروں سے پہنچا دیتی ہے' اور بیشتر کیلئے فوجی قافلہ جاتا ہے' جس میں سینکڑوں ٹینک' بکتر بند گاڑیاں' آئل ٹینکر وغیرہ' اور ہزاروں فوجی ہوتے ہیں' انہیں تحفظ دینے کیلئے فضا میں جنگی طیارے اور ہیلی کاپٹر منڈلاتے رہتے ہیں ___ یہ قافلے جس سازوسامان کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں' وہ ان کے نزدیک ناقابل تسخیر ہوتا ہو گا' لیکن شاہین صفت مجاہدین کو جیسے ہی قافلے کی خبر ملتی ہے' ان کے جوش و مسرت کی وہی کیفیت ہو جاتی ہے جو شکاریوں کی' شکار دیکھ کر ہوتی ہے۔ تمام تنظیموں کے مجاہدین بڑی تیزی سے قافلے کے ممکنہ راستوں پر پہاڑوں وغیرہ میں پوزیشن لے لیتے ہیں' پاکستانی آزاد قبائل کے مجاہدین بھی پہنچ جاتے ہیں' اور اس پر عقاب کی طرح جھپٹ پڑتے ہیں' قافلے کو قدم قدم پر ان سے بھرپور جنگ کرنی پڑتی ہے' جو بسا اوقات مہینوں جاری رہتی' اور بڑی خون ریز ہوتی ہے۔ دشمن کے جہاز' ہیلی کاپٹر

ٹینک اور بکتربند گاڑیاں وغیرہ بڑی تعداد میں تباہ ہوتی 'یا چھین لی جاتی ہیں 'سینکڑوں فوجی جہنم رسید ہوتے ہیں 'اور کچھ مجاہدین شہادت سے ہمکنار ہوجاتے ہیں ' دشمن کی بچی کھچی گاڑیاں یا تو واپس بھاگ کھڑی ہوتی ہیں 'یا چھاؤنی میں بچا کھچا سامان پہنچا کر مہینوں اپنی واپسی کیلئے موقع کی تلاش میں رہتی ہیں ــــ ہمارے اس سفر سے کچھ پہلے ایک ایسا ہی فوجی قافلہ 'جو سنا ہے کہ اٹھارہ سو ٹینکوں 'بکتربند گاڑیوں اور طرح طرح کی فوجی گاڑیوں پر مشتمل تھا 'خوست چھاؤنی کو رسد کمک پہنچانے کیلئے روانہ ہوا تھا 'اس بدنصیب قافلے کو بھی ڈیڑھ ماہ تک اس خونریز جنگ کا سامنا کرنا پڑا 'جس کی خبریں دنیا کے اخبارات میں اب بھی گونج رہی ہیں 'اٹھارہ سو میں سے صرف ایک سو گاڑیاں بمشکل چھاؤنی میں داخل ہوسکیں ' باقی تباہ کردی گئیں 'یا واپس بھاگ کھڑی ہوئیں ۔

اسی طرح کا ایک فوجی قافلہ صوبہ ''پکتیکا'' کی مشہور چھاؤنی ''ارغون'' کی طرف جارہا تھا 'یا وہاں سے واپس آرہا تھا مجاہدین اس پر ہر طرف سے جھپٹ رہے تھے ' ۲۵ سالہ افغان مجاہد ''محمد علی'' ایک پہاڑی پر چڑھ گیا 'جس کے نیچے سے وہ قافلہ ایک بل کھاتے ہوئے تنگ راستہ سے گذر رہا تھا ' یہاں ایک موڑ دائیں طرف 'اور ایک بائیں طرف ہے 'روسی گاڑیاں بائیں طرف مڑ رہی تھیں ۔ ہر دو گاڑیوں کے درمیان دشمن کو فاصلہ رکھنا پڑتا ہے تاکہ سب گاڑیاں ایک ساتھ ہی مجاہدین کی زد میں نہ آجائیں ــــ محمد علی نے ایک آئل ٹینکر کو تاک لیا ' وہ جیسے ہی نیچے پہنچا یہ اس پر کود گیا 'اور لمحہ بھر میں ڈرائیور کو برابر والی سیٹ سے کلاشنکوف دکھا کر دائیں طرف کو مڑوا دیا ' قافلے کی گاڑیاں بائیں طرف مڑتی گئیں اور یہ آئل ٹینکر اور اس کے ڈرائیور کو لیکر اپنے ٹھکانے پر واپس آگیا ۔

مرکز میں گھومتے ہوئے 'یہ تفصیلات ہم سن ہی رہے تھے کہ مغرب کی اذان نے اقبال مرحوم کے اس شعر کو پوری معنویت کے ساتھ سامنے کر دیا کہ

ناگاہ فضا بانگ اذاں سے ہوئی لبریز
وہ نعرہ کہ ہل جاتا ہے جس سے دل کہسار

نماز کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے' ان کچے کوٹھڑوں کی بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ گرمیوں میں ٹھنڈے رہتے ہیں' اور سردیوں میں گرم' پھر بھی سردی اتنی زیادہ تھی کہ سب کمروں کے بیچوں بیچ پانی گرم کرنے والی ٹنکیاں رکھی تھیں' جن کے نچلے حصے میں جلنے والی لکڑیوں کا دھواں ایک موٹے پائپ کے ذریعہ ٹنکی سے چھت کے راستے باہر نکل رہا تھا۔ ٹنکی کی موجودگی میں فرش پر چھ بستر ساتھ ساتھ بچھ جانے کے بعد چلنے کی گنجائش مشکل ہی سے بچی تھی' ہم چھ مسافروں کا سامان' دیوار میں گڑے ہوئے ایک لمبے تختے پر پہلے سے موجود دوسرے سامان کے ساتھ رکھ دیا گیا تھا' دیواروں میں دو چار طاقچے تھے' جن میں چھوٹی اشیاء رکھی جاسکتی تھیں۔

دو شہیدوں کا باپ

ڈیرہ اسماعیل خان سے جو تین مجاہد ہمارے قافلے میں شامل ہوئے تھے' ان میں ایک ""تونسہ شریف""، ضلع ڈیرہ غازی خان کے تقریباً ستر سالہ بزرگ عالم دین جناب مولانا شمشیر علی صاحب جروار تھے' بڑے شوق اور جذبے سے محاذ پر جارہے تھے' ان کے انداز سے محسوس ہوتا تھا کہ پہلے بھی اس محاذ پر آچکے ہیں' ــــــ ساتھیوں نے بتایا کہ ان کے تین صاحبزادوں میں سے دو اسی محاذ پر ایک ایک سال کے وقفہ سے شہید ہوچکے ہیں' تیسرا جو سب سے چھوٹا ــــــ اور اب اکلوتا بیٹا ہے ــــــ جامعہ فاروقیہ کراچی میں زیر تعلیم ہے' وہ بھی ہر سال تعطیلات میں پابندی سے جہاد میں حصہ لیتا ہے' مولانا موصوف اس وقت بھی اس کے منتظر تھے' اور کراچی سے آنے والوں سے بے تابی سے پوچھ رہے تھے کہ وہ اب تک کیوں نہیں آیا؟

منجھلے صاحبزادے ""نعیم اللہ ساجد شہید""، جنہوں نے اسکول کی آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد صرف ڈیڑھ سال میں پورا قرآن کریم حفظ کیا' پھر جامعہ فاروقیہ کراچی میں درس نظامی کے سال چہارم تک ہر سال اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوتے رہے' سندھی' پشتو' سرائیکی' اردو اور فارسی زبانیں جانتے تھے' عربی کی تعلیم بھی چار سال کی

ہو چکی تھی، ۱۴۰۵ھ میں سال چہارم کے وفاق المدارس کے امتحان میں پورے پاکستان کے طلبہ میں تیسری پوزیشن حاصل کی، لیکن نتیجہ آنے سے پہلے ہی ۶ شوال ۱۴۰۵ھ کو شرنہ کے اس خونی معرکے میں اپنے امیر کے ساتھ شہادت کے انعام سے سرفراز ہوگئے، جس کا مفصل حال پیچھے بیان ہوا ہے۔

بڑے صاحبزادے ''مولانا خالد سیف اللہ جروار شہید'' حافظ قرآن اور فارغ التحصیل عالم دین تھے، بی اے، ایل ایل بی کا امتحان بھی پاس کیا، جہاد کے عملی میدان میں کئی بار شریک ہوئے، اور کراچی میں ''حرکۃ الجہاد الاسلامی'' کے دفتر میں بھی بڑی مخلصانہ خدمات انجام دیتے رہے، ناچیز سے اس سلسلے میں کئی بار ملاقات ہوئی۔ اپنے چھوٹے بھائی (نعیم اللہ ساجد) کی شہادت کے اگلے سال محاذ پر آئے تو ۱۴ جولائی ۱۹۸۶ء کو ''ارغون'' کے علاقے ''خرگوش'' کے قریب ایک زبردست معرکہ ہوا، ۲ بجے جبکہ میدان کارزار گرم تھا، مجاہدین نے وقفہ وقفہ سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں کر کے نماز ظہر ادا کی، دو منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ دشمن کے گولے سے ایک مجاہد زخمی ہو گیا، سیف اللہ خالد اسے اٹھانے کیلئے مورچے سے نکلے، مگر اسے لپک کر کسی دوسرے ساتھی نے اٹھالیا، سیف اللہ خالد اپنے مورچے کی طرف مڑنے کو تھے کہ ٹینک کا ایک اور گولہ آیا، جس سے وہ اسی وقت شہید ہوگئے، آبائی گاؤں ''دبستی جت والا'' تحصیل تونسہ شریف لاکر سپرد خاک کئے گئے۔

عجیب وغریب

اس محاذ کے کمانڈر خالد زبیر صاحب، اور دیگر مجاہدین کا بیان ہے کہ شہید موصوف کو فوراً کمبل میں لپیٹ کر میدان کارزار سے پیچھے مرکز کی طرف روانہ کر دیا گیا، جنگ شام تک جاری رہنے کے بعد، دشمن اپنی کئی لاشیں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا، دوسرے روز دوپہر کے وقت، اس مرکز سے شہید کو پاکستان پہنچانے کیلئے ایک خچر مہیا ہوا، ساتھیوں نے اس پر رکھنے سے پہلے، ان کے آخری دیدار کیلئے کمبل منہ سے ہٹایا تو گرمی کا

وقت تھا' کمانڈر خالد زبیر صاحب فرماتے ہیں کہ ''ان کی پیشانی پر میں نے پسینہ کے بہتے ہوئے قطرے دیکھے' سوچا شاید کسی نے عطر ڈال دیا ہو' میں نے انگلی سے چھو کر دیکھا تو واقعی وہ پسینہ تھا'' تمام حاضرین نے یہ واقعہ دیکھا۔

نامش از خورشید ومہ تابندہ تر
خاک قبرش از من و تو زندہ تر

شہدائے افغانستان کے اس طرح کے بیشمار عجیب و غریب واقعات جوان کے ساتھیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں' ان کی شہرت درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے' یہاں جس مجاہد سے پوچھا جائے وہ اس طرح کے ان گنت واقعات اس طرح سناتا ہے' جیسے یہ روز کا معمول ہو' کتنے ہی شہیدوں کا خون' خوشبو بن کر مہکتا رہا' کسی کی قبر سے مہینوں خوشبو آتی رہی' اور یہ بات تو عام طور پر مشہور ہے' کہ ایک ہی مقام پر ایک ہی موسم میں' روسیوں اور کمیونسٹوں کی لاشیں تو ایک روز میں سڑنے لگتی ہیں' مگر شہیدوں کے جسم میں کئی کئی دن تک ادنی تغیر نہیں آتا۔ بعد میں کمانڈر زبیر صاحب نے بھی اس طرح کے بہت سے واقعات مجھ سے بیان کئے۔

اس پورے سفر میں ہم چھاپہ مار جنگ' اور محاذ کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتے رہے' اب بھی کمرے میں یہی سلسلہ جاری تھا' باہر کا سارا ماحول گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا' کہسار کی تند و تیز برفانی ہواؤں کی ''سائیں سائیں'' باہر کا موسم بتارہی تھیں' اچانک چند حضرات جن کے بالوں اور کپڑوں پر چڑھا ہوا گرد و غبار لالٹین کی روشنی میں صاف نظر آرہا تھا' کمرے میں داخل ہوئے' یہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے نوجوان مہتمم جناب مولانا عبدالرحمٰن عباسی اور ان کے رفقاء تھے' جو محاذ سے اسی وقت یہاں پہنچے تھے' مختصر تعارف کے بعد معلوم ہوا کہ یہ بھی محاذ پر پہلی بار آئے تھے' اور تقریباً دس روز کئی معرکوں میں شرکت کرکے آج لوٹے ہیں' رات کو قیام کرکے صبح وطن واپس ہوجائیں گے۔ ان کے ماشاءاللہ چار بھتیجے اب بھی محاذ پر تھے جو

کئی سال سے تعطیلات محاذ پر ہی گذارتے ہیں۔ عشاء کی اذان ہونے والی تھی' اس مختصر وقت میں' میں ان سے محاذ پر ان کی روئداد معلوم کرتا رہا۔ اور وہ علامات قیامت کی بعض احادیث کے متعلق جن پر وہ کچھ تحقیقی کام کر رہے ہیں ___ تبادلہ خیال اور مشورہ فرماتے رہے۔ دشمن کی ایک چوکی پر ان حضرات نے آج بھی توپوں سے حملہ کیا تھا' دشمن کے نقصانات کا صحیح اندازہ تو ابھی نہیں ہو سکا' البتہ حملہ کے فوراً بعد اس چوکی سے دھواں اٹھتا ہوا' اور ایمبولینس گاڑیاں وہاں سے ارغون کی روسی چھاؤنی کی طرف تیزی سے جاتی' اور فائر بریگیڈ کی گاڑیاں آتی ہوئی دیکھی گئیں۔ ہمارا کوئی نقصان سوائے اس کے نہیں ہوا کہ "مولانا کے چشمے کی ایک کمانی ٹوٹ گئی تھی۔"

توپوں سے کئے گئے حملے میں دشمن کے نقصانات کی تفصیل وقت پر معلوم نہیں ہوتی' بلکہ ہر دو چار روز بعد دشمن کے جو مسلم افغان فوجی موقع پاکر مجاہدین سے آملتے ہیں' وہ' یا مجاہدین کے جاسوس آکر پوری تفصیلات بتاتے ہیں' مجاہدین جب تک پوری تحقیق نہ ہو جائے' دشمن کے نقصانات کی تفصیل بتانے سے احتراز کرتے ہیں۔ دشمن کی فوج میں بہت سے مسلمان بھی ہیں' جن کو زبردستی اس جنگ میں جھونک دیا گیا ہے' وہ مختلف ذرائع سے اہم اطلاعات مجاہدین کو بھیجتے رہتے ہیں۔

روسی گن شپ ہیلی کاپٹر

جب سے جہاد افغانستان شروع ہوا' روس کے گن شپ ہیلی کاپٹروں کا ذکر اخبارات میں پڑھتے' اور مجاہدین سے سنتے آرہے تھے۔ اس سفر میں بھی بار بار سنا' مجاہدین کے اس مرکز میں جس ہیلی کاپٹر کا کچھ ملبہ پڑا ہوا ہے' وہ بھی گن شپ ہیلی کاپٹر ہی کا ہے۔ مگر یہ اسی سفر میں معلوم ہوا کہ یہ دشمن کا سب سے خطرناک ہتھیار تھا' جس کے ذریعہ روسیوں نے افغانستان کی بے شمار بستیوں کو ملبے کے ڈھیر میں بدل ڈالا' اور لاکھوں بے گناہ عورتوں' بچوں' بوڑھوں اور جوانوں کا بے دردی سے قتل عام کیا۔

یہ ہیلی کاپٹر انتہائی نیچی' اور بہت اونچی پرواز کر سکتا ہے۔ اڑتے اڑتے فضا ہی



فضامیں بلند تین ہیلی کوپٹر



گن شپ ہیلی کوپٹر



اسٹینگر میزائل



راکٹ لانچر

میں ٹھہر بھی جاتا ہے' کہ نیچے اور گردوپیش کا پوری طرح جائزہ لے سکے' بم اور راکٹ برساتا' اور گولیوں کی بوچھاڑ کرتا ہے۔ اسے زمین پر اترنے کے لئے کسی میدان یا ہیلی پیڈ کی ضرورت نہیں' پہاڑوں کی چوٹیوں اور لہلہاتی کھیتیوں میں بھی اتر کر چھپ جاتا ہے' اور وہیں سے راکٹ' اور گولیاں برسانا شروع کر دیتا ہے۔ کبھی اس میں سے مسلح فوجی اتر کر بستیوں میں گھس جاتے' اور بے گناہ عورتوں' بچوں اور بوڑھوں پر طرح طرح کے لرزہ خیز مظالم ڈھاتے ہیں۔ دو متوازی پہاڑی سلسلوں کے درمیان جو بل کھاتی ہوئی گلیاں سی ہوتی ہیں' یہ ان میں اور پہاڑی دروں میں انتہائی نیچی پرواز کر کے گھومتا ہے تاکہ دائیں بائیں پہاڑوں اور غاروں میں چھپے ہوئے مجاہدین کو بھی نشانہ بنا سکے۔ اس میں نصب شدہ جدید ترین کیمرے' چھوٹی سے چھوٹی چیز کا فوٹو بہت دور سے لے لیتے ہیں۔ غرض یہ ہیلی کاپٹر بیک وقت بمبار طیارہ' لڑاکا طیارہ' ٹرانسپورٹ طیارہ' اور جاسوسی طیارہ بھی ہے' اڑنے والا بہت بڑا ٹینک بھی اور بہت بڑی بکتر بند گاڑی بھی۔ اس کی ہلاکت خیزیوں کی بے شمار خونی داستانیں' افغانستان کے گاؤں گاؤں پر بکھری ہوئی ہیں۔ افغانی عوام (مجاہدین نہیں) اس کا ذکر قدرے ہراس کے ساتھ کرتے ہیں' بڑی حد تک اسی کی دہشت گردی کا نتیجہ' افغان مہاجرین کا وہ مظلوم سیلاب ہے' جو پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔

کمیونسٹوں کی شرمناک چیرہ دستیاں

ان ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ کمیونسٹوں نے افغان مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے ان کے بے شمار دردناک واقعات یہاں کے بچہ بچہ کی زبان پر ہیں ___ ایک واقعہ جو متعدد حضرات نے بیان کیا' مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں' جس سے ان کے گھناؤنے جرائم کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

ایک گاؤں پر چھ ہیلی کاپٹر آئے' کچھ زمین پر اتر گئے' باقی اوپر منڈلاتے رہے' اترنے والے کمیونسٹ فوجیوں نے گاؤں کے تمام بوڑھوں' عورتوں اور بچوں کو کلاشنکوفیں تان کر ایک جگہ جمع کیا (نوجوان مرد اس گاؤں میں نہیں تھے' کیونکہ وہ یا تو جہاد

میں شہید ہو چکے تھے 'یا میدان جہاد میں بر سرپیکار تھے) اور حکم دیا کہ تم نے جن مجاہدین کو پناہ دے رکھی ہے 'ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ گاؤں والوں نے رو رو کر قسمیں کھائیں کہ ہمارے پاس کوئی مجاہد پناہ گزین نہیں ہے ' فوجیوں نے کہا تم آس پاس کے مجاہدین کو کھانے پینے کا سامان بھیجتے ہو 'جس کی سزا تم کو ضرور ملے گی ' یہ کہہ کر خواتین کے سروں سے چادریں کھینچیں 'اور چھ روتی چلاتی خوبرو دوشیزاؤں کو ہیلی کاپٹروں میں گھسیٹ کر پرواز کر گئے ___ کئی گھنٹے بعد وہی چھ ہیلی کاپٹر واپس آئے 'اور کافی بلندی پر منڈلاتے رہے ' اچانک گاؤں والوں نے دیکھا کہ ہر ہیلی کاپٹر سے کوئی بڑی سی چیز پھینکی گئی ہے 'اس وقت تو کسی کو جرات نہ ہوئی 'ہیلی کاپٹروں کے واپس جاتے ہی نکل کر دیکھا تو کلیجے منہ کو آگئے ' یہ ان ہی چھ بے گناہ دوشیزاؤں کی برہنہ لاشیں تھیں 'بعض کے جسم اب تک جانکنی کے عالم میں کانپ رہے تھے 'چند لمحوں میں وہ بھی ہمیشہ کیلئے ساکت ہو گئیں۔

لوگر اور لغمان میں بعینہ یہی خونی ڈرامہ اس فرق سے رچایا گیا کہ جن نوجوان لڑکیوں کو وہ ہیلی کاپٹروں میں گھسیٹ کر لے گئے تھے 'اوپر لے جا کر ان کی شلواریں نیچے گاؤں میں پھینک دیں ___ اب ماں باپ ان کی زندگی یا موت کا کھوج لگانے کی فکر میں خود زندہ درگور ہیں۔

ایسے ایک دو نہیں لاتعداد کربناک مظالم ہیں جنہوں نے افغانستان کے ہر غیرت مند مسلمان کو بپھرا ہوا شیر 'اور کمیونسٹوں کیلئے قہر الٰہی بنا دیا ہے۔

تو نے دیکھا سطوت رفتار دریا کا عروج
موج مضطر کس طرح بنتی ہے 'اب زنجیر دیکھ

جہاد افغانستان کا آغاز کس طرح ہوا؟

افغانستان میں روس اپنا اثر و نفوذ بڑھانے کی کوشش تو عرصہ دراز سے کر رہا تھا ' وہ افغانستان کے سابق بادشاہ "ظاہر شاہ" کو استعمال کرتا رہا۔ لیکن یہاں کے مسلمان اس وقت چونکے جب ظاہر شاہ نے نام نہاد "ثقافتی انقلاب" برپا کیا 'اس انقلاب کا مقصد یہ تھا

کہ ""ثقافت وتہذیب کے نام پر یہاں سے اسلامی شعائر اور دینی قوتوں کو مٹا کر کمیونزم کا راستہ ہموار کر دیا جائے' اس سلسلہ میں جو اقدامات کئے گئے' ان میں سے ایک یہ تھا کہ اسلامی پردے کے خلاف سرکاری سطح پر منظّم تحریک چلائی گئی' اور ایک قومی اجتماع میں ایک مسلم خاتون کے پردے کی چادر کو روند کر اعلان کیا گیا کہ ""اب ہمیشہ کیلئے تاریکی کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔""

اہل قندھار نے ان گھناؤنے اقدامات کے خلاف آواز اٹھائی تو ظاہر شاہ نے خان محمد کی قیادت میں فوج بھیج کر وہاں کے سینکڑوں مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ اور اپنی جڑیں مضبوط کرنے اور انقلاب کو تقویت پہنچانے کیلئے اپنے بہنوئی اور چچازاد بھائی ""محمد داؤد خان"" کو جو سیکولر نظریات' اور کمیونسٹوں سے گہرے تعلقات رکھتا تھا' وزیراعظم مقرر کر لیا۔ یہ دس سال وزیراعظم رہا' افغانستان کے کمیونسٹ لیڈر ""نور محمد ترہ کئی""' ""ببرک کارمل""' اور ""حفیظ اللہ امین"" اسی کے زیر سایہ پروان چڑھے۔

ظاہر شاہ کا عبرتناک انجام

ثقافتی انقلاب کے نام پر لادینیت اور کمیونزم کی جو تحریک چلائی گئی تھی' اس کے مقابلے میں غیور اور عاقبت اندیش مسلمانوں کی کئی تنظیموں نے اپنے اپنے طریقہ پر کام شروع کیا' علماء کرام کی ایک تنظیم ""خدام الفرقان"" بھی پیش پیش تھی' اس کے صدر مولانا شیخ محمد اسماعیل مجددی تھے' مولانا ارسلان رحمانی نے ___ جن کا کچھ حال پیچھے بیان ہوا ہے ___ اس میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ یہ تقریباً ۱۹۶۹ء کی بات ہے۔ ان حضرات نے ایک آرگن ""ندائے حق"" کے نام سے جاری کیا' اور الحاد و بے دینی کے خلاف فکری محاذ پر ڈٹ گئے۔ ساتھ ہی مظاہروں اور کانفرنسوں کا سلسلہ جاری کر کے کمیونزم کے خلاف بڑے پیمانے پر تحریک شروع کی' کئی حضرات کو قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلنی پڑیں۔

علاوہ ازیں پروفیسر غلام محمد نیازی نے اسلامی جماعت بنائی' اور یونیورسٹی کے طلبہ نے ایک تنظیم قائم کی' جس کا نام ""نوجوانان اسلام"" رکھا۔ اس تنظیم کے رہنماؤں

میں سرفہرست عبدالرحیم نیازی تھے ۔عبدرب الرسول سیاف اور برہان الدین ربانی ان اساتذہ میں شامل تھے جو اس تنظیم کی سرپرستی کر رہے تھے ۔

۱۹۷۲ء میں جب روس نے ظاہر شاہ کو دینی قوتوں کو کچلنے میں ناکام دیکھا' تو اسے تخت سلطنت سے معزول کروا کے محمد داؤد خان کو "جمہوریہ افغانستان کا صدر بنوا دیا۔ ظاہر شاہ نے روس کی وفاداری میں ملک وملت سے جو غداری کی تھی' اللہ تعالیٰ نے روس ہی کے ہاتھوں اسے یہ سزا دلوائی کہ وہ آج روم میں جلاوطنی کی زندگی گذار رہا ہے ۔

افغانستان کا اقتدار داؤد خان کو اس مقصد کیلئے دلوایا گیا تھا کہ وہ "زیادہ وفادار" ثابت ہو' اور پوری سختی سے کام لیکر اسلامی قوتوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے ۔کیونکہ روس نے اپنے "سیاسی فرزندوں" سے یہاں جس ایجنڈے پر کام لینے کی ٹھان رکھی تھی' اس کی تو پہلی شق ہی یہ تھی کہ

افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

داؤد کے دور صدارت میں حکومت کے تمام کلیدی عہدوں پر کمیونسٹ بٹھا دیئے گئے "خدام الفرقان" کے رہنماؤں اور کارکنوں کی گرفتاریاں ہونے لگیں' پروفیسر غلام محمد نیازی اور استاذ عبدرب الرسول سیاف کو بھی قید میں ڈال دیا گیا۔

لیکن تحریک مزاحمت تیز تر ہوتی گئی' انجینئر گلبدین حکمت یار اور استاذ برہان الدین ربانی چند نوجوانوں کے ساتھ پاکستان (پشاور) آگئے' اور آزاد قبائل کے علاقوں سے دیسی دستی بم اور پستول خرید کر افغانستان کے سرکاری مراکز اور پولیس چوکیوں پر حملے شروع کر دیئے ۔ادھر داؤد حکومت نے اکثر افغان رہنماؤں کو جیلوں میں ڈال کر مولوی حبیب الرحمٰن سمیت کئی زعماء کو عمر قید کی سزا سنا دی۔ لیکن اسلامی تحریک کو' جو حقیقی بیداری کا نتیجہ تھی' کچلا نہ جا سکا وہ بڑھتی جا رہی تھی ــــ یہ صورت حال روس کی ہوس ملک گیری کو کیسے برداشت ہوتی؟ جبکہ

صیاد و باغباں کی یہ کوشش ہے عارفی
گلشن میں میں رہوں' نہ میرا آشیاں رہے

داؤد خان کا عبرتناک انجام

چنانچہ ۲۷ اپریل ۱۹۷۸ء کو روس کی شہ پر کمیونسٹ ''خلق پارٹی'' کے لیڈر ''نور محمد ترہ کئی'' نے صدر داؤد خان کو قتل کر کے ''سرخ کمیونسٹ انقلاب'' برپا کر دیا اور افغانستان پر کمیونسٹ حکومت قائم کر دی' اس طرح داؤد خان کو بھی ملک وملت سے غداری کی سزا مل گئی' اور ظاہر شاہ کی طرح اس پر بھی رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد صادق آکر رہا کہ

''مَنِ الْتَمَسَ رِضَي النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَّلَهُ اللّٰهُ اِلَي النَّاسِ''

''جو شخص لوگوں کو خوش کرنے کیلئے اللہ کی ناراضگی مول لیتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے انہی لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے۔'' (ترمذی کتاب الزہد حدیث ۲۴۱۴)

کافر حکومت کے قیام سے پورے ملک میں جہاد کی طاقتور لہر جاگ اٹھی۔

اعلان جہاد

سرخ انقلاب کے صرف دس دن بعد' سب سے پہلے مولانا عبدالغنی نے ''دارشحیل'' سے جہاد کا اعلان کیا اور اس کے بعد ملک بھر کے مفتیان کرام نے متفقہ طور پر جہاد کا فتویٰ دیدیا۔ مولانا ارسلان رحمانی نے فتویٰ ملتے ہی تنظیم ''خدام الفرقان'' کے علماء کرام کو ساتھ لیکر گوریلا کارروائیاں شروع کر دیں جن میں رفتہ رفتہ عوام بھی شامل ہوتے چلے گئے' انہوں نے سب سے پہلے ان سرکاری تعلیمی اداروں کو تہس نہس

کرنا شروع کیا جن میں مسلم طلبہ کو کمیونسٹ بنا کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جاتا تھا، علماء گرفتار کئے گئے، مولانا رحمانی کو بھی ارغون سے تین بار گرفتار کیا گیا، جب تیسری بار گرفتار کرکے انہیں ارغون جیل میں بند کیا گیا تو یہ اسی رات فرار ہو گئے، دینی مدارس بند ہوتے چلے گئے، جو بند نہیں ہوئے حکومت نے ان پر بلڈوزر چلا دیئے۔ مولانا رحمانی اور ان کے رفقاء راتوں کو چھپ چھپ کر ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں جاتے، اور کمیونسٹ حکومت کے خلاف ""شب نامے"" تقسیم کرکے لوگوں کو سمجھاتے کہ یہ حکومت کافر ہے، اس کے خلاف میدان جہاد میں نکل آؤ۔ دیکھتے ہی دیکھتے نورستان، سمنگان، ہرات، بدخشاں، اور پنجشیر کے علماء اور عوام بھی میدان جہاد میں نکل آئے۔ ترہ کئی حکومت نے اس مقدس جہاد کو کچلنے کیلئے بھرپور فوجی طاقت جھونک ڈالی، مجاہدین پر نیپام برسائے، زہریلی گیس استعمال کی اور ۱۵ مارچ ۱۹۷۹ء کو ہرات میں تقریباً بیس (۲۰) ہزار مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا، لیکن مسلمانوں کا جذبہ جہاد ان خونچکاں واقعات سے اور بھڑک اٹھا۔

""کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا""

انہوں نے جان کی بازی لگا کر پے در پے کئی اہم کامیابیاں حاصل کیں، مولانا ارسلان رحمانی اور ان کے بے سروسامان رفقاء نے صوبہ ""پکتیکا"" میں ارغون، شرنہ، اور خیرکوٹ کے علاوہ سارا علاقہ فتح کر لیا، دوسرے علاقوں میں بھی نہتے مجاہدین کو فتوحات حاصل ہونے لگیں، انہوں نے ٹینکوں کو تہس نہس کیا، اور طیاروں کی پروا کئے بغیر اپنی کارروائیاں کابل کے قریب تک پھیلا دیں۔

ترہ کئی کا انجام

مجاہدین کو ایک بڑی کامیابی یہ حاصل ہوئی کہ سرکاری فوج کا ایک بڑا حصہ مجاہدین کے ساتھ آکر مل گیا، فوج میں صرف وہ لوگ رہ گئے جو کمیونسٹ ہو چکے تھے، یا کمزور ایمان والے مسلمان رہ گئے، جن پکے مسلمان فوجیوں کو راہ فرار نہ مل سکی، وہ موقع کی تاک میں رہے، وہ اب بھی موقع ملتے ہی مجاہدین سے آملتے ہیں۔ مجاہدین کے ساتھ ۹۸ فیصد عوام تھے جو ان کی خوراک اور چھپنے کا انتظام کرتے تھے، باقی صرف دو فیصد کمیونسٹ

تھے جو خلق پارٹی' یا پرچم پارٹی سے وابستہ تھے ۔ یہ دونوں پارٹیاں کٹر کمیونسٹوں پر مشتمل ہیں ۔ فوج کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ وہ ٹینکوں اور بکتربند گاڑیوں سے باہر نہ نکلتی تھی 'ان کا کھانا پینا' رہنا سہنا سب ٹینکوں اور بکتربند گاڑیوں میں ہوتا تھا ۔

روس نے ترہ کئی حکومت کو ان بے سروسامان نہتے مجاہدین کے ہاتھوں اس طرح بے بس ہوتے دیکھ کر اپنے چوتھے مہرے "حفیظ اللہ امین" کو آگے بڑھایا' جس نے ترہ کئی کو قتل کرکے کرسی صدارت پر قبضہ کرلیا ۔ اس کا تعلق بھی "خلق پارٹی" سے تھا ۔

حفیظ اللہ امین کا انجام اور روسی فوجوں کی یلغار

مگر اس واقعہ کے صرف ۳ ماہ بعد اسے بھی ناکام دیکھ کر روس نے پوری طرح محسوس کرلیا کہ اس طرح تو افغانستان ہاتھ سے نکل جائے گا ۔ لہٰذا ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو اس نے تکلف برطرف کرتے ہوئے اپنی ٹڈی دل افواج افغانستان میں گھسادیں [۱] اور حفیظ اللہ امین کی جگہ اپنے پانچویں مہرے "ببرک کارمل" کو افغانستان کا کٹھ پتلی صدر بنادیا ۔ یہ افغانستان کی کمیونسٹ "پرچم پارٹی" کا لیڈر تھا اور ترہ کئی کے زمانے سے روسی کمیونسٹ ملک چیکوسلواکیہ کے دارالحکومت "پراگ" میں جلاوطنی کی زندگی گذار رہا تھا ۔

روس نے فوجیں داخل کرنے کا بہانہ یہ تراشا کہ کابل حکومت نے ہم سے بیرونی (مجاہدین کی) مداخلت کا مقابلہ کرنے کے لئے امداد طلب کی ہے 'ہم اپنے دوست (کابل حکومت) کی مدد کو آئے ہیں ۔ [۲] ان کا خیال تھا کہ "چیکوسلواکیہ" اور بہت سے دوسرے ممالک کی طرح افغانستان بھی ایک تر نوالہ ثابت ہوگا ۔ اور اس کے بعد پاکستانی

---

[۱] حالانکہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ۲۷/ دسمبر ۱۹۷۹ء کو روسی فوجوں نے افغانستان میں داخل ہوتے ہی حفیظ اللہ امین کا محل مسمار کرکے اسے ہلاک کردیا' اور اسی تاریخ کو تاشقند کے روسی ریڈیو نے یہ خبر نشر کردی کہ "ببرک کارمل" نے حفیظ اللہ امین کا تختہ الٹ کر افغانستان کا اقتدار سنبھال لیا ہے' حالانکہ ببرک کارمل اس وقت تک "پراگ" (چیکوسلواکیہ) میں مقیم تھا' وہ چھ روز بعد اس وقت افغانستان پہنچا جب روسی فوجیں کابل میں حفیظ اللہ امین کا خاتمہ کرچکی تھیں ۔ اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کابل کے اقتدار پر حفیظ اللہ امین کی جگہ پہلے روسی فوجوں نے قبضہ کیا' اس کے بعد آلہ کار کے طور پر ببرک کارمل کو بلا کر صدارت کی کرسی پر بٹھایا ۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے ڈاکٹر محمد علی البار کی عربی کتاب "افغانستان من الفتح الاسلامی الی الغزو الروسی" ص ۲۲۸ و ۲۲۹)

بلوچستان کے ساحل سمندر تک اور وہاں شرق اوسط کے تیل تک ان کی رسائی ممکن ہو جائے گی۔ لیکن روسی فوجوں کے آتے ہی افغانستان کی بستی بستی اور گاؤں گاؤں نے علم جہاد بلند کر دیا' اور انتہائی بے سروسامانی کے باوجود "فتح یا شہادت" تک سر دھڑ کی بازی لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ روسی کمیونسٹوں نے تھوڑے ہی عرصہ کی قسمت آزمائی کے بعد محسوس کر لیا کہ وہ افغانستان کو چیکوسلواکیہ اور وسط ایشیاء کے ممالک پر قیاس کر کے اپنی تاریخ کی سب سے بڑی غلطی کر بیٹھے ہیں۔ انہوں نے ایسی قوم کو للکار دیا ہے جس کا ماضی غلامی کے داغ سے پاک' اور جس کی لغت محکومی کے لفظ سے خالی ہے۔

ببرک کارمل کا انجام اور نجیب اللہ

جب ببرک کارمل کئی سال تک روسی فوج کی بھرپور طاقت اور جدید اسلحہ سے بھی جہاد کو نہ دبا سکا' تو روس نے اسے بھی معزول کر کے اپنے چھٹے مہرے "نجیب اللہ" کو داؤ پر لگا دیا' جو اب کابل کی گرتی ہوئی کرسی صدارت پر بیٹھا اپنی قسمت کو رو رہا ہے۔

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبت زاغ

اس کی دم توڑتی ہوئی نام نہاد حکومت اب صرف بڑے شہروں اور ان کی چھاؤنیوں میں رہ گئی ہے' جس پر مجاہدین کے نعرہ تکبیر اور ان کی توپوں کی گھن گرج سے لرزہ طاری ہے[۱] اور پورے ملک میں اب مجاہدین کی وہ اذان گونج رہی ہے جس کے بارے میں شاعر مشرق نے کہا تھا کہ

آغوش میں اس کی وہ تجلی ہے کہ جس میں
کھو جائیں گے افلاک کے سب ثابت و سیار

---

[۱] آغاز جہاد کی یہ تفصیلات مشہور عرب مجاہد ڈاکٹر عبداللہ عزام کی کتاب "عبر وبصائر للجہاد" ص ۴۸ تا ص ۵۰ سے' اور ماہنامہ الارشاد اسلام آباد شمارہ ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ ص ۱۴ تا ۱۸ سے لی گئی ہیں۔

مجاہدین کا اسلحہ

شروع میں مجاہدین کے پاس صرف وہ بندوقیں تھیں جو عموماً افغان گھرانوں میں ہوا کرتی ہیں، لیکن وہ بھی سب کے پاس نہ تھیں انہوں نے پٹرول اور صابن کا محلول بوتلوں میں بھر کر آگ لگانے والے دستی بم بنائے، جن سے وہ روسی گاڑیوں اور ٹینکوں پر بہت قریب جاکر حملے کرتے، اور ٹینک آگ کے شعلوں سے بھڑک اٹھتا، کبھی حملہ آور مجاہد ہی شہید ہو جاتا، مولانا ارشاد احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ جن کی تنظیم کے سرحدی مرکز میں ہم یہ معلومات حاصل کر رہے تھے، ان کو اور ان کے دونوں پاکستانی ساتھیوں کو تقریباً ایک سال تک کوئی بندوق دستیاب نہ ہوسکی، اس عرصہ میں یہ تینوں نوجوان، کیمپ کی دوسری خدمات انجام دیتے رہے، یہاں تک کہ ۱۹۸۰ء کے آخر میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کے جناب حاجی رشید احمد صاحب نے درہ آدم خیل کی بنی ہوئی ایک بندوق (۷ ایم ایم) ساڑھے تین ہزار روپے میں خرید کر مولانا ارشاد احمد صاحب کو دی تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی، پھر جلد ہی انہوں نے دیگر مجاہدین کے ساتھ مل کر ایک روسی فوجی چوکی فتح کی تو اس سے کافی مقدار میں اسلحہ ہاتھ آیا۔

جہاد شروع ہونے کے کچھ عرصہ بعد رفتہ رفتہ مسلم ممالک کے اہل خیر حضرات کی طرف سے مالی امداد آنا شروع ہوئی تو مجاہدین نے پاکستانی آزاد قبائلی علاقوں سے دیسی ہتھیار رائفلیں وغیرہ خرید کر استعمال کیں، ادھر انہوں نے حیرتناک انداز میں روس کے فوجی قافلوں اور فوجی چوکیوں پر بڑی جانبازی سے حملے کر کے ان کا اسلحہ چھیننا شروع کر دیا، اسلحہ کے حصول کا یہ ذریعہ سب سے بڑا، سب سے موثر، اور سب سے زیادہ کامیاب ثابت ہوا، اور اب بحمداللہ مجاہدین کے مراکز ہر قسم کے روسی اسلحہ سے بھرے پڑے ہیں۔ وہ دشمن سے چھینے ہوئے دستی بموں، کلاشنکوفوں، راکٹ لانچروں اور مختلف قسم کی توپوں سے اسی کے ٹینکوں اور ہیلی کاپٹروں کے پرخچے اڑا رہے ہیں۔

مجاہدین کا اصل ہتھیار

سچ پوچھئے تو مجاہدین کا سب سے بڑا ہتھیار ''اخلاص اور صبرو توکل'' ہے، جو اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں دشمن کیلئے ہمیشہ ناقابل تسخیر ثابت ہوا' اور اب بھی روس جیسی سپر طاقت کیلئے ناقابل تسخیر' مجاہدین کا یہی اخلاص اور صبرو توکل نت نئی کامیابیوں اور فتوحات کے دروازے کھول رہا ہے' ظاہری ساز و سامان اور اسلحہ کا حصول بھی درحقیقت ان کے اخلاص اور صبرو توکل ہی کا رہین منت ہے۔ یہ جہاد انہوں نے خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے اسی کے بھروسہ پر شروع کیا تھا' اس میں علمائے حق' اور دینی مدارس کے طلبہ بھی پیش پیش ہیں' جو ہر محاذ پر اپنے ساتھیوں کے شانہ بہ شانہ جان کی بازیاں لگا رہے ہیں' بے شمار علماء و طلبہ جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔

''فَمِنهُم مَن قَضىٰ نَحبَه وَ مِنهُم مَن يَنتَظِر''

''ان مومنین میں کچھ تو وہ ہیں' جو اپنا عہد پورا کر چکے (یہاں تک کہ شہید ہو گئے) اور کچھ وہ ہیں جو (شہید تو نہیں ہوئے مگر شہادت کے) مشتاق ہیں۔'' (سورۂ احزاب - ۲۳)

اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد

میدان کارزار میں ان بے سرو سامان مجاہدین کو جو عجیب و غریب کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں' ان سے عقل انسانی حیرت زدہ اور ہکا بکا رہ گئی ہے' ان واقعات کی توجیہ اس کے علاوہ ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل ہی اس جہاد کو اپنے دست قدرت سے چلا رہا ہے' اسی کی نہ اونگھنے والی آنکھ اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کی پاسبانی فرما رہی ہے۔ روسی ہیلی کاپٹروں کے حملے سے قبل پرندوں کا مجاہدین کو مطلع کر دینا' محض دعا سے طیاروں اور ٹینکوں کا تباہ ہو جانا' معرکہ جنگ میں بالکل اجنبی لوگوں کا مجاہدین کی طرف سے لڑنا' اور جنگ کے بعد غائب ہو جانا' یہ اور ان جیسے بے شمار عجیب و غریب واقعات نہ صرف مجاہدین کے ایمان و یقین کو ناقابل تسخیر بنا رہے ہیں' بلکہ ان سے متاثر ہو کر اب تک یورپ

کے کئی غیر مسلم جو یہاں حالات کا جائزہ لینے آئے تھے، مشرف باسلام ہو چکے ہیں۔ اٹلی کے ایک صحافی نے اور فرانس کے ایک ڈاکٹر "ملسون" نے افغانستان میں مجاہدین کے سامنے مشرف بہ اسلام ہونے کا اعلان کیا، فرانس کی ایک ڈاکٹرنی "ایفلین گوٹے" نے مشہور عرب مجاہد "ڈاکٹر عبداللہ عزام" کے سامنے اسلام قبول کیا۔ ڈاکٹر عبداللہ عزام نے، جو کئی سال سے جہاد افغانستان میں اپنی زندگی وقف کر کے دشمن سے برسرپیکار ہیں، اپنی عربی کتاب "آیات الرحمن فی جہاد افغانستان" میں یہاں کے مختلف محاذوں پر اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت کے بہت سے عجیب و غریب اور ایمان افروز واقعات بیان کئے ہیں۔ تفصیل وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ سب واقعات گواہی دے رہے ہیں کہ

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ سامان بھی ہے

دشمن کے نقصانات

جہاد ملک گیر انداز میں ۹ سال سے جاری ہے اس پورے عرصے کے اعداد و شمار تو اس وقت میرے پاس نہیں، صرف ۳ سال (۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۵ء تک) کے اعداد و شمار پیش کرتا ہوں، جو ڈاکٹر عبداللہ عزام نے اپنی عربی کتاب "عِبَرٌ وَّ بَصَائِرُ لِلْجِہَاد" میں درج کئے ہیں ان اعداد و شمار کا خلاصہ یہ ہے کہ :

مجاہدین نے ان تین برسوں میں دشمن کا مندرجہ ذیل اسلحہ اور فوجی سامان تباہ کیا :

۱۔ طیارے اور ہیلی کاپٹر	۸۰۰
۲۔ ٹینک	۴۰۴۶
۳۔ فوجی گاڑیاں	۷۰۵۲
۴۔ بھاری اسلحہ	۳۸۷

ان تین برسوں میں جو اسلحہ اور فوجی سامان صحیح حالت میں دشمن سے چھینا، اس کے

اعداد و شمار یہ ہیں :

۱۔ٹینک	۸۷
۲۔فوجی گاڑیاں	۶۰۹
۳۔بھاری اسلحہ	۸۰۷
۴۔ہلکے ہتھیار	۱۷'۴۸۰

ان ۳ برسوں میں دشمن کے جانی نقصانات کا خلاصہ یہ ہے :

۱۔مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوئے	۸۳'۳۶۵ (ان میں افسران کی تعداد ۳۸۶۸ ہے)
۲۔مجاہدین کے ہاتھوں زخمی ہوئے	۴۴'۸۴۴ (ان میں افسران کی تعداد ۳'۰۰۰ ہے)
۳۔مجاہدین کے ہاتھوں گرفتار ہوئے	۹۵۸۰ (ان میں افسران کی تعداد ۳۵۱ ہے)

ان کے علاوہ افغان فوج اور ملیشیا کے جو مسلمان ان تین برسوں میں موقع پاکر مجاہدین سے آملے ان کی تعداد ۱۶'۰۴۸ ہے 'جن میں ۴۷۷ فوجی افسر ہیں۔

یہ ۹ سال میں سے صرف ۳ سال کے اعداد و شمار ہیں 'باقی چھ سال میں دشمن کے نقصانات کو ان پر کسی حد تک قیاس کیا جاسکتا ہے۔

غرض !اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز جس نے ایک مچھر سے نمرود کا غرور خاک میں ملوایا تھا' وہی ذات باری اب روس جیسی متکبر طاقت کو مجاہدین اسلام کے ہاتھوں رسوا اور تباہ کروا رہی ہے۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا؟

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

نام نہاد امریکی امداد

اسلام اور مسلمانوں کا جتنا خطرناک دشمن روس ہے‘ امریکہ اس سے کم خطرناک نہیں‘ یہ امریکہ ہی ہے جس نے فلسطین‘ کشمیر‘ اور مشرقی پاکستان وغیرہ کے معاملات میں ہر موقع پر مسلمانوں کو دھوکہ دیا‘ وہ ہمیشہ بڑی چالاکی‘ عیاری اور منصوبہ بندی کے ساتھ عالم اسلام کی جڑیں کھودتا‘ اور اس کے دشمنوں کی حمایت کرتا رہا‘ یہی امریکہ اب جہاد افغانستان میں اپنی امداد کا ڈھنڈورا زور وشور سے پیٹ رہا ہے‘ تاکہ مجاہدین نے جو فتوحات اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اپنی تاریخ ساز قربانیوں سے حاصل کی ہیں‘ ان کا سہرا بھی اسی کے سر بندھے‘ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ جہاد کے ابتدائی دو سالوں میں‘ جو مجاہدین کیلئے انتہائی بے سروسامانی کے سال تھے‘ امریکہ نے کوئی امداد نہیں دی‘ کیونکہ اس کا خیال غالبًا یہ تھا کہ مجاہدین روسی فوج کے اس سیلاب کے سامنے دیر تک نہیں ٹھہر سکیں گے۔

لیکن یہ بھی ان مجاہدین اسلام کے اخلاص اور صبر وتوکل ہی کا کرشمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قادر مطلق ذات‘ جس نے فرعون کے ہاتھوں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کروائی تھی‘ اسی نے امریکہ جیسے کینہ ور دشمن کو مجاہدین کی امداد پر مجبور کر دیا۔ امریکہ نے جب دیکھ لیا کہ افغانستان کے غیور مسلمانوں نے دو سال میں اپنی لاشوں کے انبار لگا کر روسی سیلاب کے آگے بند باندھ دیا ہے تو وہ بھی روس سے ویٹ نام کا بدلہ چکانے کیلئے رفتہ رفتہ مجاہدین کو امداد بھیجنے لگا‘ چین نے بھی اپنے سیاسی اور دفاعی مفادات کے پیش نظر امداد دی‘ جس کا اس نے چرچا نہیں کیا‘ لیکن امریکہ نے جتنی امداد دی تشہیر اس سے کہیں زیادہ کی۔ مجاہدین کے جس مرکز میں ہم یہ سب معلومات جمع کر رہے تھے‘ اس میں چین اور روس کا اسلحہ تو نظر آیا‘ امریکی اسلحہ کا یہاں دور دور نشان نہیں تھا۔

مجاہدین اور جنیوا سمجھوتہ

اس پورے سفر میں ہمیں یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ بحمداللہ یہ مجاہدین 'امریکہ کے متعلق کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ' وہ خوب جانتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ امداد 'اسلام اور مسلمانوں کی ہمدردی میں نہیں 'بلکہ خالص امریکی مفادات کے تحت دی جارہی ہے اور جب امریکی مفادات کا تقاضا برعکس ہو گا تو وہ روس سے مل کر بھی مجاہدین کی پشت میں خنجر گھونپنے سے دریغ نہیں کرے گا۔

''جنیوا سمجھوتے'' کو بھی مجاہدین اپنی پیٹھ میں امریکہ کا ایک خنجر ہی سمجھتے ہیں ' جو اس نے روس سے مل کر اس لئے تیار کیا ہے کہ جب روسی فوجیں افغانستان سے راہ فرار اختیار کریں 'تو یہاں پاکستان کی حامی اسلامی حکومت کے بجائے ایسی سیکولر حکومت قائم ہو جس کا رشتہ پاکستان سے کٹا ہوا ہو 'وہ امریکہ کی دست نگر ہو 'اور روس کے لئے بھی قابل قبول ہو ___ اس نام نہاد سمجھوتے کے تحت امریکہ تو مجاہدین کو اگر اسلحہ دینا چاہے دے سکے گا 'لیکن پاکستان پر یہ پابندی عائد ہوتی ہے کہ وہ مجاہدین کی کسی قسم کی امداد یا حمایت نہیں کرے گا 'انہیں فوراً پاکستان سے نکل جانے پر مجبور کرے گا 'اور اپنی سرزمین میں کسی ایک مجاہد کا وجود بھی ایک لمحہ کیلئے برداشت نہیں کرے گا۔ اپنے ذرائع ابلاغ کو پابند کرے گا کہ ان کی حمایت میں ایک لفظ بھی منہ یا قلم سے نہ نکال سکیں۔ روسی فوج اور افغانستان کی کٹھ پتلی کمیونسٹ حکومت سے جنگ مجاہدین لڑیں گے 'مگر فتح کے بعد یہاں حکومت مجاہدین کی نہیں 'بلکہ ''وسیع تر نمائندگی کی بنیاد'' پر قائم ہو گی ' بالفاظ دیگر ان لوگوں کی حکومت ہو گی جن سے امریکہ اور روس دونوں راضی ہوں۔ اس لئے مجاہدین نے اس سمجھوتے پر دستخط ہونے سے پہلے ہی اسے یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا ہے کہ :

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو' پرواز میں کوتاہی

امریکی اسٹینگر میزائل

اب سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے امریکہ نے ایک طرف تو مجاہدین کو "اسٹینگر میزائل" فراہم کئے، جن سے بلاشبہ روسی طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کو شکار کرنا بہت آسان ہوگیا، چنانچہ صرف اس ڈیڑھ سال کے عرصہ میں مجاہدین تقریباً ۳۴۵ روسی طیارے اور ہیلی کاپٹر تباہ کرچکے ہیں، اور کمیونسٹوں کے ہوائی حملوں سے ایک حد تک تحفظ مل گیا ہے، لیکن ٹھیک اسی زمانہ میں جبکہ یہ میزائل مجاہدین کو دیئے جارہے تھے، امریکہ نے "جنیوا مذاکرات" کا جال از سر نو پھیلانے، مجاہدین کی متوقع حکومت کے خلاف روس کو اپنے ساتھ ملانے، اور مجاہدین اور پاکستان پر ہر ممکن دباؤ ڈال کر "جنیوا سمجھوتے" پر دستخط کروانے کیلئے کٹر یہودی "آرمنڈ ہیمر" کی خدمات حاصل کیں، جس کا اصلی وطن روس ہے، مگر زندگی امریکہ میں گذری ہے، یہ "آرمنڈ ہیمر" عالمی یہودی تنظیم "انٹرنیشنل جیوری" کا ممتاز رکن ہے اور امریکہ، روس اور اسرائیل میں نمایاں اثر ورسوخ رکھتا ہے، امریکی صدر ریگن، اور روسی جنرل سیکریٹری گورباچوف اس کے ذاتی دوست ہیں۔ اس کا مضمون نیویارک ٹائمز میں ۴ جون ۱۹۸۸ء کو شائع ہوا ہے، جس میں اس نے اپنی ان کوششوں کا انکشاف کیا ہے، جو اس نے "جنیوا سمجھوتے" کو وجود میں لانے کیلئے انجام دیں۔ اس مضمون کے اہم اقتباسات ہفت روزہ "تکبیر" کراچی مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئے ہیں۔ ایک اقتباس میں صراحت ہے کہ اس نے اپنی کوششوں کا آغاز فروری ۱۹۸۷ء میں کیا تھا۔ (یہ تقریباً وہی زمانہ ہے جب امریکہ کی طرف سے اسٹینگر میزائل مجاہدین کو فراہم کئے جارہے تھے) اپنے بیان کے مطابق وہ ان کوششوں کے سلسلہ میں صرف ۱۴ ماہ کے عرصہ میں چھ مرتبہ پاکستان آیا، جہاں اس نے پاکستان کے اعلیٰ ترین حکام سے ملاقاتیں کیں، اس کے علاوہ وہ "افغان چھاپہ ماروں" (اس نے مجاہدین کیلئے یہی لفظ استعمال کیا ہے) سے بھی ملا، واشنگٹن اور ماسکو میں کئی بار آیا گیا، جہاں اس کی

ملاقاتیں اعلیٰ ترین حکام سے ہوتی رہیں۔

امریکی منافقت اور مجاہدین کا جواب

خلاصہ یہ کہ جس وقت امریکہ ' مجاہدین کو اسٹینگر میزائل دے کر افغانستان سے روسی فوجوں کے بھاگنے کی رفتار بڑھانے کا سامان کر رہا تھا' اسی وقت وہ مجاہدین پر بھی عرصہ حیات تنگ کرنے کے لئے اپنی تہ درتہ سازشوں کا آغاز کرچکا تھا۔ اس مقصد کیلئے امریکہ اور روس دونوں نے مل کر پاکستان کو مجبور کیا کہ وہ "جنیوا سمجھوتے" پر دستخط کر دے ___ یہ ہے وہ امریکی امداد 'جس کا اتنا چرچا ہے ___

تاک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سود خوار
جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زور پلنگ

جناب انجینئر احمد شاہ جن کو افغانستان کی تمام مجاہد تنظیموں نے متفقہ طور پر افغانستان کی مجوزہ عبوری حکومت کا صدر منتخب کیا ہے 'حال ہی میں ان کا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے 'اس میں صحافی نے ان سے سوال کیا کہ آپ حضرات کی طرف سے جنیوا سمجھوتے کو مسترد کئے جانے کے نتیجہ میں اگر امریکہ نے امداد بند کر دی تو آپ کیا کریں گے؟

انہوں نے جواب دیا کہ پہلی بات اور اصل بات تو یہ ہے کہ ہم نے یہ جہاد کسی انسانی یا امریکی امداد کے بھروسہ پر نہیں 'بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر شروع کیا تھا' چنانچہ دو سال تک ہمیں کوئی امریکی امداد نہیں ملی 'ہم محض اللہ تعالیٰ کی مدد سے بر سرپیکار رہے ' امریکی امداد تو دو سال کے بعد آنا شروع ہوئی۔ آئندہ بھی اگر امریکہ نے امداد بند کر دی تو ہمیں اس کی فکر نہیں 'کیونکہ جب تک ہمارا جہاد محض اللہ کے دین کی سربلندی کیلئے اخلاص کے ساتھ جاری رہے گا 'اللہ تعالیٰ کی امداد ہمیں ملتی رہے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس جہاد نے ہمیں دشمن سے اسلحہ چھیننے کا فن خوب

سکھا دیا ہے ۔لہٰذا جب تک روسی فوجیں یا ان کا اسلحہ افغانستان میں موجود ہے 'انشاءاللہ ہمیں اسلحہ کی کوئی کمی پیش نہیں آئے گی ۔

تیسری بات یہ ہے کہ مجاہدین کی تعداد کم و بیش پانچ لاکھ ہے 'پانچ لاکھ کی یہ عظیم فوج جو ۹ سال سے ایک سپر طاقت کے ساتھ مسلسل نبرد آزما ہے 'اس نے جدید ترین ہتھیاروں کے استعمال میں بھی مہارت حاصل کرلی ہے 'اور اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب نصرت و حمایت کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر رہی ہے ۔ ۵ لاکھ کی ایسی جنگ جو 'تجربہ کار 'اور ایمان ویقین سے سرشار فوج 'اس وقت دنیا کے کسی بھی ملک کے پاس موجود نہیں ــــ اس لئے ہم ''جنیوا سمجھوتے'' کو تسلیم نہیں کریں گے 'اور مکمل فتح تک جہاد کو انشاءاللہ ہر صورت میں جاری رکھیں گے ۔

خدا کے پاک بندوں کو' حکومت میں' غلامی میں
زرہ کوئی' اگر محفوظ رکھتی ہے' تو استغنا

پاک افغان سرحد پر قصبہ ''بگڑ'' میں ہم مجاہدین کے جس مرکز میں رات گذارنے کیلئے ٹھہرے ہوئے تھے' یہ اگرچہ پاکستان کے آزاد قبائلی علاقے ''جنوبی وزیرستان'' میں واقع ہے 'اور آزاد قبائل ''جنیوا سمجھوتے'' کو پہلے ہی مسترد کر کے صاف کہہ چکے ہیں کہ یہ سمجھوتہ ہم پر لاگو نہیں ہوگا 'اور ہم پورے افغانستان میں مجاہدین کی حکومت قائم ہونے تک ان کی ہر قسم کی امداد جاری رکھیں گے 'لیکن مجاہدین نے بتایا کہ اگر پاکستان خدانخواستہ اس سمجھوتے پر دستخط کرنے پر کسی وجہ سے مجبور ہوگیا 'تو ہم یہ مرکز اور مجاہدین کے تمام مراکز یہاں سے فی الفور افغانستان منتقل کرلیں گے 'جس کے انتظامات تیزی سے کیئے جارہے ہیں ۔

روس کے ۳ جاسوس قیدی

یہیں روسی فوج کے تین افغانی جاسوس اور تخریب کار بھی قید تھے، جنہیں مجاہدین نے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا تھا، ہم سے ملاقات کرانے کیلئے انہیں کوٹھڑی سے ہتھکڑی لگاکر نکالا گیا۔ان میں سے ایک کی گرفتاری اس طرح عمل میں آئی تھی کہ یہ ”ارغون“ کی روسی چھاؤنی سے ایک گدھے پر سوار ہوکر نکلا، جس پر ایک بوری بھی لدی ہوئی تھی، گشتی ڈیوٹی کے مجاہدین نے روک کر تلاشی لی، بوری سے بہت سے پاکستانی اور افغانی نوٹ اور اہم خفیہ دستاویزات برآمد ہوئیں، جن سے کئی اور جاسوسوں کے نام بھی ملے، بالاخر اس نے اقرار کرلیا کہ یہ سب چیزیں وہ ان جاسوسوں کے پاس لے کر جارہا تھا جو مجاہدین کے روپ میں مجاہدین ہی کے ساتھ رہتے ہیں، اسی کی نشاندہی اور دستاویزات کی مدد سے مولانا ارسلان رحمانی کے مرکز سے اس کے بقیہ دونوں ساتھیوں کو پکڑا گیا۔ان میں سے ایک کے پاس سے، جو مولانا رحمانی کا اس جہاد میں دست راست بنا ہوا تھا، ایک خطرناک قسم کا زہر برآمد ہوا، اور اس نے بتایا کہ یہ روسیوں نے مولانا ارسلان رحمانی کو قتل کرنے کیلئے حال ہی میں بھیجا تھا۔ہمارے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میرا ارادہ قتل کرنے کا نہیں تھا، بلکہ میں نے روسیوں کو دھوکہ دینے، اور ان کے راز حاصل کرنے کیلئے بہت عرصے سے ان سے سازباز کر رکھی تھی، ہم نے پوچھا کہ پھر تم نے اپنے امیر ”مولانا رحمانی“ کو اپنا منصوبہ کیوں نہیں بتایا؟ اور ان سے اجازت کیوں نہیں لی؟ تو اس پر اس کی آنکھیں جھک گئیں اور جھکی ہی رہ گئیں۔

یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری
تری آنکھوں میں بے باکی نہیں ہے

مجاہدین کی شرعی عدالتیں

ہمیں بتایا گیا کہ مجاہدین نے افغانستان کے جو علاقے آزاد کرالئے ہیں' وہاں مستند علماء کرام پر مشتمل شرعی عدالتیں قائم کر دی ہیں' جو ہر قسم کے مقدمات کا فیصلہ شرعی ضوابط کے تحت کرتی ہیں' ملزم کو اپنی صفائی کے پورے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں' قیدیوں کو کھانا بھی وہی دیا جاتا ہے' جو مجاہدین کھاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان تین قیدیوں کا مقدمہ بھی افغانستان میں ایک عدالت کے سپرد ہے' جو عنقریب سماعت مکمل کر کے فیصلہ کرنے والی ہے۔

کلاشنکوف اور اسکی تربیت

رات کے کھانے' اور عشاء کی نماز کے بعد ہمیں ایک ایک کلاشنکوف رجسٹر میں درج کر کے دیدی گئی' ہر کلاشنکوف کے ساتھ گولیوں سے بھری ایک ایک میگزین لگی تھی' ایک میگزین میں بیک وقت تیس گولیاں آجاتی ہیں' جو تھری ناٹ تھری رائفل کی گولیوں سے بڑی ہوتی ہیں۔ مزید تین تین بھری ہوئی میگزینیں بھی احتیاطاً ہر ایک کو دی گئیں' جو ایک فوجی طرز کے سینہ بند کی ۳ جیبوں میں رکھی ہوئی تھیں' موٹی زین کے یہ سینہ بند' میگزینیں رکھنے ہی کیلئے بنائے جاتے ہیں' ان میں لگی ہوئی مضبوط پٹیوں کو گردن اور مونڈھوں میں اس طرح ڈالا جاتا ہے کہ تینوں جیبیں' سپاہی کے سینہ سے لگی رہتی ہیں' جب کلاشنکوف میں لگی ہوئی میگزین کی سب گولیاں استعمال کر لی جاتی ہیں' تو اس کی جگہ کلاشنکوف میں دوسری میگزین لگا دی جاتی ہے' وہ بھی ختم ہو جائے تو تیسری اور پھر چوتھی میگزین لگائی جاتی ہے۔

یہ کلاشنکوفیں اور میگزینیں احتیاطاً اس لئے دی گئی تھیں کہ صبح کو ہمارا قافلہ افغانستان میں داخل ہونے والا تھا' اور ارغون تک پہنچنے کیلئے کئی گھنٹہ کا سفر افغانستان ہی کی

سرزمین میں کرنا تھا' راستہ کا علاقہ بھی اگرچہ مجاہدین آزاد کرا چکے ہیں' اور اب روسی ہیلی کاپٹر اس علاقے میں آنے کی جرات نہیں کرتے' لیکن مجاہدین غیر متوقع طور پر ان کے آجانے کے امکان کو کسی وقت نظر انداز نہیں کرتے۔ چنانچہ انہوں نے ہم سب کو کلاشنکوف کی ضروری تربیت بھی اسی وقت دی' جس میں اسے کھول کر صاف کرنے' پھر جوڑنے' بھرنے' اور چلانے کے طریقے سکھائے گئے۔ نشانہ بازی کی مشق ارغون پہنچ کر کرنی تھی۔ مجھے بندوق' ریوالور اور تھری ناٹ تھری رائفل کی تو کچھ مشق پہلے سے ہے' اور وقفوں وقفوں سے بحمداللہ جاری بھی رہتی ہے' مگر کلاشنکوف صرف دور سے دیکھی تھی' استعمال کی نوبت یہیں آئی' اور یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس کا وزن عام رائفلوں سے کم' اور استعمال بہت آسان اور زیادہ قابل اعتماد ہے۔ اس میں ایک خوبی یہ ہے کہ میگزین میں بھری ہوئی تیس گولیوں کو الگ الگ ایک ایک فار کر کے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے' اور چاہیں تو یکبارگی ایک ہی فائر میں تیس کی تیس گولیوں کی باڑھ بھی ماری جاسکتی ہے۔

تکان اور شدید سردی کے باعث گرم کمرے سے باہر نکل کر چہل قدمی کی ہمت نہیں ہورہی تھی' مگر معمول پورا کرنے کیلئے گرم چترالی جبہ ___ جو کراچی سے ساتھ لایا تھا ___ پہن کر باہر نکلا' تو معلوم ہوا کہ کچھ مجاہدین اسی وقت ارغون جارہے ہیں' ان میں بعض وہ مجاہدین بھی تھے' جو ہمارے ساتھ دو روز کا سفر کر کے آج شام ہی یہاں پہنچے تھے' یہ حضرات' دھار دار برفانی ہواؤں' کہسار کے گھٹا ٹوپ اندھیرے اور پراسرار سناٹے کی پروا کئے بغیر کھلی پک اپ میں روانگی کیلئے سراپا شوق تھے' انہیں رخصت کر کے دیر تک ان کی انتھک ادائیں آنکھوں میں گھومتی رہیں' یوں لگا جیسے شاعر مشرق نے انہی کے ذوق سفر کو دیکھ کر کہا ہو کہ

تو رہ نورد شوق ہے' منزل نہ کر قبول
لیلی بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول



دو عدد کلاشنکوف، گولیاں اور دوسرا سامان جنگ



اینٹی ایئر کرافٹ

اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

کمرے میں واپس آیا تو سب ساتھی سو چکے تھے، میری حالت تقریباً بیس سال سے یہ ہے کہ انتہائی تکان کے باوجود بھی رات کو نیند کبھی ایک دو بجے سے پہلے نہیں آتی، مگر یہ بھی جہاد ہی کی برکت سمجھتا ہوں کہ آج بیس سال میں پہلی بار ۱۱ بجے لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔

پیر-۱۶ شعبان ۱۴۰۸ھ - ۴ / اپریل ۱۹۸۸ء

بھرپور نیند کے بعد آنکھ کھلی تو اذان کی دلکش آواز صبح نو کا مژدہ سنا رہی تھی، اسی مرکز کا کوئی مجاہد خدا جانے دل کی کس گہرائی سے اذان دے رہا تھا، شاعر مشرق نے شاید ایسی ہی اذان کے بارے میں کہا تھا کہ

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

نماز اور ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر تقریباً ۹ بجے ہمارا قافلہ تین جیپوں میں روانہ ہوا، قصبہ "دمگر" کی آبادی سے گذرتے ہوئے باہر نکلے تو یہاں بھی مجاہدین کے کئی مراکز ملے، بعض مراکز میں مجاہدین وردیوں میں ملبوس پریڈ کرتے نظر آئے، جن کے دمکتے ہوئے سرخ و سفید چہرے داڑھیوں کے نور سے آراستہ تھے ـــــ اس پورے سفر میں یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ کوئی مجاہد، داڑھی نہیں منڈاتا، نماز روزے کی پابندی ان کا شعار ہے، شریعت پر عمل کی فکر نمایاں نظر آتی ہے۔

افغانستان کے صوبہ "پکتیکا" میں

شمال مغرب کی طرف کچے پہاڑی راستہ پر تقریباً ۱۵ منٹ چلنے کے بعد ایک قصبہ

""انگوراڈہ"" آیا' کوئی کہتا تھا یہ پاکستان میں ہے 'اور افغانستان کی حدود اس کے متصل بعد شروع ہوتی ہیں 'اور کوئی اسے افغانستان کا حصہ بتاتا تھا' یقینی بات معلوم نہ ہوسکی 'البتہ یہاں بیشتر لوگ افغانستان ہی کے نظر آئے' دکانوں اور ہوٹلوں کے بورڈ بھی اکثر پشتو یا فارسی زبان میں تھے 'کوئی فوجی یا سرحدی چوکی بھی ایسی نہ ملی جس سے معلوم ہوسکے کہ کہاں سے پاکستان کی حدود ختم ہوکر افغانستان کا علاقہ شروع ہوگیا ہے؟ یہاں سکہ پاکستان کا چلتا ہے 'اگرچہ افغانی بھی قبول کرلیا جاتا ہے۔ مجاہدین نے بتایا کہ افغانستان کا اسی فیصد علاقہ جو آزاد ہوچکا ہے 'اس میں ہر جگہ دونوں سکے چلتے ہیں 'بلکہ پاکستانی سکہ کو زیادہ وقعت حاصل ہے۔

بستی کے ایک کنارے تینوں جیپیں روک کر ہمارے میزبان مجاہدین' بازار سے ضرورت کی اشیاء خریدنے چلے گئے 'کیونکہ آگے ارغون تک کا سارا علاقہ اگرچہ آزاد ہوچکا ہے لیکن راستہ میں اب کوئی ایسی بستی باقی نہیں رہی جہاں سے اشیاء ضرورت مل سکیں' کمیونسٹوں نے اپنے تسلط کے دور میں اکثر بستیوں کو کھنڈر کر ڈالا ہے 'ان کے جو مکین زندہ بچ رہے' وہ یا تو جہاد میں مختلف محاذوں پر مشغول ہیں' یا ہجرت کرکے پاکستان جاچکے ہیں۔ ارغون کے مرکز مجاہدین کیلئے بھی سامان ""انگوراڈے"" یا ""بگر"" ہی سے خریدا جاتا ہے۔ مجاہدین کی خواہش تھی کہ ہم جیپوں ہی میں بیٹھے رہیں 'کیونکہ یہاں دشمن کے جاسوس بھی ہوتے ہیں' جو یہاں سے غیر معمولی نقل وحرکت کی مخبری وائرلیس کے ذریعہ ارغون کی روسی چھاؤنی کو کرنے پر مقرر ہیں۔

مجاہدین ہماری آمد کو روسی چھاؤنی سے اس لئے مخفی رکھنا چاہتے تھے کہ آگے ارغون میں مجاہدین کے مرکز سے ذرا پہلے ہمیں ایک ایسے علاقے سے گذرنا تھا جو دشمن چھاؤنی کی دور مار توپوں کی زد میں ہے' دشمن کو اس قافلے کی خبر پہلے سے مل جائے تو اس کی طرف سے گولہ باری کا قوی اندیشہ تھا۔

تقریباً ایک گھنٹہ بعد تینوں جیپیں پھر شمال مغرب کی طرف روانہ ہوگئیں۔

انگوراڈہ سے نکلتے ہی ہم یقینی طور پر افغانستان میں داخل ہو چکے تھے' اور افغانستان کا صوبہ ''پکتیکا'' شروع ہو گیا تھا۔ یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ افغانستان کا ایک صوبہ ''پکتیا'' ہے' جو ایک بڑا صوبہ تھا' کمیونسٹوں نے اپنے تسلط کے دوران اسے تقسیم کر کے دو صوبے بنا دیئے' ایک کا نام حسب سابق ''پکتیا'' رہا' اور دوسرے کا نام ''پکتیکا'' ہو گیا۔ ''ارغون'' جہاں ہم جا رہے تھے' صوبہ ''پکتیکا'' کے ایک ضلع کی حیثیت رکھتا ہے' اس صوبے کا مرکزی شہر ''شرنہ'' یا ''شرانہ'' ہے' جس کے ایک خونیں معرکہ کا حال مولانا ارشاد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے واقعہ میں پیچھے بیان ہوا ہے۔ اب اس صوبہ کے یہی دو شہر اور ان کی چھاؤنیاں دشمن کے قبضہ میں رہ گئی ہیں' باقی پورا صوبہ آزاد ہو چکا ہے۔

انگوراڈے تک سرسبز و شاداب کہسار تھا' وہاں سے نکلتے ہی میدانی علاقہ شروع ہو گیا' جس میں ہر طرف ویرانی ہی ویرانی نظر آئی' فاصلے فاصلے سے کئی گاؤں بھی راستہ میں ملے' مگر سب اجڑے ہوئے' ویران' اور شکستہ حال' کسی کسی گاؤں میں سارے مکان سالم نظر آئے' لیکن آبادی کا یہاں بھی نام و نشان نہ تھا' ان کے مکین خدا جانے اب کہاں اور کس حال میں ہوں گے؟ ____ پہاڑی ندیوں سے آنے والے پانی کی یہاں بھی کمی نہیں' آثار سے معلوم ہوتا تھا کہ چند سال پہلے یہاں بھی لہلہاتی کھیتیاں اور سرسبز باغات تھے' جو اسی پانی سے سیراب ہوتے تھے' مگر اب ان کھیتیوں کے صرف دھندلے سے نشانات کہیں کہیں باقی رہ گئے ہیں' کہیں کہیں کچھ درخت اب بھی قطاروں میں کھڑے نظر آئے جو اپنے رکھوالوں کو ترستے ترستے پیلے پڑ چکے تھے' شمال مغرب کے پہاڑی سلسلہ سے آنے والا یہ زرخیز پانی بھی اب کسمپرسی کے عالم میں ادھر ادھر اس طرح بہہ رہا تھا جیسے یہ پوری سرزمین بے اختیار آنسو بہا رہی ہو۔ کاش اس سے کوئی پوچھ سکتا کہ

اے آبشار نوحہ گر از بہر کیستی؟
سر را بہ سنگ می زنی و می گریستی؟

افغانستان کی سرزمین میں سفر کرتے ہوئے تاریخ کے نہ جانے کتنے[1] ورق نگاہ تصور میں کھلتے چلے گئے، حضرت عبداللہ بن عامر اور حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہما کی شجاعت اور دینی غیرت وحمیت، اور محمود غزنوی اور ابدالی کے جاہ وجلال کی داستانیں حافظے میں سنائی دینے لگیں۔

دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمی محفل کی یاد
جل چکا حاصل، مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

تقریباً ایک گھنٹہ تک میدانی علاقے میں چلنے کے بعد تینوں جیپیں پھر پہاڑی سلسلہ کے پیچ وخم میں داخل ہوگئیں، یہ جیپیں کرایہ پر لی گئی تھیں، ڈرائیور افغانی مسلمان

---

[1] ۲۳ ھ میں موجودہ افغانستان کے تمام شمالی اور مغربی علاقے، اور کچھ جنوبی اور مشرقی علاقے بھی فاروق اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اسلام کے زیرنگین آچکے تھے، جن میں ہرات، مرو (بالا مرغاب)، بلخ، جوزجان، بامیان، طالقان، فاریاب، تخار، سیستان (سجستان ــــ قندھاروزرنج) خاص طور سے قابل ذکر ہیں ــــ افغانستان کے بقیہ تمام علاقے جن میں کابل اور غزنی بھی شامل ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت (۲۵ ھ تا ۳۵ ھ) میں فتح ہوئے۔
کابل کو سب سے پہلے ۲۵ ھ میں نوجوان صحابی حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح کیا جو بصرے کے حاکم تھے، اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال تھی، جب ان کی ولادت ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحنیک فرمائی تھی۔ کابل کی فتح کے بعد جب ان کا لشکر واپس چلا گیا تو یہاں بغاوت ہوگئی، اور کابل کی حکومت ۵ سال کیلئے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئی۔ امیرالمومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کابل کو دوبارہ حملہ کرکے فتح کیا، اور اس کے فوراً بعد غزنی کو بھی فتح کرلیا، ان کے ساتھ امیرالمومنین نے مشہور تابعی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور فقہائے کرام کی ایک جماعت کو بھی بھیجا تھا، تاکہ یہاں اسلامی احکام کی ترویج واشاعت اور اسلامی قوانین کی تنفیذ کی جائے ــــ ان کی واپسی کے کچھ عرصہ بعد کابل میں پھر بغاوت ہوگئی، جسے کچلنے کیلئے ۴۳ ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو روانہ کیا، انہوں نے آس پاس کی شورشیں کچلنے کے بعد کابل کو ازسرنو ۴۴ ھ میں منجنیقوں کی مدد سے فتح کیا۔ اس فتح کے دوران ایک برگزیدہ صحابی حضرت ابورفاعہ تمیم بن اسیدالعدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کابل میں جام شہادت نوش کیا، وہیں ان کا مزار ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہاں شہید ہونے والے صحابی "حضرت ابوقتادہ العدوی" تھے (الاصابہ ص ۷۰ ج ۴) افغانستان میں ظہور اسلام کی مفصل تاریخ اور یہاں کی عظیم علمی ودینی شخصیات کے حالات کیلئے دیکھئے "ڈاکٹر محمد علی البار" کی کتاب "افغانستان من الفتح الاسلامی الی الغزو الروسی" (ص ۹۰ تا ۱۰۲۔ و ۳۴۵ تا آخر کتاب) نیز دیکھئے "دائرۃ المعارف الاسلامیہ اردو" (ص ۹۵۱ تا ۹۵۴)۔ رفیع

تھے، مگر ان بے چاروں میں جہاد کی سرگرمیوں سے کوئی دلچسپی نظر نہ آئی، انہیں ہر وقت اپنی جیپوں کو، جو ان کا واحد ذریعہ معاش ہیں، دشمن کے ہیلی کاپٹروں اور توپوں سے بچائے رکھنے کی فکر دامن گیر تھی۔

انہوں نے یہاں پہنچ کر ہیلی کاپٹروں کے موہوم خطرے کے باعث اس راستے کو چھوڑ دیا جس سے مجاہدین کی آمد و رفت رہتی ہے، وہ راستہ بھی اگرچہ کچا اور پہاڑی پیچ و خم سے پر ہے، لیکن اس سے ارغون تک کی مسافت صرف ساڑھے تین گھنٹے میں طے ہو جاتی ہے، اس کے بجائے انہوں نے پہاڑی جنگلوں میں اپنی اٹکل سے چلنا شروع کر دیا جہاں کسی قسم کا راستہ سرے سے تھا ہی نہیں، ہمارے میزبان مجاہدین نے لاکھ سمجھایا کہ اب یہاں عرصے سے کوئی ہیلی کاپٹر نہیں آتا، مگر وہ جنگلوں میں چھپ چھپ کر ہی چلنے پر مصر رہے۔ کچھ آگے جاکر انہوں نے مزید احتیاط کے لئے جیپیں ایک تنگ پہاڑی نالے میں چلانی شروع کر دیں جس میں پانی اگرچہ کم تھا اور کہیں پانی کی بجائے صرف نمی تھی، مگر یہاں پیچ و خم اور زیادہ تھے، جیپیں بار بار ندی میں دھنس دھنس کر ہنڈولے کی طرح جھولتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں، کہیں پانی تیز آجاتا تو جیپوں کو مجبوراً نالے سے نکال کر دائیں بائیں کے ٹیلوں پر چلانا پڑتا، پھر جہاں پانی کم نظر آیا نالے میں چلنے لگتیں۔ مجھے تو کمر کی تکلیف کے باعث ڈرائیور کے برابر والی سیٹ پر بٹھا دیا گیا تھا، مگر پیچھے کی دونوں لمبی سیٹیں جو دائیں بائیں جیپ کی دیوار کے ساتھ بنائی گئی تھیں، ان پر بیٹھے ہوئے رفقاء کا جھولتے جھولتے برا حال ہو رہا تھا، میں وہاں ہوتا تو کمر چند ہی جھٹکوں میں دوہری ہو چکی ہوتی۔ اسی لئے اگلی سیٹ پر ندامت کے ساتھ دم سادھے بیٹھا رہا۔ ایک جیپ دو مرتبہ دلدل میں ایسی پھنسی کہ اسے موٹی رسی باندھ کر دوسری جیپ کی مدد سے کھینچ کر نکالا گیا۔ لیکن شوق جہاد میں راستہ کی یہ صعوبتیں بھی ولولہ انگیز تھیں، اور ایسی پر کیف کہ آج بھی یاد آتی ہیں۔

بقول حضرت مرشد عارفی رحمۃ اللہ علیہ

کچھ تقاضائے جنون جستجو ہی دل میں ہے
کیا کشش ورنہ، طلسم جادہ و منزل میں ہے

کئی گھنٹے کی اس ریاضت کے بعد ڈیڑھ بجے ایک چھوٹا سا قصبہ یا گاؤں "رباط" آیا، جس میں دور سے کچھ آبادی بھی نظر آئی، معلوم ہوا کہ یہاں چھوٹے چھوٹے ہوٹل بھی ہیں، مگر جیپیں اس سے کترا کر ایک پہاڑی کے دامن میں ندی کے کنارے جاکر رکیں، جیپوں سے باہر آکر یہاں کا کھلا منظر، اور سخت سردی میں ہر طرف چمکتی ہوئی دھوپ بڑی ہی اچھی معلوم ہوئی، ساتھ ہی یہ خوش خبری ملی کہ اب ارغون کے مرکز مجاہدین تک صرف دو گھنٹے کی مسافت رہ گئی ہے۔

جس قدر تھکتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں قدم
اعتبار قرب منزل اور بڑھتا جائے ہے
(حضرت عارفی)

یہاں کی نشاط انگیز فضا میں چند قدم چل کر، اور ندی کا انتہائی شفاف ٹھنڈا پانی پی کر چند ہی منٹ میں تھکن کا احساس جاتا رہا۔ سب نے وضو کیا، اور اذان دے کر نماز ظہر باجماعت ادا کی، پروگرام کے مطابق ہمیں ڈیڑھ بجے تک ارغون کے مرکز پہنچنا تھا، وہیں نماز ظہر پڑھ کر دوپہر کے کھانے کا انتظام تھا، لیکن راستہ کی تبدیلی کے باعث دو بہیں بج گئے، اور بھوک محسوس ہونے لگی، کچھ بھنے ہوئے چنے اور گڑ جو انگوراڈے سے احتیاطاً خرید لئے گئے تھے، سب ساتھیوں میں تقسیم کر دیئے گئے ___ تینوں جیپیں پھر شمال مغرب کو روانہ ہوگئیں۔

وادی ارغون میں

یہاں سے وادی ارغون تک کا سفر پہاڑی جنگلوں میں ہوا، یہ ٹیلے زیادہ تر موٹی بجری اور مٹی کے تھے، پیچھے کی طرح سنگلاخ نہیں تھے، اس لئے رفتار نسبتاً تیز ہوگئی۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک اسی جنگل کے پیچ وخم میں اونچے نیچے ٹیلوں پر چلنے کے بعد جیپ ایک اور ٹیلے پر چڑھی، تو آگے کچھ نشیب میں، ایک بہت طویل وعریض وادی، جو چاروں طرف سے

کہساروں میں گھری ہوئی ہے، سامنے آگئی، اس کی لمبائی شمالاً جنوباً کم از کم بیس کلو میٹر، اور چوڑائی شرقاً غرباً کم از کم ۵ کلو میٹر ہوگی، ڈرائیور نے مژدہ سنایا کہ یہی "وادی ارغون" ہے۔ ہم اس میں جنوب مشرقی کہسار سے اترنے والے تھے، وادی کے اس پار شمال مغرب میں پہاڑوں کے دامن میں قدرے بلندی پر مجاہدین کے مراکز جھٹ پٹے نظر آرہے تھے۔ تین روز کے صبر آزما سفر کے بعد سامنے منزل دیکھ کر شوق کی پر کیف لہریں جسم کے رگ وپے میں دوڑنے لگیں۔

دل کو تپش شوق کی یہ لذت پیہم
مل تو گئی لیکن، بڑی مشکل سے ملی ہے
(حضرت عارفی)

اس وادی کے شمال میں یہاں سے تقریباً بیس کلو میٹر دور، فلک بوس پہاڑ برف سے چمک رہے تھے، انہی پہاڑوں کے دامن میں وادی کے کنارے ارغون شہر اور اس کی قلعہ بند روسی چھاؤنی ہے، یہ دونوں اردگرد کے جنگلوں اور باغات کے باعث یہاں سے نظر نہیں آتے، اسی طرف چھاؤنی سے کچھ پہلے، یعنی ہم سے تقریباً گیارہ کلو میٹر کے فاصلے پر روسیوں کی بڑی مضبوط زمین دوز چوکی (پوسٹ) "زامہ خولہ" ہے، جو انہوں نے ارغون شہر اور چھاؤنی کو مجاہدین کی یلغار سے بچانے کیلئے تین چار سال پہلے تعمیر کی ہے۔ زامہ خولہ اور چھاؤنی کے درمیان اور بھی کئی فوجی چوکیاں اسی مقصد کیلئے بنائی گئی ہیں۔ زامہ خولہ میں دشمن کے ٹینک اور توپیں ہر وقت چوکس رہتی ہیں، جو تقریباً بیس کلو میٹر تک گولہ باری کر سکتی ہیں، چنانچہ یہ پوری وادی ان کی زد میں ہے، اور کمیونسٹ فوجی اس وادی میں داخل ہونے والی ہر گاڑی پر ____ جو عموماً مجاہدین ہی کی ہوتی ہے ____ گولہ باری کرتے رہتے ہیں۔ مگر مجاہدین کی گاڑیاں شب وروز اس وادی کو عبور کرتی ہیں، یہ توپیں آج تک کسی کو نشانہ نہیں بنا سکیں۔

ابھی ہم پہاڑی ٹیلوں سے نکل کر وادی میں نہ اترے تھے کہ چند کچے مکانوں

کے باہر دو چار مقامی باشندے کھڑے نظر آئے، وہ ہم سے کچھ کہنا چاہتے تھے، جیپیں ان کے پاس روک دی گئیں، انہوں نے شمال کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ وہاں ابھی کسی ہیلی کاپٹر کے آثار محسوس ہوئے ہیں، جو شاید سامنے کی جھاڑیوں میں اتر کر چھپا ہوا ہے، جیپیں مکانوں کی آڑ میں کھڑی کر کے ہم سب باہر نکل آئے۔ اسے دوربینوں سے تلاش کیا، بعض مجاہدین نے لیٹ کر زمین سے کان لگا کر اس کی آواز سننے کی کوشش کی، باقی حضرات نے اپنی اپنی کلاشنکوفیں تیار کر لیں۔ مگر چند منٹ کی چھان بین کے بعد غالب گمان یہی ہوا کہ مقامی باشندوں کو مغالطہ ہوا ہے۔ لیکن اس سے ہمیں اس خوف و ہراس کا اندازہ ہوا جو ہیلی کاپٹروں سے وہاں کے عوام میں پھیلا ہوا ہے۔ تکلیف دہ بات یہ ہوئی کہ اس مغالطے نے ہمارے ڈرائیوروں کو اور زیادہ محتاط بنا دیا، جیپیں روانہ ہوئیں تو اب وہ سیدھے مرکز مجاہدین کی طرف جانے کے بجائے، وادی میں اگی ہوئی جھاڑیوں کی اوٹ میں چلنے کیلئے دور دراز کے چکر کاٹنے لگیں، جس سے سخت کوفت ہوتی رہی، اور وادی کو عبور کرنے میں نصف گھنٹہ خرچ ہو گیا ـــــــ دشمن کی نظر شاید ہم پر نہیں پڑی تھی کوئی گولہ سرے سے آیا ہی نہیں۔

"دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است"

خانی قلعہ کے مرکز مجاہدین میں

وادی کو عبور کر کے ہم جیسے ہی اس مغربی کہسار میں داخل ہونے لگے جس میں مجاہدین کی مختلف تنظیموں کے مراکز ہیں، سامنے ایک پہاڑی کے دامن میں "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے جواں سال باوردی مجاہدین کا ایک مسلح دستہ جو پک اپ میں سوار تھا ہمارا منتظر نظر آیا۔ انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی نعرہ تکبیر کے ساتھ یکبارگی کلاشنکوفوں کے ہوائی فائر کئے، اور فوراً پک اپ میں آگے روانہ ہو گئے، ہماری جیپیں ان کی رہنمائی میں پیچھے پیچھے چلتی رہیں۔ پہاڑیوں کے پیچ و خم میں تقریباً دو فرلانگ تک بتدریج بلند ہوتی ہوئی کچی سڑک پر چلنے کے بعد جیپیں، اس مرکز کے چاق و چوبند مجاہدین کی دو رویہ قطار کے سامنے جا کر

رکیں۔"حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے مرکزی کمانڈر جناب زبیر احمد خالد صاحب نے بڑی گرمجوشی اور محبت سے استقبال کیا۔ اور سب سے والہانہ بغلگیر ہوئے۔ ساتھ ہی مجاہدین کی نہ جانے کتنی توپوں نے سلامی دی، جن کی پے درپے گرج سے پورا کہسار دیر تک لرزتا رہا۔ اور سچ پوچھئے تو پہلی گرج پر تو ___ جو بالکل اچانک تھی ___ ہم سب ہی نووارد دہل گئے تھے۔

دیکھ کر یہ رنگ عالم، دم بخود ہوں عارفی
جانے یہ کیا ہو رہا ہے، جانے کیا ہونے کو ہے؟

پھر جب ہم باوردی مجاہدین کی منظّم اور چاق و چوبند قطاروں میں سے گذر رہے تھے تو انہوں نے بھی کلاشنکوفوں کے فائر کر کے سلامی پیش کی۔ قطاروں سے آگے بڑھے تو سارے مجاہدین اپنے امیر کے حکم سے قطاریں توڑ کر ہم سے ملنے دوڑ پڑے۔ ان میں اکثر پاکستان کے دینی مدارس کے طلبہ تھے ___ پاکستان کے دینی مدارس میں مختلف صوبوں، اور دنیا کے مختلف ملکوں کے طلبہ زیر تعلیم رہتے ہیں، اس لئے یہاں بھی پاکستان کے مختلف صوبوں سمیت، کشمیر، ایران، افغانستان، برما، بنگلہ دیش اور آسٹریلیا وغیرہ کے طلبہ موجود تھے، جو حسب معمول اپنی سالانہ تعطیلات، یہاں جہاد اور تربیت جہاد میں لگانے آئے ہوئے تھے، اپنے اساتذہ کو یہاں دیکھ کر خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے، اکثر کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو، اور سب اپنے اساتذہ سے بغلگیر ہونے کیلئے بیتاب۔ عجیب جذباتی منظر تھا، جس کی خوشگوار یادیں شاید کبھی نہ بھلائی جاسکیں، اپنے ہونہار طلبہ کو اس دور افتادہ کہسار میں شاہین صفت مجاہدین کی حیثیت سے دیکھ کر ہماری بھی خوشی کی انتہا نہ تھی ___ طلبہ کے علاوہ کراچی اور پنجاب کے کئی فارغ التحصیل علماء، قراء اور عام شہری بھی ان مجاہدین میں شامل تھے، ان میں سے کئی حضرات نے تقریباً نوسال سے اپنی زندگیاں اس جہاد میں وقف کی ہوئی ہیں۔ سب ہماری آمد پر خوشی سے بے تحاشا نعرے لگا رہے تھے، جیسے کوئی بہت بڑا جشن منایا جارہا ہو۔

یہ غازی، یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تونے بخشا ہے ذوق خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحراء و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

مجاہدین کا یہ مرکز چند کشادہ سرسبز و شاداب ٹیلوں پر قائم ہے جو باہم ملے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک ٹیلہ پر "خانی قلعہ" نامی ایک چھوٹی سی حویلی ہمارے سامنے تھی، جس میں ان دنوں مجاہدین کی رہائش تھی، ان ٹیلوں کے مشرق میں وادی ارغون ہے جسے عبور کرکے ہم یہاں پہنچے تھے، اور شمال، جنوب اور مغرب میں سرسبز و شاداب پہاڑوں کا طویل پیچیدہ سلسلہ میلوں تک چلا گیا ہے، خانی قلعہ خود بھی ایک اونچے پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔

مجاہد کمانڈر زبیر احمد خالد صاحب جو کمانڈر کی پوری وردی میں ملبوس تھے، وہ اور ان کے رفقاء ہمیں لے کر حویلی کے چھوٹے سے کچے صحن میں داخل ہوئے جس کے دائیں بائیں اور سامنے لکڑیوں کی چھت والے کچے کمرے تھے، بائیں طرف کے کمروں کے آگے چھوٹا سائبان بھی تھا جس سے باورچی خانے کا کام لیا جارہا تھا۔ اوپر کی منزل میں صرف دائیں طرف ایک کمرہ تھا، اس تک پہنچنے کے لئے سامنے صحن کے کونے میں مٹی کی ایک ڈھلان بنی ہوئی تھی جس پر کہیں کہیں سیڑھی کی طرح کھانچے سے بنادیئے گئے تھے، اس طرح یہ ڈھلان ہی زینہ کا کام دیتی تھی ____ اس کمرے میں پہنچے تو پونے پانچ بج رہے تھے ____ یہاں دسترخوان بچھے دیکھ کر بھوک اور چمک اٹھی، دوپہر کا کھانا میزبانوں نے بھی ہمارے انتظار میں نہیں کھایا تھا ____ فوراً ہی کھانا آگیا۔

مجاہدین کا کھانا

ان مجاہد طلبہ نے شوربہ اور تقریباً ایک گز قطر کی بہت بڑی بڑی نہایت پتلی پتلی چپاتیاں بالکل ویسی ہی بنائی تھیں، جیسی بگڑ کے مرکز میں افغان مجاہدین نے پکا کر کھلائی تھیں،

پلاؤ جس کا تجربہ شاید انہوں نے پہلی بار کیا ہوگا' وہ بھی بے چاروں نے کسی طرح پکا ہی لی تھی۔ برتنوں کی قلت کے باعث شوربہ بڑے بڑے پیالوں میں' اور پلاؤ بڑی گہری پلیٹوں میں رکھا گیا' اور ایک ایک برتن میں کئی کئی ساتھی شریک ہوگئے' بھوک کی شدت اور پر مسرت ماحول میں کھانا بڑی لذت سے کھایا گیا____ معلوم ہوا کہ مجاہدین کے لئے ہر ہفتہ ایک گائے خرید کر ذبح کرلی جاتی ہے جو ایک دو دن کے لئے کافی ہوتی ہے' باقی دنوں میں گوشت کی بجائے ایک وقت آلو کی ورقیوں کا شوربہ' اور دوسرے وقت دال پکتی ہے____ مگر ہمیں دوروزہ قیام کے دوران دونوں وقت گوشت کا شوربہ ملتا رہا' جس میں بہت ساری بوٹیاں اتنی چھوٹی ہوتی تھیں کہ ہر بوٹی ایک نوالہ میں کھائی جاسکے۔

کھانے سے فارغ ہوتے ہی عصر کی نماز باجماعت ادا کی' اور سبز چائے (قہوہ) پی کر مولانا سعد تھانوی صاحب اور قافلے کے دیگر نوجوان ساتھی نشانہ بازی کی مشق کیلئے باہر چلے گئے' ان کی فائرنگ کی لگاتار آوازیں مغرب تک آتی رہیں۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب' حضرت مولانا سبحان محمود صاحب' اور مجھ سمیت کئی رفقاء اسی کمرے میں بیٹھے کمانڈر زبیر احمد صاحب اور ان کے ساتھیوں سے یہاں کے حالات معلوم کرتے رہے۔ ہمارا ارادہ نشانہ بازی کی مشق صبح کو کرنے کا تھا۔

مجاہدین کے مراکز

معلوم ہوا کہ اس حویلی کا مالک ایک افغانی مسلمان ہے' جنگ کے باعث اپنے بال بچوں کو بگڑ میں پہنچا کر یہ حویلی اور ملحقہ زمین اس نے عارضی طور پر مولانا ارسلان رحمانی کو دی ہوئی ہے' اور خود بھی مجاہدین کے ساتھ رہتا ہے۔ مولانا ارسلان رحمانی جو صوبہ پکتیکا کے مشہور جانباز عالم دین' اور صوبہ میں مجاہدین کے مرکزی کمانڈر ہیں' انہوں نے ازراہ نوازش یہ پورا مرکز' پاکستانی مجاہدین کی تنظیم "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے لئے خاص کیا ہوا ہے' اور خود افغان مجاہدین کے ساتھ برابر کے ایک اور مرکز میں رہتے ہیں____ افسوس کہ مولانا سے ملاقات نہ ہوسکی' وہ غزنی گئے ہوئے تھے____

ان کے مرکز کے مجاہدین بھی آج کل بہت کم تھے' کیونکہ شعبان میں پاکستان کے دینی مدارس کی سالانہ تعطیلات شروع ہوتے ہی یہاں مجاہد طلبہ کافی تعداد میں آگئے تو افغان مجاہدین کو بال بچوں کی خبرگیری کے لئے اپنے اپنے گھروں کو جانے کا موقع مل گیا۔ان کی واپسی تک یہاں بیشتر جنگی کارروائیاں انہی طلبہ نے سنبھالی ہوئی تھیں' اور اس علاقے کی کمان مولانا ارسلان رحمانی کی جگہ ''حرکۃ الجہاد الاسلامی'' کے نوجوان کمانڈر جناب زبیر احمد خالد کے پاس تھی۔حرکۃ الجہاد الاسلامی کا یہ مرکز ایک سادہ سی چھاؤنی کا کام دیتا ہے' یہاں مجاہدین کی رہائش اور اسلحہ کے ذخائر ہیں' اور یہیں مجاہدین کو فوجی تربیت دی جاتی ہے۔

دشمن کی ارغون چھاؤنی کی بڑی حفاظتی چوکی ''زامہ خولہ'' یہاں سے شمال میں چند کلو میٹر کے فاصلے پر ہے' جس پر ہمیں کل سہ پہر کو حملہ کرنا تھا' دشمن کی چھاؤنی اور حفاظتی چوکیوں پر نظر رکھنے' ان کے خلاف بروقت کارروائیاں اور حملے کرنے کے لئے ''حرکۃ الجہاد الاسلامی'' کا ایک مرکز ''زامہ خولہ'' کے قریب پہاڑوں میں ہے' اس جگہ کا نام ''مڑ گاہ'' ہے۔اسی کے قریب ایک اور مرکز مولانا ارسلان رحمانی کا ہے۔ان دونوں مرکزوں میں کہنہ مشق مجاہدین کو رکھا جاتا ہے جنہوں نے دشمن کے قریب تک پہاڑوں اور میدانوں میں جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی خندقیں کھود کر مورچے بنائے ہوئے ہیں۔پہاڑوں پر مجاہدین کی مقررہ تعداد باری باری ہروقت دوربینوں سے دشمن کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھتی ہے' حتی کہ تاریک ترین راتوں میں عین برف باری کے دوران بھی۔

پاکستان کے سرحدی قصبے ''بگڑ'' کے مرکز سے ''خانی قلعہ'' کا اور یہاں سے ''مڑ گاہ'' کا رابطہ وائرلیس کے ذریعہ قائم ہے تینوں مرکزوں کو ایک دوسرے کی تازہ ترین خبریں ملتی رہتی ہیں' اسی لئے کمانڈر زبیر احمد صاحب ''واکی ٹاکی'' کو اپنے سے کسی وقت جدا نہیں ہونے دیتے۔اس علاقے میں افغان مجاہدین کی بعض دیگر تنظیموں کے مراکز بھی موجود ہیں۔دشمن کے خلاف بڑے حملے یہ سب تنظیمیں مشترک منصوبہ بندی سے کرتی ہیں۔

خانی قلعہ سمیت یہ سب مراکز بے سروسامانی کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ یہاں مجاہدین نے اپنا کوئی مستقل مرکز نہیں بنایا۔ کیونکہ جب ایک علاقہ فتح ہو جاتا ہے تو چھاپہ مار جنگ کے ساتھ یہ مراکز بھی آگے منتقل ہو جاتے ہیں۔

گذر اوقات کرلیتا ہے یہ' کوہ وبیاباں میں
کہ شاہیں کے لئے ذلت ہے کار آشیاں بندی

ہر علاقے میں مجاہدین کو نئے مراکز قائم کرنے کیلئے ایسے محفوظ مکانات مل جاتے ہیں جن کے مکین پاکستان ہجرت کر چکے ہیں۔ ارغون کے علاقے میں مجاہدین کے ان تمام مراکز کا مشترک مقصد فی الحال ارغون شہر' اس کی چھاؤنی اور حفاظتی چوکیوں کو فتح کرنا ہے۔

اللہ کے وعدے پہ مجاہد کو یقیں ہے
وہ فتح مبیں' فتح مبیں' فتح مبیں ہے

افغانستان کے باقی شہر بھی جو ابھی آزاد نہیں کرائے جاسکے' ان کے گرد بھی مجاہدین کے ایسے ہی مراکز موجود ہیں' جو ان پر اپنا گھیرا تنگ سے تنگ کرتے جا رہے ہیں۔

آج اپریل کی ۸ تاریخ تھی' کراچی' ملتان اور ڈیرہ اسماعیل خان میں اچھی خاصی گرمی چھوڑ کر آئے تھے' مگر یہاں سردی کی وہی شدت اور برفانی ہواؤں میں وہی کاٹ تھی' جو "دبگر" میں ملی تھی۔ ساتھ ہی آب وہوا میں ایسا نشاط اور مناظر میں ایسی جاذبیت کہ سفر کا تکان تھوڑی ہی دیر میں جاتا رہا۔

ہمارے استقبال اور ملاقات کیلئے آس پاس کے مراکز اور اگلے مورچوں کے بھی کئی مجاہدین آئے ہوئے تھے' انہی میں ایک ہونہار طالب علم مولوی محمد یونس بھی ملے جو چترال کے باشندے اور دارالعلوم کراچی میں زیر تعلیم ہیں' یہ ۱۹۸۵ء میں محاذ پر دشمن کی بچھائی ہوئی بارودی سرنگ سے سخت زخمی ہوگئے تھے' اور ایک آنکھ شہید ہوگئی تھی' اب اس کی جگہ پتھر کی مصنوعی آنکھ نے لے لی ہے' مگر سالانہ تعطیلات اب بھی اگلے مورچوں پر

گذارتے ہیں ۔یہ حضرات اپنے مورچوں پر واپس جانے کیلئے نماز مغرب کے کچھ دیر بعد ہم سے رخصت ہوگئے ۔ سخت جاڑے کی اس تاریک رات میں انہیں اپنے مورچوں پر پہنچنے کیلئے پہاڑوں کے اندر ۲ گھنٹہ کا سفر پیدل کرنا تھا' اور وہاں سے بھی آج پیدل ہی آئے تھے ۔ جسموں پر کپڑے بھی ناکافی' پاؤں میں جوتے بھی بوسیدہ ___ مگر ان کی بے باک اور پر عزم ادائیں کہہ رہی تھیں کہ

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پر دم ہے اگر تو' تو نہیں خطرہ افتاد

"نصر اللہ" اور چھ ہیلی کاپٹر

تقریباً ۲۵ سالہ پاکستانی مجاہد "نصر اللہ" جس نے چھ روسی گن شپ ہیلی کاپٹروں کو تنہا شکست دی تھی' اس کا کچھ تذکرہ پیچھے آچکا ہے' اس سے بھی یہیں ملاقات ہوئی ___ چھریرے بدن کے اس مسکین سے نوجوان سے مل کر یہ یقین کرنا مشکل ہو گیا کہ اسی نے وہ نادر المثال کارنامہ انجام دیا ہو گا' اور یہی دشمن کے اتنے ٹینک تباہ کر چکا ہے کہ ساتھی اسے "ٹینک شکن" کہنے لگے ___ خاموش طبع' نرم خو' انتہائی سادہ' سراپا محبت' اور شاعر مشرق کے اس " مرد مومن" کی تصویر کہ

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ہم نے اس سے ہیلی کاپٹروں کی جنگ کا واقعہ سنانے کی فرمائش کی ___ لیکن پیچھے کہیں عرض کر چکا ہوں کہ ان مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص وانکساری کی دولت سے ایسا نوازا ہے کہ ان کے دامن کو نمود و نمائش اور شہرت طلبی کی رذالت سے داغدار نہیں ہونے دیا ۔یہ اپنے کارنامے سنانے سے گریز کرتے ہیں' ہر مجاہد دوسرے کا کارنامہ تو سنا بھی دیتا ہے' اپنا نہیں سناتا ___ نصر اللہ بھی ہماری فرمائش کے جواب میں ایک مختصر سا جملہ

کہہ کر خاموش ہو گیا۔

شاعر مشرق نے ''مردِ مسلمان'' کی جو دلکش صفات بڑے والہانہ انداز میں بیان کی ہیں ان میں سے چار یہ ہیں کہ

اس کی امیدیں قلیل' اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب' اس کی نگہ دل نواز

نصراللہ چاروں اوصاف کا پیکر نظر آیا۔

اس واقعہ کے متعلق ہم جو بھی سوال کرتے وہ اس کا جواب ''ہاں'' یا ''نہیں'' میں دے کر خاموش ہو جاتا' مگر میں اس سے کھود کرید کرتا رہا' اور آدھے گھنٹہ کی لگاتار محنت سے واقعہ کی جو تفصیلات حاصل کیں' وہ ترتیب وار عرض کرتا ہوں۔

اس نے بتایا کہ یہ کئی سال پہلے کا واقعہ ہے' میں اپنی تنظیم کے امیر صاحب اور ان کے رفقاء کو ایک پک اپ میں ''بگڑ'' سے لیکر ''ارغون'' کے مرکز پہنچا' رات کے ۳ بجے تھے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا مجھے اسی وقت بگڑ واپس جاکر وہاں سے کچھ اور حضرات کو لانا ہے' کام فوری اہمیت کا تھا' میں فوراً ایک ساتھی کو لیکر بگڑ کی طرف روانہ ہو گیا' ''رباط'' جو تقریباً آدھے راستے پر ہے' اس کے قریب پہنچتے پہنچتے صبح ہو گئی' اس زمانے میں روسی گن شپ ہیلی کاپٹر مجاہدین کی تاک میں رہتے تھے' ان کے حملے کا ہر وقت خطرہ تھا' اس لئے ہم نے پک اپ ایک پہاڑی نالہ کے اندر ایک ٹیلہ کی آڑ میں روک کی نماز فجر ادا کی' مسلسل مصروفیت کے باعث رات کھانا نہیں کھایا تھا' بھوک سخت تھی' جو کچھ ساتھ تھا وہ کھانے لگے' اسی دوران ہیلی کاپٹروں کی آواز سنائی دی' میرا ساتھی دیکھنے کیلئے فوراً برابر کے ٹیلے پر چڑھا' جلدی میں کلاشنکوف بھی ساتھ نہ لی' وہ چوٹی کے قریب ہی پہنچا تھا کہ مجھے فضا میں چھ ہیلی کاپٹر نظر آئے' میں فوراً اپنی کلاشنکوف اور جتنی میگزینیں پاس تھیں لے کر تیزی سے اسی ٹیلہ پر چڑھا' اور کچھ اوپر جاکر ایک بڑے پتھر کی آڑ میں پوزیشن لے کر بیٹھ گیا۔

ہیلی کاپٹروں نے مجھے دیکھ لیا تھا' لمحہ بھر میں وہ سر پر آگئے 'اور سامنے آکر گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ مگر میں اوٹ میں تھا' وہیں سے جوابی فائر کرتا رہا۔اس وقت مجھے فائرنگ کے سوا کسی چیز کا ہوش نہ تھا' اپنے اس ساتھی کی بھی خبر نہ تھی کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے؟ اچانک میری ایک یا زائد گولیاں ایک ہیلی کاپٹر کو لگیں وہ دیکھتے ہی دیکھتے نیچے گرا' اور آگ سے بھڑک اٹھا' اس میں جو روسی سوار تھے وہ بھی غالباً ہلاک ہوگئے 'کیونکہ اس میں سے کسی کو میں نے باہر نکلتے نہیں دیکھا۔باقی ۵ ہیلی کاپٹر فوراً زمین پر اتر گئے 'اوران میں سے فوجی باہر نکل کر کچھ اس جلتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھے اور باقی فائر کرتے ہوئے میری طرف بڑھنے لگے' وردیوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ فوج کے بڑے افسران ہیں۔میں نے ان پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی' اور پوری میگزین کی ایک باڑھ ماری' جس سے کئی فوجی لہولہان ہوکر گرتے نظر آئے'____ اس کے بعد کیا ہوا؟ مجھے خبر نہ رہی' کیونکہ میں بے ہوش ہو گیا تھا____

خدا جانے کتنے گھنٹہ بعد ہوش آیا تو میں ایک کچے کوٹھڑے میں چارپائی پر پڑا تھا____ میرے اوپر کمبل تھا' اچانک مجھے ران میں شدید تکلیف کا احساس ہوا۔دیکھا تو وہ کپڑے کی خون آلود پٹیوں سے بندھی ہوئی تھی____ سامنے ایک نوجوان بیٹھا تھا____ رفتہ رفتہ یادداشت واپس آنے لگی' وہ ساتھی یاد آیا جو اس سفر میں میرا رفیق تھا____ پھر فوراً ہی ان چھ ہیلی کاپٹروں کا قصہ یاد آیا' میں نے اٹھنا چاہا تو سر چکرا گیا' سامنے بیٹھے ہوئے نوجوان نے فوراً اٹھ کر میرے ماتھے پر ہاتھ رکھا' اور تسلی دیتے ہوئے کہا کہ ''تمہیں تیز بخار ہے' آرام سے لیٹے رہو' انشاءاللہ جلدی ٹھیک ہو جاؤ گے''____ میں نے اپنے اس ساتھی کے متعلق پوچھا تو نوجوان باہر جاکر چند ہی منٹ میں اسے بلا لایا____ اور بھی کئی آدمی آگئے۔ اپنے ساتھی کو زندہ سلامت دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔مگر ران میں تکلیف کا احساس دم بدم بڑھتا جا رہا تھا' اب مجھے بتایا گیا کہ میں ''رباط'' کے ہوٹل میں ہوں۔

میرے ساتھی نے مبارکباد دی' اور بتایا کہ تم نے جب دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر تباہ کر دیا اور باقی فوجی تمہاری طرف بڑھے تو تمہاری گولیوں سے کئی فوجی اسی وقت ہلاک

ہوگئے تھے ___ مگر اسی وقت تمہاری طرف سے فائر بند ہوگیا تو مجھے تشویش ہوئی' میں خالی ہاتھ تھا اور پہاڑی کی چوٹی کے پاس ایک بڑی چٹان کی اوٹ سے دشمن کی ساری صورت حال دیکھ رہا تھا' دشمن نے مجھے نہیں دیکھا تھا ___ فوجیوں نے تمہاری طرف بڑھتے ہوئے فائر کئے تھے ___ بعد میں معلوم ہوا کہ ایک گولی تمہاری ران پر لگی تھی جس سے تم بے ہوش ہوگئے' فوجی تمہیں مردہ سمجھ کر واپس مڑے اور جلدی جلدی اپنے ساتھیوں کی لاشوں اور زخمیوں کو ہیلی کاپٹروں میں ڈال کر پرواز کر گئے ۔میں فوراً نیچے اتر کر تمہارے پاس آیا' ران سے خون بہہ رہا تھا' اتنے میں "رباط" کے لوگ وہاں آکر جمع ہوگئے' ہم نے تمہاری ٹانگ پر پٹیاں باندھیں' اور یہاں لے آئے ___ زخم خطرناک نہیں' انشاءاللہ بہت جلدی ٹھیک ہوجاؤ گے۔

نصراللہ نے بتایا کہ میری ران کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی' مجھے پاکستان لاکر ہسپتال میں داخل کر دیا گیا' اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جلد ہی تندرست کر کے پھر یہاں بھیج دیا ___ یہاں سے واپس جانے کو جی نہیں چاہتا' والدین میری شادی کرنا چاہتے ہیں' لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ شادی سے پہلے ارغون فتح ہوجائے۔

مجھے نصراللہ میں اس قابل رشک غازی کی جھلک نظر آئی جس کی تحسین وستائش میں آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

"مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُّمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ يَطِيرُ عَلٰى مَتْنِهِ، كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ، يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَظَانَّه"

"لوگوں کیلئے زندگی کے بہترین حالات میں سے ایک یہ ہے کہ

کوئی شخص اللہ کے راستہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اس پر
سوار اڑا جا رہا ہو، جب بھی (دشمن کی) ڈراؤنی آواز یا (کسی
مظلوم کی) پکار سنے، قتل اور موت کے مواقع ڈھونڈتا ہوا اڑ کر
وہاں جا پہنچے۔" (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ۔حدیث ۱۸۸۹)

میں ___ اور مجاہدین

ان حضرات نے تو ماشاء اللہ اپنی جوانی کی ساری توانائیاں جہاد کیلئے وقف کر رکھی ہیں، مجھ جیسا کم ہمت کمر کا مریض ان کی حرص کرے تو کیسے کرے؟ لیکن یہ تمنا ضرور تھی کہ ان کے ساتھ اس مقدس جہاد میں زیادہ نہ سہی تو چند ہی معرکوں میں شرکت کی سعادت نصیب ہو جائے۔

ہاں راہ تیری اور، میری منزل غم اور
دو گام ہی مل جائے شرف ہم سفری کا

کیونکہ قدرت کے باوجود جہاد میں ادنیٰ حصہ لئے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہو جانے کے متعلق آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بڑا چونکا دینے والا ہے کہ:

"مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَه،
مَاتَ عَلٰي شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ"

"جو شخص اس حال میں مر گیا کہ کبھی نہ جہاد کیا، نہ اپنے دل میں
اس کا ارادہ کیا، تو اس کی موت ایک قسم کے نفاق پر ہوئی۔"
(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ ۔۔۔ ۱۹۱۰)

نیز یہ ارشاد کہ :

”مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ بغَيْرِ اَثَرٍ مِّنْ جِهَادٍ ،لَقِيَ اللّٰهَ وَفِيْهِ ثُلْمَةٌ“

”جو شخص جہاد کے کسی نشان کے بغیر اللہ سے ملے گا‘ تو اللہ سے ملنے کے وقت اس میں ایک عیب ہو گا۔“
(سنن ترمذی فضائل الجہاد--۱۶۶۶)

اور آپ کا یہ ارشاد تو بدن میں جھرجھری پیدا کر دیتا ہے کہ :

”مَنْ لَّمْ يَغْزُ اَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا اَوْ يُخْلِفْ غَازِيًا فِيْ اَهْلِه بِخَيْرٍ ، اَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ“

”جس نے کبھی نہ جہاد کیا‘ نہ کسی غازی کو سامان جہاد دیا‘ اور نہ کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر والوں کی دیکھ بھال کی‘ تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت سے پہلے کسی مصیبت میں ڈال دے گا۔“
(سنن ابی داؤد‘ کتاب الجہاد-- ۲۵۰۳)

ایسے میں اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ ان مجاہدین کے طفیل مجھ ناکارہ کو بھی محاذ پر پہنچا دیا‘ اس کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ انہیں کے ساتھ حشر بھی فرما دے ۔ بقول حضرت مرشد عارفی

اک توشہ امید کرم لے کے چلا ہوں
کچھ اس کے سوا پاس نہیں زاد سفر اور

ایک خلش

لیکن ایک خلش یہ پیدا ہوگئی کہ اس سفر کے متعلق مجاہدین سے جو معلومات حاصل کی گئی تھیں، ان سے ہم نے یہ غلط اندازہ لگایا کہ کراچی سے یہاں تک کا سفر صرف ایک دن رات میں ہوجائے گا۔ اسی غلط اندازے کی بناء پر ہم نے اس پورے سفر کے لئے صرف سات دن نکالے تھے کہ دو دن آنے جانے میں خرچ ہوں گے، اور پانچ روز محاذ پر مل جائیں گے، اس طرح یہاں کئی معرکوں میں شرکت کی امید تھی ___ اسی غلط اندازے کی بناء پر ہم نے واپسی کے لئے ڈیرہ اسماعیل خان سے ملتان اور کراچی کی سیٹیں بھی ہوائی جہاز میں جمعہ کے روز کی بک کرالی تھیں، اور کراچی واپسی پر دارالعلوم کراچی کی مجلس منتظمہ کا اہم اجلاس بلایا ہوا تھا، جس کی اطلاع ممبران کو بھیجی جاچکی تھی ___ لیکن یہ بات کہ کراچی سے یہاں تک پہنچنے ہی میں تین دن خرچ ہوجائیں گے، راستہ میں اس وقت معلوم ہوئی جب نہ سیٹوں کی تاریخ میں ردوبدل ممکن تھا، نہ کراچی میں ہونے والے اجلاس کی تاریخ میں ___ لہٰذا ہوا یہ کہ ہم سنیچر کی صبح کو کراچی سے روانہ ہوکر آج پیر کی شام کو یہاں پہنچے، اور ڈیرہ اسماعیل خان سے جمعہ کی صبح کو جہاز پکڑنے کیلئے بدھ کی صبح کو یہاں سے روانہ ہوجانا لازمی تھا۔ اس طرح یہاں قیام کی مہلت صرف آج شام سے پرسوں بدھ کی صبح تک ملی ___ یہ مصرعہ نجانے کب اور کہاں پڑھا تھا، لیکن اس کی پوری معنویت یہیں محسوس ہوئی کہ

"یک لحظہ غافل گشتم وصد سالہ راہم دور شد"

یہی وہ خلش ہے جو اس سفر میں کانٹا بنی رہی، اور اس وقت بھی جبکہ کئی ماہ بعد یہ سطور قلمبند کر رہا ہوں اس کی کسک دل سے نہیں جاتی۔ بس حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے کچھ تسلی ہوجاتی ہے کہ

رہرو عشق نا امید نہ ہو
داغ حسرت نشان منزل ہے

اس خلش کو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتا ہوں۔ مرشد عارفی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے فرمایا تھا کہ

اے بیخودی یاس! نہ مٹ جائے کہیں آہ
یہ ایک خلش درد' جو ہے جان تمنا

اس مختصر مہلت قیام میں اب پروگرام یہ تھا کہ کل صبح ناشتہ کے بعد ہماری آمد کی خوشی میں مجاہدین کی پریڈ 'فنون سپہ گری کا مظاہرہ اور ایک جلسہ ہونے والا تھا۔ پھر ہمیں نشانہ بازی کی مشق کرنی تھی 'اور نماز ظہر کے بعد دشمن کی اس علاقے میں سب سے بڑی حفاظتی چوکی "زامہ خولہ" پر حملے کے لئے روانگی ہونی تھی۔ جس کی منصوبہ بندی کمانڈر زبیراحمد صاحب پہلے ہی کر چکے تھے 'کیونکہ ہم نے یہاں آنے کیلئے شرط یہی رکھی تھی کہ ایسے وقت آئیں گے جب کوئی معرکہ ہونے والا ہو اور ہم اس میں عملی حصہ لے سکیں ___ عام حالات میں حملہ کا پروگرام صیغہ راز میں رکھا جاتا ہے 'مجاہدین کو روانگی کے وقت بھی عموماً یہ نہیں بتایا جاتا کہ کہاں جانا ہے 'تاکہ دشمن کے جاسوسوں کو خبر نہ ہو جائے ___ یہ احتیاط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمایا کرتے تھے ___ مگر ہمارے ساتھ رعایت برتی گئی 'اور آج ہی پروگرام بتا دیا گیا۔

رات کی پہرہ داری

عشاء سے پہلے اچانک خیال آیا کہ اس مرکز کی حفاظت کے لئے رات کو پہرے داری کا نظام یہاں ضرور ہو گا' پوچھنے پر معلوم ہوا کہ عشاء کے بعد صبح صادق تک مجاہدین کی کئی جماعتیں باری باری دو دو گھنٹے یہ خدمت انجام دیتی ہیں۔ اس خدمت کو شرعی اصطلاح میں "الرباط" کہا جاتا ہے 'احادیث میں اس کے بہت ہی عظیم الشان فضائل بیان ہوئے ہیں 'اس سلسلہ کی چند حدیثیں کئی ورق پیچھے "پاکستانی سرحد کے محافظین" کے عنوان میں نقل کر چکا ہوں۔

حالت جنگ میں فوجی کیمپوں کی پہرہ داری کا ایک خاص طریقہ ہے ___

شہید ملت خان لیاقت علی خان مرحوم کے دور میں جب ہم رضا کاروں میں بھرتی ہو کر جہاد کی تربیت حاصل کر رہے تھے 'اس وقت کراچی سے باہر "منگھوپیر" کے پیچھے پہاڑیوں میں جنگی مشقوں کے لئے ہمارا ئی روزہ کیمپ لگا تھا' وہیں پہرہ داری کے اس خاص طریقے کی بھی مشق کرائی گئی تھی ___ موقع غنیمت جان کر میں نے اور بعض نوجوان ساتھیوں نے بھی اپنا نام آج رات ۱۰ بجے سے ۱۲ بجے تک کی ڈیوٹی میں لکھوالیا۔

مجاہدین کا لباس رنگین ہوتا ہے 'جنگی کارروائیوں اور رات کی پہرہ داری وغیرہ میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ دور سے نظر نہیں آتا' رات کو تو قریب سے بھی مشکل سے نظر آتا ہے 'مجاہدین کی اونی گول ٹوپی بھی رنگین اور پر شکوہ ہوتی ہے جو یہاں کے موسم اور جنگی حالات کے لئے بڑی موزوں ہے۔ایک ٹوپی جناب شاہد محمود صاحب نے مجھے افغانستان میں داخل ہونے سے پہلے ہی عنایت فرمادی تھی' یہاں وہی استعمال میں رہی ___ نماز عشاء اور کھانے سے فارغ ہو کر وہ ٹوپی اور اپنا موٹا اونی جبہ پہنا' جس میں سفید کپڑے چھپ گئے 'میگزینوں کا سینہ بند کسا 'اور کلاشنکوف لیکر ۱۰ بجے ڈیوٹی پر پہنچ گیا۔

کیمپ کی پہرہ داری کا خاص طریقہ

محافظین کی کمان پر قاری نعمت اللہ صاحب مقرر تھے 'انہوں نے پہرہ داری کا طریقہ سمجھایا 'اور "کوڈورڈ" (علامتی لفظ) بھی جو آج رات کیلئے مقرر تھا بتایا ___ طریقہ یہ ہے کہ ہر رات اپنے کیمپ کے لوگوں کی علامت کے طور پر کوئی کوڈورڈ (علامتی لفظ) مقرر کر کے وہ لفظ تمام محافظین اور متعلقہ افراد کو بتا دیا جاتا ہے 'مثلاً "کتاب 'لکڑی 'گلاب ' ملتان" یا کوئی اور لفظ۔کوشش کی جاتی ہے کہ کیمپ سے باہر کسی شخص کو پتہ نہ چلے کہ آج رات کے لئے کونسا لفظ مقرر ہوا ہے۔ ہر محافظ کی حدود مقرر ہوتی ہیں کہ وہ یہاں سے وہاں تک کے علاقے کا پہرہ دے گا۔اسکا فرض ہے کہ جیسے ہی اسے کوئی آہٹ سنائی دے' یا کوئی غیر معمولی چیز حرکت کرتی نظر آئے' وہ فوراً پوزیشن لیکر رائفل اس کی طرف تان کر رعب دار آواز میں اسے روکے اور حکم دے کہ "دونوں ہاتھ اوپر اٹھالو ورنہ گولی ماردوں

گا۔" اگر وہ ہاتھ نہ اٹھائے تو گولی ماردی جائے' ہاتھ اٹھالے تو اس سے پوچھا جائے "تم کون ہو؟" اگر وہ جواب میں وہی مقررہ لفظ بول دے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ اپنا آدمی ہے لہٰذا اسے اکرام کے ساتھ پاس بلاکر اس کی حیثیت کے مطابق عمل کیا جائے۔ اگر وہ علامتی لفظ نہیں بولتا' تو یہ اس کے اجنبی ہونے کی علامت ہے' لہٰذا رائفل اس کی طرف تانے ہوئے فوراً آگے بڑھ کر اس کی تلاشی لی جائے' کوئی ہتھیار برآمد ہو تو اپنے قبضے میں لے لیا جائے' پھر اسے رائفل کی نوک پر آگے آگے چلاتے ہوئے کیمپ کے اندر لائیں' اور پوچھ گچھ کیلئے دوسرے حضرات کے سپرد کردیں۔

اس طریقہ کا مجھے پہلے سے تجربہ تھا' فرق صرف اتنا ہوا کہ محافظ جو مکالمہ اپنے سامنے کے شخص سے کرتا ہے' وہ ہمیں انگریزی میں سکھایا گیا تھا' یہاں پشتو الفاظ سکھائے گئے۔

محافظین کے کمانڈر صاحب نے مجھے کسی خاص علاقے کی پہرہ داری پر لگانے کے بجائے یہ کہہ کر اپنے ساتھ لے لیا کہ ہم دونوں مل کر محافظین کے کام کی نگرانی کریں گے ___ ۱۱ بجے کے قریب فضا میں بہت بلندی پر ایک ستارہ سا حرکت کرتا نظر آیا' قاری صاحب نے بتایا کہ یہ مسافر طیارہ ہے کابل سے دہلی جارہا ہے' ہم مسافر طیاروں کو نشانہ نہیں بناتے اس لئے یہ فی الحال یہاں سے بے خطر گذرتے ہیں۔

قاری صاحب نے بعض محافظین کا امتحان بھی لیا جو ماشاءاللہ پوری طرح مستعد پائے گئے' انہوں نے ہمیں دور سے گرجدار آواز میں روکا' پوزیشن لیکر ہمارے دونوں ہاتھ اوپر اٹھوائے' نام پوچھا' اور جب ہم نے وہ مقررہ لفظ بتایا تو پاس آکر ادب سے سلام کرکے ڈیوٹی میں مشغول ہوگئے۔

"کوڈورڈ" کا استعمال عہد رسالت میں

فوجی کیمپ کی پہرہ داری وغیرہ میں "کوڈورڈ" کے استعمال کو شاید نئے دور کی ایجاد سمجھا جاتا ہو' لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد میں اس کا استعمال عہد رسالت میں رائج تھا' اور "کوڈورڈ" کو "شعار" کہا جاتا تھا۔ چنانچہ مشکوۃ شریف (باب القتال فی

الجهاد) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ :

"اِنْ بَیَّتَکُمُ الْعَدُوُّ، فَلْیَکُنْ شِعَارُکُمْ حٰمٓ لَایُنْصَرُوْنَ"

"اگر دشمن تم پر آج شب خون مارے تو تمہارا شعار (کوڈورڈ) "حٰم لاینصرون" ہوگا۔"

(جامع ترمذی 'فضائل الجہاد ۱۶۸۲)

مشکوۃ شریف کے اسی باب میں ایک روایت ہے کہ :

"کَانَ شِعَارُ الْمُهَاجِرِیْنَ "عَبْدُاللّٰہِ" وَشِعَارُ الْاَنْصَارِ "عَبْدُالرَّحْمٰنِ"۔

"(ایک موقع پر) مہاجرین کا شعار "عبداللہ" مقرر کیا گیا تھا' اور انصار کا شعار "عبدالرحمٰن"۔ (سنن ابی داؤد)

اسی باب میں حضرت سلمہ ابن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جہاد میں گئے' اور دشمن پر شب خون مارا' آگے فرماتے ہیں کہ :

"وَکَانَ شِعَارُنَا تِلْکَ اللَّیْلَۃَ اَمِتْ اَمِتْ"۔

"اور اس رات ہمارا شعار "امت امت" تھا"۔

(رواہ ابوداؤد)

۱۲ بجے کے قریب کمانڈر زبیر صاحب بھی ہمارے گشت میں شامل ہوگئے' اور ہم ان سے خاص خاص معرکوں کے واقعات سننے لگے ___ یہ سلسلہ اتنا دلچسپ تھا کہ ایک بجنے کی بھی خبر نہ ہوئی۔ بادل نخواستہ ان سے رخصت ہوکر واپس آیا تو کمرے کے ساتھی جو تقریباً دس

تھے سو چکے تھے ۔میں بھی اپنے لئے بچھے ہوئے سلیپنگ بیگ میں گھس گیا' کل جس معرکے میں شرکت کا موقع ملنے والا تھا' دیر تک اس کے تصورات میں کھویا رہا۔

جلو ہائے عالم حیرت سے دل لبریز ہے
اللہ اللہ! بے خودی بھی کیا تصور خیز ہے
(حضرت عارفیؒ)

منگل ۷ اشعبان المعظم ۱۴۰۸ھ-۵ اپریل ۱۹۸۸ء

سویرے آنکھ کھلی تو برفانی فضا میں کسی مجاہد کی اذان گونج رہی تھی "حَيَّ عَلَي الصَّلٰوۃ اور حَيَّ عَلَي الْفَلَاح" کے ولولہ انگیز کلمات پیغام دے رہے تھے کہ:

مسلم خوابیدہ اٹھ' ہنگامہ آرا تو بھی ہو
وہ چمک اٹھا افق' گرم تقاضا تو بھی ہو

مجاہدین اپنی بے سروسامانی کے باوجود' ہمیں راحت پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہے تھے' ہر نماز کے وقت گرم پانی سے وضو کرانے کیلئے سب مہمانوں کے پاس ایک ایک میزبان پہنچ جاتا۔وہ خود قضائے حاجت کیلئے جنگل جاتے ہیں' مگر ہمارے لئے انہوں نے حویلی کے باہر برفانی ہواؤں سے بچاؤ کیلئے ایک عارضی بیت الخلاء بنا دیا تھا'جس کی صفائی کا خودکار طریقہ بھی انہی کی ایجاد تھا۔

سردی سخت تھی نماز فجر کے بعد ہم تو اپنے کمروں میں رہے 'مگر معلوم ہوا کمانڈر زبیر صاحب زیر تربیت مجاہدین کا دستہ لیکر پہاڑوں میں جا چکے ہیں' جہاں ان کو چھاپہ مار جنگ کی تربیت دیتے ہیں ــــ یہ ان کا روز کا معمول ہے۔

ہم نے ناشتہ کی عادت رات کے بچے ہوئے شوربے' چپاتیوں اور بسکٹوں سے پوری کی' اور چائے پی کر حویلی کے باہر آئے تو مرکز کے سب لوگوں کو کمانڈر صاحب کا

منتظر پایا' وہ ۹ بجے یہاں پہنچنے والے تھے - ٹھیک ۹ بجے ایک ٹیلے سے وہ اور ان کا دستہ دو قطاروں میں "ڈبل مارچ" کرتا ہوا نمودار ہوا' یہ بڑا پرکیف منظر تھا' دیکھتے ہی دیکھتے یہ باوردی چاق وچوبند دستہ ہمارے سامنے آکر رک گیا' اسی دستہ کے ایک نوعمر مجاہد کی طرف' ایک صاحب نے اشارہ کرکے بتایا کہ یہ "قاری سعید الرحمٰن صاحب کے صاحبزادے ہیں" ___ قاری سعید الرحمٰن صاحب سے ناچیز کا قلبی تعلق بہت دیرینہ ہے' وہ خود بھی ماشاءاللہ صاحب فضل ہیں[۱] اور ایک بہت عظیم دینی شخصیت حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں' جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے ___ قاری صاحب کے لخت جگر کو اس کہسار میں شاہین صفت مجاہد کی حیثیت سے دیکھ کر بہت ہی مسرت ہوئی' اور باپ بیٹے دونوں کے لئے دل سے دعائیں نکلیں -

تقریباً پون گھنٹہ تک ان مجاہدین نے پریڈ اور فنون سپہ گری کا ولولہ انگیز مظاہرہ کیا' جس میں کمند ڈال کر اس پر چڑھنے کا مقابلہ خاص طور سے دلچسپ تھا' اس میں ہمارے قافلے کے ایک نوجوان ساتھی ہارون صاحب نے بھی جو کراچی سے پہلی بار محاذ پر آئے تھے نہ صرف حصہ لیا' بلکہ مقابلہ جیت لیا -

جھپٹنا' پلٹنا' پلٹ کر جھپٹنا'
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

مجاہدین کے حملوں کی خبریں اخبارات میں پڑھ کر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اتنے اونچے پہاڑوں پر یہ توپیں کس طرح لیکر چڑھتے ہوں گے؟ اور کس طرح ان کو ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر منتقل کرتے ہوں گے؟ ___ اس مظاہرے سے یہ عقدہ بھی حل

---

[۱] اس وقت جبکہ یہ مضمون اشاعت کیلئے جارہا ہے' اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قاری صاحب موصوف' نومبر ۱۹۸۸ کے انتخابات میں پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوکر صوبائی وزیر مذہبی امور کی ذمہ داریاں سنبھال چکے ہیں - اللہ تعالیٰ ان کو ملک و ملت کی بیش از بیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے -

ہو گیا' ہمارے سامنے کئی قسم کی توپیں نصب تھیں 'مارٹر توپ اور اینٹی کرافٹ وغیرہ۔ ہر توپ پر دو تین مجاہد پہنچے اور گھڑی دیکھ کر مقررہ منٹوں میں اس کا ایک ایک پرزہ الگ کر دیا' پھر ہر توپ کو چند ہی لمحوں میں دوبارہ جوڑ کر مورچہ میں نصب کر دیا۔ یہ سب وہی دینی مدارس کے طلبہ تھے 'جن کے بارے میں عام طور سے کہا جاتا ہے کہ انہیں اپنی کتابوں کے سوا کسی چیز کی خبر نہیں۔ مگر جو لوگ "مادے کے پرے" جھانکنے ہی سے الرجک ہوں وہ کیا جانیں کہ

"ہاتھ ہے اللہ کا' بندہ مومن کا ہاتھ"

یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہو رہی تھی کہ کمانڈر صاحب اور یہ مجاہدین نماز فجر کے بعد سے اب تک پر مشقت سرگرمیوں میں منہمک تھے' غالباً ناشتہ بھی نہ کیا تھا' لیکن ــــ نظر بد دور ــــ ان کے فولادی جسم تکان کی ہر علامت سے عاری 'اور چہرے گلاب کی طرح تازہ تھے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْھُم

کمانڈر زبیر احمد خالد

خصوصاً کمانڈر زبیر صاحب کا ہر دم مسکراتا ہوا پر سکون چہرہ دیکھ کر تو کوئی بتا ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ رات بھی ایک بجے کے بعد تک پہرہ داری کے گشت میں شامل تھے 'اور آج ہی انہیں دشمن پر حملے کی کمان بھی کرنی ہے۔ انہی جان توڑ سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ واکی ٹاکی کبھی ان کے کانوں پر نظر آتی کبھی منہ پر' وہ اگلے مورچوں 'اور پیچھے "مرکز" کے مرکز سے مسلسل رابطہ کئے ہوئے تھے 'اور آج سہ پہر کو دشمن پر جو حملہ کیا جانے والا تھا' اس کے متعلق ان کو وقفہ وقفہ سے وائرلیس پر ہدایات دے رہے تھے۔

چھریرے بدن کے اس ۲۵ سالہ نوجوان کی شادی کو ابھی صرف ڈیڑھ سال ہوا ہے' جہاد کی لگن' شہادت کے شوق' ملک و ملت کے درد 'مسلسل جفاکشی' خداداد ذہانت اور میدان کارزار کے آٹھ سالہ سرد و گرم نے اس بجلی صفت غازی کو پختہ کار سپہ سالار بنا دیا ہے۔ یہ جہاد افغانستان کے سلسلہ میں پہلے بھی دارالعلوم کراچی میں مجھ سے مل چکے

ہیں، مگران کی قابل رشک صفات اور قائدانہ صلاحیتوں کے جوہر یہیں کھلے ___ میانہ قد' سرخی مائل سانولا رنگ' زلفیں کاندھوں کو چھوتی ہوئی' شجاعت و مردانگی کا پیکر' نظروں میں عقاب کی تیزی' بیشتر اداؤں میں سنت کی جھلک' چہرے پر تبسم' لہجے میں دھیما پن' باتوں میں سوز اور مٹھاس' مزاج میں انکسار و تواضع' ہر وقت فل بوٹ سمیت وردی میں' ہر دم مسلح اور مستعد' ہاتھ میں واکی ٹاکی ___ اپنے سپاہیوں پر دل و جان سے فریفتہ' ان کیلئے محاذ پر ماں بھی وہی باپ بھی وہی' ان کا استاذ بھی طبیب بھی' سالار بھی اور دوست بھی' بھائی بھی اور حاکم بھی' بے تکلف بھی باوقار بھی' محبوب بھی اور معظم بھی ___ سپاہی اس کے ایک اشارے پر جانیں دینے کیلئے تیار ہی نہیں' بیتاب نظر آتے ہیں۔

درس نظامی کے چوتھے سال تک باقاعدہ تعلیم حاصل کرپائے تھے کہ ۱۹۸۱ء میں جہاد کا شوق محاذ پر کھینچ لایا' یہاں کبھی خندقوں میں کبھی مورچوں میں' کبھی کیمپ میں' جب اور جس طرح موقع ملا' اپنے امیر مولانا ارشاد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے درسی کتابیں پڑھتے رہے' یوں جہاد کی انہی سرگرمیوں میں چھٹے سال تک کی تعلیم بھی کسی نہ کسی طرح پوری کرلی۔ ۱۹۸۵ء میں اپنے امیر کی شہادت کے چند ماہ بعد حرکۃ الجہاد الاسلامی کی مجلس شوریٰ نے ان کو مرکزی کمانڈر منتخب کیا' اس وقت سے یہی خدمت اوڑھنا بچھونا ہے ___ کسی شہید کو اس کے گھر پہنچانے' اس کے پسماندگان کی تعزیت کرنے' زخمیوں کو ہسپتال داخل کرنے' یا تنظیمی کاموں کے سلسلہ میں پاکستان جانا ہوتا ہے تو چند گھنٹوں کیلئے اپنے گاؤں "عبدالحکیم"، تحصیل کبیروالا ضلع ملتان بھی ہو آتے ہیں۔

خاکی و نوری نہاد' بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی' اس کا دل بے نیاز

نرم دم گفتگو' گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو' پاک دل و پاکباز

ان سے دو ہی دن کی رفاقت میں ایسا انس ہو گیا کہ افغانستان سے واپسی کے بعد بھی

ان کا خوشگوار تصور دل و دماغ پر چھایا رہا۔ اب جبکہ یہ سطور لکھ رہا ہوں کراچی اور لاہور میں بھی اب تک ان سے کئی ملاقاتیں ہو چکی ہیں' ہر ملاقات سے دل میں محبت کے نقوش اور گہرے ہو گئے۔ اس شخص کے قابل رشک حالات دیکھ کر اور باتیں کر کے محسوس ہوتا ہے کہ اسے فتح سے زیادہ شہادت کا شوق ہے' جو زبان حال سے بے ساختہ کہہ رہا ہے کہ

سوار ناقہ و محمل نہیں میں
نشان جادہ ہوں' منزل نہیں میں
مری تقدیر ہے خاشاک سوزی
فقط بجلی ہوں میں' حاصل نہیں میں

ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا سبحان محمود صاحب دامت بر کاتہم کو جمعہ کی صبح کراچی سے عمرے کیلئے روانہ ہونا تھا' اس لئے وہ اور قافلے کے ایک اور ساتھی جناب قاری ہلال احمد صاحب بھی کسی مجبوری سے آج ہی صبح دس بجے کے قریب ایک جیپ میں پاکستان کیلئے روانہ ہو گئے تاکہ جمعرات کی شام تک کراچی پہنچ جائیں' ڈیرہ اسماعیل خان تک پہنچانے کے لئے دو تین مجاہد بھی ساتھ گئے۔

مجاہدین کا جلسہ

پروگرام کے مطابق جلسہ منعقد ہوا تو کمانڈر زبیر صاحب نے ہم مہمانوں کی آمد پر بے پناہ مسرت و ممنونیت کا اظہار فرمایا' ان کی تقریر کے الفاظ تو اب یاد نہیں رہے حاصل مضمون یہ تھا کہ

"آپ حضرات کی تشریف آوری سے ہمارے حوصلوں کو جو قوت ملی ہے اس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے' میرے پاس بھی اس کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت

ہمارا وہ قیمتی سرمایہ ہے جس کی بدولت ہم دنیا کی ظالم ترین سپر طاقت سے ٹکر لے رہے ہیں۔ امریکہ کی دوغلی پالیسی اور پرفریب دشمنی سے بھی ہم بخوبی واقف ہیں' اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم اس کے متعلق کبھی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوئے' وہ ہم پر عرصہ حیات تنگ کرنے' اور افغانستان کو اسلامی حکومت کے قیام سے محروم کرنے کیلئے اب روس کے ساتھ مل کر ہم پر جنیوا سمجھوتہ مسلط کرنا چاہتا ہے' مگر ہم نے محض اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس سمجھوتے کو مسترد کر دیا ہے' اس طرح ہمیں دونوں سپر طاقتوں کی خطرناک سازش کا سامنا ہے۔ لیکن الحمدللہ شہیدوں کا خون رنگ لا رہا ہے' آپ بزرگوں کی سرپرستی اور دعاؤں سے انشاءاللہ اب وہ وقت دور نہیں جب افغانستان کمیونسٹوں کے جبرو استبداد سے آزاد ہو گا' کابل پر اسلام کا پرچم لہرائے گا' یہاں اسلامی حکومت قائم ہو گی' اور ہمارے مظلوم افغان مہاجر بھائی یہاں آکر دوبارہ آباد ہونگے۔

میدان کارزار کی خندقوں اور مورچوں میں' گولوں کی بارش اور خونریز معرکوں میں' یہ تصور ہمارے لئے ہمیشہ باعث تقویت رہا ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی عموماً' اور آپ بزرگوں کی خصوصاً' سرپرستی اور دعائیں ہمارے ساتھ ہیں۔ آپ حضرات کی تشریف آوری سے یہ تصور اب حقیقت بنکر سامنے آگیا ہے' جس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔"

پھر رندھی ہوئی آواز میں کہنے لگے :

"میں نے آج رات امیر شہید ؒ (مولانا ارشاد احمد صاحب) کو خواب میں دیکھا ہے۔"

یہ کہتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی، ادھر سارے مجاہد اپنے شہید امیر کا نام سنکر زاروقطار رونے لگے، پورے مجمع سے دبی دبی سسکیاں سنائی دینے لگیں، ___ انہوں نے بمشکل اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا :

"میں نے خواب میں دیکھا جیسے امیر شہید مجھ سے وائرلیس پر کہہ رہے ہیں کہ "تم نے مجھے پہلے سے کیوں نہ بتایا کہ ہمارے بزرگ اور علماء کرام تشریف لا رہے ہیں، مجھے ان کی تشریف آوری کا بہت عرصہ سے انتظار تھا، مگر اب میں غزنی کے محاذ پر ایک مہم میں مشغول ہو چکا ہوں جسے چھوڑ کر آنا ممکن نہیں۔"

جلسہ سے ہم مہمانوں نے بھی مختصر خطاب کیا، جس کے دوران کبھی فلک شگاف نعرے گونجنے لگتے، اور کبھی بولنے اور سننے والوں کی آنکھوں میں آنسو چھلک آتے۔

کیوں بزم دل و جاں میں، ہلچل ہے خدا جانے
یاد آگئے پھر شاید، بھولے ہوئے افسانے ؟
(حضرت عارفیؒ)

ایک دینی فریضہ ___ اسلحہ میں خود کفالت

قرآن کریم نے مسلمانوں پر ایک فریضہ یہ عائد کیا ہے کہ :

"وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ"

"اوران (کفار) کے لئے جتنی تم سے ہو سکے قوت تیار کرو۔"
(الانفال: ٦٠)

"قوۃ" کے مفہوم میں تمام جنگی اسلحہ 'اور متعلقہ سازوسامان بھی داخل ہے' اور اپنے بدن کی ورزش 'فنون جنگ کا سیکھنا اوران کی مشق کرنا بھی۔قرآن حکیم نے اس جگہ اس زمانہ کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا'بلکہ "قوۃ" کا عام لفظ اختیار فرماکر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ یہ قوت ہر زمانے اور ہر ملک ومقام میں مختلف ہو سکتی ہے۔اس زمانہ کے اسلحہ تیر' تلوار' نیزے اور منجنیق تھے'اس کے بعد بندوق اور توپ کا زمانہ آیا' پھر بموں'راکٹوں اور میزائیلوں کا وقت آگیا'لفظ "قوۃ" ان سب کو شامل ہے'اس لئے آج کے مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے کہ بقدر استطاعت ایٹمی قوت'جدید ترین میزائل' ٹینک'طیارے' آبدوزیں وغیرہ تیار کریں'کیونکہ یہ اسی "قوۃ" کے مفہوم میں داخل ہیں'اوراس کے لئے جس علم وفن اور ٹیکنالوجی کو سیکھنے کی ضرورت پڑے وہ سب اگر اس نیت سے ہو کہ اس کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کے دفاع اور کفار کے مقابلے کا کام لیا جائے گا تو وہ بھی جہاد کے حکم میں ہے۔ (تفسیر معارف القرآن)

آنحضرت ﷺ کے دو صحابی "حضرت عروۃ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت غیلان بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ" غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محض اس لئے شریک نہ ہو سکے کہ وہ بعض جنگی اسلحہ اور سازوسامان کی صنعت سیکھنے کے لئے ملک شام کے شہر "جرش" گئے ہوئے تھے جہاں خاص قسم کی جنگی گاڑیاں "دبابہ" اور "ضبور" بنائی جاتی تھیں'ان گاڑیوں سے اس وقت آج کل کے ٹینکوں جیسا کام لیا جاتا تھا'اسی طرح "منجنیق" کی صنعت بھی وہاں تھی'جس سے بھاری بھاری پتھر قلعوں پر پھینک کر قلعہ شکن توپوں کا کام لیا جاتا تھا___ یہ صنعتیں سیکھنے کیلئے ان دونوں صحابہ کرام نے ملک شام کا سفر فرمایا[1]

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ ہر زمانہ کے

---

[1] رسالہ جہاد ص ۱۵ تا ۱۷ -- بحوالہ البدایہ والنہایہ

جدید ترین اسلحہ، جنگی سازوسامان اور ٹیکنالوجی میں مہارت پیدا کر کے خودکفیل ہو جائیں، دوسروں کے محتاج نہ رہیں، ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ یہ جنگی گاڑیاں اور منجنیق وہاں سے خرید کر درآمد کرلی جاتیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے کافی نہیں سمجھا، بلکہ خود اپنے یہاں تیار کرنے کی حکمت عملی اختیار فرمائی۔

ہمارا فرض ہے کہ اس پر پورا غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ کو تو وہ روحانی ربانی طاقت ونصرت حاصل تھی جس کے ہوتے ہوئے مادی سامان کی ضرورت نہ ہوتی، لیکن پھر بھی آپ نے اس کا اس قدر اہتمام فرمایا تو ہم جیسے ضعیف الایمان لوگوں کو اس کی ضرورت کس قدر زیادہ ہے۔ ہمیں اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ موجودہ دور کے جدید ترین اسلحہ ایٹم بم وغیرہ اور ان کی جدید ترین ٹیکنالوجی میں خودکفیل نہ ہو کر ہم دینی لحاظ سے بھی کتنی مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہو رہے ہیں؟ ___ دیانت داری، محنت، ہنرمندی، سادگی اور کفایت شعاری کو اپنا کر، پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کیلئے خود کفالت کی یہ ناگزیر منزل حاصل کرلینا ___ مشکل ضرور ہے ___ ناممکن ہرگز نہیں۔ اور اس مشکل مرحلے کو سر کرنے کے سوا ہمارے لئے کوئی چارۂ کار بھی نہیں، کیونکہ

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

نشانہ بازی ___ عظیم عبادت

یہاں یہ بات خاص طور سے قابل توجہ ہے کہ قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیت میں جس "قوت" کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے، اس کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ

"اَلَا اِنَّ الْقُوَّۃَ الرَّمْیُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّۃَ الرَّمْیُ، اَلَا اِنَّ الْقُوَّۃَ الرَّمْیُ"

"یادرکھو! وہ قوت "الرمی" ہے 'یادرکھو! وہ قوت "الرمی" ہے 'یادرکھو! وہ قوت "الرمی" ہے۔"

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ ــــ حدیث ۱۹۱۷)

لفظ "الرمی" کے معنی ہیں "پھینک کر مارنا" یا "نشانہ لگانا"۔ معلوم ہوا کہ قرآن حکیم نے یوں تو جہاد کے لئے ہر قسم کا اسلحہ اور سازوسامان تیار کرنا مسلمانوں کا شرعی فریضہ قرار دیا ہے 'اور وہ سب کے سب "قوۃ" کے قرآنی مفہوم میں داخل ہیں 'لیکن ان میں سے بھی جو ہتھیار پھینک کر مارے جاتے ہیں 'مثلاً تیر 'گولی 'بم 'راکٹ 'میزائل وغیرہ ' اسلام میں ان کی خاص تاکید واہمیت ہے۔ موجودہ سائنسی دور میں تو ساری کی ساری جنگیں ' بری ہوں 'یا بحری یا فضائی ــــ بلکہ خلائی بھی ــــ اسی "الرمی" کی مرہون منت ہو کر رہ گئی ہیں۔ ــــ اس لئے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں یہ پیشگی خبر بھی پنہاں ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب جنگیں صرف دور سے ہوا کریں گی 'اور جنگی قوت کا مدار صرف "الرمی" (پھینک کر مارنے یا نشانہ لگانے) پر رہ جائے گا۔ پاس کی جنگ جو خنجر ' تلوار ' نیزے جیسے ہتھیاروں سے ہوتی ہے ' متروک ہو جائے گی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے نشانہ بازی کی بڑی تاکید فرمائی اور اس سے متعلقہ امور کے فضائل خاص طور سے ارشاد فرمائے ہیں 'ارشاد ہے کہ :

"اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ بِالسَّھْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَۃَ نَفَرٍ فِي الْجَنَّۃِ صَانِعَہٗ یَحْتَسِبُ فِيْ صَنْعَتِہِ الْخَیْرَ، وَالرَّامِيَ بِہٖ، وَمُنَبِّلَہٗ، فَارْمُوْا وَارْکَبُوْا، وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ تَرْکَبُوْا۔"

"اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے ' (ایک) اس کے بنانے والے کو 'جس نے اسے اچھی

(ثواب وجہاد کی) نیت سے بنایا ہو' (دوسرے) اسے چلانے والے کو (تیسرے) اس شخص کو جو اسے چلانے والے کے ہاتھ میں پکڑائے' اس لئے نشانہ بازی کرو' اور شہسواری کرو' اور مجھے نشانہ بازی شہسواری سے زیادہ پسند ہے۔"

(جامع ترمذی' فضائل الجہاد۔۔۔ حدیث ۱۶۳۷)

نیز ارشاد ہے:

"ارموا، من بلغ العدو بسهم رفعه الله به درجة، قال ابن النحام يا رسول الله! وما الدرجة؟ قال اما انها ليست بعتبة امك ولكن ما بين الدرجتين مائة عام"

"تیر چلاؤ' جو شخص دشمن کو ایک تیر مار دے گا' اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے (جنت میں) اس کو ایک درجہ بلند فرمادے گا۔۔۔ ابن نحام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! درجہ سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ارے درجہ کا مطلب تمہاری ماں کی دہلیز تو ہو نہیں سکتا' بلکہ (جنت کے) دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے۔" (سنن نسائی' کتاب الجہاد۔۔۔ حدیث ۳۱۴۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ امن کے لئے بھی یہ ہدایت فرمائی ہے کہ:

"ستفتح عليكم ارضون ويكفيكم الله، فلا يعجز احدكم ان يلهو باسهمه"

"تم پر زمینیں فتح ہوں گی' اور اللہ تمہاری کفالت فرمائے گا' پس (اس زمانہ امن و امان میں) تم اپنے تیروں کے کھیل سے عاجز نہ ہو جانا (کہ مشق چھوڑ بیٹھو)"

(صحیح مسلم' کتاب الامارۃ۔ حدیث ۱۹۱۸)

جس طرح قرآن کریم حفظ کر کے بھلا دینا گناہ ہے' اسی طرح آنحضرت ﷺ نے نشانہ بازی سیکھ کر اسے بھلا دینے کو سخت گناہ قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

"مَنْ عَلِمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَه فَلَيس مِنَّا، اَوْ قَدْعَصٰي"

"جس نے نشانہ لگانا سیکھا' پھر بھلا دیا' تو وہ ہم میں سے نہیں' (راوی کہتے ہیں کہ) یا یوں فرمایا کہ "اس نے نافرمانی کی۔"

(صحیح مسلم' کتاب الامارۃ۔ حدیث ۱۹۱۹)

امیرالمومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمان بھیجا' جس میں تحریر تھا کہ:

"اِذَا لَهَوْتُمْ فَالْهَوْ بِالرَّمْيِ، وَاِذَا تَحَدَّثْتُمْ فَتَحَدَّثُوْا بِالفَرَائِضِ"

(رواہ الحاکم و قرہ الذھبی)

"جب تم کھیلو تو نشانہ بازی کا کھیل کھیلو' اور آپس میں باتیں کرو تو مسائل میراث کی باتیں کرو۔"

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے نشانہ بازی کا شوق بچپن سے ہے' بندوق ریوالور اور رائفل کی تربیت بھی مختلف مرحلوں میں حاصل کی' حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے لائسنس بنوا کر مجھے کئی اسلحہ اسی لئے دلوائے تھے کہ شکار وغیرہ کے ذریعہ مشق کا سلسلہ

جاری رہے ۔ان کی وفات کے بعد اب ذمہ داریوں اور مشاغل کے انبار میں اس مشق کے دب جانے کا اندیشہ ہو گیا اس لئے نشانہ بازی کے مواقع کا منتظر رہتا ہوں کہ

اے شیخ! بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن
بنتی ہے بیابانی میں فاروقی و سلمانی

جلسہ سے فارغ ہو کر ظہر تک ہم نے کلاشنکوف سے نشانہ بازی کی دل کھول کر مشق کی، نشانہ خاصی دور بلندی پر تھا، کمانڈر زبیر صاحب صحیح نشانے لگانے پر بڑے ادب اور مسرت سے داد دیتے رہے ۔ایک اور بڑی گن (سل ڈزی) سے بھی نشانہ بازی کا موقع ملا، اس سے ایک فائر میں لگاتار سو گولیاں نکلتی ہیں ۔اینٹی ایئر کرافٹ، جسے مجاہدین مقامی زبان میں "دہ شکہ" کہتے ہیں، اس سے بھی فائر کئے، یہ طیارہ شکن توپ ہے، مگر زمین سے زمین پر بھی مار کرتی ہے، اس کی گرج سے پورا کہسار لرزتا محسوس ہوا ۔غیر متوقع بات یہ ہوئی کہ ہم نے اس سے بھی "ٹھیک ٹھیک نشانے لگائے ۔" وللہ الحمد

حملے کیلئے روانگی

نماز ظہر اور دو پہر کے کھانے سے فارغ ہوتے ہی تقریباً ڈیڑھ بجے سب مسلح ہو کر حویلی کے باہر جمع ہو گئے، میزبانوں اور ہم مہمانوں کو ملا کر تعداد ساٹھ کے لگ بھگ ہوگی ۔ ہر ایک کے پاس کلاشنکوف اور گولیوں سے بھری ہوئی چار چار میگزینیں تھیں، بہت سے مجاہدین نے احتیاطاً مزید گولیاں اپنی جیکٹوں کی جیبوں میں مونگ پھلیوں کی طرح بھر رکھی تھیں ۔کمانڈر زبیر صاحب، جو سب کی توجہ کا مرکز تھے، روانگی کے انتظامات کا جائزہ لے رہے تھے، واکی ٹاکی پر ان کا رابطہ گردو پیش کے مراکز اور اگلے موریچوں سے قائم تھا۔ مختلف قسم کی توپیں، ان کے اجزاء الگ الگ کر کے ایک بہت بڑے دیو ہیکل "ھینو" ٹرک میں رکھی جا چکی تھیں، ان کے بہت سارے گولے اور راکٹ لانچر، گرنیڈ (دستی بم) وغیرہ بھی اسی ٹرک میں تھے ۔جن کو مرکز کی حفاظت کے لئے رکنا تھا ان کے علاوہ سب مجاہدین

اسی ٹرک میں کھچا کھچ بھر گئے، ڈرائیور کے برابر دو مجاہد سوار تھے، انہی کے پاس کمانڈر زبیر صاحب کو بیٹھنا تھا، ہم مہمانوں کے لئے دو جیپوں کا انتظام کیا گیا تھا۔

کمانڈر زبیر صاحب کے سوار ہوتے ہی ٹھیک دو بجے قافلہ روانہ ہوا، آگے آگے اسلحہ اور مجاہدین سے بھرا ہوا ٹرک، پیچھے ہماری جیپیں۔ کہسار سے اتر کر اسی کے دامن میں تینوں گاڑیاں وادی ارغون کے کنارے کنارے شمال کو روانہ ہوگئیں، جہاں دشمن کی بڑی مضبوط، زمین دوز فوجی چوکی "زامہ خولہ" ہے۔

لے تو چلی ہے ہمت پرواز سوئے گل
پہنچائیں جتنی دور بھی اب بال و پر مجھے
(حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ)

ارغون چھاؤنی کی فوجی اہمیت

ارغون چھاؤنی، جس کی حفاظت کیلئے زامہ خولہ اور دیگر فوجی چوکیاں قائم کی گئی ہیں، دشمن کی بڑی مضبوط سرحدی چھاؤنی ہے، اس میں جدید ترین اسلحہ ٹینکوں اور بکتربند گاڑیوں پر مشتمل ایک ڈویژن فوج ہروقت موجود رہتی ہے، اس کے علاوہ چھ سو جنگجو قبائلی فوجیوں پر مشتمل ملیشیا بھی موجود ہے، ایک فوجی ایئرپورٹ مال بردار طیاروں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں کیلئے استعمال ہوتا ہے، اس کے ذریعہ چھاؤنی کو رسد کمک برابر ملتی رہتی ہے۔ روسی اور افغان کمیونسٹ اس چھاؤنی کو خاص اہمیت دیتے ہیں، جس کی ایک وجہ تو یہ ہے، کہ یہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان رہنے والے جنگجو قبائل کے نزدیک ہے، سرحدی قبائل کو گمراہ کرنے اور ان کو مجاہدین کے خلاف اکسانے کیلئے یہ چھاؤنی اہم رابطے کا کام دیتی ہے۔

دوسری یہ کہ پاکستانی سرحد کے قریب ہونے کے باعث وہ یہاں سے پاکستان پر اپنا دباؤ رکھنا چاہتے ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سمت سے کابل تک گاڑیوں کا یہی ایک قریبی راستہ ہے۔ اس چھاؤنی کی قوت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ "صوبہ پکتیکا" کا اس طرف کا

سارا علاقہ مجاہدین آزاد کرا چکے ہیں' لیکن اس چھاؤنی اور اس کی حفاظتی چوکیوں پر اب تک دشمن کا قبضہ ہے۔

پوسٹ ''زامہ خولہ''

کمانڈر زبیر صاحب نے رات ہی بتایا تھا کہ تین چار سال پہلے یہ چوکی نہیں تھی' ہم براہ راست چھاؤنی پر حملے کرتے تھے' ایک مرتبہ منصوبہ بندی کر کے اس پر بھرپور حملہ کیا' اور چھاؤنی کے اندر جا گھسے' دشمن جم کر قدم قدم پر ہمارا مقابلہ کرتا رہا' اور بالآخر بھاری جانی نقصان اٹھا کر پسپا ہوتا رہا' ہمارا بھی کچھ جانی نقصان ہوا' تاہم نصف سے زیادہ چھاؤنی پر ہمارا قبضہ ہو گیا' اس کے بعد ہم چھاؤنی کے جس علاقے میں بھی پہنچے' دشمن نے ہتھیار ڈال دیئے' یا بھاگ کھڑا ہوا' فوج کے بڑے بڑے افسر اپنے دفتر اور گھر کھلے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے بہت سے گرفتار ہو گئے' پھر بھی چھاؤنی کے ایک حصے پر وہ جمے رہے' ہم اس طرف بڑھے تو راکٹوں کی بارش ہونے لگی' اس دن ہمارے ساتھ روسیوں سے چھینا ہوا ایک ٹینک بھی تھا جو گولے داغ رہا تھا' اور اس کی آڑ سے مجاہدین گولیاں برسا رہے تھے۔ ہمارے سب ساتھی ہر طرف سے سمٹ کر پوری طاقت اسی حصے پر خرچ کرنے لگے' مکمل فتح سامنے نظر آ رہی تھی کہ اچانک پانسہ پلٹ گیا' ہمارے ٹینک کا توپچی ایک راکٹ سے شہید ہو کر ٹینک سے باہر لٹک پڑا' ڈرائیور نے اسے اٹھانا چاہا تو ایک راکٹ سے وہ بھی سخت زخمی ہو کر گر گیا۔ ہماری پیش قدمی رک گئی' کوئی متبادل ڈرائیور اور توپچی ساتھ نہیں تھا۔ مجبوراً واپس ہونا پڑا۔

یہ واقعہ سنا کر کمانڈر زبیر صاحب نے پر سکون تبسم کے ساتھ کہا

> ''حضرت! اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ حکمتوں پر مبنی ہوتا ہے' اس میں بھی خدا جانے کتنی حکمتیں ہوں گی' شاید ایک حکمت یہ ہو کہ چھاؤنی فتح ہو جاتی تو کروڑوں روپے کا مال غنیمت ہاتھ آتا' اور ایک ایک مجاہد لکھ پتی بن جاتا' ہو سکتا ہے وہ مال و دولت ہمارے لئے دنیا کی محبت اور جہاد سے سستی کا سبب بن جاتا۔

> اس واقعہ نے ہمیں ایک سبق یہ دیا کہ اس روز ہمیں اپنی منصوبہ بندی پر ناز ہو گیا تھا' ہماری زبانوں پر یہ جملہ بار بار آرہا تھا کہ "آج ارغون نہیں بچے گا" ہم "انشاءاللہ" بھی نہیں کہہ رہے تھے' اس روز ہماری نظریں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بجائے اپنے ٹینک' سازوسامان اور طاقت پر لگ گئی تھیں' اللہ تبارک و تعالیٰ نے بتادیا کہ میری طرف سے نظریں پھیر کر تم کوئی فتح حاصل نہیں کر سکتے' جیتی ہوئی جنگ بھی شکست سے بدل دی جائے گی۔"

اس واقعہ کے بعد دشمن نے اس چھاؤنی کی حفاظت کیلئے بہت بڑے پیمانے پر کارروائیاں کیں' کابل سے ایک زبردست فوجی کانوائے آیا جس میں ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کی تعداد ہزاروں میں تھی' درجنوں گن شپ ہیلی کاپٹر اور طیارے اس پر سایہ کئے ہوئے تھے' اس بے پناہ فوجی قوت کے بل پر کانوائے پوری وادی ارغون میں پھیل گیا' اور چھاؤنی کے گردوپیش میں جہاں جہاں سے مجاہدین کی یلغار کا خطرہ تھا وہاں مضبوط زمین دوز چوکیاں تعمیر کر لیں۔

"زامہ خولہ"' "خان عالم قلعہ"' "نیک محمد پوسٹ" اور دیگر چھوٹی بڑی چوکیوں کو ملا کر ان کی کل تعداد بارہ ہے' سب سے مضبوط چوکی "زامہ خولہ" ہے' اپنے محل وقوع کی وجہ سے وادی ارغون اس کی دور مار توپوں کی زد میں ہے' اس کے ذریعہ دشمن نے یہاں سے غزنی اور کابل کا راستہ مجاہدین کیلئے بند کر رکھا ہے' ارغون چھاؤنی اور شہر کی فتح بھی اس چوکی کو ختم کئے بغیر ممکن نہیں۔

اسی لئے اب یہاں کے مجاہدین کا مرکزی ہدف یہی چوکی ہے۔ وہ آئے دن اس پر حملے کرتے رہتے ہیں' لیکن دشمن نے "زامہ خولہ" کے اردگرد دور دور تک بے اندازہ بارودی سرنگیں بچھا رکھی ہیں' اس کی طرف جانے والے ہرندی نالے' پہاڑ اور میدان میں یہ "موت کے بیج" مجاہدین کی گھات میں ہیں' زامہ خولہ کے متصل تو چاروں طرف بارودی سرنگوں کا ایسا جال بچھایا ہے کہ ایک قدم بھی رکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ ان

موت کے بیجوں سے اب تک کئی مجاہد شہید اور بہت سے ٹانگوں سے معذور ہو گئے۔

مگر انہی آزمائشوں اور حادثات نے توان سرفروشوں کے جذبات کو دو آتشہ اور شوق شہادت کو ناقابل تسخیر بنایا ہے۔وہ جان چکے ہیں کہ

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

اب ہماری پیش قدمی اسی پوسٹ ""زامہ خولہ"" کی طرف ہو رہی تھی ۔اسلحہ اور مجاہدین سے کھچا کھچ بھرا دیوہیکل "" ھینو"" ٹرک 'اونچے نیچے کچے راستوں پر بے ڈول سے انداز میں 'مگر خاصی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا'اس کی پیروی ہماری دونوں جیپیں اس طرح کر رہی تھیں جیسے اس سے بندھی ہوئی ہوں ___ آگے جو معرکہ ہونے والا تھا' ذہن اس کے طرح طرح کے خاکے بنا رہا تھا ___ ابھی جنگ کا پورا منصوبہ نہیں بتایا گیا تھا'اس لئے ہر ساتھی کا چہرہ سوالیہ نشان بنا ہوا تھا ___ دل شوق جہاد سے بے تاب' اور زبانیں اللہ کے ذکر سے پرسوز ___ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

ابھی دو تین کلو میٹر ہی بڑھے ہوں گے کہ دائیں طرف وادی ارغون کے وسیع میدان میں دشمن کے گولے آنے لگے 'اور کچھ ہی فاصلے پر گر گر کر پھٹنے لگے 'یہ پوسٹ ""زامہ خولہ"" سے آ رہے تھے۔خیال ہوا کہ دشمن کو ہماری پیش قدمی کا پتہ چل گیا ہے! مگر کمانڈر صاحب نے بتایا کہ ""حرکۃ الجہاد الاسلامی"" کے امیر مولانا سیف اللہ اختر صاحب تقریباً ۳ گھنٹہ قبل ""شکر"" کے مرکز سے میزائلوں کا ایک ٹرک بھر کر ""خانی قلعہ"" کیلئے روانہ ہوئے ہیں 'اور اب وادی ارغون کو پار کرنے والے ہیں' دشمن کو ان کی کن فن لگ گئی ہے 'یہ گولے اسی کو نشانہ بنانے کی کوشش میں ہیں۔مگر کمانڈر صاحب نے اس ٹرک یا امیر صاحب کے بارے میں بھی کسی اندیشے کا اظہار نہیں کیا' مجاہدین نے اس کی وجہ بتائی کہ یہ تو روز مرہ کا معمول ہے 'بحمد اللہ ہم دن رات میں نہ جانے کتنی بار 'وادی کو ایسی ہی گولہ باری میں عبور کرتے ہیں 'اللہ کے فضل سے کسی کا بال بیکا نہیں ہوتا۔

گولے آ آ کر پھٹتے رہے 'اور ہمارا قافلہ بڑھتا رہا 'کئی اجڑی ہوئی بستیوں سے گذر

ہوا' کچھ افغان چرواہے اور دیہاتی بھی راستے میں ملے' وہ بھی ہماری طرح وادی سے کترا کر اس کے شمال مغربی کنارے پر دامن کوہ میں سے ہوتے ہوئے سفر کر رہے تھے' کہ وادی توپوں کی زد میں ہے ـــــ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہمارا قافلہ بائیں طرف' سرسبز پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک وسیع ڈھلان پر چڑھ کر ایک پراسرار سے جنگل میں رک گیا۔

"مڑزگہ" کے مرکز مجاہدین میں

یہاں دور دور کوئی آدم زاد نظر نہیں آرہا تھا' مگر جیسے ہی ہم گاڑیوں سے اترے' ہر طرف سے کتنے ہی مسلح نوجوان نمودار ہوئے' اور لمحوں میں پچاس کے لگ بھگ مجاہدین ہمارے گرد جمع ہوگئے' کلاشنکوفوں کے علاوہ بہت سوں نے توپ کے گولے' راکٹ لانچر اور دستی بم بھی تھام رکھے تھے۔ اس مرکز کے یہ مجاہدین آج کے حملے میں ہمارے ساتھ شریک ہونے والے تھے۔ اس جگہ کا نام "مڑزگہ" ہے' یہاں سے دشمن کی پوسٹ "زامہ خولہ" بالکل قریب ہونے کے باوجود اونچے پہاڑوں کا قدرتی حصار اس کے گولے یہاں نہیں پہنچنے دیتا۔ بمبار طیاروں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں کا بھی اس لئے خوف نہیں' کہ دشمن فضائیہ مجاہدین کے میزائلوں سے اس بری طرح پٹ چکی ہے کہ اب شدید مجبوری کے بغیر فضا میں اڑنے کا خطرہ مول نہیں لیتی۔ البتہ یہ مرکز جن پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے' ان پر چڑھ کر مجاہدین' دشمن کی ہر نقل و حرکت کی نگرانی کر سکتے ہیں' اس مرکز میں صرف کہنہ مشق نوجوانوں کو رکھا جاتا ہے' انہیں جو کام کرنے پڑتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ ہر وقت ہر حالت میں دشمن کی پوسٹوں اور چھاؤنی پر دوربینوں وغیرہ سے گہری نظر رکھنا' اور ان کی ہر غیر معمولی نقل و حرکت کی اطلاع کمانڈر زبیر صاحب کو خانی قلعہ وغیرہ میں وائرلیس پر دینا۔

۲۔ ہنگامی حکم ملنے پر دشمن کے خلاف فوری کارروائی۔

۳۔ جاسوسوں کے ذریعہ دشمن کے حالات معلوم کرنا۔

۴۔ دشمن کے خلاف کارروائیوں کے لئے اس کے بہت قریب پہنچ کر بھی مورچے اور

خندقیں کھودنا۔

۵۔ ان کارروائیوں کے لئے راستہ سے بارودی سرنگیں صاف کرنا۔

۶۔ لڑائی کے دوران جو مجاہد زخمی یا شہید ہو جائیں 'لڑائی تھمنے تک ان کو یہاں حفاظت سے رکھنا۔

ماشاء اللہ انہیں ''شاہین بچوں'' میں دارالعلوم کراچی کے بھی کئی طلبہ سے ملاقات ہوئی، جن سے بغل گیر ہوتے وقت مسرت کے آنسو' روکے نہ رک سکے۔ یہاں ایک چھوٹی سی نامکمل جھونپڑی کے علاوہ کوئی عمارت یا خیمہ نظر نہیں آیا۔ یہ لوگ رہتے کہاں ہیں؟ غاروں میں؟ یا چوٹیوں پر؟ یا اندر دامن کوہ میں کچھ مکانات ہیں؟ ان سوالات کے پوچھنے کا موقع نہیں تھا' مگر ان میں سے ہر ایک کا سراپا بتلا رہا تھا کہ

بجلی ہوں' نظر کوہ و بیاباں پر ہے میری
میرے لئے شایاں' خس و خاشاک نہیں ہے

ایک بروقت اطلاع

کمانڈر صاحب کا اشارہ پاتے ہی اس مرکز کے مجاہدین سمیت ہم سب ان کے گرد جمع ہو گئے' ہر شخص ہمہ تن گوش تھا' انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''ابھی راستہ میں وائرلیس پر اطلاع ملی ہے کہ پوسٹ زامہ خولہ میں دشمن فوج جو عام طور پر زمین دوز مورچوں' تہ خانوں اور خندقوں میں دبکی رہتی ہے' آج باہر نکلی ہوئی ہے۔ اس کے دو مقصد ہو سکتے ہیں' یا تو وہ ایندھن کی لکڑیاں کاٹنے اور جمع کرنے کیلئے نکلی ہے' اس صورت میں ہمارے لئے اسے شکار کرنا انشاء اللہ بہت آسان ہو گا' یا اس کا ارادہ ہماری طرف پیش قدمی کرنے کا ہے' اگر ایسا ہے تو یہ بہت غیر معمولی بات ہوگی' کیونکہ آج تک اس نے ہماری طرف بڑھنے کی جرات نہیں کی' مگر اس صورت میں آپ کو اپنے حوصلے نکالنے کا خوب موقع ملے گا' کیونکہ لڑائی بہت قریب سے ہوگی' اور آپ اپنی کلاشنکوفیں جی بھر کے استعمال کر سکیں گے' گولیوں کی بحمد اللہ آپ کے پاس کمی نہیں۔ دشمن کی پوسٹ زامہ خولہ پر حملہ تین طرف سے کیا جائے گا جس کیلئے تین جماعتیں ایک ایک امیر کی سربراہی میں

تشکیل دی گئی ہیں' ہرایک اپنے امیر کی ہدایات پر عمل کرے۔

کمانڈر صاحب کی ہدایات

کمانڈر صاحب نے حسب عادت مسکراتے ہوئے پر سکون لہجے میں فرمایا"میں آپ کو پانچ اہم باتوں کی تاکید کرتا ہوں":

۱۔پہلی بات یہ کہ صبر کو اپنا شیوہ بنایئے۔مجاہد کیلئے یہ سب سے پہلا سبق اور سب سے بڑا ہتھیار ہے'اس کی تاکید قرآن وسنت میں بار بار کی گئی ہے' ہر مسلمان کو ہر کڑے وقت میں صبر کرنے کا حکم ہے'لیکن ایک مجاہد جو جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کے راستہ میں جارہا ہے'اس کیلئے صبر کی بہت اہمیت ہے'اللہ کے راستہ میں لڑنے والے کو قدم قدم پر انتہائی صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے' میری تاکید آپ کو یہی ہے کہ سخت سے سخت حالات میں بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں' ہر تکلیف کو اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ہنسی خوشی برداشت کریں۔صبر وہ کلید کامیابی ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے' بندہ سخت ترین حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب رحمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے'اور فتح ونصرت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

۲۔لڑائی میں اگر ہمارا کوئی ساتھی زخمی ہوجائے تو یاد رکھئے'ہمارے پاس ابتدائی طبّی امداد کا سامان نہیں ہے'یہاں سے زخمی کو پاکستان کے کسی ہسپتال تک پہنچانے میں دو دن لگ جاتے ہیں'اس لئے میری درخواست ہے کہ جیسے ہی کوئی زخمی ہو' آپ اس کا خون روکنے کی بھرپور کوشش کریں'کیونکہ ہمارے کئی ساتھی محض اسی وجہ سے شہید ہوگئے کہ ہسپتال تک پہنچتے پہنچتے ان کے جسم کا سارا خون بہہ گیا' ورنہ زخم مہلک نہیں تھا' ہمارے پاس زخموں پر باندھنے کے لئے پٹیاں بھی نہیں'اس لئے آپ اس کا خون روکنے کیلئے فوراً اپنے پہنے ہوئے کپڑے کو پھاڑ کر اس کی پٹی زخم پر باندھ دیں۔

۳۔میدان کارزار میں ہر آن کسی بھی مجاہد کے شہید ہوجانے کا امکان ہوتا ہے' میری پرزور وصیت ہے کہ اگر کوئی ساتھی شہید ہوجائے'تو اس کی لاش ہرگز دشمن کے حوالے نہ ہونے دیں۔جان پر کھیل کر بھی شہید کی حفاظت کریں'اور اسے محفوظ مقام

پر پہنچائیں ۔اس پورے جہاد میں بحمداللہ ہم نے کسی ساتھی کی لاش دشمن کے حوالے نہیں ہونے دی ۔اس روایت کو برقرار رکھئے ۔

۴۔ چوتھی درخواست یہ ہے کہ خدانخواستہ آپ دشمن کے نرغے میں آجائیں 'اور دشمن ہرطرف سے گھیرلے 'تو اپنے آپ کو ہرگز انکے ہاتھوں گرفتار نہ ہونے دیں 'آخر دم تک لڑتے رہیں 'یہاں تک کہ فتح یا شہادت آپکے قدم چوم لے ۔

۵۔پانچویں اور آخری بات یہ ہے کہ ہرحالت میں اپنے اپنے امیر کی اطاعت کریں 'اس کی ہرہدایت پر بلاچون وچراعمل کریں 'اگرچہ وہ آپ کی رائے کے خلاف ہو۔ امیر کی اطاعت کو قرآن وسنت نے فرض کیا ہے 'اور جہاد میں اس کی سب سے بڑی آزمائش ہوتی ہے 'اس کے خلاف کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں 'اور بسااوقات جیتی ہوئی جنگ شکست میں بدل جاتی ہے ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کا حافظ و ناصر ہو۔

اس مختصراور اثرانگیز خطاب کے بعد سب نے مل کر الحاح وزاری سے دعاکی 'اور ہرجماعت اپنے امیر کی سربراہی میں پیدل روانہ ہوگئی ۔بہت سے مجاہدین نے توپوں کے الگ الگ کئے ہوئے اجزاء اٹھارکھے تھے 'ان توپوں کو آگے لیجاکر مورچوں میں نصب کرنا تھا' باقی سب مجاہدین نے توپوں کے گولے اور دیگر اسلحہ اٹھایاہوا تھا 'ہم مہمانوں کو کمانڈر صاحب نے ازراہ نوازش اپنی جماعت میں شامل کیا تھا' وہ بھی اپنی جماعت کے دیگر مجاہدین کو ساتھ لیکر 'ہم سے یہ کہہ کر روانہ ہوگئے کہ "آپ حضرات کیلئے جیپیں موجود ہیں 'نائب کمانڈر قاری نعمت اللہ صاحب آپ کو محاذ پر لے آئیں گے"۔

دل کی حالت زار

بچپن سے اب تک جہاد کے جتنے معرکے یاد ہیں سب ہی میں عملی شرکت کی تمنا رہی اور کبھی موت کا خوف دامن گیر نہیں ہوا تھا 'اس سفر افغانستان میں بھی اب تک بحمداللہ یہ کیفیت رہی تھی کہ بقول مرشد عارفی رحمۃ اللہ علیہ

دل ہوا ہے جب سے لذت گیر نشتر ہائے غم
ہر نفس ذوق جراحت میں تپش انگیز ہے

لیکن جب کمانڈر صاحب نے ہمیں زخمیوں اور شہیدوں کے متعلق ہدایات دیں تو ___ کیا عرض کروں، دل کس پیچ و تاب اور ادھیڑ بن میں گرفتار ہو گیا؟ چونکہ میں اس سفر کے صرف واقعات نہیں، بلکہ کچھ تاثرات بھی لکھ رہا ہوں، اس لئے مجھے یہاں اعتراف کرنا چاہئے کہ موت کا اک ان جانا سا خوف چپکے چپکے پورے جسم میں دوڑ گیا تھا، طرح طرح کے اندیشوں اور پریشان کن خیالات نے کئی منٹ تک یہ حالت کئے رکھی کہ:

راہ وفا میں رکھنے کو رکھ تو دیا قدم
دنیائے پیچ و تاب ہے اب دل کے سامنے
(حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ)

خیال آیا کہ "میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہادت پانے کی دعا کرتا رہا ہوں، شاید قبولیت کا وقت آپہنچا ہو، اور اب گھر واپسی مقدر نہ ہو، میرا اکلوتا بیٹا (مولوی) محمد زبیر سلمہ بھی میرے ساتھ ہے، گھر پر کوئی مرد نہیں" ___ ساتھ ہی رفیقہ حیات کی، اور تینوں بیٹیوں کی مغموم صورتیں سامنے آگئیں۔

چھوٹی بیٹی کو جب ہمارے افغانستان کے پروگرام کی خبر ہوئی تو وہ چپکے چپکے کئی بار روئی، پھر روانگی سے ایک روز پہلے اس نے لجاجت سے کہا تھا "ابی! افغانستان میں تو سخت جنگ ہو رہی ہے، ابی! آپ وہاں نہ جائیں، بھائی جان کو بھی نہ جانے دیں"، میں نے اسے سمجھایا تھا کہ "بیٹی جنگ نہیں جہاد ہو رہا ہے، جس میں ہمارے مسلمان بھائی کئی برس سے جانوں کی بازی لگائے ہوئے ہیں، مسلمان بیٹیاں باہمت ہوتی ہیں، بزدلی مسلم بیٹیوں کا شیوہ نہیں ہوتا، پھر یہ بھی پتہ نہیں کہ ہمیں جہاد میں عملی حصہ لینے کا موقع ملے گا بھی یا نہیں"، پھر میں نے جھوٹ بولے بغیر اس طرح سے بات کی تھی کہ وہ یہی سمجھے کہ ہم کسی معرکہ میں شریک نہیں ہوں گے ___ میں سوچنے لگا ___ "اگر یہاں شہادت

مقدر میں ہے تو وہ سوچے گی ''ابی نے مجھ سے جھوٹا وعدہ کیا تھا'' اگرچہ میں نے اس سے وعدہ نہیں کیا تھا' لیکن وہ تو میری گفتگو کا یہی مطلب سمجھ کر مطمئن ہوئی تھی!____

ہمارے ذاتی مکان پر بے رحم کرایہ دار ناحق قابض ہیں' اس وقت جس مکان میں رہائش ہے وہ دارالعلوم کا ہے' میں شہید ہو گیا تو بیوی اور بچیاں کہاں رہیں گی؟۔

بڑی بہن کو تشویشناک حالت میں ہسپتال میں داخل کیا گیا تھا' اگرچہ میں ان کی حالت قدرے اطمینان بخش ہونے کے بعد ہی روانہ ہوا تھا' لیکن نہ جانے اب وہ کس حال میں ہوں گی؟

دارالعلوم میں کئی نئے منصوبوں پر حال ہی میں کام شروع ہوا ہے' اور کچھ نئے کام دارالعلوم کے تعلیمی اور تربیتی میدان میں اپنی زندگی میں کرنا چاہتا تھا' ان کا کیا ہو گا۔

''اگر شہید ہونے کے بجائے دوسرے بہت سے مجاہدین کی طرح ہاتھ یا ٹانگ سے معذور ہو گیا تو پوری زندگی اپاہج ہو کر گذارنی پڑے گی'' ____ وغیرہ وغیرہ۔

میں بہ ظاہر مجاہدین کی ان تینوں جماعتوں کو دشمن کی پوسٹ ''زامہ خولہ'' کی طرف جاتا دیکھ رہا تھا' لیکن درحقیقت اندیشوں اور وسوسوں کی جو یورش خود میرے اندر ہو رہی تھی' اس میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی دستگیری

اچانک ضمیر نے آواز دی' اور مرشد محسن حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک سامنے آ کر ان کا یہ ارشاد دل میں اترتا چلا گیا' کہ

جائز نہیں اندیشہ جاں عشق میں اے دل!
ہشیار کہ یہ مسلک تسلیم و رُضا ہے!

اور میں شرمندہ ہو کر دل ہی میں خود کو ''بزدل' کم ہمت'' اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگا____ ضمیر کہہ رہا تھا'' یہ تیرے گناہوں کا وبال ہے کہ شیطان تیرا راستہ عین اس

وقت کھوٹا کر رہا ہے جب ایک مبارک دیر. یہ تمنا پوری ہونے والی ہے"۔۔۔ مرشد محسن کی ہدایات یاد آئیں' لاحول پڑھی' اللہ تعالیٰ سے بار بار عاجزی کے ساتھ استغفار کی' اور ان شیطانی وسوسوں سے نجات کی دعا کرنے لگا۔۔۔ اللہ رب العالمین نے دستگیری فرمائی اور یکے بعد دیگرے قرآن کریم کی یہ آیات یاد آئیں تو دل کی دنیا بدلنے لگی :

"کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ"

"ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے" (آل عمران --۱۸۵)

"اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ"

"جہاں کہیں تم ہوگے موت تم کو آپکڑے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو" (نساء --۷۸)

"وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَاءَ اَجَلُھَا"

"اور جب کسی جاندار کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا" (المنافقون --۱۱)

ان آیات نے تنبیہ کی کہ موت کی تو جو جگہ اور جو وقت مقرر ہے' وہ وہیں اسی وقت آ کر رہے گی' کسی بھی تدبیر سے مقدم ہو سکتی ہے نہ موخر' پھر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہادت سے ڈرنا' حماقت اور شیطانی دھوکہ بازی کے سوا کیا ہے؟ اگر ایسے ہی اندیشوں میں یہ مجاہدین بھی گرفتار ہو جاتے' تو آج روسی فوجیں پاکستان کی سرحدوں پر دستک دے رہی ہوتیں۔

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام' خون جگر کے بغیر

اس طرح بحمداللہ موت کا خوف اور دوسرے اندیشے تو رفوچکر ہوگئے، لیکن ایک نیا خوف یہ مسلط ہوا کہ خدانخواستہ اگر جنگ کی شدت میں پاؤں اکھڑ گئے، تو میری آخرت کا کیا بنے گا؟ ___ قرآن کریم کا یہ فرمان یاد آکر دل لرزا ٹھا کہ :

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ، وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰہُ جَھَنَّمُ، وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ"

"اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دوبدو ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا۔ اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا تو وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ ہاں (دو شخص) اس حکم سے مستثنیٰ ہیں (ایک وہ) جو لڑائی میں جنگی چال کے طور پر (محض دشمن کے دکھانے کیلئے) پیچھے ہٹا ہو (حقیقت میں میدان سے ہٹنا مقصود نہ ہو بلکہ دشمن کو غفلت میں ڈال کر اچانک حملہ کرنا پیش نظر ہو۔ دوسرا وہ شخص) جو (اپنی) فوج سے (کمک لینے کیلئے) آملا ہو (تاکہ دوبارہ قوت سے حملہ کیا جائے)۔" (الانفال: ۱۵،۱۶)

مگر ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کی مانگی ہوئی ایک طویل دعا یاد آگئی جس کا خلاصہ میں نے اس

طرح کیا کہ :

"اَللّٰھُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِيْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا"

"یا اللہ! میں اس بات سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ کے راستہ میں پشت پھیر کر مروں۔"

(مناجات مقبول ---دعا ۸۰)

اس دعا کے قلب و زبان پر جاری ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نیا اعتماد اور نیا عزم پیدا ہوا' اور سارے اندیشے کافور ہوگئے۔ دل کی وہ اذیت ناک کیفیت زیادہ سے زیادہ ۵ منٹ رہی ہوگی' مگر ان ۵ منٹ میں کتنے سارے خیالات حملہ آور ہوگئے' اور کتنی دل نشیں یادوں نے انہیں پسپا کیا' اب یاد کرتا ہوں تو اس میں بھی لذت محسوس ہوتی ہے۔

مرا دل' مری رزم گاہ حیات
گمانوں کے لشکر' یقیں کا ثبات!
یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر!
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر

انہی ۵ منٹ کے دوران ایک عزیز ساتھی نے قریب آکر سرگوشی کے انداز میں کہا "ہم میدان کارزار میں ہیں' ہر آن کچھ بھی ہو سکتا ہے' آپ سے درخواست ہے کہ شہید ہو جاؤں تو میرے بچوں کی دینی و عصری تعلیم کا خاص خیال رکھیں۔" میں نے تسلی دی' انہیں کیا خبر کہ اس وقت میں خود کس کیفیت سے دوچار تھا۔ باقی ساتھیوں کے دل کا حال تو کہہ نہیں سکتا' البتہ ہر ایک خاموش تھا اور ہونٹ سب کے آہستہ آہستہ ہل رہے تھے کہ ؎

ہزار خوف ہو' لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

میدان کارزار میں

ڈرائیوروں نے جیپیں نہ جانے کہاں لے جا چھپائی تھیں؟ یہ وہی کرائے کی جیپیں تھیں جو ہمیں "ٹبگر" سے "خانی قلعہ" اور یہاں لائی تھیں' ان کی تلاش میں مزید کئی منٹ لگے گئے' میں نے اس وقفہ میں تازہ وضو کرلیا' محاذ زیادہ دور نہیں تھا' سوچا پیدل ہی روانہ ہو جائیں' اتنے میں ایک جیپ آئی' اور حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی معیت میں مجھ سمیت کئی ساتھیوں کو لیکر روانہ ہوگئی جن میں نائب کمانڈر قاری نعمت اللہ صاحب اور بعض پرانے مجاہدین بھی شامل تھے' باقی ساتھی اسی جیپ کی واپسی کے منتظر رہے۔

مجاہدین کی وہ تینوں جماعتیں پہاڑوں کے دشوار گذار راستے سے گئی تھیں' ہماری جیپ ان پہاڑوں کے گرد' قدرے کھلی زمین پر وادی ارغون میں سے چکر کاٹ کر جارہی تھی' مگر یہ راستہ کچھ خطرناک بھی تھا' کیونکہ یہاں سے ہمارے اور "پوسٹ زامہ خولہ" کے درمیان صرف چھوٹے چھوٹے ٹیلے حائل تھے' اور کہیں یہ بھی نہیں تھے' دشمن ہمیں باآسانی دیکھ سکتا تھا' افغان ڈرائیور بہت پھونک پھونک کر آگے بڑھ رہا تھا' — مجاہد ساتھیوں نے ہمیں سناکر قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی:

"وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ
سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ"

"اور بنادی ہم نے ایک آڑان کے سامنے' اور ایک آڑان کے پیچھے' اور اوپر سے ان کو ڈھانک دیا' پس انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔" (سورہ یٰسین۔۹)

ہم بھی اس آیت کا ورد کرنے لگے' یاد آیا کہ یہ دشمن کی نظروں سے بچنے کا مجرب عمل ہے ۔جہاد کے ہر موقع کے مناسب ان مجاہدین کو قرآن وحدیث کی دعائیں خوب یاد ہیں' کہ

جس منزل دشوار پہ اب دل کا گذر ہے
اک ایک قدم پر وہاں آتا ہے خدا یاد

یہ دعائیں درحقیقت مجاہدین کا سب سے بڑا سہارا' اور موثر ترین ہتھیار ہیں' آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

"اَلدُّعَآءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ، وَعِمَادُ الدِّیْنِ، وَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"

"دعا مومن کا ہتھیار ہے' اور دین کا ستون' اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔"

(مستدرک حاکم، کتاب الدعاء ص ۴۹۲ ج ا' واقرہ الذہبی)

اس یاد خدا کے حیرت انگیز اثرات کا مشاہدہ ان کے ایمان ویقین میں روز بروز نئی قوت پیدا کر رہا ہے۔

جیپ ایک سوکھی ندی کو پار کرنے کیلئے ذرا رکی' تو نائب کمانڈر صاحب نے ڈرائیور کو آواز دی "جلدی کرو' دشمن دائیں ہاتھ پر بالکل سامنے ہے" ___ اور تقریباً ایک کلو میٹر کے فاصلہ پر کئی چھوٹے بڑے دھبوں کی طرف اشارہ کر کے بولے "یہی چوکی زامہ خولہ ہے"

میں نے جلدی سے دخل در معقولات کی "دشمن کی نظروں میں جیپ زیادہ آسانی سے آسکتی ہے' ایک گولہ سب کیلئے کافی ہو سکتا ہے' یہاں سے پیدل چلنا چاہئے"

نائب کمانڈر صاحب نے فوراً تائید کی' غالباً وہ پہلے سے یہی چاہ رہے تھے ڈرائیور کو تو یہ بات بہت ہی پسند آئی۔

ہم نے اپنی کلاشنکوفیں سنبھالیں اور تیزی سے جیپ سے اتر کر جھکے جھکے ندی پار کی۔ جیپ باقی ساتھیوں کو لانے کیلئے واپس چلی گئی۔ یہاں سے ہم اونچے نیچے ٹیلوں کی آڑ

میں آگے بڑھے، کچھ فاصلہ پھر کسی آڑ کے بغیر طے کرنا پڑا، مگر لگتا تھا دشمن کو اللہ تعالیٰ نے اندھا کر دیا ہے، اس پر موت کی سی خاموشی طاری ہوگئی تھی۔

محاذ کی صورت حال

سامنے ایک پستہ قد کچا سا ٹیلہ دائیں بائیں دور تک پھیلا نظر آیا، پھر اس کی اوٹ میں مجاہدین کھڑے نظر آئے، یہ کمانڈر زبیر صاحب اور ان کے رفقاء تھے، اور اس ٹیلہ پر اپنی مارٹر توپ (اعوان) نصب کر چکے تھے۔ کمانڈر صاحب کا مسکراتا چہرہ ہم سے مل کر اور دمک اٹھا۔ کمانڈر کی وردی میں ان کی تیز نگاہیں، عزائم کے اس طوفان کی کچھ کچھ خبر دے رہی تھیں جو ان کی مسکراہٹ میں عموماً چھپا رہتا ہے۔

اے حلقہ درویشاں وہ مرد خدا کیسا — ہو جس کے گریباں میں ہنگامہ رستاخیز
جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن — جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز

وہ پنجوں کے بل کھڑے ہو کر اپنی عقابی نظریں "زامہ خولہ" پر گاڑتے ہوئے بولے "وہ بزدل پھر اپنے تہ خانوں اور مورچوں میں جا چھپے ہیں۔"

پھر ہمیں بتایا "ہم نے اپنا محاذ دائیں بائیں تقریباً ایک ایک کلو میٹر تک ہلالی شکل میں پھیلایا ہوا ہے، تاکہ دشمن کا کوئی چھپا ہوا دستہ دائیں بائیں سے جوابی حملہ نہ کر سکے، یہ محض اصول جنگ کی بناء پر کیا گیا ہے، ورنہ اللہ کے فضل سے دشمن اتنا سہما رہتا ہے کہ اسے کبھی بھی باہر نکل کر لڑنے کی جرات نہیں ہوئی۔

جس ٹیلے کی اوٹ میں ہم کھڑے تھے، یہاں اس کی اونچائی بمشکل قد آدم ہوگی، بائیں طرف مغرب میں یہ بتدریج اونچا ہوتے ہوتے تقریباً نصف کلو میٹر پر ایک اونچے پہاڑ سے جا ملا تھا۔ اس پہاڑ پر بھی اپنے مجاہدین کی ایک جماعت دور تک پھیلی نظر آئی، ان کے پاس "اینٹی ایئرکرافٹ" (دہ شکہ) تھی جسے وہ پہاڑ کی چوٹی پر نصب کر چکے تھے، یہ طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کا تو شکار کرتی ہی ہے، زمین سے زمین پر بھی مار کرتی ہے۔ دائیں طرف مشرق میں یہ ٹیلہ بتدریج گھٹتے گھٹتے نصف فرلانگ پر کھلے میدان میں جا کر ختم ہو گیا تھا۔ اس

میدان میں کچھ فاصلے پر مجاہدین کی تیسری جماعت ندی ' نالوں 'اور اپنی کھودی ہوئی خندقوں میں اس طرح پھیلی ہوئی تھی کہ ہمیں بھی نظر نہ آئی ۔

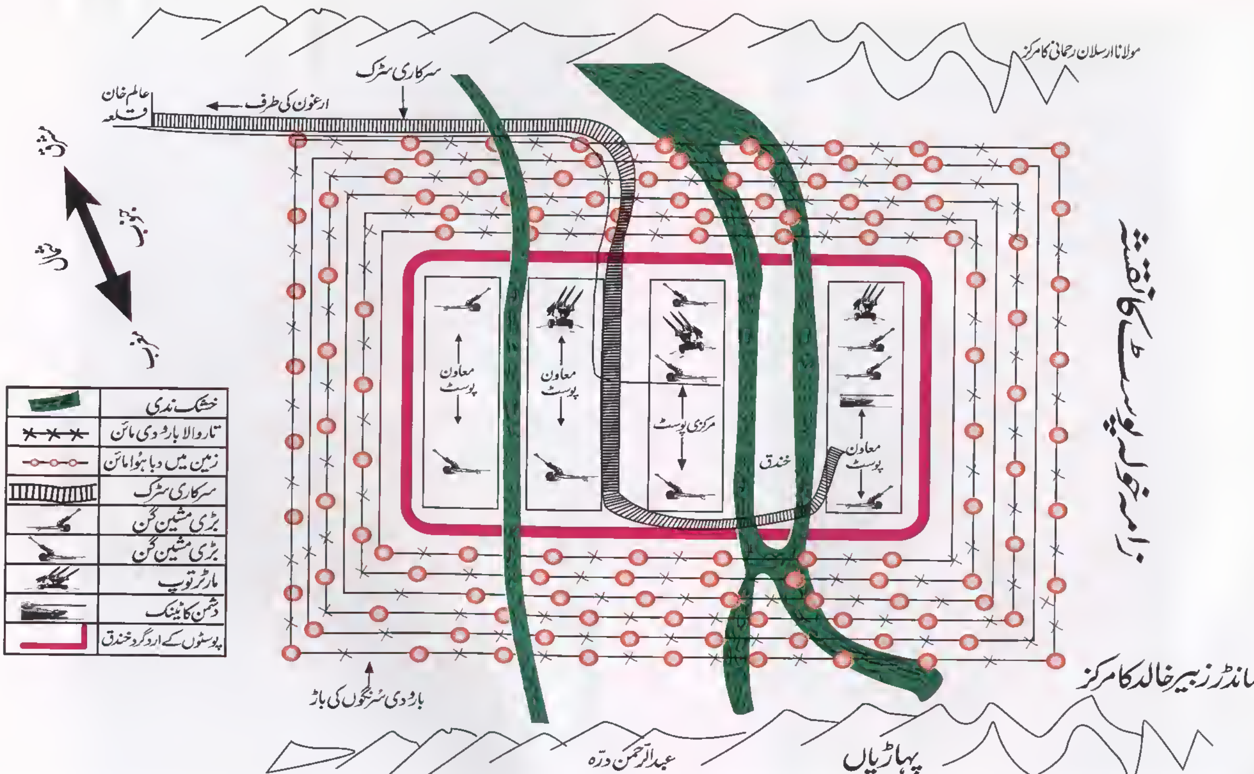
ٹیلے کے اس پار سامنے شمال میں تقریباً ایک کلو میٹر پر روسی کابلی فوج کی چوکی ""زامہ خولہ"" متفرق کالے کالے دھبوں کی شکل میں نظر آرہی تھی ' دوربین سے دیکھا 'تو پتہ چلا کہ ایک ""کالا دھبہ"" تو دیو ہیکل روسی ٹینک ہے 'جس کا صرف اوپر کا حصہ اور دہانہ نظر آرہا تھا ' نچلا حصہ زمین اور ریت کی بوریوں میں چھپا ہوا تھا 'اسی کے پاس ایک دو فوجی بھی کھڑے نظر آئے ۔بقیہ کالے دھبے درحقیقت فاصلے فاصلے پر حفاظتی برج تھے 'جن کے راستے فوج تہ خانوں اور زمین دوز مورچوں میں داخل ہوتی ہے 'اور اب انہیں کے اندر چھپی ہوئی تھی ان کی کئی مارٹر اور دور مار توپیں چھوٹے چھوٹے ٹیلوں وغیرہ کے پیچھے نصب تھیں 'جو مجھے نظر نہ آسکیں ۔

چوکی ""زامہ خولہ"" کے پیچھے اور آس پاس دشمن کی کئی اور چوکیاں ""نیک محمد پوسٹ"" وغیرہ ہیں ۔یہ سب چوکیاں ""ارغون چھاؤنی"" اور ""ارغون شہر"" کی حفاظت کیلئے بنائی گئی ہیں جو ان کے پیچھے شمال مغرب میں واقع ہیں 'میں انہیں بھی نہیں دیکھ سکا ___ چوکی ""زامہ خولہ"" کے پیچھے ٹیلوں کا ایک سلسلہ تھا جو شمال میں برف پوش پہاڑوں سے جا ملا تھا ۔

""زامہ خولہ"" کے اور ہمارے اس ٹیلے کے درمیان کھلا میدان تھا جو روسیوں نے اپنی حفاظت کیلئے بارودی سرنگوں سے پاٹ رکھا ہے 'اسی طرح اس چوکی تک جانے والا ہر راستہ اور ہر ندی نالہ بارودی سرنگوں سے پٹا پڑا ہے 'خاص طور سے چوکی کے متصل تو چاروں طرف تاروں والی بارودی سرنگوں کی ۵ گز چوڑی باڑھ ہے جس میں ایک قدم رکھنے کی گنجائش نہیں ۔

اس صورت حال میں کلاشنکوفوں کی جنگ کی تو امید نہ رہی 'کیونکہ قریب سے جنگ اس صورت میں ہو سکتی تھی کہ فوج ہماری طرف پیش قدمی کرتی 'یا ہم چوکی پر قریب جاکر حملہ کرتے 'لیکن کمیونسٹ فوج تہ خانوں میں جا چھپی تھی 'اور ہم بارودی سرنگوں کی وجہ سے قریب جاکر حملہ نہیں کرسکتے تھے 'کیونکہ اس کے لئے نقشوں کی تیاری ' دقیق

زامہ خولہ پوسٹ کا نقشہ





زامہ خولہ کا تاریخی ٹینک جو ۲ سال تک حرکت کے مجاہدین اور مہمان علماء کرام کو نشانہ بناتا رہا۔



ارغون کی اہم حفاظتی چھاؤنی عالم خان قلعہ



زامہ خولہ پوسٹ کا ایک زمین دوز کمرہ

منصوبہ بندی اور مرحلہ وار بہت سی کارروائیاں ناگزیر ہیں، جن کا سلسلہ بحمداللہ اچھی رفتار سے جاری ہے۔ آجکل اس چوکی پر ہر دو چار روز بعد جو چھوٹے چھوٹے حملے کئے جا رہے ہیں، وہ بھی اسی سلسلہ کی اہم کڑیاں اور اس پالیسی کا حصہ ہیں کہ "دشمن کو ہزاروں چھوٹے چھوٹے زخم لگا کر نڈھال کیا جائے" فیصلہ کن حملے کیلئے بہرحال ایک دو ماہ انتظار کرنا پڑے گا۔

لہٰذا آج ہمارے حملے کا مقصد صرف یہ رہ گیا تھا کہ کمیونسٹ فوج کو توپوں کی گولہ باری سے جانی اور مالی نقصان پہنچا کر ہراساں رکھا جائے، اپنا گولہ بارود کم سے کم خرچ کرکے اس کی تنصیبات کو نشانہ بنایا جائے اور اس کا گولہ بارود زیادہ سے زیادہ خرچ کرایا جائے ـــــ کلاشنکوفوں کے استعمال کی حسرت ہی رہی!ـــــ

"سکینت"

حملے سے ذرا پہلے تقریباً پونے پانچ بجے، نماز عصر باجماعت ادا کی گئی، نماز کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھے تو آنکھیں نمناک اور زبان گنگ ہو کر رہ گئی، فرط جذبات میں دعاؤں کے الفاظ یاد نہیں آ رہے تھے، حافظہ پر زور ڈال کر وہ دعا مانگنی چاہی جو آنحضرت ﷺ نے غزوہ احزاب میں صحابہ کرام کے ساتھ خندق کی مٹی ڈھوتے ہوئے، رجز کے انداز میں فرمائی تھی ـــــ شکم مبارک کو مٹی نے ڈھانپا ہوا تھا ـــــ وہ پوری دعا تو یہ ہے:

"وَاللّٰهِ لَوْ لَا اَنْتَ مَاهْتَدَيْنَا

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

اِنَّ الْاُولٰي قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا

اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا!"

"بخدا (یااللہ) اگر آپ نہ ہوتے تو ہم کو ہدایت نصیب نہ ہوتی نہ ہم صدقہ خیرات کرتے، نہ نماز کی توفیق ہوتی، پس ہم پر سکینت (اطمینان) نازل فرمادیجئے ان (کفار) نے ہمارے مقابلے میں سرکشی کی ہے وہ جب کوئی شرارت کرنا چاہیں گے ہم اسے رد کریں گے۔"

(صحیح مسلم کتاب الجہاد --- ۱۸۰۳)

لیکن اس وقت اس دعا میں سے صرف فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَةً عَلَیْنَا یاد آیا، اور ہم اسی کو الحاح و زاری کے ساتھ دہراتے رہے ___ دعا سے فارغ ہوئے تو دل پر ایسا عجیب و غریب اطمینان چھایا ہوا تھا کہ زندگی میں اس کی مثال یاد نہیں، حال کی فکر، نہ مستقبل کا کوئی اندیشہ، نہ ماضی کا کوئی غم، کیا عرض کروں؟ کیسا انوکھا، ناقابل بیان کیف و نشاط تھا! ___ قرآن کریم نے اہل جنت کیلئے ایک عجیب و غریب نعمت کی بشارت جگہ جگہ دی ہے کہ:

"لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ"

"ان کو نہ کسی طرح کا اندیشہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

اکثر یہ سوچ کر حیرانی ہوتی تھی کہ یااللہ! وہ کیسا پرکیف عالم ہوگا جب نہ مستقبل کا کوئی دھڑکا ہوگا، نہ حال یا ماضی کا کوئی غم! دنیا میں تو اس عجیب و غریب کیفیت کا تصور بھی ممکن نظر نہیں آتا، انتہائی امن و مسرت کی حالت میں بھی جب تک ہوش و حواس باقی ہوں، ہر شخص کو نہ جانے کتنے غم اور تفکرات، اور کتنے ہی کھٹکے اور دھڑکے لگے رہتے ہیں، مگر میدان جہاد کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس عجیب و غریب نعمت کی ایک جھلک یہاں دکھلا دی۔ ہر ساتھی نے اسے خاص طور سے محسوس کیا۔

دیکھا جو اپنے دل میں وہ دیکھا نہ پھر کبھی
یوں تو مری نگاہ سے دنیا گذر گئی

نماز کے فوراً بعد کمانڈر صاحب نے "واکی ٹاکی" پر مجاہدین کی اس جماعت سے رابطہ کیا جو بائیں طرف پہاڑ پر مورچہ زن تھی، یہ مکالمہ استعاروں میں تھا، کہ دشمن کا

وائرلیس بھی اچک لے تو سمجھا نہ جاسکے ___ ہم صرف کمانڈر صاحب کی آواز سن رہے تھے، آپ بھی سنیئے :

"السلام علیکم" ________________________

"جی ہاں" ________________________

"یہ بتاؤ کھانا تیار ہے"؟ ________________________

"تو آپ لوگ دسترخوان وغیرہ لگائیں، ہم چند منٹ میں پہنچ رہے ہیں" - ____

"ٹھیک ہے" ________________________

"وعلیکم السلام" ________________________

اس اثناء میں ہمارے وہ ساتھی بھی پہنچ چکے تھے جنہیں "مرزگاہ" سے لانے کیلئے جیپ واپس گئی تھی۔ کمانڈر صاحب کی ہدایت کے مطابق ہم سب ٹیلے کی اوٹ میں بیٹھ گئے، صرف دو چار کہنہ مشق مجاہدان کے ساتھ مارٹر توپ پر رہے۔

کمانڈر صاحب نے بتا دیا تھا کہ جیسے ہی ہماری توپ سے پہلا فائر ہوگا دشمن گولے برسا کر ہمیں نشانہ بنانے کی کوشش کرے گا، اس کے پاس سیدھی مار کرنے والی توپوں کے علاوہ مارٹر توپیں بھی ہیں، جن کا گولہ اوپر جاکر، کمان کی سی شکل بناتا ہوا نیچے گرتا ہے، تاکہ پہاڑ یا ٹیلے کے پیچھے چھپے ہوئے مجاہدین کو بھی نشانہ بنا سکے ___ یہ بھی بتایا تھا کہ دشمن کے فائر کی آواز کیسی ہوگی، پھر جب ان کے گولے ہمارے پاس سے گذریں گے تو کیسی آواز سنائی دے گی، اور جب وہ گر کر پھٹیں گے تو کیسا دھماکہ ہوگا ___ اور یہ کہ گولا جب پھٹتا ہے تو اس کے دہکتے ہوئے دھار دار آہنی پرنچے دور دور تک رائفل کی گولی کی رفتار سے اڑتے، اور رائفل کی گولی سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں ___ ان سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ دشمن کے فائر کی آواز سنتے ہی سب زمین پر لیٹ جائیں کہ جان کو بلاوجہ خطرے میں ڈالنا اور احتیاطی تدابیر اختیار نہ کرنا شریعت کے خلاف ہے۔

فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہ عمل بند
مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا

حملے کا کامیاب آغاز

کمانڈر زبیر صاحب نے مارٹر توپ کا نشانہ دشمن کے ایک مورچے پر فٹ کر کے بلند آواز سے "بسم اللہ اللہ اکبر" کہا۔ جواب میں ہم سب نے "اللہ اکبر" کا فلک شگاف نعرہ بلند کیا ___ مجاہدین پہلے بتا چکے تھے کہ ہم حملے کا آغاز ہمیشہ نعرہ تکبیر سے کرتے ہیں، کیونکہ دشمن اس سے بری طرح گھبراتا ہے، اس گھبراہٹ کے آنکھوں دیکھے بہت سارے دلچسپ واقعات بھی سنائے تھے ___ نعرہ تکبیر کی گونج میں ہماری توپ گرجی، اور ہم تبرکاً قرآن کریم کی یہ آیت پڑھنے لگے:

"وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى"

"اور (اے محمد ﷺ) جب تم نے کنکریاں پھینکیں تو وہ تم نے نہیں پھینکیں، بلکہ اللہ نے پھینکی ہیں۔"

(انفال۔۱۷)

یہ اس وقت نازل ہوئی تھی جب غزوہ بدر میں آنحضرت ﷺ نے کنکریوں کی مٹھی بھر کے لشکر کفار پر پھینکی تھی، اور معجزانہ طور پر دشمن کے ہر سپاہی کو اس سے نقصان پہنچا تھا ___ کمانڈر صاحب نے جو گولہ فائر کیا تھا اس کے پھٹنے کا دھماکہ تقریباً تیں چالیس سیکنڈ بعد سنائی دیا۔ ساتھ ہی دوربینوں پر مامور مجاہدین نے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگا کر خوشخبری سنائی کہ گولہ ٹھیک نشانے پر لگا ہے، مجاہدین کی جو جماعت بائیں طرف پہاڑ پر تعینات تھی، انہوں نے بھی فوراً وائرلیس پر مبارک باد دی کہ گولہ ٹھیک مورچے پر پھٹا ہے ___ یہ محض اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی ورنہ عموماً مارٹر توپ کا پہلا فائر ٹھیک نشانہ پر نہیں لگتا، ایک دو گولے خطا ہونے کے بعد ہی نشانہ صحیح بیٹھتا ہے ___ لیکن یہاں تو لمحہ بہ لمحہ یہ حقیقت بے حجاب ہوتی جا رہی تھی کہ:

دے ولولہ شوق جسے لذت پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج

مشکل نہیں یاران چمن' معرکہ باز
پر سوز اگر ہو' نفس سینہ دراج

ادھر فوراً ہی دشمن کے ٹینک اور توپوں کی دھمک پے در پے سنائی دینے لگی' اور سیکنڈوں میں درجنوں گولے ہمارے دائیں بائیں اور پیچھے کافی فاصلے پر گر گر کر پھٹنے لگے۔ ٹینک کے گولوں سے تو اس لئے خطرہ نہیں تھا کہ وہ بالکل سیدھے لپکتے ہیں' ان سے وہی نشانہ بن سکتا ہے جو ٹیلے وغیرہ کی آڑ میں نہ ہو' ـــــ البتہ دشمن کی مارٹر توپیں بھی آگ اگل رہی تھیں' جن کے گولے کمان کی طرح بتدریج اوپر جا کر نیچے آتے ہیں' ان سے وہ ٹیلے کے پیچھے بھی ہمیں نشانہ بنا سکتے تھے' لیکن ان کے ہوش و حواس کی طرح نشانے بھی خطا ہو رہے تھے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں ایسی ''سکینت'' ڈال دی تھی کہ گولہ باری کی یہ جنگ زندگی کا انتہائی یادگار دلچسپ کھیل بن گئی' گولے جو گرد و پیش میں زبردست دھماکوں کے ساتھ بیک وقت درجنوں پھٹ رہے تھے' چند ہی منٹ میں' کان ان کے ایسے عادی ہو گئے کہ بھاڑ میں بھنتے ہوئے چنوں کی ''پٹاپٹ'' کی برابر بھی ان کی اہمیت نہ رہی۔

رہے ہیں' اور ہیں فرعون میری گھات میں ابتک
مجھے کیا غم کہ میری آستیں میں ہے ید بیضا

کمانڈر زبیر کا دوسرا گولہ

کمانڈر زبیر صاحب اس ''فرصت'' میں توپ کو اپنے دوسرے نشانے پر فٹ کر چکے تھے' اور اب گرد و پیش پر گہری' اور کبھی سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے اس طرح ٹہل رہے تھے' جیسے کرکٹ میچ میں باؤلر پہلی کامیاب گیند پھینک کر دوسری پھینکنے کیلئے گیند کی واپسی کا انتظار کر رہا ہو ـــــ حکمت عملی یہ تھی کہ اپنا ایک گولہ پھینک کر جب تک ادھر سے گولہ باری ہوتی رہے خاموش رہو' اور ان کی گولہ باری کے رخ سے اپنے نئے ہدف کا کھوج لگاؤ' ـــــ جب دشمن سانس لینے کیلئے رکے تو ''سنار کی سو'' کے جواب میں ''لوہار کا

ایک ''گولہ اور داغ دو ___ اپنا گولہ بارود کم سے کم اور دشمن کا زیادہ سے زیادہ خرچ ہو۔

بیسیوں یا سینکڑوں گولے ضائع کرنے کے بعد دشمن کی گولہ باری جیسے ہی رکی' کمانڈر صاحب نے دوسرا گولہ فائر کر دیا جو ٹینک کے بالکل پاس جاکر پھٹا' بعض نوجوان ساتھی فرط مسرت سے ٹیلہ پر چڑھ کر دشمن کا حال دیکھنے لگے ___ کہ

ہے سلسلہ احوال کا ہر لحظہ دگرگوں

دشمن کی بے سود گولہ باری

ادھر دشمن نے مجبوراً پھر فائر کھول دیئے تھے' اور ان کے گولے ہمارے دائیں بائیں اور اوپر سے ''شوں شوں'' کرتے گذر رہے تھے ___ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے دائیں ہاتھ پر میں' اور میرے دائیں ہاتھ پر اخی فی اللہ جناب محمد بنوری تھے' ان کے بعد دوسرے ساتھی' ہم سب ٹیلے سے ٹیک لگائے' ٹانگیں جنوب کی طرف پھیلائے زمین پر بیٹھے تھے' ___ شمال سے دشمن کے جو گولے آآکر پھٹ رہے تھے' ان سے اٹھنے والے دھوئیں اور گرد و غبار کے بادلوں کا نظارہ کرتے رہے' دشمن کے فائر کی آواز سن کر لیٹ جانے کی ہدایت پر شروع میں عمل ہوا' لیکن دشمن کی بدحواسی اور ''نشانے میں مہارت'' دیکھ کر یہ تکلف سا محسوس ہونے لگا' اس لئے اب صرف اس وقت لیٹتے تھے جب کوئی گولہ قریب سے گذرتا تھا ___ کسی کسی گولے کے دہکتے ہوئے پرخچے پاس آکر بھی گر جاتے تھے' ہر ایک انہیں ہاتھ بڑھا کر پکڑنے کی کوشش کرتا' مگر شدید سردی کے باوجود' ان کی تپش کافی دیر میں اس قابل ہوتی کہ ہاتھ میں لئے جا سکیں۔

ادھر ہمارے بعض جوشیلے ساتھی گولوں کی بارش سے بے نیاز' ٹیلے کے بالکل اوپر بیٹھ کر اور کبھی کھڑے ہو کر دشمن کی نقل و حرکت کا نظاہ کر رہے تھے' وہ نیچے آتے تو دوسرے ساتھی وہاں پہنچ جاتے' اس صورت حال نے ''معرکہ کی دلچسپی'' میں تو بہت اضافہ کر دیا کہ پل پل کی خبریں مل رہی تھیں' لیکن جنگی اصول سے یہ سنگین غلطی تھی' کیونکہ دشمن کے لئے سب سے آسان نشانہ وہ شخص ہوتا ہے جو ٹیلے یا پہاڑ وغیرہ کے بالائی کنارے (اسکائی لائن) پر ہو' نیز یہ کمانڈر صاحب کی ہدایت کی بھی خلاف ورزی تھی' وہ تو

میزبان ہونے کی وجہ سے خاموش رہے' بادل ناخواستہ مجھے درخواست کرنی پڑی' تب جاکر یہ سلسلہ ختم ہوا___ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہم بھی صرف اصول اور "حکم امیر" ہی کے تحت بیٹھے رہے' ورنہ دل تو رہ رہ کے' یہ کہہ رہا تھا کہ :

کب تک رہے محکومی انجم میں مری خاک
یا میں نہیں' یا گردش افلاک نہیں ہے!

اس مرتبہ دشمن کی گولہ باری زیادہ تیز تھی' اور دیر تک جاری رہی' جیسے ہی وہ رکی کمانڈر صاحب نے تیسرا فائر کر دیا' یہ گولہ دشمن کے ایک اور مورچے پر گرا۔ اور نعرہ تکبیر سے فضا لبریز ہوگئی' دشمن کی توپیں اور زیادہ شدومد سے آگ اگلنے لگیں۔ مگر وہ زبان حال سے بس یہی کہہ رہی تھیں کہ :

مرے نالے ہیں میرے دل کی تسکیں
مجھے مطلب نہیں ان کے اثر سے

ہم نوواردوں کے گولے بھی "تیر بہدف"

کمانڈ زبیر صاحب مسکراتے ہوئے پاس آئے تو میں نے کہا "ہم سب بھی کم از کم ایک ایک گولہ فائر کریں گے"___ ان کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا۔

ادب سے جھک کر کہنے لگے "اب سارے گولے آپ ہی حضرات کو باری باری فائر کرنے ہیں' میں صرف توپ کو نشانے پر فٹ کرتا رہوں گا"

انہوں نے اس مرتبہ اسے بڑی احتیاط سے فٹ کیا' اور دشمن کی گولہ باری کے دوران اس نشانے کو چیک کرتے رہے۔ کافی انتظار کے بعد گولہ باری تھمی' تو ادب سے آکر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کو ساتھ چلنے کی دعوت دی___ اس وقت مجاہدین کا جوش و خروش قابل دید تھا' "اللہ اکبر" کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں حضرت مدظلہم نے فائر کیا' وہ واپس آکر اپنی جگہ بیٹھے ہی تھے کہ ان کے داغے ہوئے گولے کے پھٹنے کا دھماکہ سنائی دیا' اور فضا پھر نعرہ تکبیر سے گونج اٹھی___ معلوم ہوا کہ

جن دو مورچوں پر پہلا اور تیسرا گولہ پھٹا تھا' یہ چوتھا گولہ انہیں کے بیچوں بیچ جاکر پھٹا ہے' اس سے بہ ظاہر دونوں ہی مورچوں اور ان کے فوجیوں کو نقصان پہنچا تھا۔

فقر جنگاہ میں بے ساز ویراق آتا ہے
ضرب کاری ہے' اگر سینہ میں ہے قلب "سلیم"

دشمن کے ٹینک اور توپوں نے اب جو گولوں کی شدید بارش شروع کی تو اس میں جھنجلاہٹ کے آثار نمایاں تھے' کیونکہ اب ان کے گولے ہمارے سے اور زیادہ فاصلے پر جاکر گر رہے تھے۔

کمانڈر زبیر جنہیں معرکہ کی موجودہ صورت حال نے مسرت کے ساتھ تواضع اور عزم کے ساتھ تدبر کا' جمیل وجلیل پیکر بنا دیا تھا' پاس آکر کھڑے ہوگئے' اور مسکرا کر حضرت مولانا مدظلہم سے کہنے لگے' حضرت! آپ کے فائر نے ان پر ضرب کاری لگائی ہے' ہم نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ ان پر جتنی کاری ضرب پڑتی ہے وہ اتنی ہی دیر تک اندھا دھند فائرنگ کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں! گولہ باری کتنی تیز ہوگئی ہے"

وہ پھر توپ کو نئے نشانے پر فٹ کرنے چلے گئے' اور میں ان کے بلانے کا بے تابی سے انتظار کرنے لگا۔ دل کہہ رہا تھا "یا اللہ! زندگی میں پہلی بار آپ کے دشمنوں پر توپ چلانے کا موقع مل رہا ہے' پھر آپ ہی کو معلوم ہے کہ آئندہ یہ سعادت نصیب ہوگی یا نہیں؟ اگر یہ وار خالی چلا گیا' تو عمر بھر حسرت رہے گی' یا اللہ! اس فائر کو دشمن پر ضرب کاری' اور میرے لئے ذخیرہ آخرت بنا دیجئے" ___ اور بھی جو جو مسنون دعائیں یاد آئیں زیرلب کرتا رہا۔

بالآخر دشمن کی گولہ باری تھمتے ہی کمانڈر صاحب مسکراتے ہوئے آئے اور مجھے ساتھ لے چلے۔ توپ قریب ہی ٹیلے کے بالائی کنارے سے ذرا نیچے نصب تھی' صرف دہانہ ٹیلے سے اوپر تھا جسے بڑی احتیاط سے نشانے پر سیٹ کیا جاچکا تھا' مجھے صرف فائر کرنا تھا۔

اینٹی ایئرکرافٹ سے فائر کی مشق تو آج صبح "خانی قلعہ" میں کچھ کر بھی لی تھی لیکن مارٹر توپ کا یہ پہلا تجربہ تھا' اس میں ایک دہانہ عمودی شکل میں بھی تھا' کمانڈر صاحب

نے بھاری گولہ میرے دونوں ہاتھوں میں تھماتے ہوئے فرمایا" اسے نوک کی طرف سے اس عمودی دہانے میں ڈال دیں' یہ جیسے ہی اندر پہنچے گا فائر ہو جائے گا' مگر آپ گولہ ڈالتے ہی اپنے کان دونوں ہاتھوں سے بند کر کے دائیں طرف ہٹ جائیں' تاکہ دھماکہ سے کان متاثر نہ ہوں' اور گولے کا خول' جو فوراً بائیں طرف اچھل کر گرتا ہے اس سے محفوظ رہیں"___ مخروطی شکل کا یہ وزنی گولہ تقریباً ایک یا سوا فٹ لمبا اور چھ سات انچ موٹا ہو گا پیچھے تیر کے پروں کے مانند چرخی سی لگی تھی___

گولہ اس دہانے میں گرتے ہی' سامنے کے دھانے سے خوفناک دھماکہ کے ساتھ دشمن کی طرف لپکا' اور میں دل ہی دل میں یہ کہتا ہوا واپس آگیا کہ

شعلہ بن کر پھونک دے' خاشاک غیراللہ کو
خوف باطل کیا' کہ ہے' غارت گر باطل بھی تو

جیسے ہی گولہ پھٹنے کا دھماکہ ہوا' دور بینوں پر مامور مجاہدین نے مژدہ سنایا" یہ تیسرے مورچے پر جا کر پھٹا ہے"___ اور فضا پھر نعرہ تکبیر سے گونج اٹھی ۔ کارنامہ تو سارا کمانڈر صاحب کا تھا' مگر میرے لئے یہ سعادت بھی کیا کم تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسے اناڑی اور کم ہمت کا ہاتھ بھی اس میں لگوا دیا تھا'___ خوشی سے آنسو نکل پڑے___

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ

دشمن کی اوچھی چال

حسب معمول کمانڈر صاحب نے' یہ تصدیق کرنے کیلئے کہ گولہ واقعی نشانے پر لگا ہے' پہاڑ والی جماعت سے رابطہ کیا' تو وائرلیس پر ایک اجنبی آواز سنائی دی :

"غلط مار رہے ہو' پیچھے مارو' کافی پیچھے"

فوراً ہی جانی پہچانی آواز نے لقمہ دیا :

"کمانڈر صاحب! یہ دشمن بول رہا ہے' گولہ مورچے پر پھٹا ہے' آپ کے ٹھیک ٹھیک نشانوں سے گھبرا کر یہ گمراہ کرنا چاہتا ہے۔"

کمانڈر صاحب نے اس اجنبی آواز کو پشتو میں مخاطب کر کے ' بڑے اطمینان سے کہا :

"گھبراؤ نہیں 'ہمیں سب نشانے معلوم ہیں 'انشاءاللہ اگلے فائر بھی وہیں پہنچیں گے جہاں ہم چاہیں گے ۔"

وہ بے تحاشا گالیاں دینے لگا تو کمانڈر صاحب نے رابطہ منقطع کر دیا۔

اس مرتبہ دشمن کے ٹینک 'مارٹر توپوں' دہشکہ (اینٹی ایئرکرافٹ) اور زیکویک (اینٹی ایئرکرافٹ کی ایک اور قسم) نے جس انداز میں اندھا دھند گولے برسانے شروع کئے 'اس سے بھی تائید ہوتی تھی کہ وہ بلبلا اٹھے ہیں ___ کہ

فتح کامل کی خبر دیتا ہے جوش کارزار

ایک کم سن مجاہد کا یقین

ایک کم سن پاکستانی مجاہد جس کی عمر بمشکل پندرہ سال ہوگی "خانی قلعہ" میں زیر تربیت تھا 'اور آج کے معرکے میں بھی شریک تھا 'وہ ٹیلے سے کافی ہٹ کر کھلی زمین میں بیٹھا ہوا تھا 'وہاں سے دشمن کی چوکی "زامہ خولہ" کھڑے ہو کر دیکھی جاسکتی تھی 'جب ہماری طرف سے فائر ہوتا 'وہ پنجوں کے بل کھڑا ہو جاتا 'اور اچک اچک کر گولہ گرنے اور پھٹنے کا آنکھوں دیکھا حال ' بڑے جوش وخروش سے سناتا جاتا 'پھر جب دشمن کی طرف سے فائر کھلتا 'تو اس کا اعلان کرتا " دیکھو وہ گولے آرہے ہیں 'یہ بھی بے کار جائیں گے" ___ ہم نے بارہا منع کیا 'وہ سنی ان سنی کرتا رہا۔

اب جبکہ دشمن کی گولہ باری عروج پر تھی 'اور گولوں کے پرخچے پاس آآکر زیادہ گرنے لگے تو ہم نے اس کی پھر منت سماجت کی کہ "بیٹا! کھلی زمین میں رہنا خطرناک ہے 'یہاں آکر ٹیلے سے لگ کر بیٹھ جاؤ" ___ اس نے لاپرواہی سے جواب دیا :

"حضرت! آپ فکر نہ کریں 'میں پچھلے دس روز میں ایسے کئی معرکوں میں شریک ہو چکا ہوں ___ یقین کیجئے دشمن کے یہ گولے ہمارے واسطے نہیں بنے 'یہ صرف ضائع ہونے کیلئے

بنے ہیں۔"

اس "شاہین بچہ" کا جواب اصول جنگ اور نظم وضبط کے جتنا بھی خلاف ہو، مگر اس عجیب وغریب حقیقت کا ترجمان ضرور تھا جو ہم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالٰی نے دشمن کو یا تو اندھا کر دیا تھا، کہ وہ اب تک یہی پتہ نہ چلا سکا کہ ہم کہاں سے گولہ باری کر رہے ہیں، یا ایسا بے بس کر دیا تھا کہ ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگانے کے باوجود اس کا ہر گولہ یا تو کسی اور ٹیلے سے جا ٹکراتا، یا زمین میں کہیں دور گر کر پاش پاش ہو جاتا۔

پھرا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہیں دار
شکار زندہ کی لذت سے محروم رہا

سکینت ــــــ ایک پر کیف اعجوبہ

گولے اب اور زیادہ تعداد میں ہمارے سروں پر سے "شوں شوں" کرتے گذر رہے تھے، ان کے پیہم دھماکے اس تسلسل سے ہو رہے تھے جیسے بھاڑ پر چنے بھن رہے ہوں، لیکن جوں جوں ان کی تیزی میں اضافہ ہوتا گیا، دل میں "سکینت" واطمینان بڑھتا چلا گیا، یہ جملے تقریباً ہر ساتھی کی زبان پر تھے کہ

"یہاں کا تو عالم ہی عجیب ہے" ــــ "عجیب سکون ہے" ــــ "فضا میں عجیب کیف ہے، عجیب سرور ہے" ــــ "آج معلوم ہوا سکینت کسے کہتے ہیں" ــــ

مجھ جیسا کور ذوق وسیہ کار بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تعلق مع اللہ کی جو لذت یہاں نصیب ہوئی، زبان وقلم سے اس کا اظہار ممکن نہیں۔ گولوں کی اس "چھاؤں" میں آنحضرت ﷺ کی یہ بشارت یاد آکر تو کیف ونشاط کا کچھ اور ہی عالم ہو گیا تھا کہ:

"وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ"

"اور جان لو کہ جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔"
(صحیح مسلم کتاب الجہاد ــ حدیث ۱۷۴۲)

اس میں قطعاً مبالغہ نہیں کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ دنیا میں اگر امن وامان اور سکون واطمینان کی کوئی جگہ ہے تو بس یہی میدان کارزار ہے' اور سرور وکیف کا کوئی عالم اگر اس جہان میں موجود ہے' تو بس گولوں کی چھاؤں میں ہے۔ یہ نادر حقیقت جسے بہت سے لوگ محض شاعرانہ تخیل سمجھتے ہوں گے' اللہ تعالیٰ نے یہاں دکھلا دی کہ

ہر طرح پر امن ہے' آغوش گرداب فنا
اور ہر اندیشہ جاں' دامن ساحل میں ہے
(حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ)

قرآن حکیم نے چار مواقع پر آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام پر "السکینہ" نازل فرمانے کا خاص انداز میں ذکر فرمایا ہے' ایک اس وقت جب آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے راستہ میں "غار ثور" میں تشریف فرما تھے' اور کفار قریش آپ کو تلاش کرتے کرتے غار تک آپہنچے تھے' دوسرے "بیعت رضوان" کے موقع پر' تیسرے "صلح حدیبیہ" کے وقت' اور چوتھے غزوہ حنین کے موقع پر ___ ہم نے بھی آج نماز عصر کے بعد اللہ تعالیٰ سے آنحضرت ﷺ ہی کے الفاظ "سکینہ" نازل فرمانے کی دعا کی تھی' ___ ابھی تک "سکینہ" کا ترجمہ "تسکین' اطمینان' تسلی اور تحمل" ہی پڑھا تھا' مگر یہ معلوم نہ تھا کہ ہم نے کیسی عجیب و غریب دولت مانگ لی ہے!

جو "سکینت" امام المجاہدین آنحضرت ﷺ پر اور آپ کے اصحاب پر نازل ہوئی تھی' اس کا تو تصور بھی ہمارے لئے کہاں ممکن؟ لیکن اس کی جو جھلک یہاں گولوں کی بارش میں نصیب ہوئی' اس سے کچھ اندازہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ترین رسول اور اس کے جانثاروں پر اس احسان کا ذکر چار مرتبہ کیوں فرمایا ہے۔ بس حضرت مرشد عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ

اپنے دل کی جلوہ گاہ حسن تھی پیش نظر
کیا بتاؤں' بے خودی میں کیا نظر آیا مجھے

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

میرے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کسی نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ "صوفیائے کرام برسوں تک اپنے مریدوں سے جس قسم کے مجاہدے اور ریاضتیں کرواتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے صحابہ سے ایسے مجاہدے نہیں کرواتے تھے، پھر صوفیائے کرام کیوں کراتے ہیں؟"

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، بعینہ الفاظ تو یاد نہیں رہے، مفہوم نقل کر رہا ہوں۔(رفیع)

> "بات دراصل یہ ہے کہ طریقت میں مجاہدے اور ریاضتیں مقصود نہیں ہوتے، مقصود تو باطنی اخلاق کی اصلاح ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق درست اور مستحکم ہو جائے، اور نفس کو اتباع شریعت کی عادت ہو جائے، مجاہدے اس مقصود کو حاصل کرنے کیلئے نفس کے علاج کے طور پر کرائے جاتے ہیں، تاکہ نفس، مشقت کا، اور اپنی خواہشات کی مخالفت کا عادی ہو جائے۔ جب یہ عادت پڑ جاتی ہے، تو اتباع شریعت آسان ہو جاتا ہے، اور شریعت پر عمل کرنے کیلئے صرف رہنمائی کی ضرورت رہ جاتی ہے، جسے مرشد انجام دیتا رہتا ہے۔
>
> یہ مقصود صحابہ کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں صرف جہاد ہی سے اس درجہ حاصل ہو جاتا تھا کہ انہیں کسی مزید مجاہدے اور ریاضت کی ضرورت نہیں رہتی تھ، وہ ایک ہی جہاد میں سلوک و طریقت کے ایسے اعلیٰ مراتب طے کر جاتے تھے کہ دوسروں کو برسہا برس کے مجاہدوں سے بھی حاصل نہ ہوں

> ـــ اب بھی جو لوگ کسی مرشد کامل کے زیر تربیت رہتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہوں 'انہیں زیادہ مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی 'کیونکہ جہاد خود ایک بڑا مجاہدہ ہے ' جو روحانی و باطنی ترقیات اور تعلق مع اللہ کے لئے اکسیر ہے ۔''

میرے بعد نوجوان ساتھی جناب محمد بنوری صاحب کی باری تھی 'کراچی میں ٹریفک کے ایک حادثہ میں ان کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ جانے کے بعد سے اس میں لوہے کا راڈ لگا ہوا ہے 'اٹھنا بیٹھنا اور پہاڑی راستوں پر چلنا آسان نہ تھا 'مگر شوق جہاد یہاں کھینچ لایا۔ اب وہ بے تابی سے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے ' دشمن کی گولہ باری تھمتے ہی انہوں نے فائر کیا 'اور نعرہ تکبیر کی گونج میں خوشخبری ملی کہ یہ گولہ بھی نشانے پر گرا ہے ۔

اوچھی چال کا کاری جواب

کمانڈر زبیر صاحب نے واکی ٹاکی پر پہاڑ والی جماعت سے 'اس گولے کے بارے میں رابطہ کیا 'تو انہیں محسوس ہوا کہ دشمن نے بھی وائرلیس پر کان لگائے ہوئے ہیں ' وہ اسی موقع کے منتظر تھے 'گولہ نشانے پر لگنے کی تصدیق تو ہوگئی 'لیکن ساتھ ہی انہوں نے دشمن کو نئی پریشانی میں مبتلا کرنے کیلئے پہاڑ والی جماعت کو مصنوعی طور پر ایسی ہدایات دیں جس سے دشمن یہ سمجھے کہ ''آج رات کو اس پر ایک بھرپور منظّم حملہ چاروں سمت سے ہونے والا ہے 'اور مجاہدین کی چار جماعتیں 'رات کے اندھیرے میں ہر طرف سے چوکی ''زامہ خولہ'' کی طرف ان راستوں سے پیش قدمی کریں گی جن سے بارودی سرنگیں ''حال ہی میں'' صاف کر دی گئی ہیں 'اور یہ کہ طے شدہ منصوبے کے مطابق مجاہدین کی کوئی جماعت اس وقت تک واپس نہیں لوٹے گی جب تک ''زامہ خولہ'' اور اس کی معاون چوکیاں مکمل طور پر فتح نہ کر لی جائیں'' ـــ یہ اس اوچھی چال کا جواب تھا جو تھوڑی دیر پہلے دشمن نے وائرلیس پر انہیں بہکانے کیلئے چلی تھی ' یہ جواب کارگر ثابت ہوا ' جیسا کہ آگے معلوم ہو گا۔

پروگرام یہ تھا کہ غروب آفتاب سے دس منٹ پہلے ہماری طرف سے فائر بند

کر دیا جائے گا' کیونکہ جوں جوں دن کی روشنی کم ہوتی جاتی ہے' توپ کے دہانے سے فائر کے ساتھ نکلنے والا شعلہ نمایاں ہوتا جاتا ہے' اس سے دشمن کو اپنا ہدف آسانی سے نظر آسکتا تھا۔

ہمارے ہر ساتھی کو ایک ایک فائر کرنا تھا' وقت کی تنگی کے باعث اب جس کی باری ہوتی وہ دشمن کی گولہ باری کے دوران ہی توپ کے پاس جا کھڑا ہوتا' اور گولہ باری تھمتے ہی اپنا گولہ داغ دیتا' دشمن کی گولہ باری پھر پہلے سے زیادہ شدومد کے ساتھ شروع ہو جاتی ـــــ ہر فائر کے بعد کمانڈر زبیر جب پہاڑ والی جماعت سے وائرلیس پر رابطہ کرتے تو' دشمن کو سنانے کے لئے "رات کے مصنوعی پروگرام" کے حوالے سے کچھ نئی "ہدایات" بھی دیدیتے' اس طرح ـــــ جیسا کہ آگے معلوم ہو گا ـــــ دشمن کو پورا یقین ہو گیا کہ

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے'
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

بیس فائر ـــــ ہر گولہ نشانے پر

وقت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ ہر مہمان ساتھی کو ایک ایک فائر کرنے کا موقع مل گیا' البتہ کراچی کے ایک نوجوان ساتھی کو جنگ شروع ہوتے ہی جاڑا چڑھ کر تیز بخار ہو گیا تھا' وہ فائر نہ کر سکے' غروب آفتاب سے دس منٹ پہلے ہماری طرف سے آخری فائر ہوا' جس کے بعد دشمن کی گولہ باری کا سلسلہ تو جاری رہا' مگر مجاہدین نماز مغرب اور واپسی کی تیاری میں لگ گئے ـــــ ہمارے صرف بیس گولے خرچ ہوئے تھے جن میں کوئی خطا نہیں ہوا' دشمن کے سینکڑوں گولے ضائع ہو چکے تھے' اور اب بھی مسلسل ضائع ہو رہے تھے ـــــ

آفتاب غروب ہوتے ہی ایک مجاہد نے اذان دینی شروع کی' گولوں کی اس چھاؤں میں "مجاہد کی اذان" نے ایک عجیب سماں پیدا کر دیا' اس کی آواز کا ہر زیروبم کہہ رہا تھا۔

شوق میری لے میں ہے، شوق میری نے میں ہے
نغمہ "اللہ ھو" میرے رگ و پے میں ہے

مغرب کی نماز حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم نے پڑھائی' اللہ تعالیٰ کی کھلی نصرت و حمایت پر مسرت اور تشکر کے جذبات' تلاطم بن کر آنکھوں سے بہہ پڑے' امام کی آواز بھی گلوگیر تھی' وہ بمشکل قراءۃ فرمارہے تھے' پیچھے ہم مقتدیوں کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں' جن کی آوازوں کو بڑی مشکل سے روک رہے تھے' جسم کارواں رواں سراپا حمد و شکر بن جانے کیلئے بے تاب ___ سر کے اوپر اور دائیں بائیں سے گذرتے ہوئے گولوں کے شور' اور ان کے دھماکوں سے بے پروا ہوکر' رکوع و سجود میں جو خشوع و خضوع' اور سرور و کیف نصیب ہوا' وہ ایک یادگار سرمایہ حیات ہے۔

مجاہدین کی جو جماعت ہمارے دائیں جانب میدانی علاقے میں تھی' نماز مغرب کے بعد ہم سے آملی' ان کے پاس صرف راکٹ لانچر' گرنیڈ (دستی بم) اور کلاشنکوفیں تھیں' ان کا مقصد صرف اتنا تھا کہ اس طرف سے دشمن کا کوئی دستہ پیش قدمی کی جسارت کرے تو اسے منہ توڑ جواب دیا جاسکے۔

"دہ شکہ" بھی گرجتی رہی

بائیں جانب پہاڑ والی جماعت کے پاس دہ شکہ (اینٹی ایئرکرافٹ) بھی تھی' یہ جماعت ہمارے لئے زیادہ تر "او۔پی" کے فرائض انجام دیتی رہی' اور جب دشمن کے گولے ہمارے قریب گرنے لگتے تو ان کا رخ اپنی طرف کرنے کے لئے اکا دکا فائر بھی کر دیتی تھی' ہم نے مغرب کی نماز شروع کی تو دشمن پر وہی فائرنگ کرتی رہی۔

نماز کے بعد ہم اپنی مارٹر توپ کے اجزاء الگ الگ کر کے واپس لوٹے' تو خاصا اندھیرا ہو گیا تھا' دشمن کی نظروں سے بچنے کے لئے کپڑے سب رنگین پہن کر آئے تھے ___ تقریباً ایک کلو میٹر تک پہاڑی راستوں میں پیدل چلنے کے بعد' ایک پہاڑی کے دامن

میں رکے ' تھوڑی دیر میں دونوں جیپیں اور " ھینو " ٹرک وہیں پہنچ گئے ' اور ہمیں لیکر سیدھے " خانی قلعہ " روانہ ہوگئے ___ دشمن کی گولہ باری اب بھی جاری تھی ' اور پہاڑ پر وقفہ وقفہ سے ہماری " دہ شکہ " بھی گرج رہی تھی ۔ پہاڑ والی جماعت صرف " مڑزگہ " کے مجاہدین پر مشتمل تھی ' تھوڑی دیر دشمن سے مڈبھیڑ کرنے کے بعد اسے بھی اپنے مرکز واپس چلا جانا تھا۔

گولہ باری سے بچنے کیلئے ہماری تینوں گاڑیاں لائٹ جلائے بغیر ہی سفر کر رہی تھیں ' شعبان کی ۸ اویں شب کے باوجود بادلوں کی وجہ سے کافی اندھیرا تھا ' اس حالت میں کچے پہاڑی راستے کے نکیلے پتھر ' پیچ و خم اور نشیب و فراز بھی کم خطرناک نہیں تھے ' ہر لمحہ کسی کھڈ میں لڑھک جانے ' یا کسی ٹیلے سے ٹکرا جانے کا قوی اندیشہ تھا ' لیکن رگ و پے میں جو سرور و کیف سما گیا تھا ' اس نے یہ باتیں سوچنے کی ساری ذمہ داری ڈرائیوروں پر ڈال دی تھی ۔ غرض بقول بھائی جان (حضرت کیفی) مرحوم

ہر پست ہر بلند سے ' گذرا مرا جنون
سود و زیاں پسند خرد ' سوچتی رہی

جب یہ حسرت ہونے لگتی کہ جہاد میں شرکت بہت تھوڑے وقت ' اور بہت معمولی سی جھڑپ میں ہوئی ' کسی بڑے معرکے میں شرکت سے اب بھی محرومی رہی !___ تو رحمت للعالمین ﷺ کا یہ ارشاد مجھ جیسے کم کوش کیلئے بھی امید و رجاء کا ایک نیا عالم سامنے کر دیتا تھا کہ :

" وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَغَدْوَةٌ أَوْ رَوْحَةٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ، وَلَمَقَامُ أَحَدِكُمْ فِي الصَّفِّ خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوتِهِ سِتِّيْنَ سَنَةً "

"قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے 'اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک مرتبہ صبح یا شام کو نکلنا' ساری دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے 'اور تم میں سے کسی کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا' (گھر میں رہ کر) اس کی ساٹھ برس کی نمازوں سے بہتر ہے۔"

(مسند احمد عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ___ ص ۲۶۶ ج ۵)

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت نے تو امیدوں کے چراغ اور روشن کر دیئے کہ

"قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ"

"جہاد سے واپسی کے سفر میں بھی ویسا ہی ثواب ہے، جیسا جہاد کیلئے جانے میں ہے۔"

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد ___ حدیث ۲۴۸۷)

دشمن کی پریشانی

ادھر دشمن کو کمانڈر زبیر صاحب نے وائرلیس پر جو سبق بالواسطہ پڑھا دیا تھا' وہ اس کے ایسا ذہن نشین ہوا کہ جوں جوں تاریکی بڑھتی رہی 'اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا گیا 'اسے یقین ہو گیا تھا کہ آج رات کی تاریکی میں ہمارے کئی مسلح دستے ہر طرف سے اس کی جانب پیش قدمی کریں گے 'اور قریب پہنچ کر اچانک ہلہ بول دیں گے 'اس لئے وہ اپنے گردوپیش میں اندھا دھند گولے برسا رہا تھا جن میں ہمارا سراغ لگانے کیلئے روشنی کے گولے بھی شامل تھے 'مگر یہ سب کارروائیاں وہ ___ ہمیں قریب سمجھ کر ___ اپنے آس پاس ہی کرتا رہا' چنانچہ واپسی میں اب تک اس کا کوئی گولہ ہمارے پاس سے نہیں گذرا تھا۔

ہماری جیپ سب سے آگے تھی 'تقریباً نصف گھنٹہ بغیر لائٹ سفر کرنے کے بعد سست رفتاری سے اکتاہٹ ہونے لگی 'تو میں نے ڈرائیور کو مشورہ دیا "اب تو ہم کافی دور نکل آئے ہیں 'اور دشمن اپنی ادھیڑ بن میں گرفتار ہے 'اب اپنی جیپ کی چھوٹی لائٹ کھول لینے میں مضائقہ نہیں 'وہی لائٹ پچھلی گاڑیوں کے لئے بھی کافی ہو جائے گی" ___

ابھی اس تجویز پر چند منٹ ہی عمل ہوا تھا، کہ گولے ہمارے دائیں بائیں اور اوپر سے "شوں شوں" کرتے گذرنے لگے۔ لائٹ فوراً بجھا دی گئی، سب کلاشنکوفیں لیکر نیچے اتر گئے، اور منتشر ہو کر پیدل چلنے لگے، گاڑیاں پیچھے پیچھے رینگتی رہیں۔ دشمن نے روشنی کے گولے بھی پھینکے، جو بہت آگے جا کر پھٹے اس لئے وہ ہمیں نہ دیکھ سکا۔

اطاعت امیر

مجھے اپنی اس غلط تجویز پر اس لئے بھی ندامت ہوئی کہ ڈرائیور نے لائٹیں، ظاہر ہے کہ، کمانڈر صاحب ہی کے ایماء پر بند رکھی تھیں، میں نے اپنے امیر (کمانڈر صاحب) کو مشورہ دینے کے بجائے براہ راست ڈرائیور کو مشورہ دے کر شرعی اصول نظم وضبط کی خلاف ورزی کی تھی۔ کمانڈر صاحب نے تو خیر اپنی کسی ادا سے ناگواری کا احساس نہ ہونے دیا، لیکن "امیر کی اطاعت" ایک فوجی اصول تو ہے ہی، شرعی فریضہ بھی ہے، قرآن کریم نے سورہ نساء (آیت :۵۹) میں اس کا حکم دیا ہے، اور آنحضرت ﷺ نے کئی احادیث میں اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے، یہاں تک فرمایا ہے کہ :

"اِنْ اُمِّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ مُّجَدَّعٌ یَقُوْدُکُمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاسْمَعُوْا لَہٗ وَاَطِیْعُوْا"

"اگر تمہارے اوپر (بالفرض) کسی نکٹے، کن کٹے لنجے لولے غلام کو بھی امیر بنا دیا جائے، جو تمہاری قیادت قرآن کے مطابق کر رہا ہو، تو اس کی بھی فرمانبرداری کرو۔"

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ ــــ حدیث ۱۸۳۸)

متعدد احادیث میں امیر کی اہانت اور نافرمانی پر بڑی ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے :

"وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ، وَمَنْ یَّعْصِ

فَقَدْ عَصَانِي"

"جس نے امیر کی اطاعت کی' اس نے میری اطاعت کی' اور جس نے امیر کی نافرمانی کی' اس نے میری نافرمانی کی۔"
(صحیح مسلم ــــ حدیث ۱۸۳۵)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

"عَلَي الْمرءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَ الطَّاعَةُ فِيما اَحَبَّ وَ كَرِهَ اِلَّا اَنْ يُّوْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَاِنْ اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ"

"مرد مسلم پر (امیر کی) اطاعت فرض ہے' ہر معاملہ میں' خواہ وہ اسے پسند ہو یا ناپسند' مگر یہ کہ اسے (امیر کی طرف سے) کسی گناہ کا حکم دیا جائے' پس اگر اسے گناہ کا حکم دیا جائے تو اس میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔"
(صحیح مسلم ــــ حدیث ۱۸۳۹)

نام نہاد جمہوریت کے موجودہ دور میں شریعت کے اس حکم سے اتنی غفلت ہے کہ اسے شرعی فریضہ سمجھا ہی نہیں جاتا' انارکی اور لاقانونیت کو آزادی کا نام دیدیا گیا ہے۔ ہمارے بہت سے دینی اداروں اور تنظیموں کے کاموں میں خلل' انتشار اور ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ادارے اور تنظیم کے سربراہ کی (جائز امور میں) اطاعت نہیں کی جاتی' ہر شخص کے دل میں جو آتا ہے کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بدنظمی سے نجات عطا فرمائے۔

حکم امیر کی خلاف ورزی کی کچھ نہ کچھ سزا عموماً فوراً ہی مل جاتی' اور کام میں بے برکتی آجاتی ہے۔ ہمیں بھی اس گناہ کا تھوڑا سا خمیازہ فوراً یہ بھگتنا پڑا کہ دشمن کو جو ہم سے بے خبر تھا' ہماری جگہ معلوم ہوگئی' میری وجہ سے ساتھیوں کو بھی گاڑیوں سے اتر کر پیدل

چلنا پڑا۔

کچھ دیر بعد ہم پھر سوار ہوگئے' اور سفر لائٹوں کے بغیر ہی جاری رہا ـــــ دشمن کے جتنے زیادہ فائروں کی آوازیں آرہی تھیں' گولے اتنی تعداد میں ہماری طرف نہیں آرہے تھے' جس سے اندازہ ہوا کہ وہ "احتیاطاً" ہر سمت میں دور اور قریب گولے برسا رہا ہے کہ "اس کی تو جان پر بنی ہوئی تھی" ـــــ رات ۹ بجے کے قریب جب ہم اس کہسار میں داخل ہو رہے تھے جس میں "خانی قلعہ" ہے' تو اس وقت بھی گولے تعاقب میں تھے۔ مجاہدین کا اندازہ تھا کہ وہ آج پوری رات اسی مصیبت میں گرفتار رہے گا۔ اندازہ صحیح نکلا' اور صبح کو اس کی مختلف ذرائع سے تصدیق ہوگئی۔

اس موج کے ماتم میں روتی ہے بھنور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن' ساحل سے نہ ٹکرائی

جہاد کی ایک اور کرامت

۱۸ سال سے' جب سے مجھے کمر کی تکلیف دامن گیر ہوئی' اونچے نیچے راستوں پر چلنا سخت دشوار ہے' ریل اور سڑک کا سفر بھی مشکل سے برداشت ہوتا ہے' دوپہر کے کھانے کے بعد آدھ پون گھنٹہ آرام نہ ملے تو رات تک بالکل ناکارہ ہو جاتا ہوں۔ اس پورے سفر میں یہ آرام کسی دن بھی نہ ملا' اور آج تو پورا دن پر مشقت سرگرمیوں میں گزرا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ کی غیبی رحمت ـــــ جسے میں جہاد کی کرامت سمجھتا ہوں ـــــ یہ بھی سامنے آئی کہ آج کی پوری تگ و تاز میں نہ صرف یہ کہ کمر میں ادنیٰ تکلیف نہیں ہوئی' بلکہ ۱۸ سال بعد' آج پہلی بار طبیعت میں ایسا نشاط رہا جیسے کبھی یہ تکلیف تھی ہی نہیں' یہ دیکھنے کے لئے کہ تکلیف کیسی تھی؟ کس جگہ تھی؟ میں کمر کو طرح طرح سے جنبش دیتا' اور جگہ جگہ سے دباتا رہا' مگر اس کا کوئی نام و نشان نہ ملا۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْد ـــــ تکلیف کا احساس اس وقت ہوا جب "خانی قلعہ" پہنچ گئے۔

یہاں جو مجاہدین مرکز کی حفاظت کیلئے رک گئے تھے' وہ اور ہمارے محترم بزرگ ساتھی جناب صفدر علی ہاشمی صاحب بے چینی سے منتظر تھے' ہمیں زندہ سلامت دیکھ کر ان

کی عید سی آگئی ۔ہاشمی صاحب گھٹنوں کی تکلیف کے باعث آج کے معرکے میں نہ جاسکے تھے' اس پورے وقت میں انہوں نے ایک بڑا کام یہ کیا کہ مصلے پر بیٹھے' ہمارے لئے دعا فرماتے رہے 'ان کو محاذ پر دو ماہ قیام کرنا تھا' اس لئے معرکے میں جانے کی انہیں ایسی جلدی بھی نہ تھی ۔بہرحال زندگی کی سترویں منزل میں ان کا یہ پر شباب ایمانی عزم ہم سب کیلئے قابل رشک تھا۔

خانی قلعہ پہنچتے ہی ایک نئی مسرت یہ حاصل ہوئی کہ ہماری میزبان تنظیم "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے نوجوان امیر مولانا قاری سیف اللہ اختر صاحب سے ملاقات ہوگئی' دراصل ہم انہی کی دعوت پر یہاں آئے تھے 'مگر کراچی سے ہماری روانگی کے وقت یہ بنگلہ دیش گئے ہوئے تھے 'کل صبح کراچی پہنچ کر معلوم ہوا کہ ہم محاذ پر جاچکے ہیں تو اسی وقت ہوائی جہاز سے ملتان 'اور وہاں سے سڑک کے راستے کہیں رکے بغیر آج صبح بگڑ پہنچے ' اور وہاں سے میزائیلوں کا ایک ٹرک لیکر ابھی مغرب کے وقت خانی قلعہ پہنچے تھے ۔اس جان توڑ' طویل اور مسلسل سفر کے باوجود چہرے پر گلاب کی سی شادابی قابل رشک تھی' تکان کی کسی علامت کا دور دور نشان نہ تھا۔ماشاء اللّٰہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

یہ پچھلے نو سال سے افغانستان میں تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے ہیں 'اور اس جہاد میں صرف انہی کے ایمان افروز کارنامے اتنے ہیں کہ کسی مستقل تصنیف ہی میں سما سکتے ہیں۔ میرے بھائی جان جناب محمد زکی صاحب کیفی مرحوم کا یہ شعر ان پر پوری طرح صادق آتا ہے کہ :

طوفان سے کھیلے ہیں تو موجوں میں پلے ہیں
تب گوہر شہوار کے سانچے میں ڈھلے ہیں

میزائیلوں کا ٹرک

آج کے حملے میں کمانڈر زبیر صاحب نے دشمن پر میزائل برسانے کا بھی منصوبہ

بنایا تھا، جو ''بگڑ'' کے مرکز سے آج سہ پہر تک ''مڑ زگہ'' کے مرکز میں پہنچتے تھے۔ دوپہر کو وائرلیس پر اطلاع ملی کہ امیر تنظیم جناب مولانا سیف اللہ اختر بنگلہ دیش اور پاکستان سے ہوتے ہوئے بگڑ کے مرکز میں پہنچ گئے ہیں، اب وہ خود ہی یہ ٹرک لیکر ''مڑ زگہ'' میں ہم سے آملیں گے، اور معرکے میں ہمارے ساتھ شریک ہوں گے۔ لیکن قارئین کو یاد ہو گا کہ آج سہ پہر جب ہم خانی قلعہ سے حملے کیلئے روانہ ہوئے تو راستہ میں ہمیں دشمن کے گولے، وادی ارغون میں گرتے پھٹتے نظر آئے تھے جو ''زامہ خولہ'' کی دور مار توپیں فائر کر رہی تھیں، ان کا ہدف میزائیلوں کا یہی ٹرک تھا ___ رباط پہنچ کر امیر موصوف کو اس گولہ باری کی اطلاع ملی ___ یہ حضرات اپنے اسلحہ کی حفاظت جان سے زیادہ کرتے ہیں ___ عصر تک وہیں رکے رہے، جب دشمن کی توپیں ہمارے ساتھ مشغول ہوگئیں تو یہ وادی عبور کر کے خانی قلعہ پہنچ گئے، لیکن مغرب ہو جانے کے باعث وہ اور ان کے میزائل آج کے معرکے میں شریک نہ ہو سکے ___ اس کا ہمیں بھی قلق رہا۔

آج کے حملے میں دشمن کے نقصانات

پہلے کہیں عرض کر چکا ہوں کہ اس قسم کے حملوں میں تخمینے تو لگائے جا سکتے ہیں، دشمن کے نقصانات کی یقینی تفصیل فوری طور پر معلوم نہیں ہو سکتی، یہ تفصیل اپنے جاسوسوں یا ان مسلمان فوجیوں سے معلوم ہوتی ہے جو دشمن سے خلاصی پاکر مجاہدین سے آملتے ہیں۔ آج لڑائی کے دوران دشمن کی چوکی ''زامہ خولہ'' میں ایمبولینس گاڑیاں بار بار آتی اور جاتی دیکھی گئی تھیں، جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ دشمن کا جانی نقصان بھی خاصا ہوا ہے۔ لیکن مجاہدین محض تخمینوں پر کوئی رائے قائم نہیں کرتے۔ کمانڈر زبیر صاحب نے وعدہ کیا کہ جیسے ہی صحیح معلومات حاصل ہوں گی، ہمیں بذریعہ خط مطلع کریں گے ___ چنانچہ کراچی پہنچنے کے بعد ان کا خط مجھے رمضان المبارک میں وصول ہوا، وہ آگے اپنے مقام پر پیش کروں گا۔ (انشاء اللہ)

کھانے اور عشاء کی نماز کے بعد ہمارے کچھ ساتھی، جن میں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، مولانا محمد اسحاق صاحب، اور برخوردار عزیز مولوی محمد زبیر سلمہ بھی شامل تھے،

رات کی پہرہ داری کی ڈیوٹی میں چلے گئے، اور میں امیر موصوف مولانا سیف اللہ اختر صاحب سے ان کے غیر ملکی سفروں کے نتائج، اور افغانستان کے موجودہ حالات کے متعلق دیر تک باتیں کرتا رہا۔

۱۲ بجے کے قریب سلیپنگ بیگ میں گھس کر لیٹا تو آج صبح سے اب تک کے مناظر، ایک ایک کر کے نظروں میں گھومنے لگے ___ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات پر قلب و زبان مسرت اور تشکر سے لبریز تھے ___ یقین نہیں آرہا تھا کہ

ایں کہ می بینم بہ بیداریست یا رب یا بخواب؟

بدھ - ۱۸ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ - ۶ اپریل ۱۹۸۸ء

صبح آنکھ کھلی تو برفانی ماحول میں "مجاہد کی اذان" خوشگوار حرارت پیدا کر رہی تھی، نماز فجر اور تلاوت و مناجات کے بعد، رات کے بچے ہوئے روٹی سالن سے ناشتہ کیا، بچپن سے عادت بھی اسی ناشتہ کی ہے ___ انگور اڈہ سے کچھ انڈے ساتھ لے لئے تھے، مجاہدین نے ابال کر وہ بھی ناشتہ میں شامل کر دیئے ___ سردی پر کیف، مگر دل بجھا بجھا سا تھا، کیونکہ تھوڑی دیر بعد واپسی کا سفر شروع ہونے والا تھا۔ وطن واپسی کا شوق تو ہوا کرتا ہے، جس کی سرسراہٹ دل میں انگڑائیاں لینے لگی تھی، لیکن جہاد مقدس کی اس سرزمین میں پہاڑوں، وادیوں، جنگلوں، اور سب سے بڑھ کر ان مجاہدین نے دل ایسے موہ لئے تھے کہ یہ خالی قلعہ بھی جو بے سرو سامانی کی تصویر تھا، اپنا گھر محسوس ہونے لگا تھا، فراق کی گھڑی جوں جوں قریب آرہی تھی دل گرفتگی بڑھتی جارہی تھی۔

بیابان محبت، دشت غربت بھی، وطن بھی ہے
یہ ویرانہ قفس بھی، آشیانہ بھی، چمن بھی ہے

پان کی عادت ___ اور جہاد

میرے ساتھ ایک بری عادت پان تمباکو کی لگی ہوئی ہے، جو اگرچہ عین جنگ کے

دوران بھی لطف دیتی رہی، لیکن میں اسے "بری عادت" دوسری وجوہ کے علاوہ اس لئے بھی کہتا ہوں کہ جہاد اور یہ زیادہ عرصے تک ساتھ نہیں چل سکتے، سفر میں اس کا سارا بکھیڑا ساتھ رکھنا پڑتا ہے، اس کے ان مل بے جوڑ لوازم میں سے ایک بھی کم ہو جائے تو حالت دیدنی، اور بعض اوقات، ناگفتنی ہو جاتی ہے ___ یہیں خانی قلعہ میں کراچی کے ایک تعلیم یافتہ نوجوان سے، جو میمن برادری سے تعلق رکھتے، اور کئی ماہ سے مصروف جہاد ہیں، تعارف اس طرح ہوا کہ جب میں پہلے دن اپنے لئے پان لگا رہا تھا تو وہ پاس آکر بیٹھ گئے، میں نے پان پیش کیا تو ہنس کر کہنے لگے۔

"اسی کا انتظار تھا، پان کا عادی ہوں، کئی ماہ کے بعد آج نظر آیا تو رہا نہ گیا" ___

انہوں نے جہاد پر اس عادت کو قربان کر دیا تھا، تاہم مجھے اپنی اس بری عادت کا یہ پہلو غنیمت معلوم ہوا، کہ پان اور متعلقہ ساز و سامان جو ساتھ لایا تھا، وہ ان جیسے اور بھی کئی مجاہدین کے کام آتا رہا، اور جتنا سفر واپسی کی ضرورت سے زیادہ تھا، ان کے پاس چھوڑ آیا ___ بہر حال اس پورے سفر میں یہ احساس شدت سے ہوتا رہا کہ ہم جن بری عادتوں کے غلام بن کر رہ گئے ہیں، ان پر فتح حاصل کئے بغیر ہمیں دشمنوں سے بھی آزادی نہ مل سکے گی۔

واپسی

۹ بجے کے قریب ہم کمانڈر زبیر احمد خالد صاحب سے الوداعی مصافحہ کر رہے تھے، ___ میں نے ان کا ہاتھ تھام کر کہا

"میں آپ پر "آیت الکرسی" پڑھ کر دم کروں گا، آپ بھی یہی پڑھ کر مجھ پر دم کر دیں، یہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا ہوا مجرب عمل ہے جو وداعی مصافحہ کے دوران کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوبارہ ملاقات ہو جاتی ہے۔"

وہ خوشی سے مان گئے، لیکن دم کرتے وقت ان کی عقابی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے، جنہیں پی جانے کے لئے وہ پوری قوت ارادی استعمال کر رہے تھے، باقی مجاہدین کی نمناک

پلکیں بھی، وہ سب کچھ کہہ رہی تھیں جو زبان ادا نہیں کر سکتی ــــ گاڑیاں روانہ ہوئیں تو ہم پلٹ پلٹ کر انہیں دیکھنے کی کوشش کرتے رہے ــــ مگر آنسوؤں کے پردے پہاڑوں سے پہلے ہی بیچ میں آگئے۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، اخی فی اللہ جناب محمد بنوری اور میں 'ٹیوٹا پک اپ میں تھے، جس میں ڈرائیور کی سیٹ کے پیچھے بھی دو تین آدمیوں کیلئے کار کی طرح سیٹ ہوتی ہے، ہم معذوروں کیلئے یہ گاڑی زیادہ آرام دہ تھی۔ پچھلے کھلے حصہ میں سامان تھا۔ اس پک اپ کو میزبان تنظیم کے امیر مولانا سیف اللہ اختر صاحب ڈرائیو کر رہے تھے۔ باقی رفقاء جو ماشاء اللہ سب نوجوان تندرست تھے پیچھے ایک جیپ میں سوار تھے ــــ "وادی ارغون" کو پار کرتے وقت، اور اس کے بعد بھی کئی جگہ سے دشمن کی پوسٹ "زامہ خولہ" سامنے پڑی، لیکن معلوم ہوتا تھا کہ دات بھر کی سراسیمگی اور گولہ باری سے چور ہو کر اب اس پر خواب خرگوش مسلط ہے، اس کی توپوں پر چھایا ہوا سکوت، زبان حال سے کہہ رہا تھا۔

ذرا اے رہروان تازہ دم، "راہ محبت" میں
جہاں میں تھک کے بیٹھا ہوں، وہ منزل دیکھتے جاؤ

اب ہم جس راستے سے پاکستانی سرحد کی طرف جا رہے تھے یہ اس راستے سے، جس سے آئے تھے، بہت مختلف ہے، مسافت بھی کم ہے، کچا اور نشیب وفراز اور خم و پیچ سے پر ہونے کے باوجود اتنا دشوار بھی نہیں، پاکستان کی سرحد "نگر" سے یہی راستہ ارغون ہوتا ہوا غزنی تک گیا ہے۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد "رباط" کے قریب سے گذرتے ہوئے ایک پہاڑی نالہ راستے میں آیا، پیاس لگی ہوئی تھی، ہماری درخواست پر امیر صاحب نے گاڑی روک لی، آب جاری ایسا شفاف، کہ تہ میں پڑے ریتی کے ذرات بھی چمک رہے تھے۔

امیر صاحب یہ کہہ کر "میں اس سے بھی اچھا پانی بتاتا ہوں"، ہمیں بائیں جانب ذرا اوپر کی طرف، دس بارہ قدم لے گئے، اور نالے میں چھپی ہوئی چٹان سے پھوٹتے

ہوئے ایک چشمے سے پانی پلایا، جس کا قطر مشکل سے تین انچ ہو گا، پانی کیا آب حیات تھا، کافر بھی پی لے تو "الحمدللہ" کہے بغیر نہ رہ سکے۔

امیر الحرکت قاری سیف اللہ اختر

مولانا قاری سیف اللہ اختر صاحب اس ویرانے میں، چھپے ہوئے چشمے پر ہمیں جس طرح لے گئے تھے، اس سے بھی اندازہ ہوتا تھا، اور پر پیچ پہاڑی راستوں میں گاڑی چلانے کا انداز بھی بتا رہا تھا کہ وہ ان پہاڑوں، وادیوں، جنگلوں اور پورے علاقے کی رگ رگ سے ایسے واقف ہیں، جیسے اپنے محلے کی گلیوں میں گھوم رہے ہوں۔

پچھلے سوا آٹھ سال سے یوں تو خوست، گردیز اور کٹواز کے محاذ جنگ بھی ان کی زد میں ہیں، غزنی، کابل اور جلال آباد کے میدان کارزار بھی ان سے نا آشنا نہیں، لیکن ان کی ترک تازیوں کا مرکز زیادہ تر یہ "صوبہ پکتیکا" اور ارغون کا علاقہ رہا ہے۔

۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو جب روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئیں، اور یہاں غیور مسلمانوں کا جو جہاد "ترہ کئی" کے دور سے کمیونسٹ حکومت کے خلاف جاری تھا، وہ "شعلہ جوالہ" سے بڑھ کر "آتش فشاں" بن گیا تو ___ حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے امیر اول مولانا ارشاد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھ چکا ہوں کہ ___ ان کے ساتھ یہ (قاری سیف اللہ اختر) بھی ۱۸ فروری ۱۹۸۰ء کو، تعلیم بیچ میں چھوڑ کر انتہائی بے سروسامانی میں جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت عمر بیس سال تھی، یہ دو تین مہینے جہاد میں لگا کر پاکستان آگئے، اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں ڈیڑھ سال زیر تعلیم رہے، اس دوران بھی چھٹیاں جہاد میں گذرتی تھیں۔

۱۹۸۲ء میں جبکہ درس نظامی کا آخری سال "دورہ حدیث" باقی تھا، پھر دل سے مجبور ہو کر ہمہ تن جہاد میں مشغول ہو گئے۔

اس مرتبہ میدان کارزار میں پوری یکسوئی کے ساتھ آئے تھے، یہاں اپنے امیر اور محترم دوست مولانا ارشاد احمد صاحب کی معیت میں افغان بھائیوں کے شانہ بشانہ، انتہائی صبر آزما مراحل سے گذرے، شدید و پر خطر معرکوں میں پیش پیش رہے، جس محاذ پر

پہنچے ' شجاعت ' جانبازی ' اور ذہانت و مہارت کے نقوش چھوڑ کر آئے ' جلد ہی ''حرکۃ الجہاد الاسلامی'' کے نائب امیر ' اور سپہ سالار (کمانڈر) بنادیئے گئے ___ ان کا نام اصل میں ''محمد اختر'' تھا ' جہاد کے ساتھیوں نے ''سیف اللہ اختر'' نام رکھدیا۔

تین طیارے مار گرائے

۱۹۸۳ء میں ''خوست'' کے ایک خونیں معرکہ میں جو تقریباً ڈھائی ماہ شب و روز جاری رہا ' ان کی استقامت اور نشانہ بازی کے جوہر اس طرح کھلے کہ کابل سے فوج کا ایک بہت بڑا قافلہ خوست چھاؤنی کو رسد کمک پہنچانے کیلئے آیا ' تو مجاہدین نے اسے چاروں طرف سے حملوں کا نشانہ بنایا ___ پہلے کہیں عرض کرچکا ہوں کہ ___ یہ فوجی قافلے سینکڑوں ہزاروں فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں پر مشتمل ہوتے ہیں ' اوپر سے گن شپ ہیلی کاپٹر اور جیٹ طیارے منڈلاتے رہتے ہیں ' اس معرکے میں بھی مجاہدین کیلئے یہ ہیلی کاپٹر اور طیارے مشکل مسئلہ بن گئے۔ مجاہدین کے پاس اس زمانے میں طیارہ شکن توپیں خال خال ہی ہوتی تھیں ان کو چلانے والے اور بھی کم تھے ' جبکہ قاری سیف اللہ اختر اس میں مہارت حاصل کرچکے تھے۔ اس معرکے میں فضائی حملوں سے دفاع کی سخت ذمہ داری ان کو سونپی گئی۔

یہ وہیں ''تھانہ ڈب گئی'' کی ایک پہاڑی پر دو طیارہ شکن توپوں کے ساتھ تن تنہا مورچہ زن ہوگئے ' ایک توپ چھوٹی (دہ شکہ) تھی ' دوسری اس سے بڑی ''زیکویک'' ' اس کی گولیاں بھی بڑی ہوتی ہیں اور زیادہ دور تک مار کرتی ہیں ' کسمپرسی کا یہ عالم ' کہ توپیں دو ' مگر چلانے والا ایک ' محاذ میل ہا میل میں پھیلا ہوا ' اس لئے سب ساتھی منتشر۔

یہ اس مورچے سے پورے ڈھائی ماہ تک حملہ آور طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کا شب و روز مقابلہ کرتے رہے۔ کبھی ایک توپ چلاتے کبھی دوسری ' اسی حالت میں انہوں نے دشمن کا ایک جیٹ طیارہ اور دو گن شپ ہیلی کاپٹر مار گرائے ___ اس واقعہ کے بعد سے افغان مجاہدین اور ان کے زعماء میں اور زیادہ محبوب ہوگئے ' پاکستانی مجاہدین بھی جان چھڑکنے لگے ___ یہ خود تو نہیں کہتے انہیں تو خیال بھی نہ آیا ہوگا ' لیکن ان کو کم از کم جہاد

کے اس ابتدائی دور کے حوالے سے 'حق ہے یہ کہنے کا کہ :

کہ میں نے فاش کر ڈالا' طریقہ شاہبازی کا

دشمن کی چوکی کا محاصرہ

اسی ۱۹۸۳ کے اواخر میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ مولانا ارسلان رحمانی کی کمان میں کئی افغان تنظیموں اور حرکۃ الجہاد الاسلامی کے مجاہدین نے مل کر ارغون کی حفاظتی چوکی "قلعہ نیک محمد" کا محاصرہ کیا' جس میں ساٹھ پاکستانی مجاہدین بھی شامل تھے۔ اس وقت تک ارغون کی حفاظتی چوکی "زامہ خولہ" نہیں بنی تھی 'ارغون کی فتح میں صرف یہی "قلعہ نیک محمد" حائل تھا۔ محاصرہ دو مہینے جاری رہا' اور اس میں مجاہدین کی آٹھ طیارہ شکن توپوں (دہ شکہ) نے حصہ لیا' ان توپوں کی کمان قاری سیف اللہ اختر صاحب کے سپرد تھی۔

قلعہ کے بڑے گیٹ کو' سامنے کی پہاڑی پر تعینات مجاہدین کی ایک جماعت نے اپنی دہ شکہ کی زد میں' اور چھوٹے گیٹ کو قاری صاحب نے اپنی دہ شکہ کی زد میں لے کر' قلعہ میں آنے جانے والی ہر گاڑی پر فائرنگ شروع کر دی۔ یہ چھوٹے گیٹ کے سامنے پہاڑی پر گیٹ سے صرف دو سو گز کے فاصلے پر تھے۔ اس طرح قلعہ کی رسد کمک کا ہر زمینی راستہ بند کر دیا گیا۔

اس کے علاوہ مجاہدین کی کئی جماعتیں تشکیل دی گئیں' جو باری باری دشمن پر شب خون مارتیں' اور ضرب کاری لگا کر واپس آجاتیں' مقصد یہ تھا کہ اسے بے دست و پا کر کے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا جائے' تاکہ آگے بڑھ کر "ارغون" چھاؤنی پر حملہ کیا جاسکے۔ لیکن دشمن کے پاس خورد و نوش' اسلحہ اور گولہ بارود کی کمی نہ تھی' فضائیہ کی پشت پناہی بھی حاصل تھی' اس نے ڈٹ کر مقابلہ کیا' اس کے ہیلی کاپٹر ٹینک اور توپیں گولے اور گولیاں برساتی رہیں۔

قاری سیف اللہ اختر اس پورے عرصے میں شب و روز اپنی طیارہ شکن توپ سے قلعہ کے گیٹ پر مسلط رہے' جب ان کی باری' شب خون میں جانے کی آتی' تو اس کا

موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے، کسی ساتھی کو "دہ شکہ" پر اپنا قائم مقام بناکر شب خون میں بھی پیش پیش رہتے، دشمن کی شدید فائرنگ کے باوجود قلعہ کے بالکل پاس پہنچ کر راکٹ لانچر اور دستی بموں سے ضرب لگاتے، اور واپس آکر پھر "دہ شکہ" پر ڈٹ جاتے ــــ یہ سلسلہ تقریباً دو ماہ جاری رہا، اور یہ محاصرہ توڑنے کی ہر کوشش کو بری طرح ناکام بناتے رہے۔

صبر آزما حادثہ

دشمن بھی ان کی گھات میں تھا، وہ ان کا محل وقوع معلوم کرچکا تھا، اور ان پر مسلسل گولہ باری کر رہا تھا، مگر یہ ایک بڑی چٹان کی آڑ میں مورچہ زن تھے، اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے رہے۔

ایک رات جبکہ آثار سے نظر آرہا تھا کہ دشمن دو چار روز اور قسمت آزمائی کرکے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائے گا، یہ حادثہ پیش آیا کہ دشمن کی مارٹر توپ کا ایک گولہ، ان سے صرف پچاس گز کے فاصلے پر آکر پھٹا، جس سے دو افغان مجاہد شہید ہوگئے۔ دونوں کا نام نصراللہ تھا۔ گولے کا ایک دہکتا ہوا دھار دار ٹکڑا قاری سیف اللہ اختر کی پسلی کو توڑتا ہوا، پھیپھڑے میں پیوست ہوگیا، ایک اور پاکستانی مجاہد بھی جس کی عمر ۱۲ سال تھی، اور قرآن کریم حفظ کر رہا تھا، شدید زخمی ہوا اس کا نام بھی "اختر" تھا۔ یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ دو افغانی شہید، دونوں "نصراللہ" دو پاکستانی شدید زخمی دونوں "اختر" ــــ یہاں ابتدائی طبّی امداد کا کوئی سامان نہ تھا، امیر حرکۃ مولانا ارشاد احمد صاحب ان دونوں زخمیوں کو انتہائی خطرناک حالت میں لیکر، مولانا ارسلان رحمانی کی جیپ میں پشاور روانہ ہوگئے ــــ یہاں سے پشاور کا سفر جیپ میں، اگر مسلسل جاری رکھا جائے، تب بھی کم از کم ۱۴-۱۵ گھنٹے لگتے ہیں ــــ جوان خوں راستے میں بہتا رہا ــــ

لہو پانی کیا ہے مدتوں، غم کی کشاکش نے
کوئی آسان ہے کیا، خوگر آزار ہو جانا

(حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ)

قلعہ نیک محمد کی فتح

ادھر محاصرہ جاری رہا' اور مجاہدین نے جان توڑ کوشش کر کے' دشمن پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ کوئی بڑا نقصان ہو گیا ہے۔ ایک دو روز بعد' تنگ آکر دشمن کے تین ٹینک گولہ باری کرتے ہوئے قلعہ سے باہر نکل آئے' اور ہر طرف بے تحاشا گولہ باری کرنے لگے' مگر یہ ان کی آخری قسمت آزمائی تھی' مجاہدین نے جان پر کھیل کر ایک ٹینک تباہ کر دیا' دوسرے کی چین ٹوٹ گئی' اور تیسرے میں سے ___ جو صحیح سالم تھا ___ کمیونسٹ فوجی نکل کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

مجاہدین ہر طرف سے یلغار کر کے قلعہ میں جا گھسے' اور تھوڑی ہی دیر میں اسے فتح کر لیا' کتنے ہی روسی کابلی کمیونسٹ جہنم رسید ہوئے' بڑی تعداد زخمی اور گرفتار ہوئی۔ چھوٹے بڑے اسلحہ کی بہت بڑی تعداد جس میں توپیں اور ٹینک بھی شامل تھے مجاہدین کے ہاتھ آئی' خورد و نوش کا سامان' اور گولہ و بارود کے جو ذخائر مال غنیمت میں ملے ان کا تو شمار بھی نہ ہو سکا' یہ سب اسلحہ اور ساز و سامان مجاہدین کو "ارغون چھاونی" پر حملے میں کام آیا۔ ارغون پر اس منظم اور بھرپور حملے کا واقعہ کمانڈر زبیر صاحب کی زبانی "پوسٹ زامہ خولہ" کے عنوان میں لکھ چکا ہوں۔

قاری سیف اللہ اختر صاحب' اور ان کا ساتھی ___ جس کا تعلق گجرات سے تھا ___ جب پشاور کے ہسپتال میں داخل کئے گئے تو خون خطرناک حد تک بہہ چکا تھا' قاری صاحب کی ٹوٹی ہوئی پسلی جسم سے نکال دی گئی' پھیپھڑا ___ جس میں گولے کا آہنی ٹکڑا گھس گیا تھا ___ تقریباً ناکارہ ہو گیا تھا' کئی روز موت و حیات کی کشمکش میں رہے ___ ان کے ساتھی "اختر" نے اسی کشمکش میں دم توڑ کر' حیات جاوداں پالی' اور علاج کی ہر کلفت سے ہمیشہ کیلئے آزاد ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

پھرا کرتے نہیں مجروح الفت' فکر درماں میں
یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا' اپنے مرہم کو
(حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ)

بقیہ تعلیم کا قدرتی انتظام

یہ دو ماہ بعد ہسپتال سے تو فارغ ہوگئے لیکن پھیپھڑے کا عمل پوری طرح بحال نہ ہوسکا، سانس کی تکلیف رہنے لگی، جواب تک "رفیق زندگی" ہے۔ وطن چشتیاں ضلع بہاولنگر ہے، یہ وطن کے بجائے محاذ پر واپس جانا چاہتے تھے، لیکن اپنے امیر مولانا ارشاد احمد صاحب کے حکم پر "جامعہ رشیدیہ" ساہیوال میں جاکر داخلہ لے لیا، اور تعلیم کا جو ایک سال ___ دورہ حدیث کا ___ باقی رہ گیا تھا، اس کی تکمیل میں مشغول ہوگئے۔ تعلیم سے فارغ ہوکر پھر افغانستان چلے آئے، اور جہاد ہی کے ہوکر رہ گئے۔

۱۹۸۵ میں مولانا ارشاد احمد صاحب کی شہادت کے بعد ان کو "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کا امیر، اور جناب زبیر احمد خالد کو سپہ سالار (کمانڈر) بنادیا گیا ___ دو ڈھائی سال پہلے شادی ہوئی ہے، ماشاء اللہ دو بچوں کے باپ ہیں، جہاد کی سرگرمیوں سے جب وقت مل جاتا ہے تو ___ کھڑے چڑھے ___ گھر بھی ہو آتے ہیں، لیکن جب تک افغانستان آزاد نہیں ہوجاتا، ان کا مسلک یہ ہے کہ:

شرع محبت میں ہے، عشرت منزل حرام
شورش طوفاں حلال، لذت ساحل حرام

کئی سال سے ان کا میرے ساتھ بھی رابطہ ہے، طویل ملاقاتیں بھی، کراچی اور اسلام آباد میں جہاد ہی کے موضوع پر ہوتی رہیں، افغانستان سے واپسی کے اس سفر میں تو تین دن تین رات رفاقت رہی، لیکن انہوں نے اپنا کوئی حال سنایا نہ کسی کارنامے کا اشارتاً ذکر کیا، یہ حالات بھی میں نے ان کے رفقاء کار، مولانا عبدالصمد سیال، کمانڈر زبیر احمد خالد، مولانا سعادت اللہ، اور جناب شاہد محمود سے بار بار کوشش کرکے معلوم کئے ہیں۔

پہلے عرض کرچکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سرفروشوں کو اخلاص وللہیت اور تواضع وانکساری کی دولت سے ایسا نوازا ہے کہ اپنے کسی کارنامے کا اشارتاً بھی ذکر نہیں

کرتے، پوچھنے پر بھی ہرایک اپنے کسی ساتھی کا کارنامہ تو کچھ سنا بھی دیتا ہے، اپنا نام پھر بھی کہیں نہیں آنے دیتا ـــ یہ جہاد کی برکت ہے، ورنہ پروپیگنڈے اور خودنمائی کے اس دور میں ـــ جبکہ ریاکاری، حب جاہ اور شہرت کی ہوس میں اہم دینی اور ملی مقاصد کو بھی قربان کر دیا جاتا ہے ـــ ایسی مثالیں روز بروز نایاب ہوتی جارہی ہیں۔

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

ہم دوپہر کو ساڑھے بارہ بجے کے قریب "انگور اڈہ" پہنچے، تو یہاں کچھ افغان بچے تختی، سلیٹ، اور کتابیں ہاتھوں میں لئے نظر آئے، بظاہر کسی مدرسے سے نکلے تھے، مجاہد تنظیموں نے مہاجرین افغانستان کی بستیوں اور کیمپوں میں جگہ جگہ مدرسے بھی قائم کئے ہوئے ہیں ـــ

یہیں ایک افغان ہوٹل میں کھانا کھایا، جس میں میز کرسی کے بجائے ایک بڑے کمرے کی دیواروں کے ساتھ ساتھ تقریباً ڈھائی فٹ اونچے خوب کشادہ چبوترے بنے ہوئے تھے، ان پر پلاسٹک کا فرش بچھا تھا اور دیوار سے گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے۔ بھوک میں افغانی شوربہ اور دال روٹی بڑی مزیدار لگی۔

دو بجے پاکستان کی سرحد پر "ٹبگر" کے مرکز مجاہدین پہنچے، گرم پانی سے وضو کرکے ظہر کی نماز باجماعت ادا کی، اور قہوہ پی کر ۳ بجے جنوبی وزیرستان کے شہر "وانہ" کی طرف روانہ ہوگئے۔

راستے میں اسی فلک بوس پہاڑ کو عبور کیا جس کی چوٹیاں اب تک برف سے ڈھکی ہوئی ہیں، ان چوٹیوں تک چڑھائی اور اترائی کے دوران امیر صاحب (قاری سیف اللہ اختر) کو تنفس قابو میں رکھنے کیلئے دوا استعمال کرنی پڑی، جو ہر وقت ان کی جیب میں رہتی ہے۔ ہمارے پوچھنے پر صرف اتنا بتایا کہ "ایک معرکے میں میرا پھیپھڑا زخمی ہو گیا تھا، اس وقت سے سانس کی تکلیف رہنے لگی ہے" ـــ نہ اس پسلی کا کوئی ذکر جو جسم سے ہمیشہ کیلئے نکال دی گئی ہے، نہ قلعہ نیک محمد کے محاصرے کا کوئی بیان، نہ اس جان کنی کا کوئی

اشارہ جو ہسپتال میں دو مہینے تک جاری رہی ___

میں نے کہا "آپ کو ان کچے اور پر پیچ پہاڑی راستوں میں گاڑی چلانے میں کوفت تو بہت ہوتی ہوگی، عموماً پہلے ہی گیئر میں چلانی پڑتی ہے؟"

مسکرا کر اور دائیں بائیں کے مناظر پر نظر ڈالتے ہوئے کہنے لگے ___ "کیا عرض کروں، مجھے ان پہاڑوں، وادیوں، جنگلوں اور ویرانوں سے کیسا لگاؤ ہو گیا ہے، بڑے بڑے پر رونق شہروں میں بھی یہی یاد آتے رہتے ہیں، کہیں اور کا پانی بھی اچھا نہیں لگتا، ڈرائیونگ کا جو لطف ان راستوں میں اور پتھروں سے اٹے ہوئے میدانوں میں آنے لگا ہے، جدید ترین پختہ شاہراہوں پر بھی نہیں آتا ___ بحمداللہ جہاد نے ہمیں اس زندگی کا عادی بنا دیا ہے" ___

مجھے بھائی جان حضرت کیفی مرحوم کا یہ شعر یاد آگیا

سنگ گراں ہیں راہ میں لاکھوں تو کیا ہوا
منزل چھپی ہوئی تو مرے حوصلوں میں ہے

تقریباً دو گھنٹے کے پہاڑی سفر کے بعد جنوبی وزیرستان کے قصبے "اعظم وارسک" سے پختہ سڑک شروع ہو گئی۔ افغانستان جاتے ہوئے جب اس سڑک سے گذرے تھے، اس کی قدر نہ ہوئی تھی، تین چار روز جاں گسل اور کٹھن راستوں میں سفر کے بعد اب یہی پتلی سی سڑک عظیم نعمت معلوم ہونے لگی۔ یہ جہاد ہی کے دوران شہید صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب[1] مرحوم کے دور میں تعمیر ہوئی ہے، اس کی بدولت جہاں اس علاقے کے باشندوں کے مصائب میں کمی، اور معاشی میدان میں انقلاب آرہا ہے، مجاہدین کیلئے بھی آمد و رفت میں سہولت ہو گئی ہے۔

۶ بجے کے قریب جبکہ عصر کی نماز مسجدوں میں ہو چکی تھی، گاڑی "وانا" کی

---

[1] ہمارے اس سفر کے وقت صدر مرحوم حیات تھے، ان کی مدبرانہ رہنمائی میں جہاد افغانستان تیزی سے کامیابی کے مراحل طے کر رہا تھا، لیکن جبکہ یہ مضمون طباعت کے لئے جا رہا ہے، ان کے نام کے ساتھ شہید اور "مرحوم" کے الفاظ لکھنے پڑے "انا للہ وانا الیہ راجعون"

پر شکوہ جامع مسجد کے دروازے پر رکی۔ مولانا نور محمد صاحب اور ان کے رفقاء منتظر تھے' ۳ روز پہلے یہاں سے جاتے وقت' واپسی کا جو وقت طے ہوا تھا' مجاہدین کے حسن انتظام کی بدولت ہم بحمد اللہ تقریباً اسی وقت پہنچ گئے ___ دفتر میں نماز عصر باجماعت ادا کر کے' میں تو حاضرین سے اجازت لیکر وہیں ایک کونے میں دراز ہو گیا' نماز مغرب کے بعد بھی کھانا آنے تک تقریباً لیٹا ہی رہا۔

جہاد کی تین قسمیں

مولانا نور محمد صاحب نے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق 'عشاء کے بعد "جہاد" کے موضوع پر جلسہ عام کا اعلان کیا ہوا تھا ___ مگر سہ پہر سے میرے سر میں درد تھا' اس میں دم بدم اضافہ ہو رہا تھا' مجبوراً معذرت چاہنی پڑی' اور ہم سب کی طرف سے یہ "فرض کفایہ" حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مد ظلہم نے ادا فرمایا۔ لیکن اس سعادت سے اپنی محرومی کا افسوس رہا' کیونکہ جہاد تین طریقوں سے ہوتا ہے'

(۱) جہاد بالسیف: یعنی دشمنان اسلام سے مسلح جنگ۔

(۲) جہاد بالمال: جہاد میں مال خرچ کرنا' اور اس سے مجاہدین کی ضروریات مہیا کرنا' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزٰي وَمَنْ خَلَفَهُ فِي اَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزٰي"

"جس شخص نے اللہ کے راستہ میں کسی غازی کو جہاد کا سامان دیدیا' اس نے بھی جہاد کیا' اور جس نے کسی غازی کے پیچھے' اس کے گھر والوں کی خبر گیری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا' اس نے بھی جہاد کیا۔"

(صحیح مسلم ــ کتاب الامارۃ' ص ۱۳۷ ج ۲)

(۳) جہاد باللسان: یعنی زبان و قلم سے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینا' اور دشمنان

اسلام کے باطل پروپیگنڈے کا توڑ کرنا۔ آنحضرت ﷺ نے ان تینوں طرح کے جہاد کا حکم دیا ہے' ارشاد ہے:

"جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ"

"مشرکین کے خلاف اپنے مال و دولت سے' اپنی جانوں' سے اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو"

(سنن النسائی --- حدیث ۳۰۹۶)

اس تیسری قسم کے جہاد کی یہاں وزیرستان میں سب سے زیادہ ضرورت اس لئے ہے کہ یہ آزاد قبائل کا علاقہ ہے' یہاں سے مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد افغانستان کے جہاد میں بحمد اللہ شریک ہوتی' اور مجاہدین و مہاجرین کے ساتھ تعاون کرتی ہے' لیکن یہاں کے غیور مسلمانوں کو گمراہ اور جہاد افغانستان سے بدظن اور لاتعلق کرنے کیلئے' روسیوں کے زرخرید ایجنٹ بھی یہاں سرگرم عمل ہیں' جن کو پاکستان کی بعض سیکولر سیاسی جماعتوں کی پرزور حمایت حاصل ہے' یہ روس کی زبردست مالی امداد کے سہارے' ہر وقت لسانی اور قبائلی عصبیت کو ہوا دیتے رہتے ہیں' مجاہدین اور مہاجرین کو بدنام کرنا' اور پاکستان کی تمام مشکلات کا سبب ان ستم رسیدہ مہاجرین کو قرار دینا' ان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

حضرت مولانا مدظلہم نے جہاد کے فضائل' اور اس کی دینی اہمیت پر اثر انگیز خطاب فرمایا اور جہاد افغانستان کے منظر و پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ:

"مجاہدین افغانستان یوں تو پورے عالم اسلام کی جنگ لڑ رہے ہیں' لیکن پاکستان کیلئے اس جہاد کی اہمیت اس لئے زیادہ ہے کہ روس کی نظر دراصل پاکستانی بلوچستان پر ہے' وہ افغانستان کو

راستے کی ایک منزل سمجھ کر آیا ہے' اور گرم پانی کے شوق میں' بلوچستان پر قبضہ کرکے اس کے سمندری ساحل (گوادر وغیرہ) تک پہنچنا چاہتا ہے' اس لئے جہاد افغانستان درحقیقت پاکستان کا اپنا مسئلہ بھی ہے' جس میں پاکستانی مسلمانوں کو بھرپور حصہ لینا ایمانی غیرت کا تقاضا ہے۔ خصوصاً وزیرستان کے قبائل جو افغانستان کے براہ راست پڑوسی ہیں' ان پر یہ شرعی ذمہ داری سب سے زیادہ عائد ہوتی ہے۔"

ہم مہمانوں کے لئے مدرسے کے کئی کمرے خالی کراکے' ان میں زمین پر بستر لگا دیئے گئے تھے' میں سونے کیلئے لیٹا تو مدرسہ کے کئی طلبہ سر میں مالش کرنے اور بدن دبانے کیلئے آگئے' یہاں کی مہمان نوازی معروف ہے' خصوصاً مدرسوں کے طلبہ کو اپنے اساتذہ یا علماء کرام کی خدمت کا موقع مل جائے تو بڑی نعمت سمجھتے ہیں' ان کے اصرار پر تھوڑی دیر کیلئے اجازت دیدی' ورنہ مجھے بدن دبوانے کی عادت نہیں' مولانا سیف اللہ اختر صاحب بازار سے درد سر کی گولی لے آئے' کچھ سکون ہوا' اور بحمد اللہ ۱۲ بجے کے بعد آنکھ لگ گئی۔

جمعرات ۱۹ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ - ۷ اپریل ۱۹۸۸ء

صبح کو ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر ۹ بجے کے قریب ڈیرہ اسماعیل خان کیلئے روانہ ہوئے' ہم چاروں کا یہ سفر سوزوکی کار میں ہوا' باقی رفقاء اسی جیپ میں تھے جو افغانستان سے ساتھ آئی تھی۔

افغانستان میں مجاہدین کو جس بے سروسامانی اور جان توڑ مشقتوں میں چھوڑا تھا' اور "جنیوا سمجھوتے" کی صورت میں جو اور کڑا وقت ان پر آنے والا تھا' اس سے دل بے چین تھا۔

میں سوچ رہا تھا "ان سرفروشوں نے صوبہ "پکتیکا" کتنی قیمتی جانوں کے نذرانے دے کر' اور نو سال تک کتنے مصائب جھیل کر آزاد کرایا ہے' اس پورے صوبے میں اب صرف دو شہروں "ارغون" اور "شرنہ" کو آزاد کرانا باقی رہ گیا ہے' لیکن چھاپہ مار جنگ میں فتح و شکست کا فیصلہ جلدی نہیں ہوتا' جس بے سرو سامانی کا سامنا ہے' اس میں چھاپہ مار جنگ ہی جاری رکھی جاسکتی ہے' مگر یہ بہت صبر آزما ہوتی ہے' دشمن کی ایک ایک چوکی کو فتح کرنے میں کئی کئی مہینے' اور برس بھی لگ جاتے ہیں۔ مجاہدین کو یقین ہے کہ "ارغون" کیا پورا افغانستان انشاءاللہ تعالیٰ آزاد ہوگا' وہ اس کیلئے اللہ کے بھروسے پر چند دن' چند مہینے یا چند سال نہیں' بلکہ پوری زندگی کو داؤ پر لگاچکے ہیں' بہت کچھ قربان کرچکے' اور سب کچھ قربان کردینے کیلئے بے تاب ہیں ___ ان کے ایمان افروز حالات اور اللہ تعالیٰ کے غیبی نصرت کا مشاہدہ کرکے دل گواہی دے رہا ہے کہ اگر مجاہدین افغانستان اسی طرح متحد رہے تو :

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہوجائے گی
دیکھ لوگے سطوت رفتار دریا کا مال
موج مضطر ہی اسے زنجیر پا ہوجائے گی
نالہ صیاد سے ہوں گے نواساماں طیور
خون گلچیں سے کلی رنگین قبا ہوجائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

لیکن جو صبح نمودار ہونے والی ہے وہ ابھی بہت قربانیاں لے گی۔ شمع اسلام کے پروانوں کی کمی نہیں' وہ لپک لپک کر اس پر اپنی جانیں نچھاور کررہے ہیں' کرتے رہیں گے' اور بالآخر

انشاءاللہ فتح و کامرانی قدم چومے گی۔لیکن ان قربانیوں میں میرا کتنا حصہ ہے؟

یہ وہ سوال تھا جو ضمیر بار بار کر رہا تھا' میں چور سا ہو کر رہ گیا' وہ جھنجوڑ جھنجوڑ کر کہہ رہا تھا"بولتے کیوں نہیں؟جواب دو"___ آنکھوں سے اشک ندامت بہہ پڑے۔

میں نے چونک کر محمد بنوری صاحب کی طرف دیکھا' جو ساتھ بیٹھے مجھے ہی دیکھ رہے تھے۔ان کی آنکھوں میں بھی آنسو تیرتے نظر آئے' وہ بھی اسی کربناک ذہنی کیفیت سے دوچار تھے___ ہم دونوں دیر تک مجاہدین کے حسین کردار اور تاریخ ساز قربانیوں کا مقابلہ 'اپنے ناکارہ پن سے کر کے خود کو ملامت کرتے رہے۔جہاد مقدس کی سرزمین سے کچھ کئے بغیر واپسی کا ہر قدم گناہ معلوم ہونے لگا۔

قاری سیف اللہ اختر صاحب جو گاڑی چلاتے ہوئے' خاموشی سے یہ باتیں سن رہے تھے' اچانک بول پڑے۔"حضرت! آپ حضرات کچھ کئے بغیر تو واپس نہیں جا رہے' آپ حضرات نے اللہ کے فضل سے ایک معرکے میں عملی حصہ لیا ہے' اس سے ہم سب کے حوصلوں اور ولولوں کو جو نئی قوت ملی ہے' اس کے بہترین نتائج انشاءاللہ میدان کارزار میں ظاہر ہوں گے۔ہم نے آپ جیسے اساتذہ کرام ہی سے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث"جامع ترمذی"میں پڑھی ہے کہ:

"مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ"

"جس نے اللہ کے راستہ میں صرف اتنی دیر بھی لڑائی میں حصہ لیا جتنی دیر میں اونٹنی کا بچہ دودھ پیتا ہے' تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔"

(الجامع للترمذی - فضائل الجہاد -- حدیث ۱۶۵۰-۱۶۵۷)

یہ حدیث بالکل یاد نہ رہی تھی' رحمت للعالمین ﷺ کے اس ارشاد نے دل پر چھایا سا رکھ دیا' کمزوروں اور کم ہمتوں کیلئے بھی اللہ رب العالمین کا معاملہ کتنی رحمت کا ہے!

___ ندامت کے آنسوؤں کے ساتھ، مسرت کے آنسو بھی شامل ہو گئے ___ کراچی آکر کتاب میں یہ حدیث تلاش کی تو انہی الفاظ کے ساتھ مل گئی۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

کیا کہوں کیا کر رہی ہے، کام میرے دل کے ساتھ
وہ جو اک امید سی ہے، سعی لا حاصل کے ساتھ
(حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ)

گاڑی ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف رواں دواں تھی، راستے میں مہاجرین افغانستان کے کئی کیمپ ملے، انہیں دیکھ کر افغانستان کی وہ اجڑی بستیاں نظروں میں گھوم گئیں، جنہیں اپنے مکینوں کی یاد میں، ہم سراپا ماتم چھوڑ آئے تھے۔

سانپ بچھو ___ جہاد کی ایک اور کرامت

کئی مجاہدین سے سنا تھا کہ جب سے جہاد شروع ہوا، افغانستان کے موذی جانور سانپ، بچھو، درندے وغیرہ، مجاہدین کو تکلیف نہیں پہنچاتے، حالانکہ مجاہدین شب و روز پہاڑوں اور جنگلوں میں بسیرا کرنے پر مجبور ہیں، جبکہ دشمن کے بہت سے فوجی، ان کے ڈسنے اور کاٹنے سے ہلاک ہو چکے ہیں ___ میں نے مولانا سیف اللہ اختر سے اس بارے میں پوچھا تو فوراً بولے۔

"یہ بات بالکل صحیح ہے اور بہت مشہور و معروف ہے، خود میرے ساتھ ۱۹۸۳ء میں خوست کے محاذ پر یہ واقعہ پیش آیا، کہ میں ایک پہاڑی پر اپنی طیارہ شکن توپوں کے ساتھ مورچہ میں تھا، دشمن کے ہوائی حملوں کے باعث سونے کا موقع کم ملتا تھا، ایک رات لیٹا تو پاؤں پر انگوٹھے کے پاس سرسراہٹ اور گدگدی سی محسوس ہوئی، ساتھ ہی ایک کانٹا سا چبھا، میں نے ٹارچ سے دیکھا تو ایک بڑا بچھو میرے پاؤں سے اتر کر بھاگ رہا تھا، میں نے اسے مار دیا، جس جگہ اس نے ڈنک مارا تھا، وہاں ہاتھ لگانے سے بہت ہی ہلکی سی دکھن محسوس ہوئی، تشویش ہوئی کہ اب اس کا زہر چڑھے گا، لہریں اٹھیں گی، سو بھی نہ سکوں گا، تنہائی کی وجہ سے اور بھی بیچارگی سی محسوس ہوئی، اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر دعا کر کے لیٹ

گیا' لیٹتے ہی ایسی گہری نیند آئی کہ صبح ہی کو آنکھ کھلی ___ اس جگہ ایک دانہ ساتو بن گیا تھا' لیکن تکلیف بالکل نہ تھا"

اس سے بھی عجیب واقعہ ان کے دیرینہ رفیق مولانا عبدالصمد سیال نے سنایا' جن سے میری ملاقات اس سفر کے بعد ہوئی' وہ کہتے ہیں۔

۱۹۸۶ء میں "ارغون" کے پاس "خرگوش" کے علاقے میں ہمارا مرکز تھا' جنگی کارروائیوں کے بعد' میں ایک رات واپس آیا' اور اپنے خیمے میں سلیپنگ بیگ میں گھس کر لیٹ گیا' جسم کے مختلف حصوں میں رات بھر کھجلی اور سرسراہٹ سی ہوتی رہی' تکان اور نیند کی وجہ سے میں نے زیادہ دھیان نہ دیا' سوتے سوتے کھجاتا اور کروٹیں بدلتا رہا' صبح اٹھ کر یہ دیکھنے کیلئے کہ وہ کیا چیز تھی' سلیپنگ بیگ کھولا تو ایک بڑا بچھو نکل کر بھاگا ___ اس بے چارے نے تو رات بھر میرے ساتھ سلیپنگ بیگ میں قید رہنے کے باوجود ڈنک نہیں مارا تھا' مگر میں نے اسے مار دیا ___ اس واقعہ پر مجھے بہت زیادہ حیرت اس لئے نہیں ہوئی کہ یہاں ایسے واقعات پہلے سے بہت مشہور تھے' اور اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت وحمایت کے اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب واقعات کا مشاہدہ آئے دن ہوتا رہتا تھا۔"

مولانا عبدالصمد سیال صاحب ہی نے اس سلسلہ کا ایک اور عجیب واقعہ سنایا کہ:

"گردیز" کے علاقے میں دشمن کی چھاؤنی کے پاس مجاہدین کا ایک مرکز تھا' اس مرکز کی حفاظت کیلئے انہوں نے قریب کی ایک پہاڑی چوٹی پر مورچہ بنایا ہوا تھا' جس پر ۴ مجاہدین تعینات تھے' یہ ہروقت دشمن پر نظر رکھتے' اور مرکز مجاہدین کے خلاف کی جانے والی ہر کارروائی کو ناکام بنا ڈالتے تھے' ___ دشمن ان سے گلو خلاصی کیلئے مورچے پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھا ___ ایک رات مورچے کے ان مجاہدین کو نیچے پہاڑی کے دامن میں فوجی بوٹوں کی آہٹ سنائی دی' یہ دیکھنے کے لئے اترنے لگے تو کچھ چیخوں کی' اور کچھ لوگوں کے بھاگنے کی آواز آئی' دوڑ کر وہاں پہنچے تو ٹارچ کی روشنی میں یہ عجیب منظر دیکھا کہ تقریباً ۱۵ کمیونسٹ فوجی پڑے تھے جن میں سے اکثر مر چکے تھے' اور کچھ آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے مرکز سے دیگر مجاہدین کو بلالیا' اور گرد وپیش کا تفصیل سے جائزہ لیا تو مردہ

فوجیوں کے پاس بہت سارے بچھو نظر آئے، جو مجاہدین کو دیکھ کر پتھروں میں روپوش ہو رہے تھے ___ اب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں مجاہدین اور ان کے مورچے کی کس طرح حفاظت فرمائی کہ ان کو گھیرنے کیلئے جو فوجی رات کی تاریکی میں آئے تھے ان میں سے تقریباً ۱۵ کو بچھوؤں کی فوج نے موت کی نیند سلا دیا، اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔"

مولانا عبدالصمد سیال کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ مجھے اس مرکز کے افغان مجاہدین نے خود سنایا تھا۔

مرد سپاہی ہے وہ، اس کی زرہ "لاالہ"
سایہ شمشیر میں، اس کی پنہ "لاالہ"

ہم تقریباً ڈھائی بجے ڈیرہ اسماعیل خان پہنچ گئے، جن ساتھیوں کی سیٹیں کل صبح کے جہاز میں ملتان کیلئے ریزرو نہ ہو سکیں انہیں آج ہی شام بذریعہ ویگن ملتان جانا پڑا، میری اور محترم محمد بنوری صاحب کی، اور عزیزم مولوی محمد زبیر عثمانی سلمہ کی سیٹیں پہلے سے ریزرو تھیں، ہم تینوں کو پی آئی اے کے دفتر کے پاس ایک ہوٹل میں ٹھہرا دیا گیا۔

جمعہ ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ - ۸ اپریل ۱۹۸۸ء

پی آئی اے کا فوکر طیارہ جو اسلام آباد سے آیا تھا، صبح نو بجے کے قریب روانہ ہوا، راستہ میں تھوڑی دیر "ژوب" (بلوچستان) میں رکا، اور گیارہ بجے کے قریب ہم ملتان پہنچ گئے، ایئر پورٹ پر ایک عزیز اور کچھ احباب لینے آئے تھے، یہاں سے ہمیں آج ہی شام کے جہاز سے کراچی جانا تھا، سیٹیں پہلے سے بک تھیں ___ اب سب سے پہلے یہ فکر تھی کہ کسی طرح کراچی فون کر کے اپنی ہمشیرہ محترمہ کا حال معلوم کروں، جو ہسپتال میں داخل تھیں، لیکن یہاں کے احباب نے ہمارے اس چھ گھنٹے کے قیام کو مسلسل پروگراموں سے بھرا ہوا تھا، بتایا گیا کہ مجھے جامعہ خیر المدارس میں جمعہ کے اجتماع سے جہاد افغانستان ہی کے موضوع پر خطاب کرنا ہے، ۴ بجے مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں اسی موضوع پر

پریس کانفرنس تھی ' وغیرہ وغیرہ۔

قیام گاہ سے جامعہ خیرالمدارس جاتے وقت ہمارے میزبان ' بھائی انوارالٰہی صاحب نے بتایا کہ "وہ ابھی ابھی کراچی سے فون پر رابطہ ہوا ہے ' آپ کی بہن کی حالت ٹھیک نہیں ہے ' مگر آپ پریشان نہ ہوں ' نماز کے بعد آپ فون پر خود بات کرلیں" ــــــ دل سہم گیا ' ان کے انداز سے شبہ ہوا کہ وہ مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں!

اسی ذہنی دباؤ کے عالم میں "جہاد افغانستان" کے موضوع پر خطاب ہوا ' اور یہ معلوم ہوکر تعجب اور افسوس ہوا کہ بعض اچھے خاصے دینداروں کو بھی پہلے سے اس جہاد کی دینی اہمیت کا اندازہ نہ تھا ' بعض نے بتایا کہ انہیں بعض سیاسی لیڈروں کے بیانات کی وجہ سے اس کے "شرعی جہاد" ہونے ہی میں شکوک وشبہات تھے جو بحمداللہ اب دور ہوگئے۔ خطاب کے بعد لوگوں میں خوب جوش اور ولولہ نظر آیا ' بہت سے حضرات نے جہاد میں جانے کا عزم بھی ظاہر کیا۔ وللہ الحمد۔

نومید نہ ہو ان سے ' اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن ' بے ذوق نہیں راہی

بڑی بہن کی وفات کا ذاتی المیہ

نماز کے بعد قیام گاہ پہنچ کر کراچی فون کرنے کا ارادہ کیا ' تو محترم میزبان نے رکتے رکتے ــــ گومگو کے عالم میں ــــ وہ اندوہناک خبر سنادی جس کا خوف بدن میں دوپہر ہی سے جھرجھری پیدا کررہا تھا ــــ میری بڑی بہن ' بہت ہی محبت کرنے والی بہن ' جنہوں نے مجھے گودوں میں کھلایا ' اور قدم قدم پر میری تربیت میں حصہ لیا ' آج ہی صبح ۸ بجے کراچی میں انتقال فرماچکی تھیں ــــ انا للہ و انا الیہ راجعون

میزبانوں نے بتایا کہ یہ خبر ان کو میرے ملتان پہنچنے سے پہلے ہی مل گئی تھی ' اور اب تک ان کا بار بار کراچی سے رابطہ ہوچکا ہے ــــ لیکن مجھ سے اس لئے مخفی رکھی گئی کہ آج مغرب سے پہلے کراچی کیلئے کوئی پرواز نہیں ہے ' ایسے میں آپ کو بتانے کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہوتا کہ پورا ہی وقت کرب اور بے چینی میں گذرتا ' اور جمعہ کا خطاب بھی رہ

جاتا۔ کراچی سے بھی یہی ہدایت ملی تھی کہ آپ کو یہ خبر دینے میں جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔

فون پر معلوم ہوا کہ ابھی ابھی نماز جمعہ کے متصل بعد دارالعلوم کراچی میں ان کی نماز جنازہ ہوئی ہے، اور اس وقت دارالعلوم ہی کے قبرستان میں والدین کے مزار مبارک کے پاس تدفین عمل میں آرہی ہے ___ نماز جنازہ میں شرکت اور آخری دیدار سے محرومی کا غم بالائے غم تھا، لیکن اس تصور سے دل کو کچھ دلاسا ملا کہ میرا انتظار کیا جاتا تو آنحضرت کے اس حکیمانہ ارشاد کی تعمیل نہ ہوسکتی تھی کہ:

"اِذَا مَاتَ اَحَدُکُمْ فَلَاتَحْبِسُوْہُ وَاَسْرِعُوْا بِہٖ اِلٰی قَبْرِہٖ"

"جب تم میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو اسے روک کر مت رکھو، اور اسے اس کی قبر تک پہنچانے میں جلدی کرو۔"

(فتح الملہم بحوالہ طبرانی ص ۸۹ ج ۲ مجمع الزوائد ص ۴۴ ج ۳)

ناچیز کی سب سے بڑی ہمشیرہ اب سے ۳ سال قبل وفات پاچکی تھیں، ان سے چھوٹی تین بہنوں میں یہ عمر کی ترتیب سے دوسرے نمبر پر تھیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت، اور حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی حکیمانہ تعلیم و تربیت کی برکت سے مزاج و مذاق اور فکر و عمل دینی سانچے میں ڈھلا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے عبادت کا خاص ذوق عطا فرمایا تھا، یہ بھی ان کی خوش نصیبی ہے کہ جمعہ کے مبارک دن میں وفات ہوئی۔ محض گھریلو تعلیم کی بدولت علمی و ادبی معیار ایسا تھا کہ بہت سی ڈگری یافتہ خواتین میں بھی کم پایا جاتا ہے، شعر و ادب کا نفیس اور لطیف ذوق پایا تھا، خود بھی شعر کہتی تھیں، ان کا یہ شعر تو یوں لگتا ہے جیسے گھر سے ہسپتال جاتے ہوئے ہی کہا ہو:

چمن سے جاتے ہیں یہ سوچ کر کہ پھر نکہت
گذر بھی ہوگا سوئے آشیاں، نہیں معلوم!

یہ موضوع ایسا دردناک اور جذباتی نوعیت کا ہے کہ دل چاہتا ہے صفحے کے صفحے لکھتا چلا جاؤں، لیکن جہاد کے موضوع سے بہت دور چلا جاؤں گا۔ لہٰذا اس موضوع کو قارئین کرام کی خدمت میں اس درخواست پر ختم کرتا ہوں کہ براہ کرم ان کیلئے کامل مغفرت اور اعلیٰ درجاتِ کی، اور پس ماندگان کیلئے صبرو سکینت اور فلاح دارین کی دعا فرمائیں۔ اَللّٰھُمَّ اغفر لَھا وَارحَمھا

کمانڈر زبیر کا خط

تقریباً ۳ ہفتے بعد، رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ میں محاذ سے کمانڈر زبیر کا حسب وعدہ خط آیا، جس کے اہم اقتباسات یہ ہیں:

"تاریخ: ۲۵/۴/۱۹۸۸ء

محترم المقام واجب الاحترام، حضرت مولانا زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت موجود و مطلوب ہے۔

خط لکھنے کا مقصد آپ کو اس جنگ کے نتائج سے آگاہ کرنا ہے جو آپ کی سرپرستی میں لڑی گئی تھی۔ کل مورخہ ۲۴ اپریل (۱۹۸۸ء) کو "ارغون" چھاؤنی سے دو افغان فوجی بھاگ کر مجاہدین سے آملے، ان فوجیوں نے جہاں دیگر معلومات فراہم کیں، وہاں اس جنگ کے بارے میں بھی بتایا، ان کے بیان کے مطابق مقدس ہاتھوں سے نکلنے والے مارٹر توپ کے گولوں نے "پوسٹ" زامہ خولہ" میں تہلکہ مچادیا، اس لئے کہ ان گولوں سے ایک دو نہیں بلکہ تین بڑے فوجی افسر ایک ساتھ مردار ہوئے، ایک مردار اور چھ شدید زخمی ہوگئے۔ جانی نقصان کے علاوہ مالی نقصان بھی خاصا ہوا۔

الحمدللہ! اس حملے کے بعد دشمن انتہائی مرعوب ہے، ہم نے بھی حملے تیز کر دیئے ہیں۔ چند دن قبل ہم نے دو میزائل داغے جن کے اچانک گرنے سے دشمن کا شدید نقصان ہوا۔ آنے والے فوجیوں کے بیان کے مطابق تین ایمبولینس گاڑیاں مرداروں اور

زخموں سے بھر گئیں۔

یہ سن کر یقیناً آپ کو خوشی ہوگی کہ صوبہ پکتیکا کے امیر عظیم کمانڈر، حضرت مولانا ارسلان رحمانی افغانستان پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے بہت اہم پروگرام ترتیب دیئے ہیں، جن کے لئے ہم آپ کے تعاون کے خواہاں ہیں، ہماری دیگر ضروریات سے تو آپ باخبر ہیں ہی، اس وقت ہمیں شدید ضرورت افراد کی ہے، ہم امید واثق رکھتے ہیں کہ آپ حضرات افراد پر محنت کر کے انہیں محاذ پر بھیجیں گے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ پورے عالم میں اسلام کو سربلندی عطا فرمائے۔"

آپ کی دعاؤں کے محتاج ــــ مجاہدین اسلام

والسلام ــــ زبیر احمد خالد

خط کے چند روز بعد، رمضان المبارک ہی میں ایک رات ۱۲ بجے، فون پر یہ خوشخبری ملی کہ کمانڈر زبیر صاحب ابھی ابھی کوئٹہ سے ہوتے ہوئے کراچی پہنچے ہیں، صبح ۸ بجے کی پرواز سے ملتان چلے جائیں گے، یہ پیغام بھی ملا کہ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو وہ ابھی آکر ملنا چاہتے ہیں ــــ میرے تو یہ دل کی آواز تھی، وہ ایک بجے غریب خانے پر تشریف لے آئے، ہماری واپسی کے بعد سے اب تک جو معرکے ہوئے تھے، ان کی ایمان افروز تفصیلات سننے میں ایسی محویت ہوئی کہ رات کے ساڑھے تین بج گئے۔ ہماری درخواست پر انہوں نے اس سامان کی فہرست بھی لکھوا دی جس کی محاذ پر فوری ضرورت تھی۔

شہید کا جنت میں افطار

انہوں نے ایک تازہ ترین معرکہ کا واقعہ بھی سنایا کہ "ہمیں ۹ رمضان کو صبح ۸ بجے، دشمن کی چوکی "زامہ خولہ" پر قریب پہنچ کر حملہ کرنا تھا، ہم سحری، وقت سے ذرا پہلے کھا کر مرکز سے روانہ ہوئے، فیصل آباد کا ایک ۱۹ سالہ مجاہد "حبیب الرحمٰن" جو حافظ قرآن تھا، اسے میں نے اس معرکے میں جانے سے روک دیا تھا کیونکہ وہ ہمارے مرکز میں تراویح سناتا تھا ــــ اسے بہت غم ہوا، اور منت سماجت کرنے لگا، بالآخر اس کے شدید اصرار پر میں نے اجازت دیدی تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

ہم نے چوکی پر میزائلوں سے حملہ کیا "حبیب الرحمٰن" بھی دن بھر "دہشکہ" (اینٹی ایئرکرافٹ گن) سے تابڑتوڑ حملے کرتا رہا___ افطار سے تقریباً دس منٹ پہلے، جبکہ دشمن کی طرف سے گولوں کی بارش ہورہی تھی، وہ اپنے مورچے میں دو ساتھیوں کے درمیان بیٹھا تھا، چوتھا ساتھی مورچے میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے باہر ہی بیٹھ گیا۔

حبیب الرحمٰن اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا "ہم اس وقت جنت میں بیٹھے ہیں، کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ "جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے" اور ہم اس وقت گولوں کی چھاؤں میں بیٹھے ہیں"___

پھر کہنے لگا "آج پیاس بھی بڑے زور کی لگی ہے، کیا اچھا ہو کہ آج افطار جنت میں جاکر ہو!"___ وہ یہ کہہ کر خاموش ہوا ہی تھا کہ دشمن کی مارٹر توپ کا ایک گولہ پاس آکر پھٹا، عجیب بات یہ ہے کہ جو ساتھی مورچے سے باہر تھا اسے تو خراش تک نہ آئی، مورچے کے اندر کا بھی ایک ساتھی محفوظ رہا، دوسرے ساتھی کو معمولی زخم آیا، لیکن حافظ حبیب الرحمٰن کو___ جس نے جنت میں جاکر افطار کرنے کی تمنا کی تھی___ گولے کا ایک بڑا ٹکڑا آکر لگا، اور وہ اسی وقت شہید ہوگیا۔

یہ سناتے ہوئے کمانڈر صاحب کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے___ پھر زمین پر نظریں گاڑھ کر خود کلامی کے انداز میں، کچھ سوچتے ہوئے بولے "شہید بھی عجیب ہوتا ہے!"

انہوں نے جب بھی کسی شہید کا ذکر کیا، یہی محسوس ہوا کہ وہ خود شہادت کیلئے بیتاب ہیں، ان کا مسلک ہمیشہ یہ نظر آیا کہ

خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ بادشاہی

رات کے ساڑھے تین بجے رخصت ہونے لگے تو میں نے پوچھا "آپ ملتان سے ہوتے ہوئے محاذ پر جارہے ہیں، ملتان کے قریب ہی آپ کا گھر ہے، کیا گھر نہیں جائیں گے؟

ہلکی سی آہ بھر کے مسکراتے ہوئے کہنے لگے "میری ڈیڑھ سالہ اکلوتی بچی مجھے اب پہچاننے لگی ہے' اللہ پاک نے چاہا تو اسے اور گھر والوں کو دیکھنے ضرور جاؤں گا' مگر چند گھنٹوں سے زیادہ نہ ٹھہر سکوں گا' کیونکہ اگلی کارروائیوں کے لئے محاذ پر فوراً پہنچنا ضروری ہے۔ اب ہم نے "ارغون" کے گرد اپنا گھیرا کافی تنگ کر لیا ہے' اور اس کے محاصرے کو جلد از جلد مکمل کرنا چاہتے ہیں' اب تک کا تجربہ یہ ہے کہ محاصرہ مکمل ہو جانے کے بعد دشمن زیادہ سے زیادہ ۴ مہینے میں ہتھیار ڈال دیتا ہے۔"

وداعی مصافحہ کرتے وقت میں نے "آیت الکرسی" کا عمل یاد دلایا' اس کے مکمل ہوتے ہی وہ تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے جیپ میں سوار ہو گئے۔

محاذ پر واپسی کے بعد اپنے قافلے کے کئی دیگر رفقاء کی طرح ناچیز راقم الحروف نے بھی جہاد افغانستان کے موضوع پر تقریروں اور خطابات کا سلسلہ جاری رکھا' دارالعلوم کراچی کی جامع مسجد میں کئی ماہ تک احقر کا اسی موضوع پر خطاب ہوا' بحمداللہ کئی نوجوان رمضان ہی میں محاذ پر چلے گئے۔ اور ناچیز کے عزیزوں' دوستوں اور دارالعلوم کے متعلقین و معاونین نے تقریباً ۵ لاکھ روپے جہاد کیلئے جمع کئے' اس رقم سے ہم نے ابتدائی طبّی امداد کا سامان' ایک درجن اسٹریچر' اور ایک جدید ترین طبّی سامان سے آراستہ ایمبولینس خرید کر کمانڈر صاحب کے پاس روانہ کی' مجاہدین کی دیگر ضروریات کا بھی خاصا سامان لوگوں نے جمع کیا جو محاذ پر بھیج دیا گیا۔ بحمداللہ بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور' فقر ہو جس کا غیور

جہاں تک ہمارے سفر افغانستان کا تعلق ہے' اس کی روئداد تو ختم ہو گئی[۱] لیکن پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اس قلمی کاوش کا مقصد صرف روئداد سفر بیان کرنا نہیں بلکہ جہاد

---

[۱] ہمارا دوسرا سفر "گردیز" صوبہ پکتیا کے محاذ پر ایک چھوٹے سے معرکے میں شرکت کیلئے اگست ۱۹۹۱ء میں ہوا۔ موقع مل گیا تو اسکا کچھ حال انشاء اللہ آخر میں بیان ہوگا۔ رفیع

افغانستان جن حالات میں ہو رہا ہے' اس میں اللہ رب العالمین کی نصرت و حمایت کے جو محیر العقول واقعات رونما ہوئے' اور ان کی جو معلومات مجھے قابل اعتماد مجاہدین سے براہ راست حاصل ہوئیں' ان کا خلاصہ بھی قید تحریر میں لانا پیش نظر ہے' لہٰذا اگلے صفحات میں صرف ان حالات کا ذکر کروں گا جو اس سفر کے بعد پیش آئے' یا جن کا مجھے بعد میں علم ہوا' کہ ان کے بغیر یہ تحریر تشنہ رہے گی' خصوصاً "محاذ ارغون" کا بعد کا حال جاننے کے تو قارئین کرام منتظر بھی ہوں گے۔

جنیوا سمجھوتہ اور پاکستان

اس سمجھوتے کا پس منظر اور لب لباب کافی پیچھے "مجاہدین اور جنیوا سمجھوتہ" کے عنوان کے تحت عرض کر چکا ہوں۔ یہ سمجھوتہ پاکستان پر زبردستی مسلط کیا گیا ہے' ورنہ اصل فریقین روس اور مجاہدین افغانستان تھے' سمجھوتہ یا مذاکرات ہونے ہی تھے تو ان دو فریقوں کے درمیان ہونے چاہئیں تھے' پاکستان تو اس معاملہ میں فریق ہی نہ تھا' لیکن امریکہ اور روس کی ملی بھگت اور دھاندلی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے یہ سمجھوتہ حکومت پاکستان اور کابل انتظامیہ کے درمیان کروا ڈالا ___ جو حکومتیں غیروں کے سہارے زندہ رہنا چاہتی ہیں' انہیں قومی زندگی کے اہم موڑوں پر بھی قومی ضمیر کے خلاف فیصلے کرنے پڑتے ہیں' پاکستان کی منتخب مسلم لیگی "جونیجو حکومت" بھی اسی قومی جرم کی مرتکب ہوئی ہے۔ نہ جانے مفکر پاکستان اقبال مرحوم کی یہ بات ہمارے حکمرانوں کی سمجھ میں کب آئے گی کہ

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو ہیں' تیرے گدا دارا و جم

بہر حال اس سراسر غیر معقول اور ظالمانہ سمجھوتے پر ۱۴ اپریل ۱۹۸۸ء کو جنیوا میں' حکومت پاکستان کی طرف سے وزیر مملکت برائے امور خارجہ جناب زین نورانی نے' اور کابل کی کمیونسٹ انتظامیہ کی طرف سے اس کے وزیر خارجہ نے "اصل فریقین" کی حیثیت سے دستخط کر دیئے۔ روس اور امریکہ کے وزرائے خارجہ نے اپنے اپنے ملکوں کی

طرف سے بہ طور "ضامن" دستخط کئے ہیں۔

سمجھوتے کی دستاویزات میں کہا گیا ہے کہ یہ سمجھوتہ دستخطوں کے ساتھ دنوں بعد (۱۵ جون ۱۹۸۸ء سے) نافذ العمل ہوگا۔ (افغانستان سے) غیر ملکی (روسی) فوجوں کا انخلاء اسی تاریخ (۱۵ جون) سے شروع ہوگا' آدھی فوج ۱۵ اگست ۱۹۸۸ء تک واپس بلالی جائے گی' اور ساری فوج کا انخلاء ۹ ماہ میں مکمل ہوگا۔

سمجھوتے میں پاکستان پر کڑی پابندیاں

اس سمجھوتے کی دستاویزات میں پاکستان پر جو کڑی پابندیاں خوشنما سفارتی الفاظ میں لپیٹ کر عائد کی گئی ہیں وہ سادہ الفاظ میں یہ ہیں:

(۱) روس کی قائم کردہ کمیونسٹ کابل انتظامیہ کو ___ جسے پاکستان نے آج تک تسلیم نہیں کیا تھا ___ پاکستان اسے تسلیم کرلے گا۔

(۲) اس کٹھ پتلی انتظامیہ کا "اقتدار اعلیٰ" افغانستان کے اس اسی فیصد علاقے پر بھی تسلیم کرلے گا جسے مجاہدین آزاد کراچکے ہیں' اور جس پر مجاہدین کا مکمل کنٹرول ہے۔

(۳) یہ ناجائز انتظامیہ ___ جسے امریکہ بھی "ناجائز انتظامیہ" ہی کہتا ہے ___ جو روس کے ساتھ مل کر' اسی کے بل بوتہ پر مجاہدین سے برسرپیکار ہے' اور جس کی گردن پر افغانستان کے ۱۵ لاکھ مسلمانوں کا خون ہے ___ پاکستان اس کے "اقتدار اعلیٰ" کی سیاسی آزادی' علاقائی سالمیت' قومی وحدت' اور سلامتی کا ایسا ہی "احترام" کرے گا' اور اپنی طرف سے اس کو ایسا ہی تحفظ فراہم کرے گا جیسا کہ پاکستان خود اپنے لئے چاہتا ہے (اس کے بین السطور میں یہ دھمکی موجود ہے کہ اگر پاکستان نے ایسا نہ کیا تو کابل کی خفیہ تنظیم "خاد" کے تربیت یافتہ کمانڈوز پاکستان میں ان تخریبی کارروائیوں اور دہشت گردیوں کو جاری رکھیں گے جو کئی سال سے یہاں کے شہروں کا معمول بنی ہوئی ہیں)۔

(۴) پاکستان اپنے ذرائع ابلاغ کو پابند کرے گا کہ ان سے کمیونسٹ کابل انتظامیہ کے خلاف کسی قسم کا پروپیگنڈہ نہ ہوسکے۔

یہ نام نہاد سمجھوتہ روس کو تو اپنی کٹھ پتلی کابل انتظامیہ کو مہلک ترین ہتھیار اور جنگی

سازوسامان فراہم کرنے سے نہیں روکتا' بھارت پر بھی اس سلسلہ میں کوئی پابندی نہیں لگاتا' ___ امریکہ بھی اگر چاہے تو مجاہدین کو اسلحہ دے سکے گا' لیکن سمجھوتے میں پاکستان پر یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ

(۵) وہ براہ راست یا بالواسطہ مجاہدین کی کسی قسم کی کوئی امداد یا حوصلہ افزائی نہیں کرے گا۔

(۶) انہیں فوراً پاکستان سے نکل جانے پر مجبور کرے گا' اور اپنی سرزمین پر کسی مجاہد کا وجود ایک لمحہ کیلئے برداشت نہیں کرے گا۔

(۷) اپنی سرزمین سے مجاہدین کو گذرنے یا اسلحہ و گولہ بارود اور سازوسامان لیجانے کی اجازت نہیں دے گا۔

(۸) مجاہدین کو ابلاغ عامہ کے ذرائع استعمال کرنے کی بھی اجازت نہیں دے گا۔

خلاصہ یہ کہ پاکستان کو جہاد اور مجاہدین افغانستان کا مکمل بائیکاٹ کرنا ہو گا' مجاہدین کیلئے کسی اور ملک سے آنے والی امداد بھی ان تک نہیں پہنچنے دے گا' اور کابل کی ناجائز انتظامیہ کے ساتھ "باہمی احترام اور تعاون" کی پالیسی اپنا کر اسے اپنی طرف سے پورا تحفظ فراہم کرے گا ___ دوسرے الفاظ میں پاکستان کو اپنی ۹ سالہ افغان پالیسی کے برعکس 'اسلام کے جان نثار مجاہدین سے دشمنی' اور ان کے کمیونسٹ دشمن سے صلح کرنی پڑے گی ___ افغانستان کے عوام پاکستان اور امت مسلمہ کو اس صبر آزما جہاد کے جو دور رس ثمرات ملنے ہی والے ہیں' وہ سب کے سب امریکہ روس اور اسکی کٹھ پتلی کمیونسٹ انتظامیہ کی جھولی میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اور بھارت کو اس انتظامیہ کے ذریعہ پاکستان کے خلاف وہ سارا کھیل کھیلنے کے مواقع دوبارہ مل جائیں گے جو وہ اس جہاد کے شروع ہونے تک کھیلتا رہا ہے۔

روسی فوجوں کی پسپائی

بہ ظاہر اس سمجھوتے میں غیر ملکی (روسی) فوجوں کی واپسی کا اعلان بڑا خوش کن ہے' مغربی ذرائع ابلاغ نے سمجھوتے کے اسی حصے کو سب سے زیادہ اچھال کر اسے "عظیم

کامیابی'' قرار دیا ہے 'اور جو پابندیاں پاکستان پر لگائی گئی ہیں ان سے توجہ ہٹانے کیلئے برابر یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ یہ سمجھوتہ دراصل روسی فوجوں کی واپسی کو یقینی بنانے کیلئے وجود میں آیا ہے۔

لیکن جسے جہاد افغانستان کے حالات کا ذرا بھی علم ہے وہ جانتا ہے کہ روسی فوجوں کی واپسی کا ذکر اس میں صرف '' زیب داستان'' کیلئے ہے 'ورنہ یہ اس سمجھوتے کا سب سے زیادہ لایعنی حصہ ہے 'کیونکہ روس نے تو حالات سے مجبور ہو کر اس سمجھوتے کے بغیر بھی اپنی فوجیں واپس بلانے کا واضح اعلان کر دیا ہے 'جو اس سمجھوتے سے ۲۸ روز قبل ۱۸ مارچ ۱۹۸۸ء کے اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ روس نے ابتداء یہ اعلان کیا تھا کہ اگر جنیوا سمجھوتے پر ۱۵ مارچ ۱۹۸۸ء تک دستخط ہو گئے تو وہ ۱۵ مئی ۱۹۸۸ء سے اپنی فوجوں کا انخلاء شروع کر دے گا 'اور پاکستان کو دھمکی دی تھی کہ '' یہ آخری موقع دیا جارہا ہے 'اگر ۱۶ مارچ تک دستخط نہ ہوئے تو یہ پیشکش ختم ہو جائے گی'' ___ لیکن حکومت پاکستان نے شروع میں مضبوط موقف اختیار کیا اور دستخط کرنے پر آمادگی ظاہر نہ کی 'یہاں تک کہ ۱۵ مارچ کی تاریخ بھی گذر گئی۔

سوال پیدا ہوا کہ اب روس کیا کرے گا؟ کیا فوجیں واپس لے جانے سے انکار کر دے گا؟ ___ اس سوال کا جواب اس نے بڑی بیچارگی کے عالم میں یہ دیا جو ۱۸ مارچ کے اخبارات میں شائع ہو چکا ہے کہ

> ''سمجھوتہ نہ ہو سکا تو بھی ہم اپنی فوجیں واپس بلالیں گے اور اس کا طریقہ کار خود ہی طے کرلیں گے۔''

لطیفہ

اس پر ایک لطیفہ یاد آگیا ___ ایک دکان کے ملازم نے مالک سے تنخواہ بڑھانے کی بار بار درخواست کی 'اس نے ہر بار سنی ان سنی کر دی بالآخر ایک روز وہ جی کڑا کر کے آیا 'اور دھمکی آمیز لہجے میں مطالبہ کیا ''اس ماہ سے تنخواہ بڑھادو ورنہ'' ___

مالک نے غصہ سے بات کاٹتے ہوئے' زور سے پوچھا "ورنہ کیا"؟___ ملازم سٹ پٹا گیا' اور جھجکتے ہوئے بولا:

"ورنہ___ حضور اسی تنخواہ پر کام کروں گا۔"

بہر حال! روس نے اپنی فوجوں کی واپسی کو "جنیوا سمجھوتے" کے ساتھ مشروط نہیں رکھا تھا' وہ نو سال کی عبرتناک رسوائی' اور مجاہدین کی سبق آموز مزاحمت سے زچ ہو کر اس دلدل سے نکلنے پر مجبور تھا' کیونکہ ایک طرف تو اس کی فوجیں بری طرح پٹ چکی تھیں' اور ہر قیمت پر یہاں سے چھٹکارا پا کر گھروں کو واپس جانے کیلئے بے تاب تھیں' دوسری طرف روس کو اس ۹ سالہ قسمت آزمائی میں سراسر ناکامی نے بہت سے اندرونی پیچیدہ مسائل نے بری طرح جکڑ لیا تھا' اقتصادی حالت تباہ ہو چکی تھی' اور اس کی مقبوضہ اسلامی ریاستوں ازبکستان (بخارا' تاشقند' سمرقند) اور تاجکستان وغیرہ کے مسلمانوں میں بھی آزادی کی لہر جاگ اٹھی تھی۔

لہٰذا یہ بات تو طے شدہ تھی کہ روسی فوجیں جن کو یہاں اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے ہیں بہت جلد بھاگنے والی ہیں' چنانچہ جنیوا سمجھوتہ ہو یا نہ ہو' روس بہر حال "اسی تنخواہ پر کام کرنے کا" اعلان کر چکا تھا___ وہ اپنی فوجوں کی واپسی کیلئے کتنا بے قرار تھا؟ اس کا کچھ اندازہ دنیا نے اس سے بھی کر لیا کہ جب اس سمجھوتے پر ۱۴ اپریل کو دستخط ہو گئے تو اس کی رو سے فوجوں کی واپسی ۱۵ جون سے شروع ہونی تھی' مگر اس نے فوجوں کا انخلاء "احتیاطاً" ایک ماہ قبل ۱۵ مئی ہی سے شروع کر دیا۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہے کہ جنیوا سمجھوتے میں روسی فوجوں کی واپسی کا ذکر کوئی قیمت نہیں رکھتا' اس سمجھوتے کے اصل اجزاء وہ ہیں جن میں پاکستان پر وہ پابندیاں لگائی گئی ہیں جو اوپر بیان ہوئیں۔

پورا کفر ایک ملت

روس اور امریکہ نے اپنے شدید ترین نظریاتی اور سیاسی اختلافات کے باوجود ماضی کی طرح اب پھر اسلام دشمنی میں مشترک پالیسی اختیار کر لی ہے' دونوں اس نکتہ پر متحد

ہوگئے ہیں کہ روسی فوجوں کی واپسی کے بعد یہاں مجاہدین کی اسلامی حکومت کو قائم ہونے سے ہر قیمت پر روکا جائے' اور یہاں ایسی حکومت بھی ہرگز قائم نہ ہونے دی جائے جو پاکستان کیلئے کسی بھی درجہ میں تقویت یا اطمینان کا باعث بن سکے ــ اس پر نہ صرف امریکہ اور روس 'بلکہ تمام مغربی طاقتیں یک جان ویک زبان ہیں ــــ بھارت جو افغان مسئلہ سے پورے ۹ سال غیر متعلق رہا' اس نکتہ پر اب وہ بھی اپنے پورے بنئے پن کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔

اس سمجھوتے کے ذریعہ ایک طرف تو پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک سے امداد اور رضاکاروں کے پہنچنے کے تمام راستے روک کر مجاہدین کو تنہا چھوڑ دینے' اور ان پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی کوشش کی گئی ہے' دوسری طرف 'جس طرح روس بار بار یہ اعلان کررہا ہے کہ وہ فوجیں واپس بلانے کے بعد بھی اپنی کٹھ پتلی کابل انتظامیہ کو اسلحہ فراہم کرتا رہے گا' امریکہ نے بھی یہ منافقانہ اعلان کیا ہے کہ موجودہ کابل انتظامیہ کے خاتمہ تک وہ مجاہدین کو امداد دیتا رہے گا' (کس راستے سے دے گا؟ یہ ظاہر نہیں کیا گیا۔)

امریکہ کی اس متضاد ''حکمت عملی'' کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح کابل انتظامیہ کلی طور پر روس کے رحم وکرم پر ہے' مجاہدین بھی امریکہ کے رحم وکرم پر رہ جائیں 'ان کا رشتہ پاکستان اور پورے عالم اسلام سے کٹ کر صرف امریکہ سے باقی رہ جائے' تاکہ وہ امداد کیلئے ان پر اپنی من مانی شرائط مسلط کرسکے 'اس نام نہاد امداد کو وہ مجاہدین میں پھوٹ ڈالنے کیلئے موثر حربے کے طور پر استعمال کرے 'اور جب کابل آزاد ہو تو یہاں حکومت' مجاہدین کے بجائے ایسے افراد کی قائم کی جائے جو پوری طرح امریکہ کے دست نگر اور وفادار ہوں' یا ظاہر شاہ جیسے حکمران مسلط کردیئے جائیں جو مسلم امت کے اتحاد اور مفادات کا راستہ روک کر روس 'امریکہ اور بھارت تینوں کو خوش رکھ سکیں ــــ

بہ ظاہر اب امریکہ کی بھی کوشش یہ ہوگی کہ کابل کی فتح میں دیر لگے' تاکہ اس مدت میں مجاہدین میں پھوٹ ڈال کر یہاں ''مطلوبہ'' افراد سامنے لائے جاسکیں۔

اس حکمت عملی کا دوسرا مقصد جس میں بھارت اور روس پیش پیش ہیں یہ ہے کہ عین اس وقت جبکہ فاتح مجاہدین کابل کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں'

افغانستان میں ان مضبوط اسلامی حکومت کے بجائے نئی سیکولر حکومت قائم کر کے پاکستان کی مغربی سرحدوں پر پاکستان کیلئے وہی تشویشناک صورت حال پیدا کر دی جائے جو جہاد سے پہلے تھی، نام نہاد "پختونستان" کا مسئلہ، جسے اس جہاد نے دفن کر دیا ہے، اس گڑے مردے کو اکھاڑ کر دوبارہ کھڑا کیا جا سکے، اور پاکستان کے خلاف بوقت ضرورت اسے بھی استعمال کیا جائے ___ جنیوا سمجھوتہ اسلام دشمن طاقتوں کے اس گٹھ جوڑ کا پہلا قدم ہے۔

میں اس نام نہاد سمجھوتے کے متن کا بغور اور بار بار مطالعہ کرنے کے بعد بھی اس کے سوا کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکا کہ یہ سمجھوتہ ___ جس کی طولانی دستاویزات کو سفارتی اسلوب و آداب سے بڑی محنت کر کے سجایا گیا ہے ___ ایک خوشنما جال ہے، جس کے تانے بانے صرف مجاہدین افغانستان کے عوام اور پاکستان کو پھانسنے کیلئے بنے گئے ہیں۔

ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا، یہ بازی گر کھلا

امت مسلمہ کا موقف

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ شہید صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو ___ جن کی مومنانہ و مدبرانہ رہنمائی اور بھرپور حمایت جہاد افغانستان کو شروع سے حاصل رہی ___ سمجھوتے کی اس صورت حال سے شدید اختلاف تھا، انہوں نے جونیجو حکومت کو اس سے باز رکھنے کیلئے آخر تک بھرپور کوشش جاری رکھی، ان کا موقف وہی تھا جو پوری امت مسلمہ کا تھا کہ روسی فوجیں اس حالت کو پہنچ چکی ہیں کہ ان کو افغانستان سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے کسی سمجھوتے یا بہانے کا انتظار نہیں رہا، مجاہدین کی فتح سامنے ہے، ان حالات میں کابل کی کمیونسٹ انتظامیہ سے سمجھوتہ کر کے اسے افغانستان کے عوام پر ان کی مرضی کے برعکس مسلط رہنے میں مدد دینا ___ جبکہ چند شہروں اور چھاؤنیوں کے سوا پورے ملک میں اس کا کوئی وجود نہیں ___ "اپنے پاؤں کلہاڑی مارنے" کے سوا کچھ نہیں۔ اگر عالمی طاقتوں کو سمجھوتے پر اصرار ہے تو وہ اس پر ہونا چاہیے کہ روسی فوجوں کی واپسی کے ساتھ ہی کابل کی موجودہ انتظامیہ کی جگہ مجاہدین کی عبوری

حکومت قائم کر دی جائے' جو افغانستان میں مناسب حالات پیدا ہوتے ہی وہاں باضابطہ مستقل نمائندہ حکومت قائم کرنے کا راستہ ہموار کر سکے۔ امن قائم ہونے کا صرف یہی ایک راستہ ہے' ورنہ مجاہدین مکمل فتح ہونے تک جہاد جاری رکھنے کا اعلان کر چکے ہیں۔ ادھر روس مہلک ترین اسلحہ کابل انتظامیہ کو دیتا رہے گا' جس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ جنگ جاری رہے گی' ___ سمجھوتہ امن کے لئے ہوا کرتا ہے' جس کا کوئی راستہ اس میں تجویز نہیں کیا گیا۔

عالمی طاقتوں کا دباؤ

یہ صحیح ہے کہ اس سمجھوتے کیلئے حکومت پاکستان پر عالمی طاقتوں کا دباؤ بہت سخت تھا' امریکی دباؤ کے ساتھ روسی دباؤ بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ سمجھوتے پر دستخط ہونے سے صرف ۴ روز قبل ۱۰ اپریل ۱۹۸۸ء کو "راولپنڈی اوجڑی کیمپ آرڈی ننس ڈپو" میں اچانک دھماکوں' اور وہاں سے نکل کر اڑنے والے بموں' راکٹوں اور میزائلوں سے راولپنڈی اور اسلام آباد کے جڑواں شہروں پر قیامت صغریٰ ٹوٹ چکی تھی' اور عام اندازہ یہ ہے کہ یہ روس کے تربیت یافتہ تخریب کاروں یا امریکی سی آئی اے کی کارروائی تھی' لیکن اس طرح کے صبر آزما حالات قوموں کی زندگی میں آیا ہی کرتے ہیں' اور ایسے ہی حالات میں قومی قیادت کے بھی عزم و حوصلے' عقل و دانش' دیانت و اخلاص اور قوت فیصلہ کی آزمائش ہوتی ہے' افسوس کہ اس وقت کی "منتخب جمہوری حکومت" قومی زندگی کے اس نازک موڑ پر پہنچتے ہی پھسل پڑی' اور شہید صدر مرحوم سے جن پر "آمریت" کی پھبتی کسی جاتی ہے' اسلام دشمن طاقتیں جس طرح کا قومی ضمیر کے خلاف فیصلہ ۹ سال میں نہ کرا سکی تھیں اس "منتخب جمہوری حکومت" سے ایک جھٹکے میں کرا لیا گیا۔

یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے' یورپ سے نہیں ہے

عام تاثر یہ ہے کہ سمجھوتے کے ڈیڑھ ماہ بعد ۲۹ مئی ۱۹۸۸ کو ___ جبکہ اس

سمجھوتے کے نافذ العمل ہونے میں ۷ دن باقی تھے ــــــ صدر مرحوم نے قومی و صوبائی اسمبلیاں توڑ کر جونیجو حکومت کی برطرفی کا جو سخت اقدام کیا' اس کا ایک بڑا سبب اس سمجھوتے پر دستخط کرنا بھی تھا۔

ایک طرف جہاد افغانستان کے ثمرات کو ہائی جیک کرنے کیلئے عالمی سطح پر یہ تیاریاں ہو رہی تھیں' دوسری طرف مجاہدین اس ساری صورت حال سے باخبر ہونے کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر "فتح یا شہادت" کی خار دار شاہراہ پر تیز گام پیش قدمی کر رہے تھے۔

۱۵ مئی ۱۹۸۸ء سے روسی فوجوں کی افغانستان سے پسپائی شروع ہونے کے ساتھ ہی کمیونسٹ کابلی افواج بھی اپنے مورچوں' چوکیوں اور چھاؤنیوں کو چھوڑ چھوڑ کر کابل اور دوسرے شہروں کو بھاگنے لگیں' جو مسلمان فوجی اب تک کمیونسٹوں کے جبر و استبداد سے خلاصی نہ پا سکے تھے' ان کی بھی بہت بڑی تعداد موقع پا کر مجاہدین سے آملی اور اس تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا' اخبارات میں یہ خبریں روز کا معمول بن گئیں کہ آج فلاں فلاں چوکیوں سے کمیونسٹ فوج راتوں رات فرار ہو گئی' اور فلاں فلاں علاقے کو مجاہدین نے فتح کر لیا ہے۔ کابل اور جلال آباد جیسے اہم شہروں پر بھی مجاہدین کا دباؤ بڑھتا چلا گیا۔

محاذ سے میرا جسم تو واپس آ گیا تھا' مگر دل و دماغ وہیں لگے ہوئے تھے۔ مختلف محاذوں سے آنے والے مجاہدین سے ملاقاتیں ہی سکون و اطمینان کا ذریعہ تھیں' جو اس زمانے میں کثرت سے ہوتی رہیں' یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت و حمایت کے جن حیرتناک واقعات کا مشاہدہ کر رہے تھے ان کو سن سن کر ایمان تازہ ہو رہا تھا۔ وللہ الحمد۔

پرندے ــــــ مجاہدین کا ریڈار

یہ سرفروش جو دنیا کی ظالم ترین سپر طاقت سے نبرد آزما ہیں' ان کے پاس اب

تک بھی کوئی ایسا آلہ یا ریڈار وغیرہ نہیں ہے، جس سے دشمن کے ہوائی حملوں کی پیشگی اطلاع مل سکے۔

میں نے کئی مجاہدین سے سنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا یہ غیبی انتظام فرمایا، جو جگہ جگہ مشاہدے میں آیا کہ دشمن کے ہوائی حملے سے چند منٹ پہلے عجیب وغریب سفید پرندے ___ جو افغانستان میں پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے ___ ان کے غول کے غول مجاہدین کے مرکز پر آکر بیٹھ جاتے اور بے تحاشا شور مچاتے، یا مرکز کے اوپر فضا ہی میں شور کرتے ہوئے کئی کئی چکر کاٹ کر واپس چلے جاتے، ان کے جاتے ہی دشمن کے طیاروں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں کا حملہ ہو جاتا۔ شروع شروع میں مجاہدین کو ان پرندوں اور ہوائی حملوں میں کوئی جوڑ محسوس نہ ہوا، ___

جب یہ واقعات کثرت سے پیش آئے تو رفتہ رفتہ معلوم ہوا کہ یہ تو اللہ رب العالمین نے ان بے سروسامانوں کو ہوائی حملوں کی اطلاع دینے کا عجیب وغریب انتظام فرمایا ہوا ہے، اوران پرندوں کو ریڈار کا نعم البدل بنا رکھا ہے، جب سے یہ بات مشہور ہوئی وہ ان پرندوں کو پاس آکر شور مچاتے دیکھتے ہی خندقوں اور مورچوں وغیرہ میں چھپ جاتے ہیں، اور دشمن کا ہوائی حملہ ناکام ہو جاتا ہے۔

جہاد افغانستان کی یہ عجیب وغریب کرامت ___ یاد پڑتا ہے ___ مجھے کمانڈر زبیر احمد صاحب نے بھی رمضان ۱۴۰۸ھ کی ملاقات میں بتائی تھی، لیکن ان سمیت جن حضرات نے یہ واقعات سنائے، میں ان سے یہ نہ پوچھ سکا تھا کہ یہ واقعہ ان کا چشم دید ہے یا سنا ہوا؟ ___ عینی گواہ کی تلاش تھی، اسی دوران مولانا عبدالصمد سیال صاحب سے کثرت سے ملاقاتیں ہوئیں، جو پاکستان کے ان ۳ اول ترین مجاہدین میں سے ایک ہیں جو برادر ملک افغانستان پر روسی فوج کشی کی خبر سنکر ۸ افروری ۱۹۸۰ء کو کراچی سے انتہائی بے سروسامانی میں جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوئے تھے، اب وہ تنظیم "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے ماہنامے "الارشاد" (کراچی) کے مدیر ہیں ___ میں نے ان سے سفید پرندوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بھی تصدیق کی، اور خود اپنے ساتھ گذرا ہوا واقعہ سنایا، وہ فرماتے ہیں:

''میں نے بھی مولانا ارسلان رحمانی صاحب اور دیگر افغان مجاہدین سے ان پرندوں کے بارے میں سن رکھا تھا' ___ پھر۱۹۸۶ء کے رمضان میں 'جبکہ ہمارا مرکز صوبہ ''پکتیکا'' میں ''ارغون'' کے پاس ایک پہاڑی علاقے ''خرگوش'' میں تھا' ایک صبح میں برابر کی پہاڑی پر چڑھا' اور وہاں بیٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو گیا ___ ۱۱بجے کے قریب اچانک کبوتر کے برابر بالکل سفید پرندوں کا ایک غول 'جن کی چونچیں سرخی مائل تھیں ___ شور کرتا ہوا میرے سر کے اوپر سے گذرا' اور ہمارے مرکز پر چکر لگانے لگا' یہ پرندے بے تحاشا شور مچا رہے تھے' اچانک مجھے افغان مجاہدین کی بات یاد آئی ___ میں فوراً اتر کر پہاڑی کے دامن میں ایک چٹان کی آڑ میں لیٹ گیا۔ ادھر مرکز کے باقی مجاہدین بھی خیموں اور کمروں سے نکل کر کھائیوں' چٹانوں کی آڑ' کھدے ہوئے مورچوں اور خندقوں وغیرہ میں جا چھپے ___ وہ پرندے جب ہمارے مرکز کا دوسرا چکر ختم کر رہے تھے تو دشمن طیاروں کی آوازیں آنے لگیں 'پل بھر میں ۴ جیٹ طیارے ہمارے سروں پر آ گئے' اور تقریباً ۲منٹ تک بمباری کرتے رہے 'لیکن سارے مجاہدین پناہ گاہوں میں چھپ چکے تھے ___ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی کا بال بیکا نہیں ہوا' مرکز کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچا' کیونکہ کوئی بم مرکز پر نہیں گرا' سارے بم ادھر ادھر پھٹ کر ضائع ہو گئے ۔وللہ الحمد

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

''ارغون'' کی صورت حال

جنیوا سمجھوتے کی وجہ سے مجاہدین کی پاکستان آمدورفت میں مشکلات پیدا ہونے لگی تھیں 'کمانڈر زبیر صاحب سے بھی ملاقات آسان نظر نہ آتی تھی 'کہ وہ محاذ پر تھے ___ لیکن جولائی ۱۹۸۸ء میں بقرعید سے غالباً کچھ روز پہلے اچانک میں ان کو اپنے دفتر (دارالعلوم) میں داخل ہوتے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔چند اور مجاہدین بھی ساتھ تھے ___ چہرے پر وہی مسکراہٹ اور تازگی' ہر ادا میں وہی محبت وانکساری' وہی سپاہیانہ وقار۔

کراچی چند گھنٹوں کیلئے آئے تھے اور تھوڑی دیر بعد محاذ پر واپس جانے والے تھے ــــــ اس غیر متوقع ملاقات کا لطف آج بھی محسوس ہوتا ہے ــــــ جو سامان پچھلے مہینوں کے دوران ہم نے محاذ پر بھیجا تھا اس پر خوشی کا اظہار کیا' اور بتایا کہ وہ ان کے بہت کام آرہا ہے۔

انہوں نے بتایا: ''دشمن کی چوکی ''زامہ خولہ'' پر ہمارے حملے جاری ہیں' جب تک یہ چوکی فتح نہ ہو ''ارغون چھاؤنی'' پر حملے کا کوئی راستہ نہیں' اس لئے آج کل ہمارے تمام حملے اسی چوکی پر ہو رہے ہیں' جن کی شدت میں برابر اضافہ ہو رہا ہے ــــــ لیکن یہ چوکی پوری کی پوری زمین دوز ہے' ہمارے گولوں' راکٹوں اور میزائلوں سے ان کا کچھ جانی اور مالی نقصان تو ضرور ہوتا ہے' جس سے وہ ہر وقت ہراساں اور پریشان رہتے ہیں' لیکن ان حملوں سے ہم اسے فتح نہیں کر سکتے۔ فتح کرنے کیلئے چوکی میں گھس کر بھرپور حملہ ضروری ہے۔ مشکل ترین مسئلہ بارودی سرنگوں کا ہے' جو اس چوکی کے ہر طرف دور دور تک بچھی ہوئی ہیں' چوکی تک پہنچنے کے جتنے راستے ممکن ہیں ان سب کو' اور ارد گرد کے سارے ندی نالوں' پہاڑیوں' ٹیلوں' اور میدانوں کو دشمن نے بارودی سرنگوں سے پاٹ رکھا ہے' ان سے ہمارے کئی مجاہد شہید' اور کئی شدید زخمی ہو کر ٹانگوں وغیرہ سے معذور ہو چکے ہیں۔ خصوصاً چوکی سے متصل تو چاروں طرف تاروں والی بارودی سرنگوں کی ۱۵ گز چوڑی باڑھ لگی ہوئی ہے جس میں کہیں ایک قدم رکھنے کی گنجائش نہیں ــــــ تاہم بارود کے یہ ڈھیر انشاءاللہ اب دیر تک حائل نہیں رہ سکیں گے۔ ساتھیوں کی بے پناہ خواہش ہے کہ انہیں اسی حال میں اجازت مل جائے تو وہ جانوں پر کھیل کر بارودی سرنگوں کی اس باڑھ میں گھس جائیں' اس طرح کئی ساتھی شہید تو ضرور ہوں گے' مگر یہ بھی یقین ہے کہ کچھ ساتھی پھر بھی اسے عبور کر کے چوکی میں جا گھسیں گے''۔

پھر کمانڈر صاحب نے قدرے تلملاتے ہوئے کہا: ''لیکن صوبہ پکتیکا کے افغان کمانڈر مولانا ارسلان رحمانی صاحب نے اپنی شفقت کے باعث ابھی تک ہمیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی۔ بہرحال تیاری تیزی سے جاری ہے' ارغون کے محاذ پر جتنی مجاہد تنظیموں کے مراکز ہیں' ان سب سے رابطہ ہے' اور یہ طے ہو چکا ہے کہ یہ حملہ ساری

تنظیمیں مل کر مشترک منصوبہ بندی سے کریں گی۔چونکی زامہ خولہ کو فتح کرنے کے بعد انشاء اللہ ارغون چھاؤنی کی فتح آسان ہو جائے گی"____

انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا: "دشمن بھی جانتا ہے کہ اس پر بھرپور حملہ ہونے والا ہے' چنانچہ اس نے حال ہی میں ایک خطرناک چال یہ چلی کہ اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ پاکستان کے بعض سرحدی آزاد قبائل میں بہت سے لوگوں کو نقدی' کلاشنکوفیں اور دیگر اسلحہ دیکر مجاہدین کے خلاف کھڑا کر دیا' اور ایک دن سینکڑوں افراد کا ایک لشکر دن دہاڑے سرحد پار کرکے ارغون کی طرف روانہ ہوا تاکہ ارغون چھاؤنی کی فوج کے ساتھ مل کر اس کی قوت میں اضافہ کرے' مولانا ارسلان رحمانی صاحب کو اس کی اطلاع ہوگئی' ان کے حکم پر مجاہدین راستوں پر مورچے سنبھال کر بیٹھ گئے۔جنگ ہوئی اور کمیونسٹوں کے کئی ایجنٹ مارے گئے' ۲۰۲ کو ہم نے گرفتار کرلیا' بحمداللہ ان کا ایک فرد بھی ارغون نہیں پہنچ سکا۔یہ قبائلی مسئلہ ہے اور مجاہدین کے لئے خاصا پریشان کن ہے' آج کل ہم اسے بھی سلجھانے میں لگے ہوئے ہیں۔"

کمانڈر زبیر صاحب نے بتایا کہ :ایک کام ہم نے یہ شروع کیا ہے کہ اپنے نائب کمانڈر مولوی عبدالرحمٰن فاروقی کی قیادت میں چیدہ چیدہ ساتھیوں کو پوسٹ زامہ خولہ کے انتہائی قریب جاکر پوسٹ کے نقشے بنانے' مورچے کھودنے اور بارودی سرنگیں صاف کرنے پر لگا دیا ہے' کوشش یہ ہے کہ بھرپور حملے سے پہلے ایک دو راستوں کو بارودی سرنگوں سے ممکن حد تک صاف کر دیا جائے' یہ کام راتوں کو خفیہ طور پر بہت احتیاط سے کرنا پڑتا ہے' ساتھی اس خطرناک مہم کو بڑی جانفشانی اور مہارت سے انجام دے رہے ہیں۔

کمانڈر زبیر صاحب میرے پاس سے اٹھنے لگے تو یہاں رکھے ہوئے اس سامان کو دیکھ بہت خوش ہوئے جو ہم نے محاذ پر بھیجنے کیلئے مزید جمع کیا تھا' اس میں فوجی بوٹ' پوستینیں اور جیکٹیں وغیرہ تھیں' میں نے ان کو بتایا کہ ایک دو روز میں انشاءاللہ مزید کچھ سامان جمع ہو جائے گا تو جلد ہی آپ کے پاس بھیج دیا جائے گا____

جیپ کے پاس پہنچ کر وداعی مصافحہ کرنے لگے تو میں نے ان کے دونوں ہاتھ

تھام کر "آیت الکرسی کا عمل" پھر یاد دلایا! اس سے فارغ ہو کر ہنستے ہوئے کہنے لگے "آپ مجھے شہید نہیں ہونے دیں گے 'شہادت تو میری زندگی کی سب سے بڑی تمنا ہے"____ پھر وہ زبان حال سے کہتے ہوئے رخصت ہو گئے کہ :

جذبہ شوق شہادت ہے متاع زندگی
اس کا چرچا کارواں در کارواں کرتے چلو
(حضرت کیفی)

صدر ضیاء الحق اور جہاد افغانستان

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق شہید ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو بر سر اقتدار آئے ' اس کے صرف پونے دس ماہ بعد ۲۷ اپریل ۱۹۷۸ء کو افغانستان میں کمیونسٹ لیڈر "نور محمد ترہ کئی" نے صدر داؤد خان کو قتل کر کے "انقلاب ثور" کے نام سے کمیونسٹ انقلاب برپا کر دیا' جس کے صرف دس روز بعد جہاد افغانستان کا آغاز ہو گیا ____ کمیونسٹ انقلاب کے خونیں پنجے گاڑنے کیلئے جب ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو روسی فوجیں افغانستان میں آگھسیں اور ببرک کارمل کو صدارت کے تخت پر براجمان کر دیا تو یہاں کے مسلمان "فتح یا شہادت" کا عزم لے کر اس طوفان سے بھی ٹکرا گئے 'اور افغانستان کی بستی بستی اور گاؤں گاؤں سراپا جہاد بن گیا۔ بقول بھائی جان مرحوم

وہی ہیں مرد جن پر یاس کے سائے نہیں پڑتے
وہ بڑھ کر تند طوفانوں سے ٹکرایا ہی کرتے ہیں

افغانستان کا دینی پس منظر

"زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن" کی یہ کربناک صورت حال پوری امت مسلمہ کیلئے بہت بڑا چیلنج تھی 'کیونکہ افغانستان ایسا خطہ ہے جہاں پونے چودہ سو سال سے مسلمانوں کا اقتدار سایہ فگن چلا آرہا ہے ' یہاں اسلام کی شمع رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ ' حضرت عبداللہ بن عامر اور حضرت ابورفاعہ العدوی رضی اللہ عنہم نے اپنی مقدس جانوں کی بازی لگا کر روشن کی تھی 'اور جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مایہ ناز رفقاء نے اسلامی احکام کی ترویج واشاعت 'اور اسلام کے عادلانہ قوانین نافذ کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔

یہیں آنحضرت ﷺ کے خادم خاص حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

اس سرزمین کو مکحول ' ضحاک بن مزاحم ' عطا بن ابی السائب ' مقاتل بن حیان ' عطا بن ابی مسلم خراسانی بلخی ' اور سعید بن ابی سعید المقبری رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے جلیل

القدر تابعین کا وطن ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

یہیں امام ابو داؤد سجستانی (صاحب السنن) ابو حاتم ابن حبان البستی، امام بغوی، اور علامہ خطابی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے ائمہ حدیث وفقہ پروان چڑھے۔

اسی مردم خیز سرزمین نے حضرت ابراہیم بن ادھم، حضرت حاتم اصم اور مولانا جلال الدین رومی (صاحب مثنوی) مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمہم اللہ جیسے محقق صوفیائے کرام اور اولیائے عظام پیدا کئے۔

یہی ابو سلیمان الجوزجانی اور ابو جعفر الہندوانی رحمہما اللہ تعالیٰ جیسے فقہاء مجتہدین کا مسکن رہا۔

یہیں سے حضرت مقاتل بن سلیمان جیسے ائمہ تفسیر، اخفش جیسے ائمہ ادب ولغت، فردوسی جیسے شعراء، امام رازی جیسے حکماء و متکلمین اور ابوریحان البیرونی جیسے مسلم سائنس دان ابھرے، اور دنیائے علم وفن پر چھا گئے۔

اس سرزمین کے ایک، ایک نشیب وفراز پر محمود غزنوی اور احمد شاہ ابدالی کی شجاعت اور جاہ وجلال کی داستانیں ثبت ہیں۔[1]

اس برادر ملک کی پوری آبادی (سوائے اسماعیلی فرقے کے، اور سوائے کمیونسٹوں کے، جو حالیہ دور کی پیداوار ہیں) قبول اسلام کے وقت سے نسلاً بعد نسل مسلمان چلی آرہی ہے، اور اب بھی مسلمانوں کی تعداد ۹۸ فیصد سے زیادہ ہے۔

پاک اس اجڑے گلستاں کی نہ ہو کیونکر زمیں
خانقاہ عظمت اسلام ہے یہ سرزمیں

---

[1] مشاہیر افغانستان کے یہ اسماء گرامی یہاں محض نمونے کے طور پر درج کئے گئے ہیں، ورنہ افغانستان کی عظیم دینی شخصیات کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کے صرف ناموں کی فہرست کیلئے ایک مستقل رسالہ کی وسعت درکار ہوگی۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "ڈاکٹر محمد علی البار" کی کتاب "افغانستان من الفتح الاسلامی الی الغزو الروسی" ص ۹۰ تا ۱۳۰ و ص ۳۴۵ تا آخر کتاب۔ نیز دیکھئے دائرہ معارف اسلامیہ اردو ص ۹۵۴

کمیونزم کی خونیں یلغار

اسلام کے پروانوں اور جان نثاروں کی اس مایہ ناز سرزمین پر اب دنیا کا بد ترین کفر "کمیونزم" اپنے خونیں پنجے گاڑ رہا تھا' اور اپنا منحوس اقتدار مسلط کرنے کیلئے ظلم و ستم' وحشت و درندگی اور دجل و فریب کا ہر حربہ استعمال کر رہا تھا' وہ کمیونزم جو اللہ تعالیٰ کا بھی دشمن ہے اور انسانیت کا بھی ____ افغانستان میں آگ اور خون کا بازار گرم تھا' مسلمانوں کا خون بے دردی سے بہایا جا رہا تھا' ان کی بستیوں کو روسی ٹینک اور طیارے ملبوں کا ڈھیر بنا رہے تھے ۔ پاک دامن خواتین کی عصمتیں لٹ رہی تھیں' قرآن کو نجاستوں میں پھینکا اور پاؤں تلے روندا جا رہا تھا' مسجدوں' مدرسوں اور خانقاہوں پر بلڈوزر چلائے جا رہے تھے'[1] بوڑھوں' عورتوں اور بچوں کی دل دوز چیخوں اور سسکیوں سے حشر برپا تھا ____ ان کربناک حالات میں قرآن کریم کا یہ فرمان امت مسلمہ کو پکار رہا تھا کہ:

"وَمَالَكُمْ لَاتُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ
وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ
هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَامِنْ لَّدُنْكَ
وَلِيًّا، وَّاجْعَلْ لَّنَامِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا"

"اور تم کو کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں' اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعا کر رہے ہیں کہ

---

[1] کمیونسٹ انقلاب کے بعد یہ سب واقعات کثرت سے پیش آتے رہے۔

"اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال لے جس
کے رہنے والے (کفار) ظالم ہیں' اور اپنی طرف سے کسی کو
ہمارا حامی بنادے' اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار
بنادے" (النساء ___ آیت ۷۵)

پاکستان کی کڑی آزمائش

قرآن کریم کا یہ خطاب یوں تو پوری امت مسلمہ سے تھا' لیکن پاکستان اور ایران کے مسلمان اس کے سب سے پہلے مخاطب تھے' کہ مسلم افغانستان پر یہ قیامت انہی کے پڑوس میں ڈھائی جا رہی تھی' پاکستان کیلئے یہ اور بھی کڑی آزمائش اس لئے تھی کہ اس صورت حال سے خود پاکستان کی سلامتی کو انتہائی شدید خطرہ لاحق ہو گیا تھا' کیونکہ روسی فوجیں افغانستان میں اسے راستے کی ایک منزل سمجھ کر داخل ہوئی تھیں' روس کا اصل نشانہ پاکستانی بلوچستان اور اس کا گرم سمندر تھا' جس کے ذریعہ وہ شرق اوسط کے تیل تک رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اس پس منظر میں پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب پر جو بھاری اور نازک ذمہ داری آپڑی تھی' وہ ان کے ایمان کا بھی کڑا امتحان تھا' جرات و شجاعت کا بھی' اور سیاسی تدبر و فراست کا بھی ___ حالات ایسے تھے کہ وہ روس جیسی سپر طاقت سے براہ راست جنگ مول لیتے تو پاکستان کے بغلی دشمن بھارت کو منہ مانگی مراد مل جاتی' وہ موقع غنیمت جان کر مشرق اور جنوب سے پاکستان پر حملہ آور ہو جاتا۔ اور پاکستان و افغانستان دونوں ہی عالمی طاقتوں کا میدان جنگ بن جاتے ___ خاموش تماشائی بنے رہنا بھی ایمانی غیرت' اسلامی فریضے اور سیاسی تدبر کے منافی تھا' کیونکہ کفر اور روسی فوجوں کا قبضہ اگر آج مسلم افغانستان پر برداشت کر لیا جاتا تو اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہوتا کہ کل ہمیں کمیونزم کے اس طوفان کے پاکستان میں گھس آنے پر بھی کوئی خاص اعتراض نہیں ہو گا۔

لہٰذا نجاست کے اس بھیانک طوفان کو صرف ڈیورنڈ لائن (پاک افغان سرحد)

پر روکنا کافی نہ تھا'بلکہ اسے افغانستان سے پرے دھکیل کر اس کے سامنے مضبوط بند لگانا ضروری تھا____ اس شرعی فریضے کو نظرانداز کرنا قومی خودکشی کے مترادف ہوتا'کہ

فطرت افراد سے اغماض بھی کرلیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

جہاد میں صدر ضیاء کے کارنامے

اس خطرناک دوراہے پر صدر محمد ضیاء الحق صاحب شہید نے ایک درمیانی راہ نکالی'اور اس پر احتیاط سے مردانہ وار بڑھتے چلے گئے۔اس راستے سے انہوں نے دنیا کو عالمی جنگ سے دوچار کئے بغیر مجاہدین اور جہاد افغانستان کیلئے وہ عظیم قوت فراہم کی جو جنگ میں براہ راست داخل ہوکر بھی نہ پہنچائی جاسکتی تھی۔

(۱) انہوں نے جہاد افغانستان کیلئے پوری دنیا اور خصوصاً عالم اسلام کے ضمیر کو جھنجوڑا' انہوں نے انتہائی دلسوزی کے ساتھ دلیل و برھان سے ان کو بتایا کہ مجاہدین صرف افغانستان کی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کی جنگ لڑ رہے ہیں'اس موقع پر ان کی موثر حمایت اور بھرپور امداد نہ کی گئی تو کمیونزم کے اس ناپاک سیلاب کو شرق اوسط تک پہنچنے سے نہیں روکا جاسکے گا____ اس کام کیلئے صدر مرحوم نے اقوام متحدہ'مسلم سربراہی کانفرنس'اور ہر عالمی تنظیم اور فورم کو بڑی قابلیت اور خوداعتمادی سے استعمال کیا'اور اپنے سفارتی ذرائع کو اس مہم پر لگادیا____ اس طرح وہ مجاہدین کیلئے پوری دنیا کی ہمدردیاں حاصل کرنے'اور روس کو یکہ و تنہا چھوڑ دینے میں کامیاب ہوگئے۔

(۲) انہوں نے عالم اسلام اور دیگر ممالک سے مجاہدین کو امداد دلوانے اور اسے مجاہدین تک پہنچانے میں انتہائی فعال'ہمدردانہ اور باوقار روش اختیار کی'اور امریکہ آخر تک ان سے اپنی نام نہاد امداد کے معاوضے میں کوئی ایسا فیصلہ نہ کرا سکا جو اس مقدس جہاد کے اغراض و مقاصد کے خلاف ہوتا ہے____ حتی کہ صدر مرحوم اور ان کے رفیق خاص جنرل اختر عبدالرحمٰن شہید نے'جو اس وقت آئی ایس آئی کے سربراہ تھے'امریکہ کو پوری

کوشش کے باوجود مجاہدین سے براہ راست رابطہ رکھنے کی بھی اجازت نہ دی تاکہ امریکی سی آئی اے اپنے ایجنٹ افغانستان میں گھسانے میں کامیاب نہ ہوجائے' اور مجاہدین کو بلیک میل نہ کرسکے۔

(۳) انہوں نے ان مسلم رضا کاروں کیلئے پاکستان کے دروازے کھولدیئے جو جہاد میں حصہ لینے کیلئے مختلف ممالک سے آرہے تھے' چنانچہ سرزمین افغانستان کی ایک ایک انچ کو آزاد کرانے کیلئے مجاہدین نے اپنے خون کا جو نذرانہ پیش کیا' اس میں سعودی عرب' متحدہ عرب امارات' مصر' اردن' عراق' ترکی' فلسطین' تیونس' الجزائر' پاکستان' ایران' بنگلہ دیش' برما' سری لنکا' فلپائن اور آسٹریلیا تک کے مسلم رضا کاروں کا خون شامل ہے ____ خصوصاً عربوں کی روایتی شجاعت کی ولولہ انگیز داستانیں تو افغانستان کے بچہ بچہ کی زبان پر ہیں۔

(۴) افغان مجاہدین کی تنظیموں میں جہاد کے ابتدائی دور میں شدید اختلاف وانتشار تھا' ایسے واقعات بھی عین جہاد کے دوران پیش آئے کہ ایک تنظیم یا ایک قبیلے نے دوسرے پر حملہ کردیا' مجاہدین کی یہ خانہ جنگی اس جہاد کو سبوتاژ کرسکتی تھی ____ یہ ضیاء الحق صاحب جنرل اختر عبدالرحمٰن شہید اور ان کے مخلص رفقاء ہی کا کارنامہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان متخالف گروپوں اور تنظیموں کو متحد اور یک جان کرنے میں کامیاب ہوگئے' چھوٹی چھوٹی تنظیمیں بڑی بڑی جماعتوں میں مدغم ہوگئیں' اور بڑی بڑی سات جماعتوں کا ایک مرکز ''سات جماعتی اتحاد'' کے نام سے وجود میں آگیا' جس نے باہمی مشورے سے افغانستان کی ایک مجوزہ عبوری حکومت کی تشکیل کی' اور انجنیئر احمد شاہ کو متفقہ طور پر اس مجوزہ عبوری حکومت کا صدر منتخب کرلیا' صدر ضیاء الحق اور جنرل اختر عبدالرحمٰن کی شہادت تک ان تنظیموں میں کوئی انتشار نظر نہ آتا تھا' اور ماضی کی رنجشیں ''قصہ پار . ینہ'' بن چکی تھیں۔

(۵) وہ اور جنرل اختر عبدالرحمٰن شہید افغان مجاہدین کے بھائی' ان کے دکھ درد کے ساتھی تو تھے ہی' اس جہاد میں ان کے قابل اعتماد مشیر و رہنما بھی تھے' وہ خود سپاہی' سپہ گر

اور سپہ سالار تھے' ان کے مشوروں سے افغان رہنما خوب استفادہ کرتے رہے ــــــ مجھ سے صدر ضیاء الحق شہید کے بڑے صاحبزادے جناب اعجاز الحق نے بیان کیا کہ انہیں افغان رہنماؤں نے بتایا کہ ہم صدر ضیاء الحق صاحب کے پاس بسا اوقات رات کے ۳-۴ بجے تک بیٹھے رہتے' افغانستان کا نقشہ سامنے ہوتا' وہ اس کی مدد سے ہمیں اہم فوجی نوعیت کے فنی مشورے دیا کرتے تھے۔

(۶) مجاہدین کیلئے مشکل ترین مسئلہ اپنے بال بچوں کی حفاظت اور ان بے خانماں لاکھوں مہاجرین کو پناہ دینے کا تھا' جو کمیونسٹوں کی بربریت کا نشانہ بن کر پاکستان کا رخ کر رہے تھے' ضیاء الحق شہید نے مجاہدین کو اس معاملہ میں بے غم کر دیا' افغان مہاجرین کیلئے پاکستان کے دروازے چوپٹ کھول دیئے' انہیں نہ صرف پناہ دی' بلکہ یہ احساس بھی نہ ہونے دیا کہ وہ کسی اجنبی ملک میں آگئے ہیں' پاکستان کے مختلف علاقوں میں ان کیلئے کیمپ قائم کرکے ہر قسم کی ضروریات مہیا کی گئیں' وہ کیمپ دیکھتے ہی دیکھتے اچھے خاصے قصبے اور شہر بن گئے' ایسا ہی ایک شہر پشاور کے قریب "پبی" ریلوے اسٹیشن سے کچھ فاصلے پر میں نے بھی دیکھا ہے' اس شہر کی ایک خصوصیت مجھے یہ بتائی گئی کہ یہاں بجلی مفت فراہم کی گئی ہے' ممکن ہے مہاجرین کی دوسری بستیوں میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہو' یہ ایسی رعایت ہے جو کسی پاکستانی کو بھی حاصل نہیں ــــــ ان تمام سہولتوں کے باوجود ان مہاجرین پر یہ پابندی نہیں لگائی گئی کہ وہ انہی کیمپوں میں رہیں' بلکہ مکمل آزادی دی گئی کہ وہ پاکستانیوں کی طرح جس شہر میں چاہیں رہیں' اور ملازمت' مزدوری اور کاروبار کریں۔ [لہ]

(۷) انہوں نے افغانستان کی سرحد تک جانے والے کئی دشوار گذار کچے پہاڑی راستوں

[لہ] لیکن اس آزادی سے جہاں ان ستم رسیدہ مہاجرین کو عظیم الشان فائدہ پہنچا وہیں کمیونسٹ کابل انتظامیہ کی خفیہ دہشت گرد تنظیم "خاد" نے بھی پورا فائدہ اٹھایا' اس کے دہشت گرد جو روس کے تربیت یافتہ تھے' مہاجرین کے بھیس میں پاکستان کے شہروں میں پھیل گئے' اور انہوں نے دہشت گردی' منشیات فروشی' اور تخریب کاری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا' جس سے پاکستان میں بہت سے معاشرتی' اور سیاسی مسائل پیدا ہوئے۔ اس طرح ان ایجنٹوں نے ایک طرف تو پاکستان کو شدید نقصانات سے دوچار کیا دوسری طرف ستم رسیدہ افغان مہاجرین کو بھی بدنام کیا۔ رفیع

کو پختہ سڑک میں بدل دیا' جس سے مقامی آبادی کی مشکلات بھی کم ہوئیں' اور مہاجرین ومجاہدین کیلئے آمدورفت آسان ہوگئی۔

(۸) انہوں نے زخمی مجاہدین ومہاجرین کو معیاری علاج' اور معذور ہوجانے والوں کو مصنوعی اعضاء فراہم کرنے کیلئے بعض مسلم ممالک کے تعاون سے کئی ہسپتال اور ادارے پاکستانی سرحد کے نزدیک قائم کئے' جوان ستم رسیدہ مسلمانوں کیلئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئے۔

(۹) انہوں نے ہراہم موقع پر افغان بھائیوں کی بھرپور وکالت کی' ان کے حوصلوں کو بڑھایا' اور بلند رکھا' انہیں یہ اچھی طرح محسوس کروادیا کہ وہ اس جہاد میں تنہا نہیں' پاکستان اور یہاں کے عوام ان کے دکھ درد میں سب سے زیادہ شریک ہیں۔

یہ تو جہاد افغانستان کے سلسلہ میں ضیاء شہید اوران کے رفقاء کے وہ کارنامے ہیں جو سرسری انداز میں نوک قلم پر آگئے' اور جن سے ہر وہ شخص واقف ہوگا جو اس جہاد سے دلچسپی اور اس کے متعلق ضروری معلومات رکھتا ہو ____ اور بھی نہ جانے کتنے کارنامے ہوں گے جو میرے علم میں نہیں آئے ____ اور بہت سے کارنامے تو شاید صیغہ راز میں ایسے ہوں جو کبھی بھی مورخ کی دسترس میں نہ آسکیں گے ____ غرض بقول بھائی جان مرحوم

کاروان شوق ہر منزل سے آگے بڑھ گیا
میری ہر منزل غبار رہ گذر ہوتی گئی

نظروں کا تارا ____ کچھ آنکھوں کا کانٹا

اس مومنانہ اور مدبرانہ ان تھک جدوجہد کی بدولت صدر ضیاء الحق اتحاد عالم اسلامی اور جہاد افغانستان کی علامت بن گئے تھے' وہ امت مسلمہ کی ہمدردیاں اور مالی امداد خود پاکستان کیلئے بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے' اور عالم اسلام میں پاکستان کا وقار بلند تر ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ افغانی سرحد سے متصل پاکستانی علاقوں صوبہ سرحد اور بلوچستان

میں کئی ملکوں کے اہل خیر مسلمانوں اور تنظیموں نے دل کھول کر ترقیاتی اور رفاہی کاموں میں نجی طور پر بھی مالی تعاون کیا ___ اور صدر ضیاء ان جرات مندانہ اور مجاہدانہ کارناموں کی بدولت عالم اسلام کی نظروں کا تارا بنتے چلے گئے۔

جنہیں آتا ہے مرنا اپنی عزت اور اصولوں پر
وہ اپنی برتری دنیا سے منوایا ہی کرتے ہیں
(حضرت کیفی)

جہاد افغانستان جوں جوں کامیابی کے مراحل طے کر رہا تھا' روس کو اپنی سیاسی اور فوجی موت قریب ہوتی نظر آرہی تھی 'بھارت کی بے چینی بھی بڑھتی جارہی تھی 'روس کی ہمدردی میں افسوس ہے کہ لیبیا بھی پیش پیش تھا 'ان طاقتوں نے جتنا زور جہاد افغانستان کو بدنام کرنے میں صرف کیا 'اتنا ہی زور وہ پاکستان اور صدر مرحوم کو بدنام کرنے کیلئے لگاتی رہیں۔ پاکستان کو طرح طرح کی اندرونی سازشوں اور تخریب کاریوں کا نشانہ بنایا گیا' پی آئی اے کا طیارہ اغوا کرایا گیا' پاکستان کے بڑے شہروں میں بموں کے دھماکے اور تخریب کاریاں روز کا معمول بن گئیں ' خود ضیاء الحق شہید کے طیارے پر کئی بار حملے کئے گئے ' روسی اور بھارتی لابی نے صدر مرحوم کو اپنی پروپیگنڈہ مہم کا نشانہ بنا کر پاکستانی عوام کو جہاد افغانستان کے خلاف ورغلانے اور روس کے غیظ وغضب سے ڈرانے کی جان توڑ کوشش کی ___ لیکن ضیاء شہید کے پائے استقلال میں فرق نہ آیا' وہ چٹان کی طرح جمے 'اور پھول کی طرح مسکراتے رہے۔

وہ بڑے بڑے کام نہایت خاموشی سے کر گذرنے کے عادی تھے 'انہیں کریڈٹ لینے کا جنون نہ تھا' عوامی سطح پر جہاد افغانستان کے بارے میں بہت کم بولتے تھے ' لیکن جب دشمنوں کی تخریبی کارروائیوں سے عوام میں ہراس پیدا ہونے لگتا تو ان کی محبت بھری 'پراعتماد اور ولولہ انگیز آواز سنائی دیتی کہ :

"یہ ہمیں اپنی افغان پالیسی کی قیمت ادا کرنی پڑرہی ہے 'قوموں

کو اپنے اعلیٰ مقاصد کیلئے اس سے بھی زیادہ قربانیاں دینی پڑتی ہیں' ان کارروائیوں کے ذریعہ ہمیں اپنے اصولوں سے نہیں ہٹایا جاسکتا۔''

اس آواز کی گونج پاکستان کے راسخ العقیدہ عوام کو اپنے مومن دل کی دھڑکنوں میں سنائی دیتی اور دشمن لابی کے سارے تار پود بکھر کر رہ جاتے۔ عوام کا یہ عزم پھر تازہ ہو جاتا کہ.

یہ فتنہ و شر کے پروردہ تخریب کا سامان لاکھ کریں
ہم بزم سجانے آئے ہیں ہم بزم سجا کر دم لیں گے
(حضرت کیفیؒ)

امریکہ روسی فوجوں کے خلاف اپنے سیاسی مفادات کی خاطر مجاہدین کو امداد دینے پر مجبور تھا' اور ضیاء الحق صاحب کو راضی رکھنا بھی اس کی مجبوری تھی ____ پھر جیسے ہی روس نے اپنی فوجیں افغانستان کی دلدل سے نکالنے کا فیصلہ کیا' امریکہ نے ایک دن ضائع کئے بغیر اس سے مجاہدین کے خلاف سمجھوتہ کر لیا' تاکہ اس جہاد کے سارے ثمرات خود سمیٹنے کیلئے یہاں مجاہدین کی حکومت کو قائم ہونے سے روکا جاسکے' ضیاء صاحب کے ہوتے ہوئے مجاہدین کے خلاف کوئی کارروائی پاکستان کے راستے سے کرانا ممکن نہ تھا اس لئے اب ضیاء شہید کا وجود امریکہ کی آنکھوں میں بری طرح کھٹک رہا تھا۔

اس جہاد کے عالمی اثرات اور دشمنوں کے اندیشے

اسلام دشمن طاقتیں پوری شدت سے محسوس کر رہی تھیں کہ اگر جہاد افغانستان کامیاب ہو گیا' اور پورے افغانستان میں مجاہدین کی اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو

ا ____ پاکستان اور افغانستان یک جان دو قالب ہو کر عالم اسلام کی ایسی طاقت بن جائیں گے جس پر دشمن طاقتوں کو اپنا دباؤ قائم رکھنا ممکن نہ رہے گا' بلکہ ایران اور ترکی ان کے

ساتھ مل گئے تو مضبوط اسلامی بلاک کی داغ بیل بھی پڑ سکتی ہے۔

۲۔ عالم اسلام، جو جہاد کا سبق بھلا کر بڑی طاقتوں کے سامنے کاسہ لیسی کی زندگی گذار رہا ہے، اسے اس بھولے ہوئے سبق کی حیرتناک اثر انگیزی کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو جائے گا، اس میں خود اعتمادی پیدا ہوگی، حوصلے بلند ہوں گے، اور پوری مسلم دنیا میں حقیقی آزادی کی لہر جاگ اٹھے گی۔

۳۔ روس کی مقبوضہ اسلامی ریاستوں میں آزادی کی جو لہر جہاد افغانستان کے نتیجہ میں اٹھ رہی ہے وہ طوق غلامی کو توڑ پھینکے گی۔ اور عالم اسلام کو ناقابل تسخیر بنا دے گی۔

۴۔ فلسطین کا جہاد جو ''عرب قومیت'' کی نذر ہو گیا تھا، وہ اب ''مسلم قومیت'' کی بنیاد پر قوت غالبہ بن کر ابھرے گا، مسلمانان عالم اپنے قبلہ اول کو آزاد کرانے کیلئے مجاہدین افغانستان کے نقش قدم پر چل کھڑے ہوں گے۔

۵۔ پاکستان کے خلاف ''پختونستان'' کا مسئلہ جو اس جہاد نے دبا دیا ہے، ہمیشہ کیلئے دفن ہو جائے گا۔

۶۔ مسلمانان کشمیر بھی افغان مجاہدین کی پیروی کریں گے، ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں گے، اور ہندوؤں کی غلامی کا گھناؤنا طوق اپنے گلوں سے نکال پھینکنے کیلئے تن من دھن کی بازی لگا دیں گے۔

۷۔ ضیاء الحق اس دور کے مقبول ترین اور کامیاب ترین مسلم حکمران ثابت ہوں گے، مسلم دنیا کی اہم قوتیں اور بنیادی وسائل ان کے گرد جمع ہو جائیں گے، انہیں ایٹم بم بنانے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکے گی، اور اسلام کے عادلانہ فطری نظام کے نفاذ کی راہ میں بھی کوئی اندرونی یا بیرونی طاقت اثر انداز نہ ہو سکے گی۔

۸۔ سپر طاقتوں کا رعب اور بھرم جاتا رہے گا، اور جو مظلوم اقوام و ممالک ان کے پنجہ استبداد یا پر فریب جال میں گرفتار ہیں، وہ بھی غلامی کے اس جوے کو اپنے کندھوں سے اتار پھینکیں گے۔

۹۔ جہاد کی ایک خاصیت ___ جسے دشمن طاقتیں تاریخ کے حوالے سے خوب

جانتی ہیں ___ یہ ہے کہ جب مسلمانوں میں آزادی اور جہاد کی اسپرٹ پیدا ہو جاتی ہے تو ان کی باہمی رنجشوں اور رقابتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے ___ جبکہ عالم اسلام کے اتحاد کو یہ سپر طاقتیں دنیا پر اپنی چودھراہٹ جمائے رکھنے کیلئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتی ہیں' اور اس خطرے کے بارے میں اتنی حساس ہیں اس کا ادنیٰ سا سایہ بھی اگر عالمی سیاست پر نظر آنے لگے ' تو اس کے سدباب کیلئے بڑے سے بڑا گھناؤنا جرم کرنے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتیں ___ جہاد افغانستان کی اوٹ میں ان کو "یہ سب سے بڑا خطرہ" صاف دکھائی دے رہا تھا ___ اور صورت حال ایسی بن گئی تھی کہ

جہان نو ہو رہا ہے پیدا' وہ عالم پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

"جہان نو" کے یہ امکانات' جن کی طرف مظلوم انسانیت اور خصوصاً عالم اسلام کی پر امید نگاہیں لگی ہوئی تھیں' امیدوں کے وہ چراغ تھے جنہیں جہاد افغانستان کے ۱۵ لاکھ شہیدوں نے اپنے خون سے روشن کیا تھا ___ مگر انسانیت دشمن طاقتیں ان امکانات کی اصل جڑ' جہاد افغانستان' کو اس کے منطقی نتیجے تک پہنچنے سے روکنے پر تل چکی تھیں۔

اس مشترک مقصد کیلئے انہوں نے پہلے قدم کے طور پر ایک کامیابی تو پاکستان پر "جنیوا سمجھوتہ" مسلط کر کے حاصل کر لی تھی' لیکن مزید پیش رفت کی راہ میں جہاں مجاہدین کا آہنی عزم و استقلال حائل تھا' وہیں ایک بڑا سنگ گراں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کی پر عزم مدبرانہ شخصیت تھی' جس کو ہٹائے بغیر پاکستان کی راہ سے مجاہدین کے خلاف کسی کارروائی کا امکان نہ تھا' بلکہ صدر مرحوم نے جب ۲۹ مئی ۱۹۸۸ کو "جونیجو حکومت" کو برطرف کر دیا' تو مغربی سیاسی مبصرین اشارتاً اس "اندیشے" کا اظہار بھی کرنے لگے تھے کہ اب صدر ضیاء کسی وقت "جنیوا سمجھوتے" کی منسوخی کا بھی اعلان کر سکتے ہیں۔

خونی ڈرامے کی تیاری

جہاد افغانستان کو سبوتاژ کرنے، اور پاکستان کو اس کے بنیادی نظریے ""مسلم قومیت"" اور ""نفاذ اسلام"" سے ہٹانے کیلئے، ان طاقتوں کی اب سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ صدر مرحوم کی مضبوط شخصیت کو راستہ سے ہٹا کر پاکستان میں ""جمہوریت"" کے پرفریب نام پر ایسی نحیف وکمزور حکومت قائم کرادی جائے جو ان طاقتوں کے رحم وکرم پر رہے، اور ان کے اشاروں پر چل سکے ـــــ چنانچہ بھارتی، روسی اور مغربی ذرائع ابلاغ نے مئی ۱۹۸۸ء کے بعد سے پاکستان، پاکستانی فوج، اور صدر ضیاء الحق مرحوم کے خلاف زہر اگلنے کی مہم کو تیز تر کر دیا، پاکستان میں ان کی لابیاں اور زیادہ سرگرم عمل ہوگئیں ـــــ

ایک طرف اسلام دشمن طاقتیں اور ان کی لابیاں یہ مہم پوری منصوبہ بندی سے چلا رہی تھیں، دوسری طرف پاکستان میں سیاسی کھلاڑیوں کا وہ گروہ جسے صرف منفی اور خود غرضانہ، یا احمقانہ سیاست کا مرض لاحق ہے، وہ عالمی حالات اور اسلامی کاز سے کان اور آنکھیں بند کرکے ان کی لے میں لے ملا رہا تھا۔ جس اگست (۱۹۸۸ء) کی ۱۷ تاریخ کو صدر مرحوم کی شہادت کا سانحہ پیش آیا، اس کی ۱۶ تاریخ تک ان کے خلاف دھمکیوں، اور الزامات کی یہ مہم اپنے عروج کو پہنچ چکی تھی، اندر اور باہر کے اس پروپیگنڈے کا مربوط انداز غمازی کر رہا تھا کہ کسی خوفناک ڈرامے کا اسٹیج تیار کیا جا رہا ہے، اس میں پاکستان کے وہ کئی ناعاقبت اندیش نام نہاد سیاسی لیڈر بھی شامل تھے، جنہیں غالباً خود یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کس ""خونی ڈرامے"" کی تیاری میں حصہ لے رہے ہیں ـــــ کہ

پیادہ تو ہے بیچارہ، اک مہرہ ناچیز!
فرزیں سے بھی پوشیدہ ہے، شاطر کا ارادہ

صدر ضیاء الحق کی شہادت

بالآخر صدر مرحوم کو ان کے لائق ترین رفقاء کے ساتھ ایک پراسرار سازش

کے ذریعہ اس طرح اچانک شہید کر دیا گیا کہ دنیا پر حیرت' اور عالم اسلام پر سکتہ سا چھا گیا' کروڑوں مسلمانوں کے دل بے چین' زبانیں گنگ اور اعصاف منجمد ہو کر رہ گئے ____

صدر مرحوم بدھ ۳ محرم ۱۴۰۹ھ' ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کی صبح کو پاک فضائیہ کے طیارے "سی - ۱۳۰" میں بہاولپور گئے تھے' جہاں انہوں نے فوجی یونٹوں کا معائنہ' اور نئے امریکی ٹینک کے تجربات کا مشاہدہ کیا' نماز ظہر باجماعت ادا کی' اور سہ پہر کو ۳ بجکر ۴۶ منٹ پر' جب وہی طیارہ انہیں اور ان کے رفقاء کو لے کر' بہاولپور ایئرپورٹ سے اسلام آباد واپس جانے کیلئے فضاء میں بلند ہوا' تو صرف ۵ منٹ کے اندر ایئرپورٹ سے ۸ میل کے فاصلے پر گر کر پاش پاش ہو گیا' طیارے میں سوار کل تیس افراد میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکا!

اس اندوہناک سانحہ میں صدر مرحوم کے ساتھ ان کے دست راست "جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی کے چیئرمین جنرل اختر عبدالرحمٰن جو کچھ پہلے تک آئی ایس آئی کے سربراہ کی حیثیت سے جہاد افغانستان کے روح رواں تھے' اور چیف آف جنرل اسٹاف لیفٹیننٹ جنرل محمد افضال بھی شہید ہو گئے - نیز طیارے کے عملے کے تمام ارکان سمیت' پاکستانی فوج کے ۳ میجر جنرل' ۵ بریگیڈیئر' ایک کرنل' ایک اسکواڈرن لیڈر اور ایک نائب صوبیدار بھی ساتھ شہید ہوئے' ان میں صدر شہید کے پریس سیکریٹری' بریگیڈیئر جناب صدیق سالک' ملٹری سیکریٹری بریگیڈیئر جناب نجیب احمد' اور صدر کے اے - ڈی - سی اسکواڈرن لیڈر جناب راحت مجید صدیقی بھی شامل تھے - انا للہ و انا الیہ راجعون -

جہاز کی تقریباً ہر چیز جل گئی' لیکن قرآن مجید کا وہ نسخہ جو سفر میں صدر مرحوم کے ساتھ رہتا تھا' اور ایک دو کتابیں جو اس سفر میں ساتھ تھیں سالم رہیں -[له]

غرض! یہ قوم کے نامور سپوت اور پاکستانی بہادر افواج کے قابل فخر ارکان جو اپنے مدبر سپہ سالار سمیت سب کے سب وردیوں میں تھے' جہاد ہی کے سلسلہ کے اس

له روزنامہ جنگ کراچی' مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۸۸ء ص ۱ کالم ۲

نیک سفر میں شہادت کی دائمی زندگی سے ہمکنا ہوئے۔

دیوانے گذر جائیں گے ہر منزل غم سے
حیرت سے زمانہ انہیں تکتا ہی رہے گا
آتی ہی رہے گی ترے انفاس کی خوشبو
گلشن تری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

انگریزی کے مشہور عالمی ماہنامے ''ریڈرز ڈائجسٹ'' میں ایک تحقیقی رپورٹ چھپی ہے، جس میں اس کے نمائندے ''جان بیرن'' نے اس المناک سانحہ کی پشت پر کارفرما سازش کا سراغ لگانے کی کوشش کی ہے، اور بظاہر بڑی کد وکاوش سے کام لیا ہے۔ اس رپورٹ کا ملخص ترجمہ ہفت روزہ ''تکبیر'' کراچی (مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۹۰ء) میں شائع ہوا ہے۔

جنرل اختر عبدالرحمٰن شہید

یہاں اس رپورٹ کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے، جس سے اندازہ ہو گا کہ جہاد افغانستان کے حوالے سے جنرل اختر عبدالرحمٰن کی شخصیت کتنی اہم تھی، اور صدر ضیاء کے ساتھ انہیں بھی راستے سے ہٹانے کیلئے اس جان لیوا سفر میں کس طرح شامل کیا گیا؟ جان بیرن لکھتا ہے کہ:

''جنرل اختر عبدالرحمٰن کو صدر ضیاء الحق کا جانشین کہا جاتا تھا۔ افغان صورت حال، جنگی اسٹریٹیجی، اور وہاں ہونے والی جنگ کو جنرل ضیاء اور اختر عبدالرحمٰن سے بہتر کوئی نہیں سمجھتا تھا ____ جنرل ضیاء الحق نے ایک پرائیویٹ محفل میں ایک مرتبہ باچشم نم، جنرل اختر سے جولائی ۱۹۸۸ء میں کہا تھا ''آپ نے ایک

معجزہ[1] کر دکھایا ہے' میں بھلا آپ کی اس کارگزاری کا کیا صلہ دے سکتا ہوں' صرف اور صرف اللہ رب العزت آپ کو اس کی جزا دے گا"۔۔۔۔ اس بات میں یقیناً کوئی شک نہیں ہے کہ جنرل ضیاء الحق اور جنرل اختر عبدالرحمٰن نے افغانستان میں روس کی شکست کو ایک معجزے کی طرح رونما کیا تھا' اور اگر روس کو اس جنگ سے چھٹکارا حاصل کرنا تھا' تو پھر ان دونوں حضرات کو راستے سے ہٹانا نہائی ضروری تھا۔

۱۹۷۹ میں افغانستان میں ننگی روسی جارحیت کے بعد جنرل ضیاء نے جنرل اختر کو حکم دیا تھا کہ اس جنگ میں بھرپور طریقے پر مزاحمت کی جائے' سیکریٹ کیمپ قائم کئے جائیں' خفیہ سپلائی لائنز کے جال بچھا دیئے جائیں' مجاہدین کے لئے ٹریننگ کیمپ کھولے جائیں' اور تن من دھن کی بازی لگا کر ہر قیمت پر روسی افواج کا مقابلہ کیا جائے' افغانستان کے سات جماعتی اتحاد کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کیا جائے اور گوریلا مزاحمتی جتھوں (مجاہدین) کی ہر طرح مدد کی جائے۔۔۔۔ جلد ہی امریکہ سے سپلائی لائنز کو ہتھیار فراہم کئے جانے کو ایک مربوط اور منظّم نظام کے ذریعہ منسلک کر دیا گیا۔ جنرل اختر نے اپنی ذہانت سے مجاہدین کی جنگ کو ایک زبردست حملہ آور قوت میں تبدیل کر دیا اور اس جنگ میں روسی بری طرح ذبح کئے جانے لگے"

---

[1] میں چونکہ اقتباس کے الفاظ بعینہٖ نقل کر رہا ہوں' اس لئے یہ لفظ بھی نقل کرنا پڑا ورنہ صحیح بات یہ ہے کہ لفظ "معجزہ" شریعت کا اصطلاحی لفظ ہے' جو صرف اس مافوق الفطرت عجیب وغریب واقعہ پر بولا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کسی نبی کے ذریعہ ظہور میں آئے۔ غیر نبی کے ہاتھوں جو عجیب واقعہ رونما ہو' خواہ وہ کتنا ہی عجیب اور کتنا ہی بڑا کارنامہ ہو اسے "معجزہ" کہنا درست نہیں۔ رفیع

"جان بیرن" آگے تین چار پیراگراف کے بعد لکھتا ہے کہ:

"جنرل اختر کا (امریکی ٹینکوں کے) اس مظاہرے میں (جو بہاولپور میں ہوا) شرکت کا کوئی پروگرام نہیں تھا، مگر ۱۶ اگست کو ان کے ایک نائب نے انہیں چند ایسی عجیب وغریب باتیں بتائیں، جن کا صدر ضیاء کو بتایا جانا ضروری تھا، صدر ضیاء سے اس سلسلہ میں بات کی گئی تو انہوں نے جنرل اختر کو اپنے ساتھ سفر کی دعوت دی اور کہا اس دوران تم سے ان باتوں پر بھی گفتگو کر لی جائے گی، چنانچہ جنرل اختر کا بھی صدارتی طیارے میں جانا طے ہو گیا۔"

روسی دھمکیاں ___ اور صدر ضیاء

صدر ضیاء الحق اور جنرل اختر عبدالرحمٰن نے جہاد افغانستان کے سلسلے میں جو کارنامے انجام دیئے انہیں مختصراً بیان کرنے کے بعد جان بیرن نے لکھا ہے کہ:

"ضیاء کو مجاہدین کی امداد سے روکنے کیلئے روس نے پاکستان کے خلاف دہشت گردی کی ایک باضابطہ مہم شروع کر دی۔ روسی حکومت کے آلہ کار، پاکستانی شہروں میں جگہ جگہ دھماکے کرتے۔ "خاد" کے منظّم کردہ ان حملوں میں صرف ۱۹۸۷ء میں ۲۳۴ بے گناہ شہری قتل، اور بارہ سو سے زیادہ زخمی ہوئے، دنیا بھر میں (اس عرصہ میں) دہشت گردی کے ذریعہ قتل اور زخمی ہونے والوں کا یہ تقریباً نصف حصہ تھا۔

ضیاء کو جھکایا نہیں جا سکا۔ مجاہدین کو ہتھیاروں کی سپلائی برقرار رہی، مجاہدین کی فتوحات دوگنی اور چوگنی ہوتی چلی گئیں، یہاں تک کہ گورباچوف اپنی فوجیں واپس بلانے پر مجبور ہو گئے۔

(آگے لکھتا ہے) روس نے بوکھلا کر پاکستان اور صدر ضیاء کے خلاف اپنی ڈھکی چھپی دھمکیوں کو سرعام اور تیز کر دیا۔

صدر ضیاء کے پاس ان دھمکیوں کو سچ سمجھنے کی کئی وجوہات تھیں ۱۹۸۱ء کے بعد سے صدر ضیاء پر کم از کم چار مرتبہ قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ ۱۹۸۸ء کے موسم گرما میں روس کی طرف سے صدر ضیاء پر پھر ایک بھرپور حملہ کرایا گیا جو ناکام رہا ضیاء کے ایک نائب کے بقول ضیاء نے روس کو یہ جواب بھجوایا کہ "تمہاری ساری دھمکیاں بیکار ہیں، بحیثیت ایک سچے مسلمان کے میرا ایمان ہے کو موت کا ایک دن معین و مقرر ہے جسے نہ میں تبدیل کر سکتا ہوں، نہ تم قریب لا سکتے ہو۔"

اس مجرمانہ کارروائی کی تحقیقات

سانحہ بہاولپور کے بعد اس کی جو تحقیقات ہوئیں، ان کے بارے میں بھی "ریڈرز ڈائجسٹ" کی اس تحقیقی رپورٹ میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں ـــــ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"پورے علاقے کو (جہاں یہ جہاز گر کر تباہ ہوا تھا) فوجی جوانوں نے گھیرے میں لے لیا، پاکستانی افسران اور امریکی ایئرفورس کے ماہرین نے بڑی تندہی کے ساتھ جہاز کی تباہی کے اسباب کی چھان بین شروع کی 'لاک ہیڈ کمپنی (طیارہ بنانے والی امریکی فرم) کے افسران اور ماہرین بھی تحقیقات کیلئے پہنچ گئے۔"

کچھ آگے لکھا ہے کہ:

"کیمیائی اشیاء کے ماہرین نے طیارے کے کاک پٹ اور بعض

دیگر مقامات پر متعدد کیمیکلز کے آثار دریافت کئے' جن میں اینٹی مونی P.E.T.N فاسفورس اور سلفر کے اجزاء پائے گئے۔ بعد میں ایک پاکستانی لیبارٹری سے بھی اس کی تصدیق ہوگئی کہ طیارے میں پھٹنے والا بارودی مواد موجود تھا۔ تحقیقاتی بورڈ نے طیارے کی تباہی کو ایک واضح مجرمانہ کارروائی قرار دیتے ہوئے اسے ایک کیمیکل ''ابجنٹ'' کے ذریعہ کریو (جہاز کے عملے) کو بے ہوش یا مفلوج کر دینے کا شاخسانہ قرار دیا ___ اس نتیجہ پر پہنچنے کا منطقی نتیجہ یہ تھا کہ بورڈ نے مزید تحقیق و تفتیش کو انتہائی ضروری قرار دیا۔''

چند سطروں کے بعد لکھا ہے کہ :

''امریکی قانون کے مطابق ایف بی آئی کا ''محکمہ انسداد دہشت گردی'' امریکہ سے باہر جاکر بھی اس قسم کی تحقیقات کا مجاز ہے' چنانچہ ۱۲ اگست کو اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے زبانی طور پر تحقیقاتی ٹیم کو پاکستان جاکر تحقیقات کی اجازت دیدی تھی' مگر چند ہی گھنٹوں بعد یہ اجازت اسے ''غیر ضروری اضافی سرگرمی'' کہہ کر واپس لے لی گئی۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹر مسٹر ''اولیور ریویل'' نے اس تحقیقات کیلئے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے کئی مرتبہ رجوع کیا' مگر امریکی بیوروکریسی نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔''

آگے چند سطروں بعد لکھا ہے کہ :

''ایک پاکستانی اعلیٰ افسر کے مطابق اسلام آباد کی امریکی ایمبیسی نے پاکستانی حکومت سے کہا کہ اس واقعہ کو بنیاد بنا کر

روسی حکام پر اثر انداز نہ ہو جائے 'حکومت پاکستان ریچھ کی دم مروڑنے کی غلطی نہ کرے ۔''

جان بیرن کا کہنا ہے کہ :

''اس کریش کے بعد حاصل شدہ اجسام میں سے بعض صحیح و سالم بھی تھے ۔ بہاولپور ملٹری ہسپتال میں ان کا پوسٹ مارٹم بھی کیا گیا ۔ ایسے اجسام میں بریگیڈیئر جنرل واسم کا جثہ بھی شامل تھا ' مگر ہسپتال کے عملے کے مطابق ایک اعلیٰ سرکاری حکم کے مطابق کسی بھی جسم کے پوسٹ مارٹم سے منع کر دیا گیا 'اور گویا اس طرح مردہ اجسام پر مفلوج کر دینے والے کیمیکلز کے اثرات کا جائزہ لینے سے صریحاً روک دیا گیا ۔''

چند سطروں بعد کہتا ہے کہ :

''بہاولپور کی پولیس سے بھی تفتیش کنندگان نے اس مجرمانہ کارروائی کے سلسلہ میں کوئی سوال و جواب نہیں کئے ۔ پاکستانی سیکوریٹی حکام نے ریڈرز ڈائجسٹ کو بتایا کہ اس حادثے سے متعلق کسی بھی شخص سے کچھ نہیں پوچھا گیا ۔''

ریڈرز ڈائجسٹ ' کے نمائندے جان بیرن کی اس رپورٹ کو نہ حرف آخر کہا جاسکتا ہے ' نہ آنکھیں بند کر کے اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے 'لیکن یہ المناک سانحہ جس انداز میں رونما ہوا اور اس واقعے کی جو تفصیلات دنیا کے سامنے آچکی ہیں 'ان سے یہ شرمناک نتیجہ بہرحال نکلتا ہے کہ یہ سازش خواہ کسی بھی غیر ملکی طاقت نے تیار کی ہو 'اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی تھی جب تک پاکستان کے کچھ ضمیر فروش غدار اس میں شامل نہ ہوں ۔

گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

شہید صدر ضیاء الحق جہاد افغانستان کی کامیابی سے امت مسلمہ کے لئے جو دور رس انقلابی نتائج حاصل کرنا چاہتے تھے' امت مسلمہ کو ان سے محروم کرنے ہی کیلئے صدر مرحوم کو راستہ سے ہٹایا گیا ہے' تاہم اس دلدوز واقعہ نے اس تاریخی حقیقت کو پھر طشت از بام کر دیا ہے کہ مسلمانوں کو کبھی بھی بڑی سے بڑی طاقت اس وقت تک شکست نہیں دے سکی' جب تک اسے مسلمانوں ہی میں چھپے ہوئے "جعفر و صادق" میسر نہ آ گئے ۔ اگر بنگال میں انگریزوں سے جنگ میں "سراج الدولہ" شہید کے ساتھ جعفر نے غداری نہ کی ہوتی' اور میسور میں سلطان ٹیپو شہید سے ان کا وزیر "صادق" غداری نہ کرتا تو آج برصغیر ہند کا جغرافیہ اور تاریخ دونوں مختلف ہوتے ــــــ لیکن یہ المناک واقعات نہ ہوتے تو سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو کو جو عزت و سربلندی اللہ کے راستہ میں شہادت نے عطا کی' اور دنیا و آخرت کی جو ذلت و رسوائی جعفر و صادق کا مقدر بنی' وہ بھی بعد کی نسلوں کیلئے سامان عبرت نہ بنتی'

جعفر از بنگال' صادق از دکن
ننگ ملت' ننگ دیں' ننگ وطن

جنرل ضیاء اور ان کے رفقاء کی شہادت کا اتنا بڑا سانحہ جو لمحوں میں رونما ہو گیا' اگر اس کے نتیجہ میں خدانخواستہ جہاد افغانستان کے مقاصد کو گم کر دیا گیا (جس کے آثار نظر آ رہے ہیں) تو جس طرح جعفر و صادق کی غداریوں کے بھیانک نتائج برصغیر کے مسلمان آج تک بھگت رہے ہیں' اسی طرح شاید سانحہ بہاولپور کے خوفناک اثرات سے بھی ہم صدیوں تک پیچھا نہ چھڑا سکیں ۔

تاریخ نے قوموں کے وہ دور بھی دیکھے ہیں
لمحوں نے خطا کی ہے' صدیوں نے سزا پائی

شہید کا جنازہ

اسلام آباد میں شہید صدر کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے ۶ محرم سنیچر کے روز انسانوں کا جو سمندر ہر طرف سے فیصل مسجد کی طرف رواں دواں تھا ان میں راقم الحروف بھی شامل تھا، میں نے حج کے علاوہ انسانوں کا اتنا بڑا اجتماع کبھی نہیں دیکھا، میں قائداعظم اور قائد ملت کے جنازوں میں بھی شریک ہوا ہوں، لیکن غالباً یہ پاکستان کی تاریخ میں جنازے کا سب سے بڑا اجتماع تھا ــــــ یہ اس منکسرالمزاج قائد کا جنازہ تھا جس نے زندگی بھر اپنی کوئی سیاسی پارٹی نہیں بنائی ۔ اس جنازے میں شرکت کیلئے عوام سے نہ کوئی اپیل کی گئی، نہ ان کیلئے سواریوں کا بندوبست کیا گیا، بیشتر لوگ پیادہ پا چلے آرہے تھے، دوسرے شہروں سے اسلام آباد پہنچنے والے تمام راستوں پر بھی انسانوں، گاڑیوں، بسوں اور ٹرکوں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ عوام نے جگہ جگہ مرحوم کی محبت میں اثرانگیز کلمات لکھ کر بینر آویزاں کئے تھے، مہاجرین افغانستان نے بھی جواب اپنے آپ کو یتیم محسوس کررہے تھے، جگہ جگہ بینر لگا کر اپنے محسن بھائی کو جذبات تشکر اور دعاؤں کا نذرانہ پیش کیا تھا، نماز جنازہ کے بعد وہیں مجاہدین افغانستان کی ساتوں بڑی تنظیموں کے سربراہوں سے بھی ملاقات ہوئی، جنھوں نے انتہائی غمگین مگر پراعتماد لہجے میں اس عزم کا اظہار کیا کہ "ہم اس خون کا بدلہ لئے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔"

چند روز بعد دوبارہ اسلام آباد جانا ہوا تو شہید کے مزار پر ہر طرف فریم کئے ہوئے مرثیے منڈیر سے لگے رکھے تھے، نظر پتھر کے ایک کتبہ پر پہنچ کر رک گئی جو قبر کے پہلو سے لگا تھا اس پر مہاجرین افغانستان کے ایک سید گھرانے نے فارسی کا یہ شعر کندہ کیا تھا:

اے خاک تیرہ، دلبر ما را، عزیز دار
ایں نور چشم ماست، کہ در بر گفتہ

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے تاریک مٹی، ہمارے محبوب کو عزت سے رکھنا، یہ ہمارا نور نظر ہے جسے تو نے گود میں لے لیا ہے" ــــــ نہ جانے وہ کتبہ اب بھی وہاں

رکھا ہے' یا ہٹا دیا گیا۔

اس المناک سانحے سے مسلمانان عالم پر جو گذری' اس کے برعکس دشمنوں کے یہاں گھی کے چراغ جل اٹھے' خصوصاً روسی فوج جس کو صدر ضیاء اور جنرل اختر نے عبرتناک شکست سے دوچار کیا تھا' اور جس کی نصف تعداد اس وقت تک افغانستان سے راہ فرار اختیار کر چکی تھی' باقی نصف اپنا بوریہ بستر باندھ رہی تھی' اس کی تو خوشی کی انتہا نہ تھی۔

مجھے بعض مجاہدین نے بتایا کہ ہم نے سانحہ بہاولپور کی اندوہناک خبر "گردیز" کے محاذ پر اپنے کیمپ میں سنی تو سب ساتھی بلک بلک کر رونے اور دعا کرنے لگے' ہم نے دشمن کی جس چھاؤنی (یا چوکی) کا محاصرہ کیا ہوا تھا' اچانک اس کی توپوں سے روشنی کے رنگ برنگ گولے آسمان میں بلند ہو کر پھلجھڑیوں کے انداز میں آتش بازی کرنے لگے' یہ دشمن کی طرف سے اس المناک سانحے پر خوشی کا اظہار تھا' ہم سے برداشت نہ ہوا' چند ہی لمحوں میں ہماری توپوں نے ان کی ساری خوشی ملیامیٹ کر دی' اور وہاں پھر موت کی سی خاموشی چھا گئی ـــــــ مجاہدین کی اس کارروائی کا مقصد یہ بتانا تھا کہ

طوفان بلا سر سے گذرتے ہی رہے ہیں
زخمی ہے' مگر آج بھی سر خم تو نہیں ہے

اس وقت کی جنگی صورتحال

روس دنیا کا سب سے بڑا رقبہ رکھنے والا ملک ہے' اور اس کی آبادی ۲۴ کروڑ ہے ـــــ اس کی چالیس لاکھ فوج کو دنیا کی سب سے بڑی فوج کہا جاتا ہے' جس میں افغانستان کی جنگ میں روس کے صدر گورباچوف کے اعتراف کے مطابق دس لاکھ فوج نے حصہ لیا' لیکن ۱۵ مئی ۱۹۸۸ء کو جب افغانستان سے روسی فوجوں کی باقاعدہ پسپائی شروع ہوئی' تو اس وقت وہاں ان کی تعداد ایک لاکھ سے کچھ زائد رہ گئی تھی' اور صدر ضیاء کی شہادت کے وقت تک اس میں سے بھی آدھی فوج راہ فرار اختیار کر چکی تھی' باقی تقریباً

پچاس ہزار فوج کو اگلے چھ ماہ میں واپس جانا تھا ـــــ یہ پسپائی بھی روسی فوجوں کیلئے جان جوکھوں کا کام تھا' کیونکہ مجاہدین ان کے واپس جانے والے قافلوں کا بھی تعاقب کر رہے تھے۔

امریکہ نے "جنیوا سمجھوتے" کے وقت ہی سے مجاہدین کی امداد سے عملاً ہاتھ کھینچ لیا تھا' اس کے باوجود صدر ضیاء کی شہادت کے وقت مجاہدین کی فتوحات عروج پر تھیں' کمیونسٹ روسی کابلی فوجیں اپنی چوکیاں اور چھاؤنیاں چھوڑ چھوڑ کر راتوں رات فرار ہو رہی تھیں' مجاہدین کے آزاد کرائے ہوئے علاقوں میں شب و روز اضافہ ہو رہا تھا' صوبہ "تخار" پورا کا پورا فتح ہو چکا تھا' اور کابل سمیت دوسرے علاقوں کی آزادی بھی سامنے نظر آ رہی تھی۔

صدر ضیاء مرحوم نے ـــــ جن سے زیادہ گہری نظر افغانستان کی جنگی صورت حال پر شاید ہی کسی کی ہو ـــــ کہا تھا' اور ان کی یہ بات اخبارات میں بھی چھپی تھی کہ "انشاء اللہ ۱۹۸۹ء کا سال افغانستان کی مکمل آزادی کا سال ہو گا' اور ہم آنے والے رمضان میں جمعہ کی نماز اپنے افغان بھائیوں کے ساتھ کابل کی جامع مسجد میں ادا کریں گے۔"

ادھر جہاد افغانستان کو سبوتاژ کرنے کیلئے دشمن طاقتوں کا ایک مشترکہ حملہ "جنیوا سمجھوتے" کی شکل میں ہو چکا تھا' اب دوسرا بھرپور وار "سانحہ بہاولپور" کی صورت میں کیا گیا' ـــــ لیکن مجاہدین کے حوصلوں میں فرق نہ آیا' وہ اپنے تند و تیز حملوں اور فتوحات کی بڑھتی ہوئی رفتار سے برابر اس عزم کا اعلان کر رہے تھے کہ ؂

اللہ کی رحمت سے کیفی' دم توڑ چکی ہے تاریکی
ہلکا سا دھندلکا باقی ہے' اس کو بھی مٹا کر دم لیں گے

صوبہ "پکتیکا" کی فتح

سانحہ بہاولپور کو ابھی ایک ماہ پورا نہیں ہوا تھا کہ ستمبر کے پہلے ہفتے میں دینی

مدارس اور جامعات کے مجاہد طلبہ کو صوبہ ''پکتیکا'' کے محاذ ''ارغون'' سے کمانڈر زبیر احمد صاحب کا یہ پیغام وصول ہوا :

> ''اس ماہ کے آخر میں اس فیصلہ کن حملے کا پروگرام ہے جس کا آپ کو عرصے سے انتظار تھا ـــــ جن ساتھیوں کو شہادت کا شوق ہو وہ محاذ پر پہنچ جائیں ۔''

دینی مدارس اور جامعات میں ۱۴ستمبر ۱۹۸۸ء سے سہ ماہی امتحانات شروع ہونے والے تھے ـــــ غالباً حملے کے واسطے یہ دن اس لئے بھی مقرر کئے گئے تھے کہ سہ ماہی امتحان سے فارغ ہوکر جو چند روز چھٹی کے مل جاتے ہیں' ان میں طلبہ کی زیادہ تعداد شریک جہاد ہوسکے گی ـــــ جن کے مقدر میں یہ سعادت لکھی تھی وہ امتحان سے فارغ ہوتے ہی محاذ پر چلے گئے ـــــ لیکن پھر اکتوبر بھی شروع ہوگیا' وہاں سے کوئی خبر نہ آئی ـــــ !

فتح شرنہ

روز کی طرح ۶اکتوبر کو میں اخبار میں ''ارغون'' کی خبر تلاش کر رہا تھا کہ اس کے بجائے ''شاران'' کی شاندار فتح کی خوشخبری ملی' اخبارات میں جو تفصیلات آئی تھیں' ان سے میں اس نتیجے پر پہنچا ـــــ اور بعد میں تصدیق ہوگئی ـــــ کہ اخبارات میں ''شاران'' غلط چھپا ہے' اور خبر کا تعلق ''شرنہ'' سے ہے جو افغانستان کے جنوب مشرقی صوبے ''پکتیکا'' کا دارالحکومت ہے ـــــ یہ وہی شرنہ ہے جس کے ایک خوں ریز معرکہ میں ''حرکۃ الجہاد الاسلامی'' کے بانی مولانا ارشاد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ۲۱ ساتھیوں کے ساتھ جام شہادت نوش کیا تھا۔ (اس معرکہ کا مفصل حال بہت پیچھے عرض کرچکا ہوں)

کئی سال سے صوبہ ''پکتیکا'' میں دشمن کے پاس صرف ۲ چھاؤنیاں باقی تھیں' ایک شرنہ جو اب فتح ہوگئی' دوسری ''ارغون'' جس کی فتح کا انتظار تھا ـــــ ''شرنہ''

ارغون سے آگے کابل کی طرف واقع ہے 'اس کی یہ فتح "ارغون" کی فتح کا پیش خیمہ بن سکتی تھی 'کیونکہ اب یہاں سے ارغون چھاؤنی کو رسد کمک پہنچنے کا امکان نہیں رہا تھا' بظاہر مجاہدین نے "ارغون" سے پہلے اس کا صفایا اسی مقصد سے کیا تھا ____ چنانچہ اخبارات نے لکھا تھا کہ "گذشتہ ایک ماہ کے دوران "سپین" "بلدک" اور "اسمار" پر قبضے کے بعد "شاران" (شرنہ) پر مجاہدین کے قبضے کو "بڑی کامیابی" قرار دیا گیا ہے۔"

فتح ارغون

توقع کے عین مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگلے ہی دن جمعہ ۷ اکتوبر کے اخبارات میں "ارغون" کی فتح مبین کی خبر بھی آگئی۔ اس خبر نے مسرت کی وہ لذت عطا کی کہ بقول بھائی جان مرحوم

"میری جبین شوق میں سجدے مچل گئے"

اب صوبہ پکتیکا پورا کا پورا آزاد ہو چکا تھا' ______ یہ افغانستان کا چوتھا صوبہ ہے جو مکمل طور پر آزاد ہو گیا ہے ______ روزنامہ جنگ کراچی نے اس کی خبر پہلے صفحہ پر دو کالموں میں دوسطری سرخی کے ساتھ شائع کی تھی 'اسے بلفظہ نقل کرتا ہوں :

مجاہدین نے افغانستان کے ۴ صوبوں پر قبضہ کر لیا

بامیان 'وردگ اور تخار کے بعد کابل فوج نے پکتیکا صوبے کو بھی خالی کر دیا

کابل (ریڈیو پورٹ) افغان مجاہدین نے بدھ کی شب ملک کے جنوب مشرقی صوبے پکتیکا پر قبضہ کر لیا' مجاہدین نے پکتیکا کے دارالحکومت "شاران" (شرنہ) پر پہلے کنٹرول حاصل کر لیا تھا بتایا گیا ہے کہ پکتیکا میں تعینات ہزاروں فوجیوں نے بدھ کی شب اور جمعرات کی صبح اس صوبے کو چھوڑ دیا' وہ اپنے ساتھ ٹینک اور دوسرا فوجی سامان بھی لے گئے۔ مجاہدین نے افغانستان کے دیگر ۳ صوبوں پر پہلے ہی قبضہ کر رکھا ہے جن میں

کابل کے مغرب میں ''بامیان'' جنوب مغرب میں ''وردگ'' اور شمال میں ''تخار'' کے صوبے شامل ہیں۔ افغان (کمیونسٹ) فوج نے پاکستانی سرحد سے ۲۵ میل دور پکتیکا صوبے میں ارغون کی چھاؤنی کو بھی بدھ کی شب خالی کر دیا جس پر مجاہدین نے قبضہ کر لیا' ریڈیو پاکستان کے مطابق پکتیکا صوبے پر مجاہدین کے قبضہ سے کابل کی طرف زیادہ تیزی سے پیش قدمی کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔''

(روزنامہ جنگ کراچی مورخہ جمعہ ۲۴ صفر ۱۴۰۹ھ - ۷ اکتوبر ۱۹۸۸ء)

شام تک دیگر باوثوق ذرائع سے بھی اس خبر کی تصدیق ہوگئی لیکن ارغون چھاؤنی کی زبردست فوجی قوت مجھے کسی حد تک معلوم تھی اور اس کی حفاظتی چوکی (پوسٹ) ''زامہ خولہ'' کا ناقابل عبور دفاعی حصار تو چند ماہ قبل میں خود دیکھ کر آیا تھا'___ اس لئے دل میں طرح طرح کے سوالات اور اندیشے پیدا ہو رہے تھے کہ:

طے ہو تو گئی راہ وفا اہل جنوں سے
معلوم نہیں' طے یہ مگر ہوگئی کیسے؟
(حضرت کیفی)

کیونکہ ''ارغون'' کی فتح ''زامہ خولہ'' پر فیصلہ کن جنگ کے بغیر ممکن نہ تھی۔ وہ جنگ کب ہوئی؟ اور یہ پوسٹ کس طرح فتح ہوئی؟___

زامہ خولہ کے گرد بارودی سرنگوں کا جو خوفناک جال بچھا ہوا تھا' اس سے اب تک کتنے ہی مجاہد شہید' اور کتنے ہی ٹانگوں سے معذور ہو چکے ہیں' اس جال سے مجاہدین کس طرح گذرے؟

خاص طور پر پوسٹ کے قریب چاروں طرف بارودی سرنگوں کی ۵ گز چوڑی جو باڑھ بچھی ہوئی تھی' اس میں تو ایک قدم رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی___ اس باڑھ کو انہوں نے کس طرح عبور کیا ہوگا___ اخبارات میں میرے ان سوالات کا کوئی جواب نہیں تھا' کمانڈر زبیر صاحب کا پرعزم سراپا آنکھوں میں گھومنے لگا' اور ان کے شوق شہادت

کا تصور آتے ہی دل دھک سے ہو گیا ___ یا اللہ! وہ خیریت سے ہوں ___ پھر اس خیال سے کچھ ڈھارس بندھی کہ میں نے پچھلی ملاقات میں بھی انہیں "آیت الکرسی" پڑھ کر رخصت کیا تھا۔

جو مجاہدین اس محاذ پر گئے ہوئے تھے، چند روز کے صبر آزما انتظار کے بعد اللہ کے فضل سے ان میں سے کئی بخیریت واپس آ گئے۔ ان سے زامہ خولہ کے تاریخی معرکے اور فتح مبین کی ایمان افروز روئداد سن کر دل مسرت سے جھوم اٹھا۔

پھر ۳ اور ۴ نومبر ۱۹۸۸ء کو لاہور میں "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کا سالانہ اجتماع ہوا ___ وہاں خود کمانڈر زبیر صاحب، اور ان کے ایسے کئی رفقاء سے ملاقات ہوئی جو اس یادگار معرکے میں اہم ذمہ داریوں پر مامور تھے۔ ان سے خوب جی بھر کے ساری روئداد اتنی تفصیل سے سنی کہ آپ کو بھی سنانے کو دل چاہنے لگا۔ بقول حضرت مرشد عارفی

آتا ہے لطف اپنی ہی باتوں میں اب مجھے
کچھ ایسی دلنشیں تری تقریر ہو گئی

پاکستانی مجاہدین کا ایک اعزاز

یہ معلوم ہو کر غیر معمولی مسرت ہوئی کہ "پوسٹ زامہ خولہ" کی فتح براہ راست کمانڈر زبیر اور ان کے جانباز رفقاء کا کارنامہ ہے، اور اس کے اعتراف کے طور پر افغان تنظیموں کے مقامی کمانڈروں نے ایک اجلاس میں کمانڈر زبیر احمد خالد صاحب کو گولڈ میڈل دیا ہے، کہ یہ پوسٹ ان ہی کی ولولہ انگیز کمان میں کئی گھنٹے کی خوفناک جنگ کے بعد حیرتناک طور پر فتح ہوئی تھی، اور یہی جنگ ارغون کیلئے فیصلہ کن ثابت ہوئی، کیونکہ اس سے دشمن فوج پر ___ جو ایک بکتربند ڈویژن کے علاوہ ملیشیا کے بھی چھ سو جنگجو قبائلی جوانوں پر مشتمل تھی ___ ایسا خوف طاری ہوا کہ چوتھے روز اس نے "ارغون چھاؤنی" کسی مزید جنگ کے بغیر راتوں رات خالی کر دی ___ اس طرح کمانڈر زبیر اور انکے رفقاء صرف زامہ خولہ کے نہیں، بلکہ پورے ارغون کے فاتح قرار دیئے گئے، یہ نہ صرف پاکستانی

مجاہدین کیلئے' بلکہ ان سب مجاہدین کیلئے بڑا اعزاز ہے جو اس معرکہ میں شریک تھے۔ وللہ الحمد

ارغون کو آزاد کرانے کیلئے پوسٹ زامہ خولہ پر جو فیصلہ کن معرکہ ہوا' اور اس میں دینی مدارس و جامعات کے اولوالعزم علماء و طلبہ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جس طرح فتح مبین عطا فرمائی اس کی ایمان افروز روئداد اس قابل ہے کہ اسے آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ کیا جائے ___ یہ روئداد حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے ماہنامے "الارشاد" کے "فتح مبین نمبر"[1] میں متفرق مضامین کی صورت میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں صوبہ "پکتیکا" کے افغان کمانڈر مولانا ارسلان رحمانی اور کمانڈر زبیر سمیت' اس معرکے میں شریک ہونے والے کئی اور مجاہدین کے بھی انٹرویو شائع ہوئے ہیں۔ یہ تفصیلات میں نے ان حضرات سے زبانی بھی سنی ہیں' لیکن محض حافظے پر اعتماد کرنے کے بجائے یہاں ان کو احتیاطاً "فتح مبین نمبر" سے اپنے الفاظ میں اس طرح نقل کر رہا ہوں کہ مکررات کو چھوڑ کر ساری روئداد مرتب شکل میں قارئین کے سامنے آجائے۔ آگے جو اقتباسات آئیں گے وہ بھی اسی "فتح مبین نمبر" سے لئے گئے ہیں۔ البتہ "فتح مبین نمبر" میں کئی متفرق واقعات کا باہمی ربط واضح نہیں تھا۔ اس خلا کو میں نے لکھنے کے دوران متعلقہ مجاہدین سے بار بار تحقیق کر کے پر کیا ہے۔

اس روئداد سے افغانستان میں مجاہدین کا طریقہ جنگ زیادہ کھل کر سامنے آئے گا' اور یہ بھی اندازہ ہو گا کہ ہم آئے دن اخبارات میں جو چھوٹی چھوٹی سی خبریں افغانستان میں مجاہدین کی فتوحات کی پڑھتے رہتے ہیں' وہ صرف اخبارات ہی میں چھوٹی ہوتی ہیں' میدان جہاد میں ان کا صبر آزما طول و عرض مہینوں اور برسوں پر محیط ہوتا ہے' چند سطروں کی یہ خبریں جب ہم اخبارات میں پڑھتے ہیں' اس سے پہلے برسوں تک ان کو یہ سرفروش میلوں میں پھیلے ہوئے میدان کارزار پر اپنے خون سے تحریر کرتے ہیں' اور فتح کی ہر چھوٹی

---

[1] مورخہ ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

سے چھوٹی خبر میں کتنے ہی گم نام شہیدوں کے ایمان وصبر اور عزیمت و سرفروشی کی ایسی کئی کئی داستانیں چھپی ہوتی ہیں جن کی مورخ کو ہمیشہ تلاش رہتی ہے۔

زامہ خولہ کا دفاعی حصار

پاکستان کی سرحد سے تقریباً ۵۴ کلو میٹر پر دشمن کی "پوسٹ زامہ خولہ" سمیت کئی اور پوسٹیں (چوکیاں) اور "ارغون چھاؤنی" جس "وادی ارغون" میں واقع ہیں' اس کی لمبائی شمالاً جنوباً کم از کم ۲۰ کلو میٹر اور چوڑائی شرقاً غرباً کم از کم ۵ کلو میٹر ہے۔ یہ وادی چاروں طرف سے طویل وعریض پہاڑی سلسلوں سے گھری ہوئی ہے' مجاہدین کے مراکز اسی وادی کے کنارے پر مغربی اور مشرقی پہاڑوں میں ہیں ___ چند ماہ قبل جب ہم اپریل ۱۹۸۸ء میں اس محاذ پر گئے تھے' اس وقت حرکۃ الجہاد الاسلامی کا اصل مرکز "خانی قلعہ" تھا' یہ جگہ پوسٹ زامہ خولہ سے بہت دور تھی' اور "مڑزگہ" میں ذیلی مرکز تھا جو پوسٹ سے جنوب مغرب میں صرف ۲ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس لئے اب کئی ماہ سے "مڑزگہ" ہی کو اصل مرکز بنالیا گیا تھا' زامہ خولہ پر آخری حملے کی ساری تیاریاں یہیں سے کی گئیں' یہ جگہ سرسبز پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے' اسی کے آس پاس مولانا ارسلان رحمانی اور دیگر افغان تنظیموں کے مراکز ہیں' ان کے دو مرکز پوسٹ زامہ خولہ کے مشرق میں بھی پہاڑوں کے اندر ہیں۔

"پوسٹ زامہ خولہ" جو پوری کی پوری زمین دوز ہے "وادی ارغون" کے شمالی کنارے کے پاس ہے' اس کے پیچھے شمال ہی میں کچھ کچھ فاصلے پر اس کی دو معاون پوسٹیں "عالم خانِ قلعہ" اور "قلعہ نیک محمد" ہیں اور ان کے پیچھے ارغون چھاؤنی' اس کا ہوائی اڈہ اور ارغون شہر ہے۔

پوسٹ زامہ خولہ کو وادی ارغون کی چوڑائی کے بیچوں بیچ' پہاڑی ٹیلوں پر ایسی جگہ بنایا گیا ہے کہ اس کے نیچے چاروں طرف پہاڑوں تک وادی ارغون کا چٹیل میدان ہے جو بارودی سرنگوں سے پٹا پڑا تھا' تاکہ مجاہدین مغرب یا مشرق کے پہاڑوں سے اتر کر'

یا سامنے جنوب سے اس کی طرف پیش قدمی نہ کر سکیں' بلکہ مغرب اور مشرق کی پہاڑیوں اور ٹیلوں میں بھی جہاں جہاں سے مجاہدین کے آنے کا امکان تھا' وہاں بھی بارودی سرنگیں "دام ہمرنگ زمین" بنی ہوئی تھیں' اس چٹیل میدان میں کچھ ندی نالے بھی ہیں' جو مغربی اور مشرقی پہاڑوں سے نکل کر پوسٹ کے قریب تک چلے گئے ہیں' یہ بھی بارودی سرنگوں سے اَٹے پڑے تھے' خاص طور پر پوسٹ کے قریب تو چاروں طرف تاروں والی بارودی سرنگوں کی ۵ اگز چوڑی باڑھ بچھی ہوئی تھی جس میں ایک قدم رکھنے کی گنجائش نہیں تھی ___ اسی لئے مجاہدین اب تک پوسٹ پر زیادہ تر حملے مغربی اور مشرقی پہاڑوں سے توپوں اور میزائلوں سے کرتے رہے' جب تک ان پہاڑوں' چٹیل میدان' اور ندی نالوں میں کوئی راستہ سرنگوں سے صاف کر کے نہ بنالیا جاتا' پوسٹ کے قریب جاکر حملہ کرنے کی کوئی صورت نہ تھی ___ یہی وہ سب سے بڑی رکاوٹ تھی جسے اکھاڑ پھینکنے کی صبر آزما اور خطرناک مہم کمانڈر زبیر نے کئی ماہ سے شروع کی ہوئی تھی۔

بارودی سرنگوں کی صفائی

کراچی کی پچھلی ملاقات میں کمانڈر زبیر صاحب نے اس مہم کا ذکر مجھ سے کیا تھا' اور اسی وقت سے ان کے نائب کمانڈر مولوی عبدالرحمٰن فاروقی' جن کا تعلق بنگلہ دیش سے ہے' چیدہ چیدہ نوجوانوں کے ساتھ مل کر "پوسٹ زامہ خولہ" جانے والے ندی نالوں' اور راستوں کو بارودی سرنگوں سے صاف کرنے' اور حسب موقع مورچے کھودنے کا کام تیز رفتاری سے شروع کر چکے تھے۔ اس مہم میں جن سرفروشوں نے حصہ لیا' ان میں "نصراللہ" خاص طور سے قابل ذکر ہے' یہ وہی شاہیں صفت نوجوان ہے جس کے بارے میں آپ کافی پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ اس نے روسیوں کے چھ گن شپ ہیلی کاپٹروں کا تن تنہا مقابلہ کر کے ایک کو تباہ اور پانچ کو اپنے کئی فوجی افسروں کی لاشیں اٹھا کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

بارودی سرنگوں کی تلاش جان جوکھوں کا کام تھا' عموماً سے رات کی تاریکی میں

انتہائی خفیہ طور پر کسی آلے کی مدد کے بغیر انجام دینا پڑتا تھا'___ کسی بارودی سرنگ پر پاؤں پڑ جائے' یا ذرا سی چوک ہو جائے تو وہ پھٹ کر کسی بھی لمحے جان لے سکتی تھی___ چنانچہ ایک پرانے مجاہد "عبدالحمید بنگلہ دیشی" جو فتح ارغون کی بنیاد فراہم کرنے والی' اس مہم میں شب و روز شریک تھے' فتح سے چند روز پہلے ان کا پاؤں زمین میں چھپی ہوئی ایک بارودی سرنگ پر آ گیا' اور یہ غریب الوطن نوجوان فتح کی خوشیاں دیکھنے سے پہلے ہی زبان حال سے یہ کہتا ہوا شہید ہو گیا کہ :

اے اہل چمن' موسم گل تم کو مبارک
اپنا تو تعلق تھا گلستاں سے خزاں تک

تاہم جوں جوں بارودی سرنگیں صاف ہوتی گئیں' سر بکف نوجوانوں کی یہ جماعت "پوسٹ زامہ خولہ" کے قریب ہوتی گئی' یہاں تک کہ اس کے بالکل قریب ایک خشک نالے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی___ نائب کمانڈر مولوی عبدالرحمٰن اور دو ساتھی ہر رات چھپتے چھپاتے اس نالے تک آتے اور ساری رات یہاں سے "پوسٹ" اور اس کی نقل و حرکت کا جائزہ لیتے___ وہ کہتے ہیں کہ یہ نالہ تاروں والی بارودی سرنگوں کی ۱۵ گز چوڑی باڑھ کے اتنے قریب تھا کہ ہم اس کے تاروں کو چھو سکتے تھے۔ اس باڑھ کے اس پار چوکی زامہ خولہ دور تک ٹیلوں پر پھیلی ہوئی تھی' وہاں سے ہمیں کمیونسٹ فوجیوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں___ ہم اس نالے میں بیٹھ کر چھوٹے وائرلیس سیٹ پر کمانڈر زبیر صاحب کو اپنی اور دشمن کی پوزیشن بتاتے' ہم وائرلیس کو منہ کے بالکل قریب کر کے اوپر سے چادر اوڑھ کر آہستہ سے بات کرتے تھے کہ دشمن کو ہماری خبر نہ ہو جائے۔

یہ کارروائی تقریباً دو ماہ لگاتار جاری رہی' جس کے نتیجہ میں کمانڈر زبیر نے دن میں بھی قریب آکر آس پاس کی پہاڑیوں اور ٹیلوں سے "پوسٹ زامہ خولہ" پر حملہ شروع کر دیئے تھے۔

آزمائشی حملہ

۱۳ ستمبر ۱۹۸۸ء (ماہ محرم ۱۴۰۹ھ کی تقریباً ۳۰ تاریخ) کو مجاہدین نے کمانڈر زبیر صاحب کی قیادت میں "پوسٹ زامہ خولہ" پر اچانک ایک تند و تیز حملہ کیا، جس کا ایک مقصد دن میں بالکل قریب جاکر پوسٹ کا جائزہ لینا، اور بارودی سرنگوں کی اس باڑھ کو چیک کرنا تھا، جو پوسٹ اور مجاہدین کے درمیان اب تک حائل تھی ___ اس حملے میں وہ دشمن پر فائر برساتے ہوئے اس باڑھ تک جا پہنچے ___ کچھ مجاہدین جوش میں آکر اس میں بھی گھسنے لگے، لیکن بارودی سرنگیں لگاتا دھماکوں کے ساتھ پھٹنی شروع ہوگئیں، جن سے ابوسفیان، حبیب اللہ اور پڈعیدن سندھ کے عبدالغفار سمیت کئی نوجوان شدید زخمی ہوئے ___ تاہم مجاہدین اس حملے کا مقصد حاصل کر کے واپس آگئے ___ کمانڈ زبیر صاحب کو دشمن کی بعض دفاعی کمزوریوں کا اندازہ ہوگیا، اور بارودی سرنگوں کی اس باڑھ کی صحیح صورت حال بھی معلوم ہوگئی۔

کھلتے نہیں اس قلزم خاموش کے اسرار
جب تک تو اسے ضرب کلیمی سے نہ چیرے

اب ان کی اس رائے میں مزید پختگی پیدا ہوگئی کہ اگر ساتھیوں کی ایک قابل ذکر تعداد، جو اللہ کے راستے میں شہید ہونے کی حقیقی آرزو رکھتی ہو، پوسٹ پر مختلف سمتوں سے حملہ آور ہو، اور اس باڑھ پر راکٹ برسا کر بارودی سرنگوں کو پھاڑتی جائے، اور اس سے جو راستہ بنے اس پر تیزی سے بڑھتی جائے تو، پھر بھی باقی ماندہ سرنگوں اور دشمن کی فائرنگ سے کچھ ساتھی شہید اور معذور تو ضرور ہوجائیں گے، لیکن کافی ساتھی پھر بھی باڑھ کو عبور کر کے پوسٹ میں جا گھسیں گے۔

اس موقع پر صوبہ پکتیکا کے افغان کمانڈر مولانا ارسلان رحمانی صاحب، غزنی گئے ہوئے تھے، وہ جیسے ہی واپس آئے، کمانڈر زبیر صاحب اور مولوی عبدالرحمٰن فاروقی نے ان کو ۱۳ ستمبر کی روئداد سنائی، اور پوسٹ کا اور اس تک جانے والے راستوں کا جو

نقشہ مولوی عبدالرحمٰن اور نصراللہ صاحب نے تیار کیا تھا وہ پیش کر کے انہیں بتایا کہ پوسٹ زامہ خولہ سے ۲۰۰ میٹرا دھر بارودی سرنگوں کی جو ۱۵ گز چوڑی باڑھ ہے' وہاں تک ہم نے بڑی حد تک سرنگیں صاف کر کے راستے بنالئے ہیں' اب صرف اس باڑھ کو عبور کرنے کیلئے کچھ مجاہدین کو اپنی جانوں کی قربانی دینی پڑے گی' اس کے لئے ہم اور ہمارے ساتھی اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں ___ اگر پچاس ساتھی ہمارے ہوں' اور پچاس آپ کے تو انشاءاللہ ایک ہی حملے میں پوسٹ فتح ہو جائے گی۔

اس سلسلہ میں کمانڈر زبیر صاحب نے بعد میں ماہنامہ "الارشاد" کو جو انٹرویو دیا' اس میں وہ فرماتے ہیں کہ :

"ہمارے ساتھیوں نے اللہ کے فضل سے اتنی تندہی اور جانفشانی سے اس پوسٹ کی تمام تر معلومات حاصل کر لی تھیں کہ پوسٹ کا پورا نقشہ ہماری سمجھ میں آگیا' ہمیں دشمن کی توپوں' مشین گنوں' اور کلاشنکوفوں تک کے مورچے معلوم ہو گئے۔ جب مولانا ارسلان رحمانی صاحب سے میں نے پوسٹ پر بڑے حملے کی اجازت چاہی تو اس وقت ہمارے لئے پوسٹ پکی ہوئی فصل کی مانند' فتح کیلئے تیار تھی' صرف ہمت درکار تھی' اور قربانی دینے والوں کی ضرورت تھی' ان دونوں چیزوں کی الحمدللہ ہمارے ساتھیوں میں کمی نہ تھی۔"

لیکن مولانا رحمانی اس تجویز سے متفق نہ تھے' وہ حرکۃ الجہاد الاسلامی کے ان مہمان مجاہدین پر باپ کی سی شفقت فرماتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس باڑھ کو عبور کرنے کی کوشش میں بہت سے مجاہد شہید ہو جائیں گے' اور پوسٹ پھر بھی فتح نہ ہوگی' کیونکہ پوسٹ زامہ خولہ نہایت مضبوط زمین دوز چوکی ہے' جس میں ہر طرح کے مہلک ہتھیاروں کی کمی نہیں' پھر اس کو ارغون چھاؤنی اور دوسری چوکیوں "عالم خان قلعہ" اور "نیک محمد پوسٹ" سے بھرپور کمک ہر وقت مل سکتی ہے۔ اس لئے فی الحال اس حملے سے

نفع کی بجائے نقصان ہو گا۔

کمانڈروں کی شوریٰ

مولانا ارسلان رحمانی کمانڈر زبیر کو قائل نہ کر سکے تو انہوں نے اس علاقے میں موجود تمام افغان تنظیموں کے کمانڈروں کی مجلس شوریٰ کا اجلاس بلا کر اس میں یہ مسئلہ رکھا ___ اس کی روئداد خود مولانا رحمانی اپنے انٹرویو میں سناتے ہیں کہ :

> "تمام تنظیموں کے کمانڈروں نے بیک زبان زبیر خالد صاحب سے کہا کہ فی الحال ہمیں پوسٹ زامہ خولہ پر ایسے حملے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہئے' کوئی کمانڈر ان بارودی سرنگوں کی موجودگی میں آگے بڑھنے کی جرات نہیں کرے گا ___ اس پر حرکۃ الجہاد الاسلامی کے کمانڈر زبیر خالد نے پرجوش انداز میں کہا "میں آگے بڑھنے کو تیار ہوں' میرے مجاہد ساتھی اس قربانی کیلئے حاضر ہیں" ___ لیکن یہ مجلس بغیر کسی فیصلے کے برخاست ہو گئی۔"

مولانا رحمانی آگے فرماتے ہیں کہ :

> "زبیر خالد صاحب مجلس شوریٰ کی اس کارروائی سے دل برداشتہ ہو گئے' اور مجھ سے کہا کہ اگر آپ حملے کا پروگرام نہیں بناتے تو ہم خواہ مخواہ یہاں پہاڑوں میں وقت گذارنے نہیں آئے' میں واپس جاتا ہوں' خدا حافظ" یہ کہہ کر وہ پاکستان روانہ ہو گئے۔"

کمانڈر زبیر ایک گاڑی میں پاکستان کے سرحدی قصبے "دبگر" کی طرف روانہ تو ہو گئے' لیکن چپکے سے اپنے نائب مولانا عبدالرحمٰن فاروقی سے کہہ گئے "پریشان نہ ہونا' ساتھیوں کو سنبھالنا' میں نے یہ تدبیر حملے کی اجازت لینے کیلئے کی ہے"

مولانا رحمانی نے جب دیکھا کہ زبیر واقعی چلے گئے ہیں تو فوراً ایک آدمی بگڑ روانہ کیا اور بگڑ میں اپنے مرکز کو وائرلیس پر بھی ہدایت کی کہ زبیر خالد کو میرا پیغام پہنچا دیں کہ "آپ واپس آجائیں میں آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں"____

کمانڈر زبیر کو پیغام ملا تو خوشی سے پھولے نہ سمائے فوراً واپس آگئے____ اگلے روز ۲۸ ستمبر کو مولانا رحمانی نے پھر افغان کمانڈروں کی مجلس شوریٰ منعقد کی اور سب کو حملے کے مجوزہ پروگرام پر راضی کر لیا۔

حملے کا پروگرام

پروگرام یہ طے ہوا کہ حملہ ۳۰ ستمبر جمعہ کو بعد نماز ظہر کیا جائے گا، تمام تنظیمیں کمانڈر زبیر کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں گی۔ اس حملے کے داعی کمانڈر زبیر ہیں اس لئے پوسٹ پر چڑھائی براہ راست انہی کے مجاہد ساتھی ان کی کمان میں کریں گے۔ باقی تمام کمانڈر اپنے اپنے مجاہدین کے ساتھ مناسب مقامات پر بالکل تیار حالت میں رہیں گے، تاکہ کسی بھی ناگہانی صورت حال سے نمٹا جاسکے، نیز وہ اپنے اپنے مراکز سے نہ صرف پوسٹ زامہ خولہ پر، بلکہ ارغون چھاؤنی اور اس کی دوسری حفاظتی چوکیوں پر میزائلوں اور توپوں سے لگاتار گولہ باری کریں گے تاکہ پوسٹ زامہ خولہ تک کوئی کمک نہ پہنچ سکے۔ یہ گولہ باری سہ پہر کو ۳ بجے سے شروع ہوگی، اور ٹھیک پونے ۶ بجے____ جبکہ کمانڈر زبیر اپنا دستہ لے کر بارودی باڑھ کے پاس پہنچ چکے ہوں گے____ بند ہو جائے گی۔ پھر فوراً یہ دستہ بارودی سرنگوں کی باڑھ میں اپنا راستہ بنانے کیلئے اس پر تھوڑے تھوڑے فاصلے سے کئی راکٹ (R.P.G.7) فائر کرے گا، تاکہ وہاں سے ممکن حد تک بارودی سرنگیں پھٹ کر ختم یا کم ہو جائیں، اس راستے سے یہ دستہ کلاشنکوفوں، دستی بموں اور راکٹوں سے حملہ کرتا ہوا پوسٹ پر چڑھائی کر دے گا____ منصوبے کی دیگر اہم تفصیلات بھی اجلاس میں طے کر لی گئیں۔ جن میں سے بعض کو "صیغہ راز" میں رکھا گیا۔

حرکۃ الجہاد الاسلامی کے مجاہدین کو اس فیصلے کی اطلاع ہوئی تو وہ خوشی سے مل

مل کرایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے، جیسے عید کا چاند نظر آگیا ہو ___ جگر مرحوم نے شہادت کے ایسے ہی متوالوں کے بارے میں تو کہا تھا کہ ؎

جو حق کی خاطر جیتے ہیں، مرنے سے کہیں ڈرتے ہیں
جب وقت شہادت آتا ہے، دل سینوں میں رقصاں ہوتے ہیں

حملے میں، جس میں اصل کردار کمانڈر زبیر اور ان کے ساتھیوں کو ادا کرنا تھا، صرف دو دن باقی تھے، سب کو اندازہ تھا کہ اس خطرناک حملے میں ہم میں سے بہت سے شہید ہوں گے، اور اکثر زخمی یا معذور ہو جائیں گے ___ اس لئے ان دو دنوں کا ایک ایک لمحہ انہوں نے حملہ کی ___ اور آخرت کی تیاری میں صرف کیا۔

جن کے ذمہ کوئی ڈیوٹی تھی، وہ اس میں مگن تھے، باقی مجاہدین میں سے کوئی اپنے اسلحہ کی صفائی اور مرمت میں لگا ہوا تھا، کوئی نوافل میں سجدہ ریز ہو کر رب ذوالجلال سے آہ و زاری کے ساتھ فتح و نصرت کی دعا کر رہا تھا، کوئی ذکر و تلاوت میں مشغول تھا تو کوئی وصیت نامہ لکھنے میں منہمک ___ کچھ نوجوانوں نے اگلے دن روزہ بھی رکھا۔

وصیت نامے

یہ مجاہدین اپنا وصیت نامہ لکھ کر عموماً تیار رکھتے ہیں، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حالت امن میں بھی یہ تاکید فرمائی ہے کہ:

"مَا حَقُّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ لَّهٗ شَيْئٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّوْصِيَ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَ وَصِيَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ"

"جس مرد مسلم کے پاس کوئی ایسی چیز ہو، جس کی وصیت کرنا چاہتا ہے (مثلاً کسی کی امانت یا قرض یا کوئی حق اس کے ذمہ ہو) اس کو دو راتیں بھی اس حال میں گذارنے کا حق نہیں ہے کہ

اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود نہ ہو۔"
(صحیح مسلم ـــــ حدیث ۴۰۸۱)

ظاہر ہے کہ جہاد میں جبکہ موت ہر وقت سامنے ہوتی ہے 'اس حکم کی تعمیل اور زیادہ ضروری ہے 'تاکہ اگر کسی کا حق اپنے ذمہ رہ گیا ہے تو کسی قابل اعتماد شخص کو اس کی ادائیگی کی وصیت کر جائے 'کیونکہ شہید کے اور تو سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں 'لیکن اگر کسی کا مال اس کے ذمہ رہ گیا ہو تو وہ ادائیگی کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔ الا یہ کہ خود حقدار ہی معاف کر دے۔ امام المجاہدین رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

"یُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنُ"

"شہید کا ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے 'سوائے قرض کے۔"
(صحیح مسلم ـــــ حدیث ۴۸۴۶)

کمانڈر زبیر کی عقابی نظریں دشمن پر بھی گڑی ہوئی تھیں 'انہوں نے کئی دن سے مجاہدین کی ایک ٹولی چوکی زامہ خولہ کے قریب اس کی نگرانی پر لگائی ہوئی تھی 'تاکہ بارود کی باڑھ تک پہنچنے کے جو راستے کسی حد تک صاف کر دیئے گئے تھے 'ان میں دشمن پھر بارودی سرنگیں نہ چھپا دے۔ اس گروپ نے وہاں مورچہ کھود کر اس میں اپنا ٹھکانہ بنا رکھا تھا کہ

وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

ایک حادثہ

۲۹ ستمبر کو ایک حادثہ پیش آ گیا۔ "شاہد مسعود کشمیری" جو مدرسہ اشرف العلوم شجاع آباد میں زیر تعلیم تھے 'سہ ماہی امتحان کے قریب جب ان کو محاذ سے دعوت ملی تو اساتذہ کو بمشکل راضی کر کے امتحان سے رخصت لے کر سیدھے محاذ پر آ گئے 'اور اس گروپ میں شامل ہو گئے 'جس نے پوسٹ کے قریب مورچہ میں اپنا ٹھکانہ بنا رکھا تھا۔

رات کو اس مورچے میں صرف دو مجاہد رہتے تھے، حسب معمول گذشتہ رات بھی ان کے دو ساتھی مورچے میں رہے، اور یہ مرکز میں واپس آ گئے ___ صبح کو نماز کے بعد یہ ایک ساتھی کو لے کر اپنے ان دو ساتھیوں کی ضروریات پہنچانے کیلئے روانہ ہوئے، یہ راستہ دشمن کی نگاہوں اور گولوں کی زد میں تھا، کسی نہ کسی طرح چھپتے چھپاتے جب وہاں سے واپس آنے لگے اور اس مقام پر پہنچے جہاں چند روز قبل عبدالحمید بنگلہ دیشی ایک بارودی سرنگ سے شہید ہو گئے تھے، تو اچانک ان کا پاؤں بھی ایک چھپائی ہوئی بارودی سرنگ پر آ گیا۔ اس کا حال وہ اپنے انٹرویو میں سناتے ہیں کہ :

"ایک زبردست دھماکہ ہوا، جس کے پریشر سے میں کئی فٹ ہوا میں بلند ہو کر نیچے گرا، میں کچھ نہ سمجھ سکا کیا ہوا ہے، صرف اتنا دکھائی دیا کہ گرد اٹھی ہے، اور غبار ہی غبار ہے، پھر اپنی ٹانگ پر نظر پڑی تو وہ ران تک اڑ چکی تھی، میں نے گردن اٹھائی اور کلمہ شہادت کا ورد کرنے لگا، اتنے میں ساتھی نے آ کر مجھے تسلی دی، اور کہا میں کسی کو بلاتا ہوں، ہم دونوں مل کر تم کو اٹھا لیں گے، میں نے کہا ایک ٹانگ باقی ہے، سہارا دو میں اس پر چل سکتا ہوں، مگر اس نے ایک ساتھی کو کہیں سے بلا لیا، ان دونوں نے مجھے اٹھا کر نیچے ندی میں لٹا دیا۔ ۱۵ منٹ بعد وائرلیس سے مرکز میں اطلاع پہنچی۔ قریب والے ساتھی آئے اور مجھے اسٹریچر پر لٹا کر روانہ ہو گئے ___ اور ۳۰ ستمبر کی شام کو جب پوسٹ زامہ خولہ پر فیصلہ کن معرکہ ہو رہا تھا، میں پشاور ہسپتال میں پہنچا دیا گیا۔"

مجاہد دستوں کی تشکیل

حملے سے ایک روز پہلے ۲۹ ستمبر کو کمانڈر زبیر نے اپنے چاروں نائب کمانڈروں

کے مشورے سے پورے منصوبہ جنگ کا تفصیلی جائزہ لے کر اس کی نوک پلک درست کی' اور متعلقہ افراد کو ضروری ہدایات دیدی گئیں۔ مجاہدین کے کل چھ دستے بنائے گئے۔

۱۔ حملہ آور دستہ

یہ ساٹھ جانبازوں پر مشتمل تھا جسے بارودی سرنگوں کی باڑھ عبور کر کے پوسٹ پر چڑھائی کرنی تھی۔ کمانڈر زبیر صاحب نے اس کی کمان براہ راست اپنے ہاتھ میں رکھی اور نصراللہ کو گروپ کمانڈر مقرر کیا۔ اسی دستے میں ایک عرب مجاہد "ابوالحارث" تھے' مولانا ارسلان رحمانی نے بھی اپنی تنظیم کے ایک کمانڈر سمیت کئی افغان مجاہدین کو اس دستے میں شامل کیا تھا۔

۲۔ ریزرو دستہ (احتیاطی گروپ)

۲۴ غازیوں کا یہ دستہ نائب کمانڈر سوم مولانا عبدالقیوم کی کمان میں تھا۔ اس کے ذمہ یہ کام تھا کہ حملہ آور دستہ کو بوقت ضرورت کمک پہنچائے۔ یا دشمن سے پوسٹ کے کسی اور رخ پر چھیڑ چھاڑ کر کے اس کی توجہ بانٹ دے۔

۳۔ توپ خانہ

۷ جوانوں کے اس دستہ کو "نصراللہ جہادیار" کی کمان میں مارٹر توپ استعمال کرنی تھی ـــــ یہ وہ "نصراللہ" نہیں جن کا ذکر پہلے دستہ میں' اور پیچھے بھی کئی بار آیا ہے' یہ دوسرے "نصراللہ" ہیں' ان کا لقب "جہادیار" ہے۔ انٹر تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۸۶ء سے خود کو جہاد کیلئے وقف کر دیا ہے' یہ زبیر صاحب کے نائب کمانڈر (چہارم) ہیں ـــ اس دستے کو افغان تنظیموں کے مراکز سے گولہ باری بند ہو جانے کے بعد' قریب کے مغربی پہاڑ سے دشمن کے ان مورچوں پر گولہ باری کرنی تھی جو مجاہدین کے حملہ آور دستہ پر فائرنگ کر رہے ہوں۔

۴۔ دہ شکہ (اینٹی ایئر کرافٹ)

۱۵ مجاہدین کے اس دستہ کی کمان قاری محمد عابر فردوسی کے سپرد کی گئی۔اس کے ذمہ بھی تقریباً وہی کام تھا جو توپ خانے کے سپرد کیا گیا تھا۔اسے اپنی کارروائی قریب کے ایک ٹیلے سے کرنی تھی۔

۵۔گرینوف ہیوی مشین گن گروپ

یہ تین افراد پر مشتمل تھا' اس کے امیر "ابوبکر بنگلہ دیشی" مقرر ہوئے۔اسے بھی ایک مغربی ٹیلے سے جو پوسٹ سے اور زیادہ قریب تھا' تقریباً وہی کارروائی کرنی تھی جو پچھلے دوستوں کے سپرد کی گئی۔

دفاعی دستہ

یہ ۲۱ مجاہدین پر مشتمل تھا' اس کی کمان قاری نعمت اللہ جروار (نائب کمانڈر دوم) کے پاس تھی۔اس کے ذمہ زخمیوں کی دیکھ بھال اور دیگر اہم فرائض کے علاوہ ایک کام یہ تھا کہ پورے محاذ جنگ کے گردوپیش پر نظر رکھے کہ دشمن کی کوئی فوج دائیں بائیں یا پیچھے سے حملہ آور نہ ہو جائے۔

اکثر دستوں نے حملے سے ایک رات پہلے ہی پہاڑوں کے اندر پوسٹ زامہ خولہ کے بالکل مغرب میں پہنچ کر "درہ عبدالرحمٰن" میں پوزیشن سنبھال لی' اور ۱۲ بجے یہ دعا کر کے سوگئے کہ "یا اللہ! ہم تھکے ہوئے ہیں' آپ ہمیں تہجد کے وقت اٹھا دیجئے۔"

غیر آباد علاقے میں نماز جمعہ تو جائز نہیں' جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز ادا کی گئی۔ نماز میں ہر مجاہد سرور و کیف' عجز و انکسار' اور خشوع و خضوع کے ایک عجیب عالم میں گم تھا اور قیام و قعود اور رکوع و سجود کی لذت اس احساس کے ساتھ لوٹ رہا تھا کہ یہ زندگی کی آخری نماز ہے' ہر ایک اپنے رب ذوالجلال سے بزبان حال کہہ رہا تھا کہ:

ہے یہی میری نماز' ہے یہی میرا وضو
میری نواؤں میں ہے' میرے جگر کا لہو
میرا نشیمن نہیں درگہ میر و وزیر
میرا نشیمن بھی تو' شاخ نشیمن بھی تو
تجھ سے مری زندگی سوز وتپ ودرد و داغ
تو ہی مری آرزو' تو ہی مری جستجو

سہ پہر کو ٹھیک ۳ بجے افغان تنظیموں نے ارغون چھاؤنی' پوسٹ زامہ خولہ اور گردگرد کی تمام پوسٹوں پر اپنے اپنے مراکز سے گولہ باری' اور میزائل داغنے شروع کردیئے۔

جرات رندانہ

ادھر جو مجاہدین مغربی پہاڑیوں سے پوسٹ کی طرف کوچ کا حکم سننے کے منتظر تھے' ان کی نظریں ایک پراسرار منظر کا تعاقب کررہی تھیں' ___ ۳ نوجوان اسی پہاڑی سے وادی میں اترتے نظر آئے' یہ بہت احتیاط سے ٹیلوں' کھائیوں' اور درختوں کی آڑ لے لے کر پوسٹ زامہ خولہ کی طرف بڑھ رہے تھے ___ ایک کراچی کے خالد محمود تھے' دوسرے بنگلہ دیش کے بختیار حسین' اور تیسرے محمد رفیق ___ کمانڈر زبیر نے انہیں ایک خطرناک مہم پر روانہ کیا تھا ___ نیچے اتر کر کچھ دور تک تو یہ خشک ندی نالوں میں کبھی جھک کر کبھی بیٹھ کر چلتے رہے' لیکن انہیں "پوسٹ زامہ خولہ" اور پوسٹ عالم خان قلعہ" کے درمیان جو خالی زمین ہے' وہاں جانا تھا' اس طرف کوئی ندی نالہ ایسا نہیں جس میں چھپ کر آگے بڑھ سکیں' چٹیل میدان تھا ___ وہاں پہنچ کر یہ اوندھے لیٹ گئے' اور کہنیوں کے بل رینگتے ہوئے منزل مقصود کی طرف بڑھنے لگے ___ ۴ بجے کے بعد کا وقت تھا' ترچھی دھوپ میں اس میدان میں پڑا ہوا ایک ایک پتھر مع اپنے سائے کے صاف نظر آرہا تھا' دونوں پوسٹوں سے دشمن کے سپاہی انہیں باسانی دیکھ سکتے تھے' جن کا صرف

ایک گولہ تینوں کیلئے کافی ہو سکتا تھا___ دیکھنے والے مجاہدین پر سکتہ سا طاری تھا___ لیکن ""چیتے کا جگر اور شاہین کا تجسس"" رکھنے والے یہ جانباز پیٹ اور کہنیوں کے بل اس طرح جھپٹتے چلے گئے جیسے کسی کھیل میں مگن ہوں___ یہ محض اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد تھی کہ دشمن کی نظران پر نہ پڑی' یہاں تک کہ یہ تینوں کئی سو میٹر کا فاصلہ طے کر کے پوسٹ زامہ خولہ کے پیچھے' عالم خان قلعہ کے قریب جا پہنچے' اور کچھ فاصلے سے کھڑے ہو گئے' ان کے ہاتھوں میں پلاس تھے۔پل بھر میں دونوں پوسٹوں کو ملانے والی ٹیلیفون لائن کٹ چکی تھی___

یہ ڈرامائی کارنامہ انجام دے کر جب یہ واپس آئے اور کمانڈر صاحب کو ۲۰۰ میٹر لمبا وہ تار پیش کیا جسے کاٹ کر لائے تھے___ تو ان کے چہروں پر دمکتی ہوئی مسرت' پھٹے ہوئے خاک آلود کپڑے' سینوں میں بے تحاشا پھولا ہوا سانس' اور کہنیوں سے رستا ہوا خون' شجاعت و جفاکشی کی ایسی داستان کہہ رہے تھے جو تاریخ کو مدتوں میں نصیب ہوتی ہے۔

بے جرات رندانہ ہر عشق ہے روباہی
بازو ہے قوی جس کا' وہ عشق ید اللہی

اس ولولہ انگیز کامیابی نے مجاہدین کے عزائم میں جو یقین و توکل اور دشمن کی صفوں میں انجانا ہراس پیدا کیا' اس نے آج شام کی جنگ پر گہرے اثرات مرتب کئے___ شام کے ۴ بج چلے تھے۔

اب کمانڈر زبیر اپنے ساٹھ جانبازوں کا دستہ لے کر پہاڑی ڈھلوان سے اترے۔ پوسٹ زامہ خولہ کی طرف جانے والے ایک خشک نالے میں پہنچ کر انہوں نے اس دستے کو ۲ حصوں میں بانٹ دیا' ۳۰ جانباز اپنے ساتھ رکھے اور ۳۰ کو ""نصراللہ"" کی کمان میں شمال کی طرف روانہ کیا' تاکہ وہ پوسٹ پر ایک اور نالے کے راستے سے حملہ آور ہوں۔

نصراللہ کے دستہ میں ""پڑعیدن"" کے ایک پرانے مجاہد عبدالغفار کے پاس ایک

چھوٹی مورچہ شکن توپ R.R.82 بھی تھی' تاکہ وہ اسے بارودی سرنگوں کی باڑھ سے کچھ پہلے محفوظ مقام پر نصب کر کے دشمن کے مورچوں کو نشانہ بنائیں' اور مجاہدین اس فائر کے سائے میں آگے بڑھ سکیں ــــــ دونوں دستوں نے عصر کی نماز کچھ کچھ آگے جاکر ادا کی۔

سب افغان تنظیموں کی بیک وقت اور مسلسل گولہ باری سے دشمن کو اندازہ ہوگیا تھا کہ آج کا حملہ غیر معمولی ہے۔ ٹیلیفون کا رابطہ کٹ جانے سے وہ اس خوف میں گرفتار ہوگیا کہ مجاہدین اس کے عقب میں بھی پہنچ چکے ہیں' اس لئے وہ بھی ہر طرف اندھا دھند گولہ باری کر رہا تھا۔ پورے علاقے میں حشر برپا تھا ــــــ عصر کے کافی دیر بعد اچانک دشمن کی نظر کمانڈر زبیر کے دستہ پر پڑگئی' جو کافی آگے آگراب نالے کے ایک موڑ سے گذر رہا تھا۔ اسی لمحے مشین گنوں اور اینٹی ایئر کرافٹ گنوں کے سارے فائر اس دستے پر لپک پڑے۔

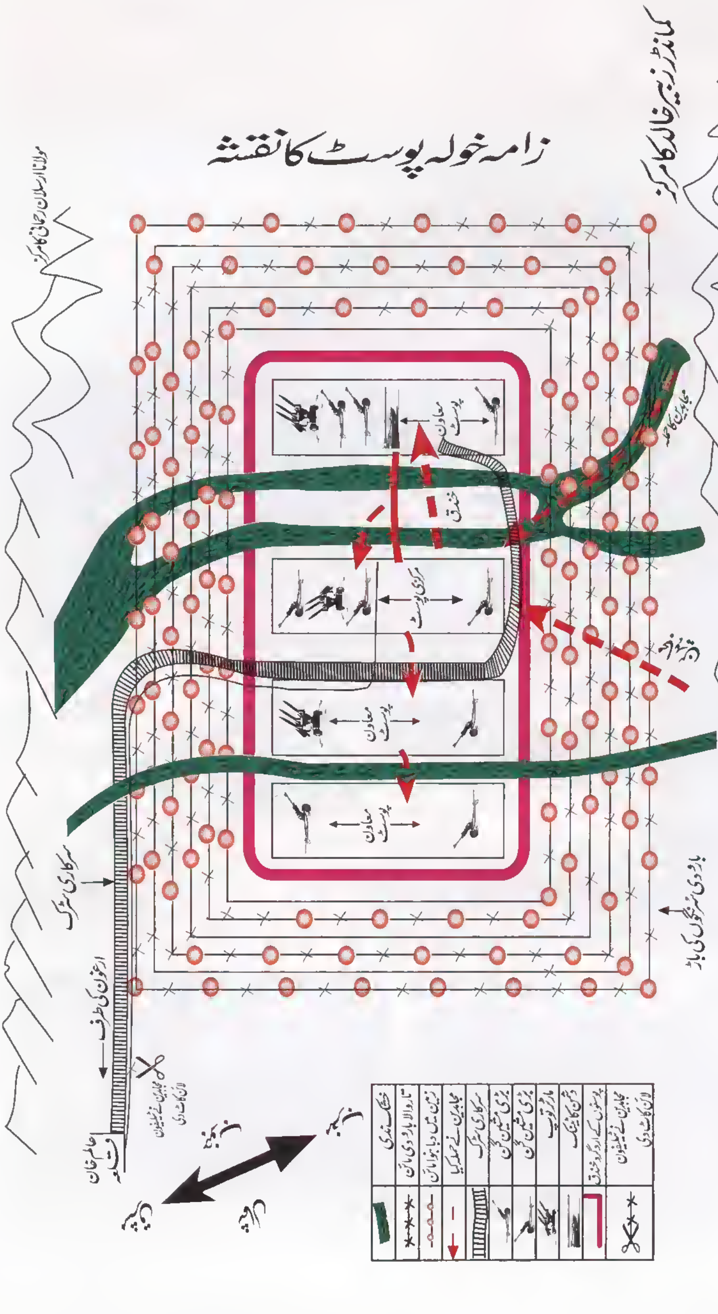
مجاہدین کی بے بسی

یہ جانباز فوراً نالے کے کنارے کی ناتمام اوٹ میں چت لیٹ گئے' گولوں اور گولیوں کا قیامت خیز طوفان ان کے ذرا اوپر سے گذر رہا تھا' یہ برسٹ عالم خان قلعہ اور پوسٹ زامہ خولہ دونوں طرف سے آرہے تھے۔ اور گز بھر آگے جاکر نالے کی ایک ایک انچ زمین میں پیوست ہو رہے تھے' سر اٹھانا ممکن نہ تھا ــــــ ہر ایک کی زبان پر کلمہ طیبہ' اور ہر ایک شہادت کا منتظر۔

ذرا پہلے یہ جس ترتیب سے آگے بڑھ رہے تھے' اسی ترتیب سے زمین سے چپکے ہوئے لیٹے رہے۔ چوتھے نمبر پر محمد الیاس کشمیری تھے ــــــ بڑی مشین گن کی ایک گولی ان کی ران میں آکر لگی' اور شگاف کر کے ران سے پار ہوگئی مگر اللہ تعالیٰ نے ہڈی ٹوٹنے سے بچالیا۔

اس جنگ کے یہ پہلے زخمی تھے' ساتھیوں سے کہا "میری فکر نہ کرو' موقع ملتے ہی پیش قدمی شروع کر دینا" ــــــ اس دستہ میں پہلے سے یہ طے کر کے افراد چنے گئے تھے

زامہ خولہ پوسٹ کا نقشہ



"ارغون" پر مجاہدین کا قبضہ



اوپر دی گئیں تصاویر ماہنامہ الارشاد شمارہ ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ سے لی گئیں ہیں

کہ جو زخمی ہو گا وہ چیخ چلائے گا نہیں' اور اس کے لئے کوئی پیچھے نہیں رکے گا۔ چنانچہ الیاس کو بھی جنگ کے بعد دوسرے زخمیوں کے ساتھ ہی اٹھایا گیا۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی کہ یہاں صرف ایک زخمی ہوا' ورنہ دشمن اگر چند انچ نیچے فائر کر سکتا تو یہ تیس کے تیس اس کی زد میں تھے ___ اسی حال میں سورج غروب ہو گیا' سب نے لیٹے لیٹے اشاروں سے مغرب کی نماز ادا کی' اور اس مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی رو رو کر دعا مانگی۔

منصوبے کے مطابق ٹھیک پونے ۶ بجے' جبکہ آفتاب غروب ہونے والا تھا' افغان تنظیموں کی توپوں اور میزائلوں کے فائر بند ہو چکے تھے' تاکہ پیش قدمی کرنے والے مجاہدین ان کی زد میں نہ آجائیں ۔ اس گولہ باری کا مقصد صرف یہ تھا کہ دشمن کی چھاؤنی اور پوسٹیں ایک دوسرے کو رسد کمک نہ پہنچا سکیں' اور پیش قدمی کرنے والے مجاہدین پر آگے بڑھ کر حملہ نہ کر سکیں' لیکن پروگرام کے مطابق اس وقت مجاہدین کے اس دستہ کو بارودی سرنگوں کی باڑھ کے پاس خشک نالے میں ہونا چاہئے تھا' تاکہ اندھیرا ہوتے ہی یہ اس باڑھ پر راکٹ برسا کر اپنے لئے راستہ بنا لیتے ___ مگر دشمن کی فائرنگ کے اس طوفان میں انہیں پیش قدمی روک کر اندھیرے کا یہیں انتظار کرنا پڑا ___ اس ناگہانی صورت حال سے پورے منصوبے جنگ کو دوررس نقصانات پہنچے ___ ایک نقصان یہ ہوا کہ کمانڈر زبیر کا وائرلیس سیٹ جو ان کی بیلٹ میں لگا ہوا تھا' کہنیوں کے بل رینگتے ہوئے کہیں نکل کر گم ہو گیا' جس کے نتیجہ میں اس دستہ کا رابطہ باقی مجاہدین سے کٹ گیا۔

بروقت کارروائی

ادھر ''جہادیار'' کا سات نفری دستہ جو مغرب میں ''قاضی درہ'' کے ایک پہاڑ پر مارٹر توپ نصب کر کے اپنی باری کا منتظر تھا' افغان تنظیموں کی گولہ باری بند ہوتے ہی اس نے دشمن کے ان مورچوں پر پوری رفتار سے گولہ باری شروع کر دی جو کمانڈر زبیر کے' اور دوسری طرف نصر اللہ کے پیش قدمی کرنے والے دستہ پر فائرنگ کر رہے تھے۔

اسی طرح "دہ شکہ" (اینٹی ایئرکرافٹ گن) کا دستہ جو قاری عابد فردوسی کی کمان میں ایک اور مغربی ٹیلے پر مورچہ زن تھا' اس نے بھی کارروائی کی ــــــ تیسری طرف سے بڑی مشین گن کا ۳ نفری دستہ جو ابوبکر بنگلہ دیشی کی کمان میں ایک اور قریبی ٹیلے پر گھات لگائے بیٹھا تھا' اس نے بھی فائر کھول دیا ــــــ اس ۳ طرفہ کارروائی سے دشمن کے فائر کسی حد تک کم ہوئے' اور پیش قدمی کرنے والے دونوں گروپوں کو سہارا ملا ــــــ کمانڈر زبیر نے موقع پاتے ہی آگے جاکر نالے میں دور تک جائزہ لیا' اور واپس آکر اپنے جانبازوں کے ساتھ فوراً پیش قدمی شروع کر دی۔

اندھیرا بڑھ چلا تھا' اب "جہادیار" قاری عابد اور ابوبکر تینوں بہت احتیاط سے فائر کر رہے تھے۔ وہ ہر فائر سے پہلے یہ اچھی طرح دیکھ لیتے کہ کمانڈر زبیر یا نصراللہ کے دستہ کا کوئی مجاہد اس کی زد میں نہ آجائے۔

خوفناک ــــــ اور عجیب

اس دوران یہ خوفناک واقعہ پیش آیا کہ جہادیار نے ۶۵ واں گولہ فائر کیا تو وہ پوسٹ زامہ خولہ سے پہلے ہی' پیش قدمی کرنے والے مجاہدین کے پاس جاگرا ــــــ جہادیار کے تن بدن میں خوف کی بجلی سی دوڑ گئی' گھبرا کر ــــــ وہ خود ہی کہتے ہیں کہ:

> "میں نے دوربین سے دیکھا تو بے ساختہ میرے منہ سے "الحمدللہ" نکلا کیونکہ وہ گولہ پھٹا نہیں تھا۔ اگر پھٹ جاتا تو پتہ نہیں کتنے شہید' اور کتنے زخمی ہوجاتے۔"

یہ کہتے ہیں "میں نے اس شام کل سو گولے فائر کئے" ــــــ سب پھٹے' صرف یہ گولہ نہیں پھٹا۔

اس التفات خاص کا' میں لطف کیا کہوں
جس نے دیا تھا درد' وہی غم گسار ہے
(حضرت عارفیؒ)

بہر حال! جہا دیار' قاری عابد اور ابو بکر جب تک پیش قدمی کرنے والے مجاہدین کے دونوں گروپوں کو اپنی دوربینوں سے دیکھ سکے' دشمن کے مورچوں پر تاک تاک کر فائر کر کے دونوں گروپوں کو سہارا دیتے رہے ______ اندھیرا چھا جانے کے بعد مجبوراً ان کو بھی فائر روکنے پڑے۔

دشمن کے فائروں میں پھر تیزی آگئی 'لیکن اب وہ اندھیرے میں انکل پچوں فائر کر رہا تھا' کمانڈر زبیر کا دستہ گولوں اور گولیوں کی بوچھاڑ سے ______ ندی نالوں میں بچتا اور کتراتا ہوا مردانہ وار آگے بڑھتا رہا۔ کمانڈر زبیر سب سے آگے تھے' ان کے پیچھے نائب کمانڈر (اول) مولوی عبدالرحمٰن فاروقی اور دوسرے ساتھی۔

اچانک دشمن کا ایک گولہ پاس آکر پھٹا' اور اس کا ایک دہکتا ہوا پرخچہ عبدالرحمٰن کی پنڈلی کاٹتا ہوا نکل گیا۔ زخم بڑا تھا' مگر ہڈی بچ گئی ______ خون روکنے کیلئے کمانڈر زبیر نے فوراً اپنے رومال سے ان کی پنڈلی کس کر باندھی اور دونوں تیزی سے آگے بڑھ گئے۔

کمانڈر صاحب کا خیال تھا کہ دوسری طرف سے گروپ کمانڈر "نصراللہ" منصوبے کے مطابق اپنے تیس جانبازوں کو لے کر پوسٹ پر حملہ آور ہو گیا ہو گا' اس لئے یہ جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہتے تھے ______ لیکن وائرلیس کی عدم موجودگی میں انہیں کون بتاتا کہ وہ گروپ بھی ایک جان لیوا صورت حال میں گرفتار ہو چکا ہے!

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس
سامنے تقدیر کے' رسوائی تدبیر دیکھ!

کڑی آزمائش

"نصراللہ" کا دستہ مغرب کے وقت بارودی سرنگوں کی باڑھ سے کچھ فاصلے پر پہنچ گیا تھا' یہاں عبدالغفار نے اپنی مورچہ شکن توپ نصب کر کے نماز کے بعد پوسٹ کے

مورچوں پر فائرنگ شروع کر دی تھی' تین ساتھی گولے دینے کے لئے ان کے ساتھ رہے' باقی آگے بڑھ گئے' اور دشمن کی فائرنگ میں مردانہ وار پیش قدمی کرتے ہوئے پوسٹ زامہ خولہ کے اتنے قریب جا پہنچے کہ وہاں سے انہوں نے دشمن پر کلاشنکوفوں سے جوابی فائر شروع کر دیا۔ بشیر احمد صابر جو نصراللہ کے پیچھے تھے کلاشنکوف کی دو میگزینیں خالی کر چکے تھے' تیسری کی باری تھی۔

یہ سب جانباز فائر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے' مگر اندھیرے میں ان کو بارودی سرنگوں کی باڑھ نظر نہ آئی جس پر راکٹ برسا کر انہیں اپنے لئے راستہ بنانا تھا ـــــ اس کے جال میں پھنسنے کا علم انہیں اس وقت ہوا جب گروپ کمانڈر نصراللہ' بارود کے ایک خوفناک دھماکے سے بری طرح زخمی ہو کر گر پڑے' اور ہلنے کے قابل نہ رہے' انہیں اٹھانے کیلئے صابر آگے بڑھے تو ایک اور بارودی سرنگ ان کی دونوں ٹانگوں کے درمیان زبردست دھماکے سے پھٹی' یہ بھی زخمی ہو کر گرے ـــــ پھر لگاتار دھماکوں سے کئی اور ساتھی شدید زخمی ہو کر گر پڑے۔ یہ پندرہ گز چوڑی باڑھ' تاروں والی بارودی سرنگوں سے اس طرح پاٹی گئی تھی کہ کہیں ایک قدم رکھنے کی گنجائش نہ تھی۔

کچھ افغان ساتھی ابھی اس باڑھ میں داخل نہیں ہوئے تھے' لیکن وہ بھی اب راکٹ برسا کر راستہ بنانے کے منصوبے پر عمل نہیں کر سکتے تھے' کیونکہ ایک ہی راکٹ سے نہ جانے کتنی سرنگیں بیک وقت پھٹ کر ان زخمی ساتھیوں کی جانیں لے لیتیں جو باڑھ کے اندر بے بس پڑے تھے۔

بشیر تو تھوڑی دیر بعد کسی طرح خود ہی اس باڑھ سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے' باقی زخمیوں کو عبدالغفار اور افغان ساتھیوں نے اپنی جان پر کھیل کر نکالا' اور پیچھے لے آئے ـــــ غرض اس دستہ کا کوئی ساتھی باڑھ کو عبور نہ کر سکا۔ البتہ عبدالغفار اپنی توپ سے کمانڈر زبیر کے دستہ کو مدد دینے کیلئے عشاء تک فائر کرتے رہے' یہ اندھیرے میں ۱۵۔ ۲۰ گولے پھینک سکے جن سے دشمن کے بعد مورچوں کو نقصان پہنچا۔

اب صرف کمانڈر زبیر کا سخت جان دستہ ہی بارودی سرنگوں کی خوفناک باڑھ کو

عبور کرنے' اور پوسٹ زامہ خولہ پر چڑھائی کیلئے باقی رہ گیا تھا' زخمی الیاس کے ندی میں رہ جانے کے بعد اب یہ صرف ۲۹ جانباز تھے' جو گھٹا ٹوپ اندھیرے اور دشمن کی اندھا دھند فائرنگ میں تن بتقدیر آگے بڑھ رہے تھے۔ وائرلیس ساتھ نہ ہونے کے باعث نہ ان کو دوسرے دستوں کا حال معلوم تھا' نہ دوسروں کو ان کے بارے میں یہ معلوم کہ :

کون سی وادی میں ہے' کون سی منزل میں ہے؟
عشق بلا خیز کا' قافلہ سخت جان

انتہائی خطرناک صورتحال

اس خیال سے کہ بارودی سرنگوں کی باڑھ اب قریب ہوگی' یہ اس پر راکٹ برسانے کی تیاری کر چکے تھے کہ بڑھتے بڑھتے اچانک رحمت اللہ بنگلہ دیشی کا پاؤں ایک تار میں الجھ گیا۔ بارودی سرنگ خوفناک دھماکے سے پھٹی' اور وہ شدید زخمی ہو کر گر پڑے۔ لگاتار کئی اور دھماکے ہوئے' اور بہت سے ساتھی زخمی ہو کر گر پڑے ___ اب پتہ چلا کہ یہ بھی بارودی سرنگوں کی باڑھ میں پھنس چکے ہیں۔ اب راکٹ برسانے کے منصوبے پر عمل نہیں ہو سکتا تھا۔ نیچے اور آگے پیچھے' دائیں بائیں ہر طرف بارودی سرنگوں کا جال تھا' جس میں ہر دھماکے کے ساتھ جانباز زخمی ہو ہو کر گر رہے تھے۔ دشمن کی فائرنگ بھی زوروں پر تھی ___ تدبیریں فیل' اور منصوبہ ناکام ہو چکا تھا بہ ظاہر اب کسی کے بچنے کا امکان نہ تھا۔

اسی دوران گرے ہوئے زخمیوں نے پیچھے آنے والے ساتھیوں کو آوازیں دیں کہ "یہاں ہر طرف بارود ہے' زمین پر پاؤں نہ رکھنا' ہمارے سینوں پر پاؤں رکھ کر آگے بڑھو" اس مقصد کیلئے جس جس سے ممکن ہوا سیدھا لیٹ گیا' تاکہ ان آنے والوں کا پاؤں بارودی سرنگ پر نہ پڑ جائے۔

کسمپرسی اور انتہائی بے بسی میں ہر مجاہد اللہ تعالیٰ کے حضور سراپا التجا' اور ہمہ تن فریاد بن گیا' اور اسی کی رحمت بے پایاں کے بھروسہ پر' جو جانباز ابھی گرے نہیں تھے رو رو

کر دعائیں مانگتے ہوئے' پھلانگ پھلانگ کر آگے بڑھنے لگے۔

عشق کو فریاد لازم تھی' سو وہ بھی ہوچکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کر تاثیر دیکھ

نصرت غیبی

یہ واقعہ اگر میں نے خود ان جانبازوں سے بدرجہ تواتر نہ سنا ہوتا تو مشکل سے اس پر یقین آتا کہ یہ باقی ماندہ جانباز اسی باڑھ میں بے تحاشا پھلانگتے پھلانگتے پار ہوگئے' ان کے پاؤں تلے کوئی بھی بارودی سرنگ نہیں پھٹی ___ یہ کمانڈر زبیر' مولوی عبدالرحمٰن' عدیل احمد اور خالد احمد کراچوی وغیرہ تھے۔

چھریرے بدن کے عدیل جن کا تعلق فیصل آباد سے ہے' اور ۸۵ء سے سر ہتھیلی پر لئے پھر رہے ہیں' کہتے ہیں:

"ہمارے ساتھ ایک مجاہد "بھائی سرفراز" تھے' جو حال ہی میں تبلیغ میں ایک چلہ لگا کر آئے تھے۔ جنگ سے قبل تین دن تک وہ بار بار یہ دعا کرتے رہے کہ یااللہ! ہماری ایسی نصرت فرما' ایسی نصرت فرما' کہ ہم تیری نصرت کو اترتے ہوئے دیکھیں" ___
ہمیں بارودی سرنگوں کی باڑھ میں واقعی اللہ تعالیٰ کی نصرت نظر آئی' ہمیں ایسے راستے ملتے گئے کہ بس کیا کہوں' وہاں بارود کا نام و نشان بھی نہ ملا۔"

نصراللہ جہادیار مزید تفصیل سناتے ہیں کہ:

"جن راستوں پر یہ ساتھی گئے تھے' میں نے اگلی صبح ان راستوں کو چیک کیا' تو وہاں بے شمار بارودی سرنگیں ملیں جن کو میں نے ناکارہ بنایا ___ مجاہدین ان کے اوپر سے

گذر رہے تھے۔"

غرض یہ باقی ماندہ جانباز ___ جن میں مولانا ارسلان رحمانی کے بھیجے ہوئے کچھ افغان ساتھی بھی تھے ___ جب رستے ہوئے زخموں کے ساتھ اس موت کی وادی سے پار ہوئے تو کمانڈر زبیر کہتے ہیں کہ :

"میں نے ساتھیوں کو دیکھا تو پندرہ نظر آئے' باقی زخمی ہوگئے تھے' یا پیچھے زخمیوں کے ساتھ رہ گئے تھے۔"

نقش حیرت بنے ہوئے تھے ہم!
کیا بتائیں کہاں سے گذرے ہم؟
(حضرت کیفی مرحوم)

اس سامنے مشرق میں کوئی دو سو میٹر کے فاصلے پر "زامہ خولہ" کی مرکزی پوسٹ تھی' اس کی ایک معاون پوسٹ اس کے جنوب میں' اور دو شمال میں تھیں ۔ یہ چاروں پوسٹیں جن کا مجموعہ "زامہ خولہ پوسٹ" کہلاتا تھا بلند ٹیلوں پر تقریباً ایک کلو میٹر میں پھیلی ہوئی تھیں۔

باڑھ عبور کرتے ہی یہ پندرہ ساتھی مرکزی پوسٹ کی طرف لپکے' چند قدم آگے جاکر انہیں وہ سڑک مل گئی جو معاون پوسٹوں کو مرکزی پوسٹ سے ملاتی تھی ۔ یہ سارا دشمن کا علاقہ تھا اس لئے یہاں بارودی سرنگوں کا تو خطرہ نہ تھا' لیکن سامنے ٹیلوں پر پوستوں کے ارد گرد زمین دوز پختہ مورچوں سے دشمن کا ٹینک' دور مار توپیں' مارٹر توپیں' اور بڑی مشین گنیں اندھا دھند فائر برسا رہی تھیں' یہ مٹھی بھر نوجوانوں کے عزم وہمت کا ایک اور امتحان تھا' ___ کمانڈر زبیر اپنے انٹرویو میں بتاتے ہیں کہ :

"ابھی تک میں نے کسی مجاہد کو فائر کی اجازت نہیں دی تھی' ایمونیشن انتہائی احتیاط سے خرچ کرنے کی تاکید کی گئی تھی' نہ معلوم پوسٹ میں داخل ہونے کے بعد وہاں کتنی دیر جنگ کرنی

پڑے ۔ آگے میں تھا' میرے پیچھے عبدالرحمٰن 'اوران کے
پیچھے عدیل احمد 'میں ایک مورچے کے بالکل سامنے آگیا جہاں
سے فوجی مشین گن چلارہے تھے 'ان کا ہر برسٹ ہمارے آس
پاس سے گذر رہا تھا ــــ میں نے عدیل کو اس مورچے پر
راکٹ مارنے کا حکم دیا۔اس نے تاک کر R.P.G-7 مارا'
راکٹ لگتے ہی مورچے سے فائرنگ بند ہوگئی ۔"

اس اہم مورچے کے ٹوٹ جانے سے دشمن کے دفاعی حصار میں فیصلہ کن شگاف پڑا 'اوران سرفروشوں کو ادھر سے یلغار کا موقع مل گیا۔بقول بھائی جان مرحوم

راستے کھلتے گئے' عزم سفر کے سامنے
منزلیں ہی منزلیں' اب نظر کے سامنے

مرکزی پوسٹ پر چڑھائی

کمانڈر زبیر پوری قوت سے نعرہ تکبیر لگا کر اس مورچے کی طرف دوڑے 'کچھ سرفروش نعرے لگاتے ہوئے ان کے ساتھ ہولئے اور باقیوں نے اسی ٹیلے پر مختلف سمتوں سے خاموش چڑھائی شروع کر دی ــــ گوریلا مجاہد "خالد محمود کراچوی" جنہوں نے آج سہ پہر دشمن کا ٹیلیفونی رابطہ کاٹنے کا ڈرامائی کارنامہ انجام دیا تھا' کہتے ہیں کہ :

"مجھے اوپر کی طرف جانے والی ایک پگڈنڈی مل گئی ' اس پر
تھوڑا چڑھنے کے بعد مجھے دائیں طرف ایک مورچے میں تین
فوجی بیٹھے نظر آئے جو ہمارے پیش قدمی کرنے والے ساتھیوں
(کمانڈر زبیر وغیرہ) پر کلاشنکوفوں سے فائر کر رہے تھے ــــ
میں ان کے بالکل قریب سے گذر رہا تھا' چھپنے کی میرے لئے
کوئی جگہ نہیں تھی 'مگر اندھیرے میں وہ سمجھے کہ میں ان کا آدمی
ہوں ' مجھے دیکھتے ہی وہ فارسی میں زور زور سے بولے 'برادر!

بزن بزن ' ایں طرف اشرار ہستند'' (بھائی مارو مارو ' اس طرف ''تخریب کار'' (مجاہدین) ہیں)'' ____ میں ان کی بات سن کر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا' چند قدم آگے ایک ٹوٹا ہوا کمرہ نظر آیا' میں نے بھاگ کر اس کی آڑ میں پوزیشن سنبھال لی ' اور ان فوجیوں پر کلاشنکوف سے برسٹ مارا' (جس سے میگزین کی تیس کی تیس گولیاں بیک وقت فائر ہو جاتی ہیں) ____ وہ گھبرا کر مورچے سے نکلے اور اندھیرے میں غائب ہو گئے ۔

توپ پر ڈرامائی قبضہ

خالد محمود آگے کا حال بتاتے ہیں کہ :

''مجھے پتہ تھا کہ ادھر مغرب کی طرف ان کی بڑی توپ نصب ہے ' میں اس پر قبضہ کرنے کیلئے بڑھا ' اور اندھیرے میں توپ کے مورچے کے بالکل عقب میں آ گیا ' اس مورچے میں چار مسلح فوجی بیٹھے تھے ' توپچی بھاگ چکا تھا ' میری طرف ان کی پیٹھ تھی ____ اچانک میں نے دیکھا کہ میری کلاشنکوف میں چڑھی ہوئی میگزین تو (پچھلے برسٹ سے) خالی ہو چکی ہے ____ میں فوجیوں کے بالکل سر پر کھڑا تھا ' میگزین بدلنے کی کوشش کرتا تو ہلکی سی کھٹک انہیں چونکا دیتی ' اور جتنی دیر میں نئی میگزین چڑھاتا ' وہ میرا جسم گولیوں سے چھلنی کر ڈالتے ____ ذہن میں فوراً ایک خیال آیا۔ میں بلی چال چلتے ہوئے ان کے اور قریب ہو گیا اور پیچھے سے پوری قوت سے دھاڑا ''تسلیم شو'' (ہتھیار ڈال دو) ____ خدا کی قدرت کہ میری آواز سنتے ہی ان پر اتنا

خوف چھایا کہ وہ سب بیک وقت چیخ اٹھے ''تسلیم تسلیم'' (ہم ہتھیار ڈالتے ہیں) ___ میں نے دوبارہ (فارسی میں) چیخ کر کہا سب اوندھے منہ زمین پر لیٹ جاؤ اور ہتھیار دور پھینک دو''انہوں نے مشینی انداز میں میرے حکم کی تعمیل کی' ___ میں نے موقع پاکر جلدی سے میگزین تبدیل کی اور فوراً دو چار ہوائی فائر کئے ___ وہ اور سہم گئے۔ پھر اپنی جیب سے کچھ تسمے نکالے جو اسی نیت سے ساتھ رکھے تھے' میں نے وہ تسمے ان کی طرف پھینکتے ہوئے کہا'' یہ تسمے اٹھالو اور فوراً ہر ایک دوسرے کے ہاتھ پیچھے باندھ دے'' ___ فوجیوں نے بے چون وچرا تعمیل کی' ___ اب میں نے آگے بڑھ کر ان کی کلاشنکوفوں کی میگزینیں نکالیں' اور ان فوجیوں کو اسلحہ سمیت لے کر آگے چل دیا' اتنے میں اور ساتھی بھی آگئے۔''

اس دور میں بھی مرد خدا کو ہے میسر
جو معجزہ پربت کو بناسکتا ہے رائی

افغان مجاہدین کی موثر کارروائی

کمانڈر زبیر کا وائرلیس گم ہو جانے کے بعد سے مجاہدین کے تمام گروپوں کا رابطہ ان سے کٹا ہوا تھا' ہر طرف سخت تشویش پھیلی ہوئی تھی' مولانا ارسلان رحمانی جو اپنے مرکز کے پاس ڈیڑھ سو افغان مجاہدین کے ساتھ بالکل تیار حالت میں تھے' وائرلیس پر ان کا رابطہ مجاہدین کے باقی گروپوں سے قائم تھا' کمانڈر زبیر کے دستہ کا حال معلوم نہ ہونے سے وہ بھی سخت پریشان تھے۔

''قاضی درہ'' کے پہاڑ پر ''جہادیار'' اور ان کے ساتھی اپنی مارٹر توپ کے پاس انتہائی بے بسی اور اضطراب کی حالت میں' اندھیرے کے باوجود دوربینوں سے پوسٹ کے

حالات کا جائزہ لینے کی ہر ممکن کوشش میں لگے ہوئے تھے ــــــ کچھ دیر تک بغور جائزہ لینے کے بعد انہیں وہاں ہونے والی فائرنگ کے شعلوں، آوازوں، اور فائرنگ کے بدلے ہوئے رخ سے یقین ہوگیا کہ کچھ ساتھی پوسٹ میں گھس چکے ہیں، اور وہاں ہلکے ہتھیاروں سے لڑائی ہورہی ہے۔ انہوں نے اس کی اطلاع وائرلیس پر مولانا رحمانی کو دی۔ مولانا نے یہ اطلاع ملتے ہی پوسٹ زامہ خولہ کے مشرق میں موجود افغان مجاہدین کو وائرلیس پر ایک خفیہ سگنل دیا اور خود اپنے جانبازوں کو جیپوں اور ٹرکوں میں لے کر، ایک جنوبی ندی سے، وادی ارغون کو عبور کرکے پوسٹ زامہ خولہ کے مشرق کی طرف روانہ ہوگئے۔

مشرق سے افغان مجاہدین نے، جنہیں سگنل دیا گیا تھا، فوراً عالم خان قلعہ پر انتہائی تند و تیز حملہ کیا، میزائلوں، توپوں اور مشین گنوں کے علاوہ، انہوں نے آگے بڑھ کر کلاشنکوفوں سے بھی زبردست فائرنگ کی، بارودی سرنگوں کی باڑھ یہاں بھی تھی، اس لئے یہ قلعہ میں تو نہ گھس سکے، لیکن یہ حملہ اتنا بھرپور تھا کہ عالم خان قلعہ کے فوجیوں کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے، اور انہیں "پوسٹ زامہ خولہ" کو بھلا کر اپنی پوری طاقت اس حملہ کو روکنے پر لگانی پڑی ــــــ اس بروقت موثر کارروائی سے کمانڈر زبیر اور ان کے ساتھیوں کو پوسٹ زامہ خولہ میں اپنی کارروائیاں جاری رکھنے کا موقع مل گیا۔

مرکزی پوسٹ پر قبضہ

کمانڈر زبیر اور ان کے ساتھی، سامنے کا اہم مورچہ فتح کرچکے تھے، اور پرجوش نعرے لگاتے ہوئے دوسرے مورچوں کی طرف بڑھ رہے تھے ــــــ دشمن فوجیوں کو سب سے زیادہ اعتماد بارودی سرنگوں کی باڑھ پر تھا، انہوں نے جب یہ حیرت ناک منظر دیکھا کہ وہ باڑھ بھی ان کا راستہ نہیں روک سکی، اور یہ "بلائے بے درماں" اب اگلے مورچوں کو تباہ کرتی، اور فتح کے نعرے لگاتی سر پر آپہنچی ہے، تو بہت سے فوجی اپنے مورچے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ کمانڈر زبیر کہتے ہیں کہ:

"ہم نے پوسٹ سے تقریباً دس میٹر کے فاصلے پر پہنچ کر دشمن ہی کے ایک خالی کئے ہوئے مورچے میں پوزیشن لے لی' ہمارے پیچھے "حزب اللہ" آرہا تھا' اس کے ساتھ عرب مجاہد "ابوالحارث" تھا دونوں نے وہاں پہنچ کر سامنے کی عمارت پر سات راکٹ مارے' جس سے زامہ خولہ کا مرکزی کمانڈر زخمی ہوکر بھاگ نکلا۔ اس کا بھاگنا تھا کہ باقی فوجیوں کے حوصلے بھی جاتے رہے' اور جس کا رخ جدھر تھا وہ اسی طرف بھاگ کھڑا ہوا ــــ"

کچھ ساتھیوں نے اندر جاکر اس عمارت کی تلاشی لی اور باقیوں نے آگے بڑھ کر ایک اور مورچے پر راکٹ مارا' کئی فوجی وہیں ڈھیر ہوگئے' جو زندہ بچے وہ مورچے میں دبکے ہوئے تھر تھر کانپ رہے تھے' فاتح مجاہدین نے انہیں فوراً گرفتار کر کے حکم دیا "آگے آگے چلو اور راستہ بتاؤ"۔

ان کئی طرفہ تابڑ توڑ کارروائیوں سے دشمن پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ رہے سہے فوجی بھی اپنے اپنے مورچے چھوڑ کر خندقوں کے راستے بھاگ کھڑے ہوئے ــــ جنہیں راہ فرار نہ ملی وہ پوسٹ کے زمین دوز کمروں میں جا چھپے' یہ کمرے فاصلے فاصلے سے تھے' ہر کمرے کے آگے بہت ہی نیچی چھت کا ایک ایک سائبان تھا جو مورچے کے طور پر استعمال ہوتا تھا' اس سے گذر کر اندر ایک ایک تہ خانہ تھا' وہ بزدل اب انہیں تہ خانوں میں چھپے ہوئے تھے' کئی کمروں کے سائبان اور مورچے' مجاہدین کی آج کی زبردست گولہ باری سے پہلے ہی تباہ ہو چکے تھے۔

ہر تہ خانے سے دوسرے تک آنے جانے کیلئے نیچے ہی نیچے خندقیں بنی ہوئی تھیں۔ فاتح مجاہدین منتشر ہوکر ان زمین دوز کمروں پر چڑھ دوڑے' جو کمرہ سامنے آتا یہ پہلے اس پر راکٹ یا دستی بم مارتے' پھر اندر گھس کر زندہ فوجیوں کو گرفتار کرلیتے۔ اس طرح کتنے ہی فوجی ہلاک' زخمی اور گرفتار ہوتے چلے گئے ــــ اس کارروائی کے دوران کچھ

جانباز بڑی توپ کی طرف بڑھے لیکن ادھر سے خالد محمود جو اس پر پہلے ہی قبضہ کر چکے تھے، اپنے قیدیوں کو ہانکتے ہوئے لا رہے تھے۔ ان سب نے مل کر تمام قیدیوں کو ایک ساتھ باندھ دیا۔

آج سہ پہر سے اچانک شروع ہونے والے حملے سے جو سراسیمگی یہاں کے فوجیوں میں پھیلی تھی، اس کی کچھ داستان ان کمروں کے بعض مناظر سے معلوم ہوئی۔ خالد محمود کہتے ہیں کہ ایک کمرے میں میز پر کاغذ، اور اس پر ایک قلم پڑا تھا، کسی فوجی نے اپنے عزیز کو خط لکھنا شروع کیا تھا، مگر جملہ بھی ادھورا رہ گیا تھا ___ ایک کمرے میں چاول کی ایک پلیٹ رکھی تھی، جس سے دو تین چمچے کھائے گئے تھے، چمچہ وہیں پڑا تھا ___ ایک اور کمرے میں دودھ کا گلاس رکھا تھا جس میں سے شاید صرف دو گھونٹ پیے گئے تھے ___ بعض کمروں میں تاش کے بکھرے ہوئے پتے "طاؤس و رباب آخر" کی داستان عبرت سنا رہے تھے۔

کرامتوں کا ظہور

آج ان سرفروشوں کو جہاں طرح طرح کی سخت آزمائشوں سے واسطہ پڑا، وہیں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت و حمایت کے ایسے عجیب و غریب کرشمے سامنے آتے رہے جن سے ایمان کو تازگی، اور ولولوں کو نئی قوت نصیب ہوئی، بقول حضرت مرشد عارفی رحمۃ اللہ علیہ

اک طرز التفات کرم ہے جفائے دوست
دل چاہتا ہے روز نیا امتحاں رہے

حزب اللہ ڈوگر کا، جو بہت پرانے مجاہد ہیں، بیان ہے کہ:

"میں مولانا عبد الرحمٰن کے ساتھ تھا، آگے جا کر مجھے پتہ نہ چلا کہ وہ کس طرف چلے گئے، سامنے ایک کمرہ تھا، میں نے اس کے دروازے سے ایک راکٹ اندر مارا لیکن راکٹ پھٹنے کی آواز نہ آئی، میں حیران تھا، کہ راکٹ پھٹنے کی آواز بہت زیادہ ہوتی ہے،

آواز کیوں نہیں آئی؟ اسی اثنا میں ایک زخمی کمرے سے باہر نکلا' اس کے پیچھے مولانا عبدالرحمٰن اور دو ساتھی نکلے (جو اسے گرفتار کر کے باہر لا رہے تھے) مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ بھی اسی کمرے میں تھے ___ میں نے جا کر کمرے میں دیکھا' راکٹ کا گولہ ٹوٹ گیا تھا' پھٹا نہیں تھا ؟ اگر وہ پھٹ جاتا تو مولانا عبدالرحمٰن اور دوسرے ساتھی بھی زخمی ہو جاتے۔"

حزب اللہ ہی دوسرا واقعہ سناتے ہیں کہ :

"میں نے دستی بم (گرنیڈ) ایک کمرے کے روشندان سے اندر پھینکا وہ روشندان میں جا کر پھنس گیا' نہ اندر گیا' نہ پھٹا' جبکہ گرنیڈ بم کو جب پن نکال کر پھینک دیا جائے تو اسے بہر حال پھٹنا ہی ہوتا ہے' اسے پھٹنے سے روکا نہیں جا سکتا ___ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ قریب ہی اپنے مجاہد ساتھی تھے' خدا تعالیٰ کے حکم سے وہ بم پھٹا ہی نہیں۔"

خلاصہ یہ کہ بقول حضرت کیفی مرحوم

ہجوم درد میں ہر بار یہ ہوا محسوس
اک ہاتھ قلب پہ آہستگی کے ساتھ آیا

حزب اللہ اسی موقع کا تیسرا واقعہ سناتے ہیں کہ :

"کمانڈر زبیر نے مجھے اور عدیل کو (مرکزی پوسٹ کے) ان کمروں کی تلاشی لینے کیلئے بھیجا جن کو تالے لگے ہوئے تھے۔ ہم دروازے کو ایک لات مارتے وہ ٹوٹ کر دور جا گرتا۔ حالانکہ دروازے ٹھیک ٹھاک مضبوط بنے ہوئے تھے' میرے دل میں خیال آیا کہ کمزور بنے ہوئے ہیں ؟ اسی لئے ایک لات سے ٹوٹ

جاتے ہیں ___ اس کے بعد میں نے اگلے دروازے کو لات ماری تو وہ نہ ٹوٹا' دو تین بار زور سے لاتیں ماریں 'مگر وہ نہ ٹوٹا' عدیل نے بھی پوری قوت سے لاتیں ماریں' وہ ٹس سے مس نہ ہوا' صفدر آیا' اس نے بھی کوشش کی' پھر ہم تینوں نے مل کر کوشش کی' مگر دروازہ نہ ٹوٹا ___ جب ہم ناکام ہو گئے تو خیال آیا کہ میرے دل میں تھوڑی دیر قبل ایک غلط بات آئی تھی' لہٰذا میں نے فوراً دل میں اللہ پاک سے استغفار کی' اور کہا" یا اللہ! یہ دروازے بہت مضبوط ہیں' ہم سے نہیں ٹوٹتے' ہم تیری نصرت چاہتے ہیں" ___ یہ کہہ کر میں نے لات ماری ___ دروزاہ ٹوٹ کر دور جا گرا۔"

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں' اپنے عمل کا حساب

معاون پوسٹوں پر قبضہ

کمروں کی تلاشی کے دوران ہی کچھ مجاہدین شمالی معاون پوسٹوں کی سرکوبی کیلئے روانہ ہو گئے تھے' ان دونوں پوسٹوں میں صرف ایک ایک دو دو کمرے تھے' ایک مارٹر توپ اور تین بڑی مشین گنیں پختہ مورچوں میں نصب تھیں ___ لیکن مرکزی پوسٹ سے بھاگنے والے فوجیوں نے بھی وہیں پناہ لی تھی۔ وہاں کے فوجی پہلے ہی مرکزی پوسٹ پر مجاہدین کے قبضے اور عالم خان قلعہ پر افغان مجاہدین کے شدید حملے سے گھبرائے ہوئے تھے' ان بھگوڑے فوجیوں نے انہیں آپ بیتی سنا سنا کر اور سراسیمہ کر دیا۔ چنانچہ ان کیلئے مٹھی بھر مجاہدین کے صرف ایک دو راکٹ ہی کافی ہو گئے' وہ بدحواس ہو کر یہاں سے بھی بھاگ کھڑے ہوئے' کچھ گرفتار کر لئے گئے ___

مرکزی پوسٹ پر قبضہ مکمل ہوتے ہی کمانڈر زبیر نے جنوبی پوسٹ پر کارروائی

کیلئے عدیل اور خالد محمود کو کچھ جانبازوں کے ساتھ روانہ کیا' اس پوسٹ میں دو مارٹر توپیں اور دو بڑی مشین گنوں کے مورچے تھے' وہاں سے اب تک فائر آرہا تھا___ اسی پوسٹ کے جنوبی کنارے پر دیوہیکل روسی ٹینک زمین دوز مورچے میں کھڑا تھا___ وہی ٹینک جو مجاہدین کے سابقہ تمام حملوں کے جواب میں ان پر گولے برسایا کرتا تھا۔کئی ماہ قبل جب ہم نے پوسٹ پر حملہ کیا تھا' اس وقت بھی اس نے ہمیں نشانہ بنانے کی سرتوڑ کوشش کی تھی۔

کمانڈر زبیر نے سب قیدیوں کو ایک جگہ بند ہوا کر ان کی حفاظت کیلئے عبدالکریم ندیم اور کچھ ساتھیوں کو چھوڑا' اور خود بھی جنوبی پوسٹ کی سرکوبی کیلئے جا پہنچے' اور میگافون پر اعلان کیا کہ "تمام فوجی ہتھیار ڈال دیں' ورنہ سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا" ___ یہاں سے بھی بہت سے فوجی بھاگ چکے تھے' باقیوں نے ہتھیار ڈالنے ہی میں عافیت سمجھی' جنہوں نے مزاحمت کی انہیں خمیازہ بھگتنا پڑا___ غرض! رات کے تقریباً بارہ بجے تک چاروں پوسٹیں ان مٹھی بھر مجاہدین کے قبضے میں آچکی تھیں۔دشمن کے پچپن فوجی گرفتار اور بارہ ہلاک ہوئے' باقی ارغون چھاؤنی کی طرف بھاگ گئے تھے۔

ابھی تک ان فاتح مجاہدین کا رابطہ مجاہدین کے باقی گروپوں سے کٹا ہوا تھا' اور ان میں سے کوئی بھی بارودی سرنگوں کی باڑھ عبور نہ کرسکا تھا' سوائے عبدالغفار کے کہ وہ کئی گھنٹوں کی لگاتار کوشش سے اپنے راستے کی بارودی سرنگوں کو یکے بعد دیگرے ناکارہ بنا بنا کر گیارہ بجے کے بعد فاتح مجاہدین سے آملے۔

زخمی مجاہدین اور شہید

چاروں پوسٹوں سے فائرنگ کی آوازیں بن ہوئیں تو بارودی سرنگوں میں پھنسے ہوئے زخمی ساتھیوں نے___ جو اب تک انتہائی صبر کے ساتھ اس لئے خاموش پڑے تھے کہ باقی مجاہدین کی کارروائیوں میں خلل نہ آئے___ آوازیں دے کر اپنی طرف متوجہ کیا۔عبدالکریم ندیم اور بختیار حسین نے آوازیں سنیں تو یہ ایک اور ساتھی کو

قیدیوں کے پاس چھوڑ کر اس طرف روانہ ہوئے۔

یہاں دیکھا تو مولانا عبدالقیوم جو ریزرو دستہ کے قائد تھے 'اور ابوبکر جو بڑی مشین گن کے دستہ کے امیر تھے یہ دونوں بھی زخمی پڑے تھے 'اور کمانڈر زبیر کے دستہ سے جاملنے کی کوشش میں بارودی سرنگوں سے زخمی ہوئے تھے ___ انہیں اٹھانے کی کوشش میں ایک اور بارودی سرنگ پھٹ گئی ' جس سے عبدالکریم اور بختیار بھی زخمی ہوکر گر پڑے 'اور ابوبکر دوبارہ زخمی ہوگئے 'ان کے پورے جسم پر شدید زخم آئے۔ اتنے میں کمانڈر زبیر آگئے ' زخمیوں نے انہیں بارودی سرنگوں کے قریب آنے سے روکا' لیکن وہ کسی نہ کسی طرح وہاں پہنچ گئے 'اور زخمیوں کو اٹھانے کی کارروائی منظّم انداز میں شروع ہوئی جس میں قیدی فوجیوں سے بھی مدد لی گئی۔

رحمت اللہ بنگلہ دیشی جو کمانڈر زبیر کے دستہ میں بارودی سرنگوں کی باڑھ میں سب سے پہلے زخمی ہوکر گرے تھے 'ان کے پاؤں میں بارودی سرنگوں کا تار پھنسا ہوا تھا' انہیں اٹھانے کی کوشش میں وہ ہلا تو بیک وقت دو بارودی سرنگیں اور پھٹ پڑیں 'اس حادثہ سے جہاں عدیل' بختیار 'اور دو قیدی فوجی شدید زخمی ہوئے 'ایک المناک سانحہ یہ ہوا کہ رحمت اللہ دوبارہ زخمی ہوکر شہادت سے ہمکنار ہوگئے ___ یہ غریب الوطن جانباز آج کے معرکے کا واحد شہید ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ___ حضرت سید نفیس شاہ صاحب نے ایسے ہی جانبازوں سے رشک کے انداز میں کہا ہے کہ ؎

مجاہد! ناز کر اپنے مقدر پر کہ تو کل کو
شہیدان احد کا ہم پیالہ ہونے والا ہے

مولانا ارسلان کی پریشانی

مولانا ارسلان رحمانی اور دوسرے مجاہدین نے جب دور سے دیکھا کہ پوسٹ پر فائرنگ کے تبادلے کے بعد وہاں سکوت چھا گیا ہے 'اور کمانڈر زبیر کے دستہ نے اب تک رابطہ نہیں کیا' تو انہیں یقین ہوگیا کہ وہ سب یا تو شہید ہوگئے ' یا گرفتار کرلئے گئے ہیں۔

چنانچہ مولانا ارسلان انتہائی پریشانی میں اپنے ڈیڑھ سو جانبازوں کو لے کر پوسٹ زامہ خولہ اور "عالم خان قلعہ" کی درمیانی سڑک کے پاس مورچہ زن ہو گئے کہ جب فوج انہیں یہاں سے ارغون کی طرف لے جانے لگے، تو اس پر حملہ کر کے انہیں چھڑالیں، عین اسی وقت کمانڈر زبیر نے مولانا عبدالقیوم سے (جن کو ابھی زخمی حالت میں اٹھایا گیا تھا) ان کا وائرلیس سیٹ لیکر مولانا ارسلان سے رابطہ کیا___ کمانڈر زبیر خالد کہتے ہیں کہ :

> "رابطہ ہوتے ہی مولانا نے پہلا جملہ یہ کہا "خالد تم کہاں ہو؟ خیریت سے ہو؟" میں نے جواب دیا "شیخ فتح مبارک ہو" جذبات سے میری آواز رندھ گئی___ میں نے کہا "حضرت میں اس وقت زامہ خولہ پوسٹ کے ٹینک پر کھڑا ہو کر آپ سے مخاطب ہوں، تمام پوسٹیں فتح ہو گئی ہیں۔ آپ عالم خان والی سڑک سے آئیں، ہم آپ کیلئے وہاں سے (قیدی فوجیوں سے) بارودی سرنگیں صاف کروا رہے ہیں۔"

کمانڈر زبیر آگے کہتے ہیں :

> "مولانا پہنچے تو انہوں نے فرط جذبات سے مجھے گلے لگالیا، اور بہت دیر تک پیار کرتے رہے۔"

پوسٹ میں ٹھہرنے سے دشمن کے ہوائی حملے کا خطرہ تھا، اس لئے غنیمت میں ملنے والا اسلحہ اور سامان جو فوراً منتقل کیا جا سکتا تھا، اسے مال غنیمت ہی کے ایک ٹرک میں لاد کر، جس راستے سے مولانا ارسلان آئے تھے، اسی سے "مڑزگہ" کے مرکز مجاہدین روانہ کر دیا گیا، اسی ٹرک میں زخمیوں کو وہاں پہنچا کر طبی امداد فراہم کی گئی جس کا انتظام پہلے سے کیا گیا تھا___ مجاہدین کا ایک بڑا دستہ "عالم خان قلعہ" اور "پوسٹ زامہ خولہ" کے درمیان حائل رہا تاکہ دشمن دوبارہ اس پوسٹ کی طرف نہ بڑھ سکے___ رات انہی انتظامات میں گذر گئی۔

رحمت اللہ شہید

اس تاریخی معرکے میں سب کا پہلے سے اندازہ یہ تھا کہ بہت سے مجاہد شہید ہوں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آج کا یہ اعزاز بنگلہ دیش کے ۱۹ سالہ ہونہار "رحمت اللہ" کے حصہ میں لکھا تھا۔ یہ ڈھاکہ کے ایک عظیم دینی اور علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے، ان کے والد جناب "احمد اللہ" بنگلہ دیش کی سب سے بڑی جامع مسجد "بیت المکرم" میں اہم ذمہ داری پر فائز ہیں، اور دادا حضرت مولانا محمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے، بنگلہ دیش کے مشہور ترین علماء و مشائخ میں ان کا ممتاز مقام تھا، "حافظ جی حضور" کے لقب سے مشہور تھے۔

رحمت اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں زیر تعلیم تھے۔ شہادت سے صرف ایک ماہ قبل، پہلی بار جہاد میں شریک ہوئے، اور کراچی واپس آگئے ـــــ لیکن زندگی کے اس لذیذ ترین تجربے نے ایمان کی ایسی حلاوت، اور قربانی کی ایسی تڑپ پیدا کی کہ چند ہی روز بعد ستمبر میں محاذ پر آکر پورا ایک سال جہاد کیلئے لکھوا دیا، پھر اصرار کرکے کمانڈر زبیر کے اس دستہ میں شامل ہوگئے، جسے آج سب سے خطرناک اور فیصلہ کن کردار ادا کرنا تھا، اور ـــــ شہادت کا انعام لیکر فتح کی خوشیاں ساتھیوں کیلئے چھوڑ گئے۔

شہید نے تین روز پہلے خواب دیکھا تھا کہ "ان کے دادا نے ان کی شادی کرائی ہے" یہ انہوں نے اپنے دوست بختیار کو شہادت کے روز صبح کو سنا کر کہا تھا "مجھے اس کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں آج کی جنگ میں ضرور شہید ہو جاؤں گا، تم پیچھے نہ ہٹنا، اور میرے گھر والوں کو خوشخبری سنا کر ان کی تسلی کرنا"

شہید کے والد صاحب کو جب ڈھاکہ میں فون پر اطلاع دی گئی، تو انہوں نے برجستہ کہا "مجھے شہادت کا اندازہ ایک خواب سے ہو چکا تھا، میں فون پر بات شروع کرنے سے پہلے ہی حاضرین کو اپنے مجاہد بیٹے کی شہادت کی خبر دے چکا ہوں"

شہید کو مجاہدین نے اپنی ایمبولینس میں کراچی پہنچایا، پھر بذریعہ طیارہ ڈھاکہ لے جایا گیا، جامع مسجد بیت المکرم ڈھاکہ میں علمائے کرام اور عوام و خواص کے جم غفیر نے نماز جنازہ پڑھی، اور اپنے عظیم دادا کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔

شہادت سے تین روز پہلے انہوں نے جو خواب دیکھا تھا، اسے اور امام المجاہدین رسول اللہ ﷺ کی اس عظیم بشارت کو دیکھئے جو شہید کے بارے میں ارشاد فرمائی ہے کہ:

"لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ، يُغْفَرُ لَهُ فِي اَوَّلِ دَفْعَةٍ مِنْ دَمِهِ وَيُرٰي مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ، وَيُحَلّٰي حُلَّةَ الْاِيْمَانِ، وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ، وَيَشْفَعُ فِي سَبْعِيْنَ اِنْسَانًا مِنْ اَقَارِبِهِ"

"شہید کے واسطے اللہ کے پاس چھ انعامات ہیں (۱) اس کے خون کا پہلا حصہ نکلتے ہی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے، اور اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے (۲) اور اسے عذاب قبر سے مامون کر دیا جاتا ہے (۳) اور اسے بڑی گھبراہٹ (یعنی میدان حشر کی ہولناکیوں) سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ (۴) اور

اسے ایمان کے زیور[1] سے آراستہ کیا جاتا ہے (۵) اور اس کی شادی بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں[2] سے کر دی جاتی ہے (۶) اور اس کی شفاعت اس کے ستر رشتہ داروں کے حق میں قبول کی جاتی ہے۔"

(سنن ابن ماجہ ___ حدیث ۲۷۹۹)

فتح مبین

ارغون کی ریڑھ کی ہڈی "پوسٹ زامہ خولہ" ٹوٹ جانے کے بعد دشمن کیلئے "ارغون" میں کھڑا رہنا ممکن نہ تھا، وہ اس نوشتہ دیوار کو پڑھتے ہی اگلی صبح یکم اکتوبر کو عالم قلعہ سے، اور ۲ اکتوبر کو "نیک محمد پوسٹ" اور دیگر نواحی پوستوں سے بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ اب ارغون چھاؤنی پر حملہ میں کوئی پوسٹ حائل نہ تھی، چنانچہ نئے منصوبے کے مطابق ۳ اکتوبر کو مجاہدین اس پر بھرپور حملہ کرنے ہی والے تھے کہ راتوں رات کابل سے ہیلی کاپٹر آکر چھاؤنی سے روسیوں اور بڑے فوجی افسروں کو اٹھا کر لے گئے۔ باقی فوج جس میں اب بارہ سو افراد رہ گئے تھے، پولیٹیکل ایجنٹ محبوب، ملیشیا کے کمانڈر تاکڑا اور چھاؤنی کے انچارج اور دیگر افسران کے ساتھ "مٹا خان" کی طرف پیدل ہی فرار ہو گئی۔

"مٹا خان" شرنہ سے آگے فوج کا ہیڈ کوارٹر تھا، لیکن یہ بدنصیب قافلہ ابھی "سہ روزہ" ہی کے قریب پہنچا تھا کہ وہاں کے مجاہدین جو گھات لگائے بیٹھے تھے اس پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ سینکڑوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونے پڑے، بہت سے زندہ پکڑ لئے گئے، صرف دو سو فوجی "مٹا خان" کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہو سکے۔

مگر یہ قسمت کے مارے بھی مٹا خان کے قریب پہنچے تو گر دیز سے وائرلیس پر حکم ملا کہ، مٹا خان پر ایک دن پہلے مجاہدین کا قبضہ ہو چکا ہے، لہٰذا تم فی الحال کسی جگہ پوزیشن

---

[1] اس زیور کی تفصیل جامع ترمذی کی روایت میں یہ آئی ہے کہ "اس کے سر پر عظمت کا ایسا تاج رکھ دیا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت بھی دنیا وما فیہا سے بہتر ہے"۔
[2] مسند احمد کی روایت میں ان حوروں کی تعداد ۷۲ بیان فرمائی گئی ہے۔

لے کر جان بچاؤ‘ ہوسکتا ہے ہمارے ہیلی کاپٹر تمہاری مدد کو آجائیں“ ___ مرتا کیا نہ کرتا‘ انہوں نے ایک عمارت میں مورچہ بند ہو کر آدھ گھنٹہ تک حملہ آور مجاہدین کا مقابلہ کیا‘ پھر سب کے سب ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے ___ خلاصہ یہ کہ ارغون سے بھاگنے والے بارہ سو افراد میں سے بھی سینکڑوں سپاہی اور افسران مارے گئے‘ باقی گرفتار کر لئے گئے۔

ادھر ارغون چھاؤنی اور شہر میں مجاہدین کے لشکر داخل ہو چکے تھے‘ بھاگنے والی فوج صرف تھوڑا سا خفیف اسلحہ کلاشنکوفیں‘ راکٹ لانچر‘ گرنیڈ وغیرہ ہی ساتھ لے جاسکی تھی‘ سارے ٹینک‘ بکتر بند گاڑیاں‘ توپیں‘ مشین گنیں‘ بے شمار خفیف اسلحہ‘ گولہ بارود‘ اور کروڑوں روپے کے سازو سامان سے بھرے ہوئے گوداموں کے توں مجاہدین کے قبضہ میں آگئے ___ صوبہ پکتیکا کے باقی سب علاقے پہلے ہی آزاد ہو چکے تھے‘ ۳ اکتوبر کو ارغون کی فتح سے یہ پورا صوبہ کفر کے ناپاک پنجہ سے آزاد ہو گیا۔

محترم سید نفیس شاہ صاحب نے ایک اور محاذ پر مجاہدین کی اسی جیسی فتوحات دیکھ کر فرمایا تھا کہ

بحمداللہ‘ حق کا بول بالا ہونے والا ہے
سیاہی چھٹ رہی ہے‘ اب اجالا ہونے والا ہے
یہ کام اہل جنوں کا ہے‘ وہی اس کو سمجھتے ہیں
یہ کام اہل خرد سے بالا بالا ہونے والا ہے
کوئی کابل میں جاکر یہ نجیب اللہ سے کہہ دے
ترا اے روسیہ! منہ اور کالا ہونے والا ہے

مال غنیمت کی شرعی تقسیم

اس فتح مبین سے کروڑوں روپے کا جو مال غنیمت مجاہدین کے ہاتھ آیا اس کے خاص خاص اعداد و شمار تو آگے آپ کمانڈر زبیر صاحب کے خط میں پڑھ لیں گے‘ یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مال غنیمت کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے ”حلال طیب“ قرار دیا‘



ایک ٹینک اور بستروں کا ڈھیر مجاہدین کے قبضے میں



ایک اور صحیح سالم ٹینک مجاہدین کے قبضے میں

اوپر دی گئی تصاویر ماہنامہ الارشاد شمارہ ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ سے لی گئیں ہیں



زامہ خولہ پوسٹ کا ایک تباہ شدہ برج



ارغون کی ایک اور زمین دوز حفاظتی چھاؤنی "نیک محمد پوسٹ" فتح کے بعد

اوپر دی گئیں تصاویر ماہنامہ الارشاد شمارہ ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ سے لی گئیں ہیں

اور اس کی تقسیم کا مفصل قانون قرآن وسنت میں بیان فرمادیا گیا ہے' جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر قسم کے کل مال غنیمت کے پانچ مساوی حصے کر کے چار حصے ان مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائیں جو جنگ میں شریک تھے ___ افسر اور ماتحت کا حصہ برابر ہے ___ اور باقی پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے ___ زامہ خولہ اور ارغون چھاؤنی سے جو اسلحہ' مال و دولت اور ساز و سامان حاصل ہوا' اسے بھی شرعی قانون کے مطابق تقسیم کیا گیا۔

مال غنیمت میں سے چوری' جسے "غلول" کہا جاتا ہے بہت بڑا گناہ ہے' اسی طرح یہ بھی کسی کو' حتی کہ خود مجاہدین کو' جائز نہیں کہ جس کے جو ہاتھ لگے لے بھاگے' یہاں امام المجاہدین آنحضرت ﷺ کی اسی مضمون کی ایک حدیث ہدیہ ناظرین کرتا ہوں' اس حدیث مبارک کی' موقع کی مناسبت سے' ایک نادر خصوصیت یہ ہے کہ اسے آنحضرت ﷺ کے صحابی اور کابل کے اولین فاتح حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے' انہوں نے یہ حدیث سرزمین افغانستان ہی میں' کابل کی فتح کے موقع پر سنائی تھی ___ پھر اسے حدیث کے مشہور امام ابو داؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "سنن ابو داؤد" میں سند سے نقل کیا جو ایران اور افغانستان ہی کے علاقے "سجستان" (سیستان) کے مایہ ناز فرزند ہیں۔

"عَنْ اَبِي لَبِيْدٍ قَالَ، كُنَّا مَعَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ بِكَابُلَ، فَاَصَابَ النَّاسُ غَنِيْمَةً، فَانْتَهَبُوهَا، فَقَامَ خَطِيْبًا، فَقَالَ "سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰي عَنِ النُّهْبٰي "فَرَدُّوْا مَا اَخَذُوْا، فَقَسَمَهٗ بَيْنَهُمْ"

"ابو لبید فرماتے ہیں کہ ہم کابل میں عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے کہ لوگوں کو مال غنیمت ملا' انہوں نے (جو بیشتر نومسلم تھے شرعی قانون سے واقف نہ تھے) اس میں چھینا جھپٹی کی (جس کو جو ہاتھ لگا' لے بیٹھا) تو عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت میں چھینا جھپٹی سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے" لوگوں نے یہ سنتے ہی جو کچھ لیا تھا واپس کر دیا' چنانچہ عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ان سب میں (شرعی طریقے پر) تقسیم فرما دیا۔"

(سنن ابی داؤد ــــ حدیث ۲۷۰۳)

کمانڈر زبیر کا یادگار خط

فتح ارغون کے بعد مجھے کمانڈر زبیر صاحب کا جو دستی خط ملا' وہ فتح کے صرف آٹھ روز بعد کا لکھا ہوا ہے' اس میں کچھ ایسے واقعات بھی درج ہیں جو ابھی تک میں نے آپ کو نہیں سنائے' ملاحظہ فرمایئے' اور ان کی تواضع وانکساری کا بھی اندازہ کیجئے:

محترم المقام واجب الاحترام' مکرمی جناب مفتی رفیع عثمانی صاحب' زید مجدہ

السلام علیکم و رحمة اللہ

آج میں ارغون چھاؤنی کے دامن میں بیٹھ کر یہ عریضہ ارسال کر رہا ہوں' دل تو چاہ رہا ہے کہ آپ سے بغل گیر ہو کر یہ عظیم خوشخبری آپ کو سناؤں' اس لئے کہ ارغون کے اصل فاتح آپ ہیں۔ میں نے اس سے قبل ایک خط میں' اور اس سے بھی قبل محاذ جنگ پر آپ کی موجودگی میں چند ٹوٹے پھوٹے کلمات میں یہ کہا تھا کہ "جس سرزمین پر آپ کے قدم لگے ہیں' وہ اب ہرگز برداشت نہیں کر سکتی کہ اس پر دشمن کے ناپاک اجسام مزید ٹھہر سکیں" ــــ آپ کے ان مبارک قدموں کے صدقے مجاہدین نے حیرت انگیز طریقہ سے ارغون چھاؤنی کو فتح کر لیا ــــ قبل اس کے کہ ارغون کی اس عظیم فتح کے مختصر حالات بیان کروں'

ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کے سامنے یہ دردِ دل بھی رکھ دوں کہ آپ ارغون کی اس سرزمین کی پیاس بجھائیں جو آج سے چند ماہ قبل آپ کی قدم بوسی کیلئے بے قرار تھی، لیکن دشمن کے ناپاک وجود کی وجہ سے زمین کا وہ ٹکڑا آپ کی زیارت سے محروم رہا۔ آج زمین کا وہ ٹکڑا مجسمہ شکایت بنا ہوا 'لب کشا ہے کہ میرے اصل فاتحین کہاں ہیں جن کی قدم بوسی کیلئے میں عرصے سے تڑپ رہا ہوں؟ وہ مبارک قدم مجھے کب چومنے کو ملیں گے؟

میں چاہ رہا ہوں کہ آپ پہلی فرصت میں مفتوحہ علاقے کا دورہ کریں 'اور ارغون چھاؤنی کا معائنہ کریں کہ کس عجیب و غریب پلاننگ سے یہ چھاؤنی تیار کی گئی تھی۔ اور حقیقت میں یہی دن چھاؤنی کو دیکھنے کے ہیں 'بعد میں تو ڈھیروں میں تبدیل ہو جائے گی ____ اور اب جنگ کے مختصر حالات۔

۳۰ ستمبر بروز جمعہ میں نے اپنے چند جانبازوں کو لے کر "زامہ خولہ" کی چار پوسٹیں جو ارغون چھاؤنی کے راستے کی ایک مضبوط دیوار تھیں 'ان پر حملہ کیا، تین گھنٹے گھمسان کی جنگ ہوئی 'اور بالآخر اللہ رب العزت نے آپ کی دعاؤں کی بدولت دشمن کو شکست فاش دی 'اور ہم 'فاتحین کی حیثیت سے پوسٹ میں داخل ہوئے۔ اس جنگ میں آپ کے روحانی فرزندوں نے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے جو یقیناً آپ حضرات کیلئے باعث صد افتخار ہیں۔ حرکۃ کا ایک نڈر مجاہد روسی فوجی وردی پہن کر پوسٹ میں داخل ہو گیا 'اور دھوکہ دے کر تمام فوجیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ ایک کشمیری مجاہد نے دشمن کا ڈرائیور بن کر ان کی بکتربند گاڑی کو مجاہدین کے پاس پہنچا دیا۔ درجنوں ایسے واقعات پیش آئے۔

اس عظیم معرکے میں ایک مجاہد شہید اور ۱۹ زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے پوسٹ میں گھس کر دشمن کو گرفتار کر لیا اور تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس معرکے میں دشمن کے نقصان اور مال غنیمت کی تفصیل درج ذیل ہے:

فوجی مردار	۱۲	فوجی گرفتار	۵۵

غنیمت

کلاشنکوف	۳۴ عدد	گرنیڈ (دستی بم)	۳۰۰ عدد
اینٹی ایئرکرافٹ گنیں	۴ عدد	خنجر	۹۰ عدد
بڑی توپیں	۴ عدد	گاڑیاں بڑی	۲ عدد
ٹینک	۱ عدد	بکتربند گاڑی	۱ عدد
راکٹ لانچر	۳ عدد	تیل کا ٹینکر	۱ عدد
وائرلیس سیٹ	۶ عدد	نقدی	۴ لاکھ افغانی روپے

اس کے علاوہ ایمونیشن بے شمار تقریباً ۲۰ ٹرک سے بھی زائد' جس میں فوجی سامان' وردیا' ہیلمٹ' برفانی لباس' چارپائیاں' کمبل' بستر' اور خوردونوش کا سامان شامل ہے۔ گرفتار ہونے والے فوجیوں میں ۱۱ فوجی آفیسر' ایک "خاد" کا ایجنٹ' اور ایک انٹیلی جنس کا افسر شامل ہیں' دس آفیسر مردار ہونے والوں میں شامل تھے۔

زامہ خولہ کی عظیم فتح کے بعد دشمن بوکھلا گیا' اگلے دن دشمن نے مزید دو مضبوط پوسٹیں خالی کر دیں۔ اس فتح کی خوشی میں مجاہدین جب آگے بڑھے تو شیطانی روسی سپرپاور کے گماشتے دس سال میں بنائی جانے والی قلعہ نما چھاؤنی "ارغون" میں بھی نہ ٹھہر سکے' یہاں تک کہ تیسرے دن قلعہ "شرحہ" اور ارغون چھاؤنی میں اذان کی آواز گونج رہی تھی۔ ارغون چھاؤنی سے پکڑے جانے والے اسلحہ اور دیگر سامان کا صحیح اندازہ کسی کے بس کی بات نہیں' مختصر رپورٹ یہ ہے:

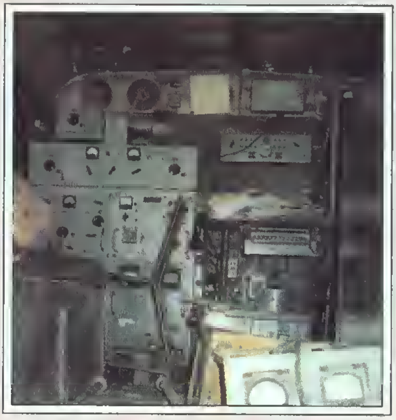
ٹینک	۱۵ عدد	وائرلیس اسٹیشن	فوجی سامان کے گودام



اللہ پاک نے روس کی یہ جدید ٹیکنالوجی مجاہدین کو ارغون سے عطا کی 'انتہائی قیمتی گاڑی
جس میں وائرلیس اسٹیشن کے ساتھ ساتھ ٹیلیگراف کا مکمل نظام نصب ہے



دشمن کی ایک فوجی گاڑی مجاہدین
کے قبضے میں



وائرلیس گاڑی کا اندرونی منظر

اوپر دی گئیں تصاویر ماہنامہ الارشاد شمارہ ربیع الاول ' ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ سے لی گئیں ہیں



مال غنیمت۔
روسی فوجیوں کی
فولادی ٹوپیاں



مال غنیمت میں ایسی بکتر بند گاڑیاں بے شمار مجاہدین کو ملی



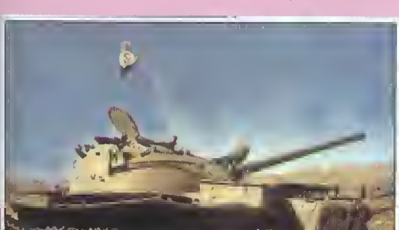
ارغون چھاؤنی کے جنرل آفیسر کمانڈنگ کی رہائش گاہ جو آجکل مجاہدین کی آرامگاہ ہے۔



ارغون میں روسی انتظامیہ کا تباہ شدہ دفتر



ایک بڑی توپ اور پس منظر میں
کپڑوں کا ڈھیر اور دیگر ایمونیشن



دشمن کا ایک ٹینک مجاہدین کے
قبضے میں

اوپر دی گئیں تصاویر ماہنامہ الارشاد شمارہ ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ سے لی گئیں ہیں

بکتر بند گاڑیاں ۲۰ عدد ٹیلیفون ایکسچینج بیشمار خفیف اسلحہ
دوسری گاڑیاں ۸۰ عدد تیل کے بڑے ذخائر ایمونیشن بے شمار
سینکڑوں فوجی مردار مسلح گرفتار ۷۰۰

یہ سب کچھ آپ حضرات کی آمد اور آپ کی خصوصی دعاؤں کی بدولت ہے۔میں پھر آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ پہلی فرصت میں مفتوحہ علاقوں کا دورہ کریں۔

والسلام

سپہ سالار "حرکۃ الجہاد الاسلامی" زبیر احمد خالد

۸۸-۱۰-۱۲

تقریباً ایک ماہ بعد ' ۱۲ نومبر کو "ارغون" کا یہ عظیم فاتح ،جس کی انکساری پر مجھے ہمیشہ رشک آیا ہے ' دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے دفتر اہتمام میں گردن جھکائے دو زانو بیٹھا تھا' اسے دیکھنے اور سننے والوں سے کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور وہ اس جنگ میں "اپنے ساتھیوں" کے کارنامے 'بات بات پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہوئے ' دھیمے دھیمے سنا رہا تھا۔چہرے پر وہی معصوم تبسم 'آنکھوں میں عزائم کا وہی طوفان 'ایک ایک لفظ خود اعتمادی اور ادب واحترام میں ڈھلا ہوا ' پوری داستان میں کہیں شیخی تو کجا' اپنے کسی کارنامے کا اشارتاً بھی ذکر نہیں ___ ان کے کارنامے جواب تک خاصے مشہور ہو چکے تھے ،ہمیں ان کے ساتھیوں سے معلوم ہوئے جو یہاں "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے ۲ روزہ سالانہ اجتماع میں تقریباً سب کے سب آئے ہوئے تھے۔

پوچھنے پر کمانڈر زبیر صاحب نے بتایا کہ آج کل ہمارے کچھ ساتھی "گردیز" کے کچھ "خوست" کے اور کچھ "غزنی" کے محاذ پر ہیں 'میں خود بھی غزنی کے علاقے "حکیم سنائی" میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہوں۔وہاں کی جنگی صورت حال بھی تفصیل سے بتائی۔

اگلے روز اجتماع کے ختم پر تمام پاکستانی مجاہدین کو ہدایت کی گئی کہ وہ کل ۱۵ نومبر ۱۹۸۸ء سے شروع ہونے والے قومی وصوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں ووٹ ڈالنے کے بعد ہی اپنے اپنے محاذ پر جائیں' کہ یہ بھی ایک امانت ہے جس کی ادائیگی شرعاً ضروری ہے۔

میں نے کمانڈر صاحب سے رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا "آپ کس محاذ پر جائیں گے؟" کہنے لگے کہ "سرحد پر پہنچ کر جس محاذ پر زیادہ ضرورت محسوس ہوگی وہیں چلا جاؤں گا۔" اب یاد نہیں رہا کہ اس مرتبہ بھی میں نے ان پر آیت الکرسی پڑھی یا نہیں' البتہ شاعر مشرق کا یہ شعر زبان پر آتے آتے ___ نہ جانے کیوں رہ گیا ؎

نہیں ساحل تری قسمت میں اے موج
ابھر کر جس طرف چاہے نکل جا

دشمن طاقتوں کا تیسرا وار

عالم اسلام سے جہاد افغانستان کے عالمگیر ثمرات کو "ہائی جیک" کرنے کیلئے دشمن طاقتیں دو وار پہلے کر چکی تھیں "جنیوا سمجھوتہ" اور "سانحہ بہاولپور" ۔ اب تیسرا وار جو دوسرے کی طرح کاری تھا' پاکستان پر سیکولر "زنانی حکومت" مسلط کر کے کیا گیا ___ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم اپنی شہادت سے کچھ پہلے پاکستان میں عام انتخابات کے لئے ۱۶/ نومبر ۱۹۸۸ء کی تاریخ کا اعلان کر چکے تھے' ان کی شہادت کے ۳ ماہ بعد اسی تاریخ پر یہ انتخابات ہوئے' لیکن صدر ضیاء کو راستہ سے ہٹا کر اسلام دشمن عالمی طاقتوں نے بڑی چابکدستی اور سینہ زوری سے ان انتخابات کو اسلام' پاکستان اور جہاد افغانستان کے خلاف استعمال کیا ___ انتخابات اہل پاکستان کے تھے' پاکستان میں ہو رہے تھے' لیکن انتخابی مہم امریکہ' برطانیہ' روس اور بھارت میں چلائی جا رہی تھی' ان کے طاقتور ذرائع ابلاغ پوری ڈھٹائی سے اپنی مطلوبہ پارٹی کے پروپیگنڈے پر ایڑی سے چوٹی کا زور لگا رہے تھے' پاکستان میں ان کے گماشتے اپنی مہارت دکھا رہے تھے' دھونس' لالچ' اور فن کارانہ

پروپیگنڈے کا شاید ہی کوئی حربہ ایسا ہو جو آزمایا نہ گیا ہو' بلکہ انتخابات کے بعد بھی عین حکومت سازی کے وقت ' دو امریکی وزیر اسلام آباد میں ڈیرا ڈالے رہے۔ یہ ایک عبرتناک داستان ہے کہ ان طاقتوں نے کس کس طرح پاپڑ بیل کر اپنی مطلوبہ حکومت کو بہت معمولی' بلکہ نام نہاد اکثریت سے پاکستان پر مسلط کیا۔

عالم اسام کیلئے یہ دھچکا' اس سے کم نہ تھا جو صدر ضیاء کی شہادت سے لگا تھا' کیونکہ اس کے ذریعہ پاکستان پر تین رخا حملہ ہوا تھا۔

ایک اس رخ سے کہ ایک مسلم ملک سے اس کی تاریخ میں پہلی بار اسلامی ضابطہ سیاست کے اس صریح اصول کی خلاف ورزی کروائی گئی کہ "کسی خاتون کو سربراہ حکومت یا سربراہ مملکت بنانا جائز نہیں"۔

اس حملے کا دوسرا رخ یہ تھا کہ پاکستان جیسے نظریاتی ملک خداداد پر انتہائی اوچھے ہتھکنڈوں سے ایک سیکولر حکومت مسلط کی گئی' جو ملک وملت کے نہ نظریات ومقاصد سے ہم آہنگ تھی' نہ یہاں کے آئین وروایات سے 'عوام کے حقیقی مسائل اور رجحانات کے بجائے اس کی نظریں اپنے غیر ملکی "محسنوں" پر لگی ہوئی تھیں۔

تیسرا رخ یہ کہ جہاد افغانستان کے نتائج کو اس کے ذریعہ بڑی تیزی سے سبوتاژ کیا جانے لگا' حکومت پاکستان کی طرف سے مجاہدین کو بے یارومددگار چھوڑ دیا گیا' مغربی ذرائع ابلاغ کی طرح یہاں کے ذرائع ابلاغ نے بھی مجاہدین کی تاریخ ساز سرگرمیوں کا بلیک آؤٹ کئے رکھا' جس سے دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ جہاد افغانستان کوئی نتیجہ حاصل کئے بغیر ہی قصہ پارینہ بن چکا ہے' اس طرح پاکستان اور مجاہدین کے برادرانہ تعلقات کو خراب کرنے اور پاکستان بلکہ امت مسلمہ کو اس جہاد کے ثمرات سے محروم کرنے کا اہتمام کیا گیا۔

لیکن کسمپرسی' اور تمام صبر آزما مشکلات کے باوجود مجاہدین کے پائے استقلال میں فرق آیا' نہ ان کے عزائم میں کوئی ہلکا سا رخنہ پیدا ہوا' ان کی جنگی کارروائیوں کا سلسلہ کسی وقفہ کے بغیر جاری رہا' چھوٹی چھوٹی فتوحات بھی ہوتی رہیں' رفتار سست ضرور ہوگئی'

شہیدوں اور زخمیوں کی تعداد بھی بڑھتی چلی گئی، لیکن وہ جانوں پر کھیل کر اپنی پیش قدمیوں سے دنیائے اسلام کو یہ پیغام برابر دیتے رہے کہ :

مانا کہ وفا جرم ہے اس دور ہوس میں
ہم اہل وفا جرم یہ کرتے ہی رہیں گے!
(حضرت کیفی مرحوم)

فاتح ارغون سے آخری ملاقات

۲۷/ دسمبر ۱۹۸۸ء کی تاریخ آئی تو "حرکۃ الجہاد الاسلامی" نے افغان بھائیوں سے اظہار یکجہتی کے طور پر کراچی کے ایک ہوٹل میں اگلے روز "جہاد کانفرنس" منعقد کی۔ (کیونکہ روس کی درندہ صفت فوجیں ۹ سال پہلے اسی تاریخ کو افغانستان میں داخل ہوئی تھیں۔)

اس وقت تک روس کی بیشتر فوجیں افغانستان سے راہ فرار اختیار کرچکی تھیں' باقی ماندہ فوج بھی روس کے اعلان کردہ پروگرام کے مطابق ۱۵/ فروری ۱۹۸۹ء تک گھر واپس جانے کیلئے بے تاب اور راستے کے خوف سے لرزہ براندام تھی کیونکہ مجاہدین کا چابک ان بھگوڑوں پر بھی بڑی چابکدستی سے برس رہا تھا۔

کراچی کی اس کانفرنس میں میری نظریں کسی ایسے مجاہد کی تلاش میں تھیں' جو ابھی محاذ سے آیا ہو' وہاں کے تازہ ترین حالات بتاسکے۔ امید سے بڑھ کر ہوا یہ کہ جیسے ہی عشاء کے وقت میرا بیان ختم ہوا' کمانڈر زبیر اچانک مسکراتے ہوئے تیزی سے آئے' ادب سے سلام کیا' اور بے اختیار بغلگیر ہوگئے۔ اس غیر متوقع ملاقات سے دل کی جو کیفیت ہوئی بیان نہیں کرسکتا ___ انہیں اسی وقت مجاہدین کے ایک اور اجتماع میں علامہ بنوری ٹاؤن جانا تھا' میری صبح سویرے بنگلہ دیش کے دورے پر روانگی طے شدہ تھی' اس لئے میں نے اس اجتماع میں شرکت سے معذرت کرلی تھی۔

وہ حسب عادت پرسکون اور ہشاش بشاش تھے' پاکستان کے دلخراش سیاسی

حالات اور افغانستان میں عالمی سازشوں کا ان پر کوئی ہراس نہ تھا، وہ پہلے سے زیادہ پرعزم نظر آئے ان کا کہنا تھا کہ دنیا کی ساری طاقتیں مل کر کچھ بھی سازش کرلیں جب تک ہم میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ڈٹے رہنے کا حوصلہ موجود ہے اور شوق شہادت زندہ ہے یہ ساری طاقتیں مل کر بھی اس جہاد کو نہیں روک سکیں گی، اور فتح بالآخر شہادت کے متوالوں کی ہوگی۔

انہوں نے بتایا کہ ان کے تمام ساتھی جو فتح ارغون کے بعد سے غزنی، گردیز اور خوست کے محاذوں پر برسرپیکار تھے، اب ان کو خوست کے محاذ پر جمع کر دیا گیا ہے تاکہ وہاں پیش قدمی کی رفتار بڑھائی جائے کیونکہ غزنی اور گردیز سے پہلے خوست کو آزاد کرانا ضروری ہے، یہ مشکل ترین محاذ ضرور ہے لیکن یہ فتح ہوجائے تو آگے کا راستہ آسان ہو جائے گا۔

انہوں نے بتایا کہ وہ آج ہی محاذ سے کراچی پہنچے ہیں صبح کے جہاز سے ملتان جائیں گے، اور چند روز گھر گذار کر خوست چلے جائیں گے، وہاں ایک بڑے حملے کی تیاریاں زوروں پر چھوڑ کر آئے تھے۔

ابھی ان کی بات جاری تھی کہ کسی نے آکر بتایا کہ ساتھی نیچے گاڑی میں ان کے منتظر ہیں۔ ہم ناچار اٹھ کھڑے ہوئے معانقہ کرکے انہیں رخصت کر دیا ___ جلدی میں ''آیت الکرسی'' پڑھنا بھی یاد نہ رہا۔

روس کے مقبوضہ مسلم ممالک

کمیونزم اور سوشلزم، جو انسانی فطرت، عقل سلیم اور تمام ادیان و مذاہب کے خلاف ایک انتہاء پسندانہ جابرانہ نظام ہے، اس کی بنیاد ہی انکار خدا، طبقہ واری نفرت و عداوت، اور انفرادی آزادیوں کا گلا گھونٹنے پر رکھی گئی ہے، اس لئے اس نظام کو کہیں بھی برضا و رغبت قبول نہیں کیا گیا۔ سب سے پہلا سوشلسٹ انقلاب جو روس میں زار شاہی کا تختہ الٹ کر ۱۹۱۷ء میں برپا کیا گیا تھا، وہ خود ظلم و درندگی کی ایسی لرزہ خیز داستان ہے کہ

اس کے سامنے زار شاہی کی چیرہ دستیاں بھی شرما گئیں۔ اس وقت سے لے کر افغانستان میں فوجیں داخل کرنے تک، روسی کمیونسٹوں نے جن ممالک اور قوموں کو تاراج کیا، ان میں دھوکہ بازی، اور انتہاء درجہ کی خونخواری ہی کو سب سے بڑی "حکمت عملی" کی حیثیت حاصل رہی۔

روسی کمیونزم نے انہی دو ہتھیاروں سے ایشیاء اور یورپ کے لکھوکھا مربع کلو میٹر پر پھیلے ہوئے ۲۹ مسلم ممالک کو ہڑپ کیا، جو زرعی اور معدنی وسائل سے مالا مال ہونے کے علاوہ، عالم اسلام کے اعلیٰ درجے کے مردم خیز علاقوں پر مشتمل ہیں، ان میں سے ۵ ممالک "ماوراء النہر" (وسط ایشیاء) میں، ۱۳ قفقاز (کوہ قاف) کے علاقے میں، اور باقی گیارہ (۱۱) ایشیاء کے دوسرے خطوں اور یورپ میں واقع ہیں۔ ان مقبوضہ ممالک میں، مسلمانوں کا بیج مار دینے کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود، مسلمان بحمداللہ آج بھی اکثریت میں ہیں، اور وہاں سے اسلامی روایات اور مسلم ثقافت کے نشانات کو ہر ممکن جبر کے باوجود مٹایا نہیں جا سکا۔

مگر پچھلے ستر برس سے ان اسلامی خطوں پر جو ظالم رات مسلط ہے، اس کی تاریکی میں غاصبوں نے ان کا رسم الخط تک بدل ڈالا، تاکہ ان کا رشتہ اپنے شاندار ماضی، اسلامی روایات، اور بقیہ عالم اسلام سے پوری طرح کٹ جائے۔ ایک ایک ملک کے نسلی بنیادوں پر، کئی کئی ٹکڑے کر کے، ان کے نام بدل ڈالے، جن کے پرانے نام باقی رہے، سرحدیں ان کی بھی بدل دی گئیں، ڈاک سمیت ہر قسم کے مواصلاتی رابطے منقطع کر کے انہیں آزاد دنیا سے اس بری طرح کاٹ دیا گیا کہ عالم اسلام کی موجودہ نسل کو ان میں سے بہت سوں کے ناموں تک کی خبر نہ رہی، بلکہ ان کا کھوج لگانا بھی آسان نہ رہا۔

زخمی دل کے ساتھ یہاں ان مقبوضہ مسلم ممالک کے نام مختصر تعارف کے ساتھ دنیا کے موجودہ نقشے کے مطابق درج کرتا ہوں، تاکہ اگر ہم اپنی زندگی میں انہیں آزاد ہوتا نہ دیکھ سکیں، اور ان کے کام نہ آسکیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور اشک ندامت بہانے کے

قابل تو رہیں۔[۱]

قفقاز کے مسلم ممالک اور ریاستیں

۱۔ آذربائیجان، دارالحکومت "باکو"

۲۔ کاراباخ (قرہ باغ)۔[۲]

۳۔ نخچوان۔[۳]

۴۔ چیچان (شیشان) دارالحکومت "غروزنی"۔

۵۔ انگش (انگشتیا) دارالحکومت "نذران"۔

۶۔ اسیتیا (اوستین)۔

۷۔ داغستان۔دارالحکومت "مجح قلعہ" (MAKHACHKALA)

۸۔ کابردا (کبار دیا)۔

۹۔ کاراچائی۔

۱۰۔ چرکیسیا (الجرکسیہ)۔

۱۱۔ ارمینیا، دارالحکومت اریوان (یریوان)۔

۱۲۔ جارجیا دارالحکومت تفلیس (Tbilisi)

(چیچان کے مفتی اعظم شیخ محمد حسین نے مجھے زبانی بتایا کہ اب ان دو ملکوں میں مسلمان اقلیت میں رہ گئے ہیں جبکہ روسی قبضے سے پہلے اکثریت میں تھے۔

---

[۱] روس کے مقبوضہ مسلم ممالک اور ریاستوں کی اس فہرست کی تیاری میں اپنی ذاتی معلومات اور ملاقاتوں کے علاوہ مندرجہ ذیل ماخذ سے مدد لی گئی ہے۔
(۱) دائرہ معارف اسلامیہ۔اردو (۲) دائرۃ المعارف۔عربی (۳) انسائیکلوپیڈیا "برٹانیکا" (۴) ماہنامہ چراغ راہ کراچی کا "سوشلزم نمبر" مورخہ دسمبر ۱۹۶۷ء شمارہ نمبر ۱۰، جلد نمبر ۲۱۔ (۵) "رابطہ العالم الاسلامی" کا شائع کردہ "نقشہ عالم اسلام" مورخہ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ = دسمبر ۱۹۷۲ء مطبوعہ بیروت (۶) دنیا کے دیگر جغرافیائی نقشے اور اٹلس۔

[۲] دائرہ معارف اسلامیہ۔اردو۔مادہ "ارمینیہ" ص ۲۴۶ ج ۲۔

[۳] حوالہ بالا

۱۳- کراسنودار[1] (KRASNODAR)

قفقاز (کوہ قاف) کے ممالک کی مجموعی آبادی ایک کروڑ، اور مسلم[2] آبادی ۶۲فیصد ہے۔

وسط ایشیاء کے مسلم ممالک

نام	دارالحکومت	دیگر مشہور شہر	کل آبادی	مسلم آبادی
۱۴- ازبکستان	تاشقند	سمرقند، بخارا، فرغانہ، ترمذ	۸٬۵۰۰٬۰۰۰	۸۸فیصد
۱۵- تاجکستان	دوشنبے		۳٬۰۰۰٬۰۰۰	۹۸فیصد
۱۶- ترکمانستان	عشق آباد	مرو	۲٬۰۰۰٬۰۰۰	۹۰فیصد
۱۷- قزاقستان	الماآتا		۹٬۰۰۰٬۰۰۰	۹۸فیصد
۱۸- قرغیزستان Kirghizia	فرونز (Frunze)		۳٬۵۰۰٬۰۰۰	۹۱فیصد

دوسرے مسلم ممالک

نام	دارالحکومت		کل آبادی	مسلم آبادی
۱۹- استراخان	استراخان	(ملک اور دارالحکومت کا نام ایک ہے)	۳۱۹٬۲۷۸[3]	۱ ۶۳ ۵۳فیصد
۲۰- اورنبرگ	اورنبرگ		۱٬۰۰۰٬۰۰۰[4]	

---

[1] برٹانیکا، ص ۱۱۴ ج ۱، وص ۹۸۲ ج ۶-

[2] آبادی کے اعداد و شمار یہاں اور آگے بھی اس فہرست میں اس "نقشہ عالم اسلام" سے ماخوذ ہیں، جو مشہور عالمی اسلامی تنظیم "رابطہ العالم الاسلامی" نے ۱۹۷۳ء میں بیروت سے شائع کیا تھا، جس ملک کے اعداد و شمار کسی اور ماخذ سے لئے گئے، وہاں اس کا حوالہ حاشیہ پر درج کردیا گیا ہے۔

[3] استراخان کی آبادی کے یہ اعداد و شمار دائرۃ المعارف۔ عربی (ص ۳۸۸ ج ۳) نے ۱۸۶۷ء کی مردم شماری کے مطابق دیئے ہیں، تازہ اعداد و شمار یقیناً بہت زیادہ ہوں گے، چنانچہ دائرہ معارف اسلامیہ۔ اردو (ص ۵۷۸ ج ۲) نے صرف اس کے دارالحکومت ہی کی کل آبادی ۱۹۳۹ء کی مردم شماری کے مطابق ۲۵۳۶۵۵ بیان کی ہے۔

[4] دائرۃ المعارف۔ عربی ص ۶۲۸ ج ۴- مسلمانوں کی تعداد الگ درج نہیں ہے۔

۲۱- باشقریہ (باشکیریا) اوفا	۴۰۰٬۰۰۰	۶۰فیصد
۲۲- تاتاریہ (تاتاریا) قازان	۳٬۵۰۰٬۰۰۰	۶۵فیصد
۲۳- ادمرتیا (ادمورت)	۲٬۰۰۰٬۰۰۰	۵۵فیصد
۲۴- ماریہ (ماری)	۷۵۰٬۰۰۰	۵۵فیصد
۲۵- مردوویہ (موردوف)	۱٬۲۵۰٬۰۰۰	۵۲فیصد
۲۶- چوواش (جوفاش)(Chuvash)[1]	۱٬۵۰۰٬۰۰۰	۶۰فیصد
۲۷- کریمیا (القریم) (یورپ میں "یوکرائن" سے ملا ہوا ہے)	۵٬۰۵۰٬۰۰۰	۵۳فیصد

ان ۲۷ مسلم ممالک اور ریاستوں کو توروسی "سوویت یونین" کا حصہ بنا لیا گیا' ان کے علاوہ یورپ میں ۲ مسلم ملک اور ہیں 'ایک "البانیا" دوسرا بوسنیا و ہرزیگووینا' مسلمان ان میں بھی اب تک اکثریت میں ہیں 'اور چار سو سال سے زیادہ عرصے تک وہاں حکمران رہ چکے ہیں 'جنگ بلقان (۱۹۱۲-۱۳ء) کے بعد یہ دونوں ملک خلافت عثمانیہ کے ہاتھ سے نکل گئے 'اور نئی غیر مسلم حکومتوں کی نااہلی اور ناانصافیوں کے باعث عرصہ دراز تک سیاسی اور معاشی بدحالی کا شکار رہے 'جس کے نتیجے میں یہاں رفتہ رفتہ کمیونزم کے اثرات آئے 'پھر دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر ۱۹۴۵ء میں ان پر بھی روس کی مدد سے کمیونسٹ پارٹی کا خونیں اقتدار مسلط ہو گیا' آئین بھی بنیادی طور پر روس سے لیا گیا 'اور لرزہ خیز مظالم کی جس خونخوار چکی میں روس کے دیگر مقبوضہ ممالک پس رہے تھے 'ان کا یہ بھی شکار ہوئے ۔تاہم انہیں "رشین فیڈریشن" یا "سوویٹ یونین" میں شامل نہیں کیا گیا۔

البانیہ میں مسلم آبادی ستر (۷۰) فیصد اور دارالحکومت "تیران" "Tirane" ہے۔ ۱۹۶۰ء تک اسے یہاں کے کمیونسٹ حکمرانوں نے روس کا حلیف بنائے رکھا' پھر اس سے رشتہ توڑ کر ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۸ء تک چین سے وابستہ کئے رکھا' ۱۹۷۸ء میں

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ص ۱۰۱۸ و ص ۱۰۱۹ ج ۲۸

اسے نئے آئین کے تحت ”پیپلز سوشلسٹ ری پبلک“ قرار دے دیا گیا' حکمرانی کمیونسٹ پارٹی ہی کی رہی۔[۱]

بوسنیا و ہرزیگووینا پر ۱۹۴۵ء میں مارشل ٹیٹو نے جو کٹر کمیونسٹ تھا' قبضہ جما کر اسے ”یوگوسلاویہ فیڈرل ری پبلک“ کا حصہ بنا دیا۔ یہ ”ری پبلک“ کمیونسٹ پارٹی کے تحت مندرجہ ذیل جمہوریاؤں پر مشتمل تھی (۱) بوسنیا و ہرزیگووینا (۲) سربیا (۳) کروشیا (۴) سلووینیا (۵) ماؤنٹی نگرو (۶) مقدونیہ ــــ مارشل ٹیٹو ان چھ کی چھ جمہوریاؤں کے مجموعے ”یوگوسلاویہ“ کا ڈکٹیٹر قرار پایا اور بعد میں ”غیر جانبدار تحریک“ کا بانی بنا۔

بوسنیا و ہرزیگووینا میں ۱۹۵۳ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی کا تناسب[۲] یہ تھا۔

۱۔ مسلمان ۴ء۲۶فیصد[۳]

۲۔ سرب ۱ء۴۵ فیصد (یہ آرتھوڈکس عیسائی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں' اور کراؤٹس کے مذہبی اور نسلی دشمن ہیں۔)

۳۔ کراؤٹ ۴ء۲۲فیصد۔ (یہ رومن کیتھولک عیسائی فرقے کے ہیں۔)

باقی دوسری قومیتوں کے افراد تھے۔

اس ملک کا دارالحکومت ”سراجیوو“ (سرائیوو) Sarajevo' اور دیگر مشہور شہر' بہاچ' تراونک' موستر' وتزلہ ہیں۔

---

[۱] Britannica. Page:215.214 Vol:13. 15th Edition-

[۲] دائرہ معارف اسلامیہ ۔ اردو مادہ ”بوسنہ“ ج ۱۸ ص ۵۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس مردم شماری میں ۳ء۱۰ فیصد لوگ ”بغیر قومیت“ کے درج ہیں' یہ بھی تقریبا سب کے سب مسلمان ہیں' اور خود کو نہ سرب قومیت کے کھاتے میں ڈالنے کیلئے تیار ہیں نہ کراؤٹ قومیت کے خانے میں' یہ الگ ”مسلم قومیت“ کے قائل ہیں' مگر ٹیٹو کی حکومت مذہب کی بنیاد پر کسی قومیت کو تسلیم نہ کرتی تھی' لہٰذا مردم شماری میں انہیں ”بغیر قومیت“ کے خانے میں درج کیا گیا۔ اگرچہ بعد میں ”مسلم قومیت“ کا مستقل وجود تسلیم کر لیا گیا۔

[۳] اس میں وہ مسلمان شامل ہیں جن کو ۱۹۵۳ء کی مردم شماری میں ”بغیر قومیت“ کے درج کیا گیا تھا' اور وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو خود کو نسلی طور پر تو سرب' یا کراؤٹ کہتے ہیں' لیکن دین و مذہب کی بنیاد پر مسلمان ہیں۔

خلاصہ یہ کہ خاصی تلاش و جستجو سے مجھے مذکورہ بالا کل ۲۹ مسلم ممالک اور ریاستوں کا سراغ ملا ہے' جو روسی کمیونزم کے تنگ و تاریک پنجرے میں قید ہیں۔ ممکن ہے مزید تلاش سے ایسے کچھ اور ممالک یا ریاستیں دریافت ہو جائیں۔

ان تمام ملکوں اور ریاستوں میں کمیونزم کو قدم قدم پر شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا' جہاں کے مسلم حکمرانوں نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے' وہاں کے عوام' علماء حق کی قیادت میں اس سے برسوں برسرپیکار رہے' یہی وجہ ہے کہ روس کے خونخوار ریچھ کو افغانستان تک پہنچنے میں ۶۲ سال کا عرصہ لگا' اور جب وہ یہاں پہنچا تو بوڑھا ہو چکا تھا۔

یہ سارے علاقے صدیوں اسلامی علوم و ثقافت کے گہوارے' اور عظمت اسلام کا عنوان رہ چکے ہیں' خصوصاً وسط ایشیا (ماوراء النہر) کا خطہ زمین تو اندلس سے بھی بڑھ چڑھ کر صدیوں اسلامی علوم و فنون کا مرکز رہا ہے' لیکن یہ بھی آزاد دنیا سے اس بری طرح کاٹ دیا گیا تھا کہ اندلس کے برعکس اسے غمگساری کیلئے کوئی یہ کہنے والا بھی میسر نہ آیا کہ

پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی؟
باقی ہے ابھی رنگ مرے خون جگر میں!

ماوراء النہر کا علاقہ

"ماوراء النہر" عربی لفظ ہے' جس کے معنی ہیں "دریا کے اس پار"' دریا (النھر) سے مراد "دریائے آمو" ہے جس کا قدیم نام "جیحون" تھا' یہ افغانستان کو روس کی ہتھیائی ہوئی مسلم ریاستوں سے الگ کرتا ہے' دریا کے جنوب میں افغانستان' اور شمال میں "دریا کے اس پار" والے ممالک تاجکستان' ازبکستان' اور ترکمانستان ہیں' اور انہی کے پیچھے شمال میں قزاقستان' اور قرغیزستان ہیں۔ یہ پانچوں ممالک جو وسط ایشیاء میں

واقع ہیں، روسی تسلط سے پہلے ان کا مجموعہ ''مغربی ترکستان'' کہلاتا تھا۔[۱]

یہ سارا علاقہ معدنیات زرعی پیداوار اور ٹیکنالوجی سے مالا مال ہونے کے علاوہ، تاریخ اسلام کی عہد ساز شخصیتوں کا وطن رہ چکا ہے، اس مردم خیز خطے سے جلیل القدر محدثین و مفسرین، فقہائے مجتہدین، نابغہ وقت متکلمین، مایہ ناز مسلم سائنس دان و حکماء، اور مشہور عالم حکمران، سیاسی رہنما، فوجی جرنیل، اور بابرکت اولیاء اللہ پیدا ہوئے، جنہوں نے تاریخ عالم پر اپنے انمٹ نقوش کندہ کئے ہیں، علماء ''ماوراء النہر'' کی علمی تحقیقی کاوشوں سے تو اسلامی علوم وفنون کے ذخائر کتب خانے اور مدارس آج بھی پوری دنیا میں جگمگا رہے ہیں۔

ہر علم وفن اور ہر میدان زندگی میں یہاں کی مشہور عالم شخصیات کی فہرست اتنی طویل ہے کہ اس کیلئے ایک مستقل ضخیم کتاب کی وسعت درکار ہے، تاہم یہاں کی شخصیات کا کچھ اندازہ ان مثالوں سے ہو گا۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جو حدیث وفقہ کے مشہور امام مجتہد ہیں، ان کا وطن ہونے کا شرف ترکمانستان کے مشہور شہر ''مرو'' کو حاصل ہوا۔

۲۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ''محمد بن عبداللہ بن قہزاذ'' بھی ''مرو'' ہی کے مایہ ناز فرزند ہیں۔

۳۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو قرآن کریم کے بعد، اسلام کی صحیح ترین کتاب ''صحیح البخاری'' کے مولف ہیں، ازبکستان کے شہر بخارا کے فرزند جلیل ہیں، ازبکستان ہی میں شہر ''سمرقند'' کے پاس ایک قصبے ''خرتنگ'' میں آپ کا مزار ہے۔

۴۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جو احادیث کے مشہور عالم مجموعے ''جامع الترمذی'' کے

---

[۱] جبکہ ''مشرقی ترکستان'' جس کا نام ''سنکیانگ'' رکھدیا گیا ہے، کمیونسٹ چین کے قبضے میں ہے، اس کے قدیم مشہور شہر ''کاشغر'' اور ''ختن'' ہیں اور دارالحکومت ''ارومچی''۔ اب یہ چین کا سب سے بڑا صوبہ شمار ہوتا ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ یہاں کی بھاری اکثریت، جو دراصل ترکی نسل سے تعلق رکھتی ہے، مسلمان ہے۔ اسے بھی شمار کیا جائے، تو کمیونسٹ اقتدار کا شکار ہونے والے مسلم ممالک کی تعداد تیس (۳۰) ہو جاتی ہے۔

مولف ہیں' ان کا وطن ازبکستان کا شہر "ترمذ" تھا' یہ شہر "آمو دریا" کے شمالی کنارے پر افغانستان کے بالکل قریب ہے' صرف دریا بیچ میں حائل ہے۔ جہاد افغانستان کے دوران روسی افواج نے اسے اپنی رسد و کمک اور افغانستان پر فضائی حملوں کا بہت بڑا مرکز بنایا ہوا تھا۔

۵۔ ابواللیث سمرقندی' صدرالشہید' علامہ مرغینانی (صاحب ہدایہ)' اور علامہ سکاکی (صاحب بدائع الصنائع) جیسے باریک بین حنفی فقہاء کرام اسی خاک "ازبکستان" سے اٹھے تھے۔

۶۔ شیخ ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ جو علم کلام کے مشہور امام ہیں ان کا وطن بھی "سمرقند" تھا' وہیں ان کا مزار ہے۔

۷۔ حضرت خواجہ بہاء الدین "نقش بند" جو تصوف کے "سلسلہ نقشبندیہ" کے بانی اور مشہور ولی اللہ ہیں' وہ اسی سرزمین "سمرقند" کو نصیب ہوئے۔

۸۔ "ابونصر فارابی" اور "ابن سینا" جیسے حکماء و فلاسفہ' اور "الغ بیگ" جیسے ماہرین فن "ہیئت" و "فلکیات" بھی اسی سرزمین سے اٹھے تھے اور دنیائے علم و فن پر چھا گئے تھے۔

یہاں مسلمانوں کے دور انحطاط میں بھی' کمیونسٹوں کے قبضے سے پہلے' کوئی شہر اور قصبہ دینی درسگاہ سے خالی نہ تھا' صرف بخارا میں آٹھ سے مدارس تھے جن میں تقریباً چالیس ہزار طلبہ دینی تعلیم مفت حاصل کر رہے تھے' یہی وجہ ہے کہ اسلام کو مٹا دینے کی ہر ممکن روسی کوشش کے باوجود وہاں کی جو صورت حال اب سامنے آئی ہے' یہ ہے کہ

بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

یہاں مسلمانوں پر کیا بیتی؟

روسی کمیونسٹ ان تمام علاقوں پر بھیڑیئے بن کر ٹوٹ پڑے تھے' اور ۱۹۲۰ء

میں ""خیوا"" اور ""بخارا"" پر بھی قابض ہوگئے' قرآن کریم کی طباعت واشاعت اور دینی تعلیم ممنوع قرار دے دی گئی' ان تمام مسلم ممالک کا رسم الخط جو فارسی' عربی تھا' اس پر پابندی لگاکر روسی رسم الخط مسلط کر دیا گیا تاکہ مسلمان اپنے ماضی سے اور موجودہ عالم اسلام سے علمی طور پر بھی بالکل کٹ کر رہ جائیں' جس مسلمانوں کو ""اللہ"" کا نام لیتے دیکھا گیا' انہیں سب سے بڑا مجرم ""روحانی"" قرار دے کر حکماً حقوق شہریت سے محروم کر دیا گیا' حج پر پابندی لگا دی گئی۔ مسلم اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کیلئے یہاں بھاری تعداد میں روسیوں کو لاکر آباد کیا گیا۔ مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے کیلئے کمزور ایمان والوں کے ضمیر خریدے گئے۔ بیشتر مساجد اور مدرسوں کو منہدم' یا کلبوں' گوداموں' اصطبلوں' رہائش گاہوں' اور تفریح گاہوں میں تبدیل کر دیا گیا' خال خال جو مسجدیں بچی رہ گئیں ان میں اذانیں بند کر دی گئیں' ان پر بھاری ٹیکس لگادیئے گئے' ان میں نماز پڑھنے والوں پر بھی ""نمازی ٹیکس"" لگایا گیا۔

جو باہمت مسلمان ٹیکس دے کر بھی مسجد آتے رہے انہیں ""سرمایہ دار"" قرار دے کر طرح طرح کی سزائیں دی گئیں' پھر وہ یا تو شہید کر دیئے گئے' یا سائبیریا کے برفیلے جہنم میں' جہاں درجہ حرارت چالیس منفی سینٹی گریڈ تک گر جاتا ہے' اس طرح جلاوطن کر دیئے گئے کہ ان کے اہل خانہ کو بھی معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا کیا ہوا؟ــــــ ان قیامت خیز حالات میں گنی چنی باقی ماندہ مساجد کا حال بھی اس کے سوا کیا ہوتا کہ

""مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے""

جب روسی یلغار ہوئی تو یہاں کے علمائے حق نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو اس حالت میں چھوڑ کر کہیں جانے کے بجائے آخر دم تک یہیں کفر کا مقابلہ کریں گے' ہزاروں مجاہدین نے ان اولوالعزم علمائے ربانی کی قیادت میں پہاڑوں میں مورچہ زن ہوکر بارہ سال سے زیادہ عرصہ تک' اپنی چھاپہ مار کارروائیوں سے کمیونسٹوں کا ناک میں دم کئے رکھا' ان مجاہدین کا جاسوسی نظام بھی عرصہ دراز تک کام کرتا رہا' جیسے ہی پتہ چلتا کہ آج فلاں شہر یا قصبے میں مسلمانوں پر شب خون مارا جائے گا' یا قیدی علمائے کرام کو برسر

عام قتل کیا جائے گا' یہ وہاں بجلی بنکر دشمنوں پر ٹوٹ پڑتے 'اور بہت سوں کو جہنم رسید کر ڈالتے۔

لیکن سوشلسٹ حکومت نے رفتہ رفتہ ہر علاقے میں علمائے سو کی ایک بڑی کھیپ تیار کرلی تھی' جو کمیونسٹوں کو "نجات دہندہ" ثابت کرنے کیلئے زمین و آسمان کے قلابے ملاتے 'مسلمانوں کو نت نئے فروعی مسائل میں الجھاکر آپس میں لڑواتے 'اور علماء حق کے خلاف دھواں دھار تقریریں کرتے۔

نئی نسل کو طرح طرح کے سبز باغ دکھاکر دین اور علماء دین سے بیزار کیا گیا' علمائے حق پر لرزہ خیز مظالم ڈھائے گئے' جو علمائے ربانی ان مظالم کا شکار ہوئے ان کی تعداد ۱۹۴۰ء تک پچاس ہزار کو پہنچ چکی تھی۔

عوام میں سے بے شمار لوگ اپنی جان اور ایمان بچاکر افغانستان' ایران' ہندوستان' اور سعودی عرب وغیرہ کو ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ میں نے بھی ایسے کئی مہاجرین اور ان کے بیٹوں اور پوتوں سے ملاقات کی 'اور خود ان کی زبانی ان کی بپتا سنی ہے ___ دارالعلوم کراچی میں بھی ان کی بڑی تعداد زیر تعلیم ہے۔

ایک مہاجر کی بپتا

ایک سید زادے جناب اعظم ہاشمی' جو کراچی یونیورسٹی میں غالباً استاذ تھے 'کبھی کبھی ہمارے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا کرتے 'اور ہم سے بھی محبت سے ملتے تھے' میری ان سے آخری ملاقات تقریباً ۱۹۷۲ء میں ہوئی تھی' جبکہ ان کی عمر ساٹھ کے لگ بھگ تھی۔ یہ اندجان (ازبکستان) کے ایک مشہور علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

۱۹۳۱ء میں جب ان کی عمر صرف سولہ سال تھی 'اور خاندان کے مرد تقریباً سب کے سب کمیونسٹوں کے ہاتھوں شہید ہوچکے تھے 'انہیں اپنی بیوہ والدہ کے اصرار پر راتوں رات ہجرت کرنی پڑی۔ کمیونسٹ ان کے خون کے پیاسے تھے 'اور والدہ کو بھی

"روحانی" قرار دے کر تمام حقوق شہریت سے محروم کیا جاچکا تھا' عالمہ فاضلہ ماں کی مامتا نے مجبور ہوکر اس لخت جگر کو ہمیشہ کیلئے یہ کہہ کر وداع کر دیا تھا کہ

"بیٹا! تم میرے بڑھاپے کا سہارا 'اور امیدوں کا مرکز ہو' مگر جیسا کہ دیکھ رہے ہو' تم وطن عزیز میں رہ کر ایک مسلمان کی حیثیت میں میری خدمت نہیں کرسکتے' میں تمہیں دین و ایمان کی خاطر کسی آزاد ملک میں چلے جانے کا حکم دیتی ہوں۔"

اس رات لالٹین کی دھیمی روشنی میں انہوں نے اپنے سوئے ہوئے بے خبر چھوٹے بہن بھائیوں کا آخری دیدار کیا' بیوہ ماں انہیں ضروری نصیحتیں کرتی ہوئی گھریلو باغیچے کے کنارے تک آئیں 'اور آخری بار پیار کرکے رخصت کر دیا۔

یہ چند ہی قدم چلے تھے کہ پیچھے سے کچھ گرنے کی آواز آئی' مڑکر دیکھا تو ماں بے ہوش پڑی تھیں' سخت پریشانی کے عالم میں بیٹے نے پانی کے چھینٹے دیکران کو آواز دی۔

ہوش میں آتے ہی ماں نے تلملاکر پوچھا "بیٹا! تم واپس کیوں آگئے؟ خدا کیلئے اپنی منزل کھوٹی نہ کرو' فوراً روانہ ہوجاؤ"

ماں کو چارپائی تک پہنچاکر یہ یتیم بہتی آنکھوں لرزتے دل اور بوجھل قدموں کے ساتھ نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔

مہینوں اسی "ماوراء النہر" کے شہروں "خوقند 'اور بخارا و سمرقند" وغیرہ میں ڈرے سہمے' دربدر پھرتے رہے' لیکن یہ سرزمین اپنی وسعتوں کے باوجود مسلمانوں پر تنگ ہوچکی تھی' بالآخر کسی نے کسی طرح "دریائے آمو" پار کیا' اور ہجرت کرکے افغانستان اور وہاں سے ہندوستان آئے' پھر پاکستان بن جانے کے بعد کراچی آکر مقیم ہوگئے ___ پھر عمر بھر ہزار جتن کئے مگر نہ ماں اور بہن بھائیوں کو دیکھ سکے' نہ یہ معلوم ہوسکا کہ وہ زندہ بھی ہیں یا شہید کر دیئے گئے؟ کیونکہ سوویت یونین کے تمام مقبوضہ ممالک اور ریاستوں کو باہر کی دنیا سے کاٹ کران پر ایسا دبیز آہنی خول مڑھ دیا گیا تھا کہ اندر کی

آواز باہر اور باہر کی اندر نہیں آسکتی تھی' ڈاک اور مواصلات کے سارے رابطے مستقل طور پر ختم کر دیئے گئے تھے۔

یہ علم' یہ حکمت' یہ تدبر' یہ حکومت
پیتے ہیں لہو' دیتے ہیں تعلیم مساوات

افغانستان پہنچنے سے پہلے اس سفر ہجرت میں خود ان پر کیا کیا قیامتیں گذر گئیں' اور وہاں کے شہروں میں دربدر پھرتے ہوئے انہوں نے مسلمانوں اور علمائے کرام پر کیسے کیسے لرزہ خیز مظالم کا مشاہدہ کیا' یہ سب کچھ انہوں نے اپنی چونکا دینے والی مختصر کتاب ''سمرقند و بخارا کی خونیں سرگذشت'' میں بیان کر دیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۷۰ء میں ''مکتبہ اردو ڈائجسٹ'' سمن آباد لاہور سے شائع ہوئی تھی اس وقت بھی میرے سامنے ہے ____

ان ریاستوں کی ماضی قریب کی تاریخ کا مطالعہ ہمیں خاص طور سے کرنا چاہئے' اس سے معلوم ہوگا کہ دشمن مسلمانوں کی کن کن کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اور کن کن حیلہ سازیوں سے انہیں تباہ کرنے میں کامیاب ہوا' اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہاں کی فضائیں جو صدیوں سے پانچوں وقت اذان کی دلکش صداؤں سے گونجا کرتی تھیں' ان پر مہیب خاموشی چھاگئی' جو علاقے صدیوں اسلام کے نور سے نہ صرف جگمگاتے رہے' بلکہ ان کی ضیاء پاش کرنیں دنیائے اسلام کو منور کرتی رہیں' ان پر مصائب و آلام کی وہ تاریک رات مسلط ہوگئی جس کی سحر کا انتظار کرتے کرتے وہاں کی کئی نسلیں دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔

لیکن آفریں ہے وہاں کے مظلوم و مقہور مسلمانوں کے ایمان راسخ پر' کہ کفر و ظلم کے ان اندھیاروں میں بھی انہوں نے ایمان کی شمع ایک لمحے کیلئے بجھنے نہیں دی' وہ نمازیں چھپ چھپ کر پابندی سے گھروں میں پڑھتے اور بچوں کو سکھلاتے رہے' قرآن کریم کے جو نسخے انہوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر کسی طرح بچالئے تھے' وہ عمر بھر ان کا سب

سے بڑا قیمتی سرمایہ رہے' ستر سال کے اس طویل عرصے میں ان کے اوراق کتنے ہی بوسیدہ کیوں نہ ہوگئے' مگر ان کی تلاوت اور تعلیم کا سلسلہ گھروں میں چھپ چھپ کر جاری رہا۔ حدیث وفقہ اور اسلامی علوم وفنون کی جو کتابیں انہوں نے کسی طرح بچالی تھیں' ان کی بھی اپنی جان کی طرح حفاظت کی ___ جو علمائے کرام کسی طرح زندہ بچ گئے تھے' انہوں نے دینی علوم کی تدریس کا سلسلہ راتوں کو خفیہ طور پر جاری رکھا۔ غرض دین وایمان کی اس بیش بہا پونجی کو' رخصت ہونے والی ہر نسل' آنے والی نسل کے ہاتھوں میں تھماتی' اور دلوں میں اتارتی رہی۔ ___ نتیجہ یہ ہے کہ الحمدللہ وہاں مسلمانوں کی آج بھی بھاری اکثریت ہے' علمائے کرام بھی موجود ہیں' مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد نماز' روزہ اور اسلامی شعائر کی پابند ہے ___

حیرت میں ڈال دینے والے یہ ایمان افروز حالات مجھے ازبکستان' تاجکستان' اور قرغیزیہ کے ائمہ مساجد کے اس وفد سے معلوم ہوئے جو حال ہی میں دارالعلوم کراچی آیا تھا۔[1] جن آلام ومصائب کا سامنا وسط ایشیاء کے مسلمانوں کو کرنا پڑا' اور جس طرح کی قربانیاں دے کر یہاں کے مسلمانوں نے اپنے دین کی حفاظت کی' روس کے دیگر مقبوضہ ممالک کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی مسلمان آج تک ان حالات کا مقابلہ کر رہے ہیں۔[2] اور دنیا کو اپنے عزم راسخ سے بتلا رہے ہیں کہ

مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلمان کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سر کلیم و خلیل

---

[1] ۱۹۹۱ء میں پھر ۱۹۹۲ء میں ناچیز' علمائے کرام کے ایک وفد میں ازبکستان کے دورے پر گیا تو کمیونسٹوں کے مظالم' اور اسلام کا بیج ماردینے کی روسی کوششوں کی جو تفصیلات معلوم ہوئیں' ان سب کو بیان کرنے کیلئے تو ایک مستقل کتاب کی وسعت چاہئے۔

[2] بعد میں ان ممالک کے مسلمانوں کو جہاد افغانستان کے نتیجے میں جب باہر کی دنیا میں آنے جانے کے کچھ مواقع ملے اور ان سے ملاقاتیں ہوئیں تو جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا' اس سے کہیں زیادہ رونگٹے کھڑے کردینے والے حالات سامنے آئے۔

روسی کمیونسٹوں کا ”طریقہ واردات“

وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں اور افغانستان میں روسیوں کا ”طریقہ واردات“ یہ تھا کہ انہوں نے اپنی ”فاتحانہ“ کارروائیوں کو عموماً تین مرحلوں میں ترتیب وار انجام دیا:

ا ــــ پہلے مرحلے میں انہوں نے غریب اور مفلوک الحال عوام کی حقیقی مشکلات و مصائب کا رونا رو کر سوشلزم اور کمیونزم کی ”غریب پروری“ کا سبز باغ دکھایا اور باور کرایا کہ ہم کارخانوں کا مالک مزدوروں کو، اور زمینوں کا مالک کاشتکاروں کو بنانا چاہتے ہیں، ہمارا مقصد یہ ہے کہ مفلس عوام کے مصائب دور کئے جائیں، تعلیم عام کی جائے، عورتوں کے ”حقوق کی حفاظت“ اور قوموں کی ”خود مختاری کی حمایت“ کی جائے۔ہمیں دین و مذہب سے کوئی دشمنی نہیں، صرف سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کو مٹانا چاہتے ہیں۔اس مرحلے میں انہوں نے مارکسی سوشلزم کو اسلامی عدل و انصاف اور خلافت راشدہ سے مشابہت کے رنگ میں پیش کیا، اور یہ دھوکہ دینے کی منظم کوشش کی کہ سوشلزم اسلام کے عین مطابق ہے۔اس منافقانہ مسلسل کارروائی سے انہوں نے سادہ لوح غریب عوام کی ہمدردیاں حاصل کرکے، معاشرے اور میدان سیاست میں اپنی طاقت بنائی اور کسی حد تک دیندار اور تعلیم یافتہ طبقہ کو بھی دام فریب میں پھانس لیا۔اس مرحلے میں وہ لینن کے بتائے ہوئے اس گر پر عمل کرتے رہے کہ ”مشرق میں مذہب کے دروازے سے آؤ“۔

۲ ــــ دوسرے مرحلے میں انہوں نے مسلم ریاستوں کے تعلیمی اداروں، سیاسی و نیم سیاسی تنظیموں، اخبارات و رسائل، فلموں، ادبی انجمنوں اور شاعروں میں اپنے تربیت یافتہ مبلغین کو گھسا کر اہم عہدوں پر فائز کرا دیا، یہ تعلیمی اداروں سے طلبہ کو، اور ذرائع ابلاغ سے عوام کو کبھی سوشلزم اور کمیونزم کا نام لے کر، اور کبھی نام لئے بغیر اس کی تبلیغ کرتے رہے، اور نوجوانوں کی خاصی تعداد کو ذہنی طور پر کمیونسٹ بناتے رہے۔

ڈراموں، نظموں، افسانوں، اخباری کالموں اور تقریروں کے ذریعہ پوری قوم کی ذہن سازی کی گئی، اس مقصد کیلئے مقامی حکمرانوں سے راہ و رسم بڑھا کر اپنے لئے زیادہ

سے زیادہ مواقع حاصل کیے گئے' ثقافتی پروگراموں کے نام پر نئی نسل کو عریانی اور فحاشی پر لگایا' جمہوریت کے نام پر عوام کو بے راہ روی' بے لگام آزادی اور قانون شکنی پر مائل کیا' روسی رقاصائیں آنے لگیں' اخلاقی قدروں اور تہذیبی روایات کا مذاق اڑایا جانے لگا' اور انہیں "رجعت پسندی" کا نام دے دیا گیا۔

"اقتصادی امداد" کے نام پر مقامی حکمرانوں' اور پالیسی ساز افسروں کو اللے تللے کرائے گئے' اور "دفاعی معاہدوں" کے نام پر ان حکمرانوں کو بے وقوف بنا کر اپنا تابع فرمان بنالیا' جب وہ اقتصادی اور دفاعی میدانوں اور سائنس و ٹیکنالوجی میں خود کفالت کی راہ پر گامزن ہونے کے بجائے' اس غیر ملکی امداد پر انحصار کے عادی ہو گئے تو ان سے قومی مقاصد' عوامی امنگوں' اور ملکی ضرورتوں کے خلاف فیصلے کرائے گئے اور دوسری طرف سے ردعمل کے طور پر سیاسی لیڈروں اور عوام کو حکومت کے خلاف اکسایا گیا' حکمران اپنے عوام سے کٹتے' اور اتنے ہی کمزور ہوتے چلے گئے۔

ساتھ ساتھ اسلامی عقائد اور دینی شعائر پر رکیک زبان درازیاں ہونے لگیں' علمائے حق کا کھل کر مذاق اڑایا جانے لگا علماء سوء کو ان کے مقابلے میں شہ دی گئی' اور طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔

ماضی کے مسلم حکمرانوں کی رنگ رلیوں کے بعض سچے' اور بہت سے من گھڑت قصے سنا سنا کر عوام کو ان کے ماضی اور دینی رہنماؤں سے بے زار کیا گیا' اور انہیں آپس میں کہیں فرقہ واریت کی بنیاد پر' اور کہیں لسانی' علاقائی یا نسلی عصبیتوں کی بنیاد پر طرح طرح سے لڑوا کر ملک کو بری طرح کمزور کر دیا گیا۔

۳ ـــــ تیسرے مرحلے میں جب دیکھا کہ اندر کا میدان ان کی فوجوں کیلئے ہموار ہو گیا ہے اور کسی بڑی مزاحمت کا خطرہ نہیں تو ان کے ٹینک اور لاؤلشکر سارے وعدوں' معاہدوں' اور "سبز باغوں" کو روندتے ہوئے اس ملک میں داخل ہو گئے اور سب سے پہلے ان نااہل حکمرانوں کا خاتمہ کیا جنہیں بے وقوف بنا کر وہ یہاں تک پہنچے تھے۔ ملک پر انتہائی جابر و قاہر ڈکٹیٹرشپ مسلط کر دی گئی۔

یہ ڈکٹیٹر عموماً اسی ملک کے وہ ضمیر فروش سیاسی لیڈر ہوتے تھے 'جنہیں اس مقصد کیلئے پہلے سے تیار کیا جاتا تھا ان کے نام تو وہی مسلمانوں کے سے تھے جو ان کے مسلم آباواجداد نے رکھے تھے ' لیکن عقیدے کے اعتبار سے جب تک انہوں نے اپنا کٹر کمیونسٹ 'اور خدا کا منکر ہونا ثابت نہ کر دیا انہیں یہ عہدہ نہیں دیا گیا 'کارخانوں 'دکانوں اور زمینوں پر سوشلسٹ بیوروکریسی قابض ہوگئی اور مفلس عوام اور مزدور کاشتکار جنہیں سبز باغ دکھا کر یہ خونی ناٹک رچایا گیا تھا منہ تکتے رہے گئے 'ان کا افلاس بڑھتا گیا 'اب بسا اوقات سوکھی روٹیوں کو بھی ترسنے لگے 'مذہبی آزادی 'تنظیم سازی 'سیاسی آزادی 'اور پیشے کی آزادی کا خاتمہ کر دیا گیا۔

جس مسجد یا مدرسے سے سوشلزم یا اس کی ڈکٹیٹرشپ کے خلاف آواز اٹھنے کا اندیشہ ہوا اس پر بلڈوزر چلا دیئے گئے 'جو ذرا بولا اسے ہمیشہ کیلئے غائب کر دیا گیا 'اور ساری وہ داستانیں دہرائی گئیں جن کی دہشت آج بھی ترمذ 'فرغانہ 'بخارا اور سمرقند کے کوچے کوچے پر چھائی ہوئی ہے۔

اس کے آب لالہ گوں کی خون دہقاں سے کشید
تیرے میرے کھیت کی مٹی ہے اس کی کیمیا
اس کے نعمت خانے کی ہر چیز ہے مانگی ہوئی
دینے والا کون ہے؟ مردِ غریب و بے نوا

افغانستان میں "تیسرے مرحلے" کا حشر

روسیوں نے وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کو تاراج کرنے کے فوراً بعد ہی افغانستان میں بھی اپنی "واردات" کا پہلا مرحلہ شروع کر دیا تھا 'پھر دوسرے مرحلے کا بہت بڑا کام ظاہر شاہ کے دورِ حکومت (تا ۱۹۷۲ء) میں ہوا 'اور اس کی تکمیل داؤد خان کے دور (تا ۷ اپریل ۱۹۷۸ء) میں ہوئی۔ اس وقت یہاں مسلمانوں کی ایک خاصی بڑی تعداد کو جو علم دین سے نابلد تھی 'کمیونسٹ بنایا جا چکا تھا 'اور وہی سرکاری تعلیمی اداروں پر

چھائے ہوئے تھے۔

اعلیٰ تعلیم و "تربیت" کیلئے چھانٹ کر ایسے نوجوانوں کو روس بھیجا جاتا تھا جو پہلے سے کمیونسٹ ہوں' یا ان کے بارے میں یہ اطمینان ہو کہ وہ کٹر کمیونسٹ بن کر واپس آئیں گے۔ ملک کے کلیدی عہدوں' سیاست اور فوج پر کمیونسٹ قابض ہو چکے تھے' اور وہ تمام کارروائیاں مکمل ہو چکی تھیں' جو روسی "دوسرے مرحلے" میں انجام دیتے رہے ہیں۔

تیسرے مرحلے کا آغاز "انقلاب ثور" کے نام سے کیا گیا' جس کا مقصد افغانستان کو مکمل طور پر "بخارا و سمرقند" بنا دینا تھا' یہ انقلاب ۲۷ اپریل ۱۹۷۸ء کو یہاں کی کمیونسٹ جماعت "خلق پارٹی" کے مشہور کمیونسٹ لیڈر "نور محمد تره کئی" نے صدر داؤد خان کو قتل کر کے اور کرسی صدارت پر قبضہ کر کے برپا کیا تھا____

روس کا خیال تھا کہ افغانستان کو مکمل طور پر کمیونسٹ ملک کی حیثیت سے روسی "سویت یونین" کا "ٹوٹ انگ" بنا دینے کیلئے نور محمد تره کئی' اس کی خلق پارٹی اور ان کے روسی مشیر و "ماہرین" کافی ہو جائیں گے' اس لئے اس نے اپنی فوجیں اس موقع پر نہیں بھیجیں تھیں____ چنانچہ تره کئی نے افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب کرتے ہی جو کارنامے فوری طور پر انجام دیئے وہ یہ تھے:

۱۔ ملکی جھنڈے کا رنگ سرخ کر دیا گیا۔ سرخ جھنڈا لہرانے کی ایک پروقار تقریب منعقد کی گئی۔

۲۔ ۱۵ ہزار مسلمانوں کو اپنے ابتدائی دنوں ہی میں شہید کر ڈالا جن میں بہت سے علمائے دین بھی شامل تھے۔

۳۔ اسلام کی مخالفت میں کئی قوانین نافذ کئے۔

۴۔ مقابلے میں بولنے والے بہت سے مسلمانوں کی املاک ضبط کر لی گئیں۔

۵۔ ریڈیو سے دینی پروگرام یکلخت بند کر دیئے۔

۶۔ سرکاری تعلیمی اداروں سے اسلام' اور اس سے متعلق مضامین کو خارج کر کے سوشلزم اور کمیونزم کی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی۔

۷۔ کاشتکاروں، مزدوروں، اور خواتین پر "اشتراکی ثقافت" کے تربیتی پروگراموں میں شرکت لازم کر دی گئی۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کا علی الاعلان انکار کیا جانے لگا (نعوذ باللہ) کمیونسٹ لیڈر بھرے مجمع میں اپنا ہاتھ بلند کر کے مسلمانوں کو للکارتے کہ "اگر تمہارا خدا موجود ہے تو میرا یہ ہاتھ نیچا کر کے دکھائے۔"

افغانستان میں مکمل طور پر کمیونسٹ حکومت مسلط ہو ہی گئی تھی۔ لیکن کمیونزم کو یہاں اسلام پر مر مٹنے والی اس غیور قوم سے واسطہ پڑا جس نے صحابہ کرام کے دور میں حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد سے آج تک ایک دن کیلئے بھی اپنے اوپر غیر مسلموں کی محکومی کا داغ نہیں آنے دیا ـــــ پھر یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی پڑوسی مسلم ریاستوں میں کمیونزم کے مظالم کا مشاہدہ پچھلی کئی دہائیوں سے کر رہے تھے۔ انہیں دھوکہ دینا ممکن نہ تھا۔

یہاں کے بیدار مغز علمائے ربانی سوشلزم اور کمیونزم کو شروع ہی سے مسلم افغانستان کیلئے خطرے کی گھنٹی قرار دیتے چلے آرہے تھے، اور جب ظاہر شاہ کے دور میں "ثقافتی انقلاب" کے نام پر اسلام کی بیخ کنی کیلئے منظم کارروائیاں شروع ہوئیں تو انہوں نے آنے والے طوفان کو بھانپتے ہی اس کے خلاف جدوجہد شروع کر دی تھی۔

نور محمد ترہ کئی کے اس "سرخ انقلاب" نے جلتی پر تیل کا کام کیا، اور چند ہی دنوں بعد یہاں کے علمائے حق کو اس کافر حکومت کے خلاف اعلان جہاد کرنا پڑا ـــــ ترہ کئی کی نام نہاد حکومت نے اس مقدس جہاد کو کچلنے کیلئے بھرپور جنگی طاقت استعمال کی کابل کی مشہور عالم بدنام ترین جیل "پل چرخی" کے بلڈوزر، دن رات اجتماعی قبریں کھودنے میں مصروف رہتے، جن میں بے گناہوں کو بغیر کفن کے دھکیل دیا جاتا تھا۔

مسلمانوں کا جذبہ جہاد ان مظالم سے اور بھڑک اٹھا، انہوں نے اپنی تابڑ توڑ گوریلا کارروائیوں سے تھوڑے ہی دنوں میں فوج کی یہ حالت کر دی کہ وہ ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں سے باہر نہیں نکلتی تھی۔

روس نے ترہ کئی حکومت کو نہتے مجاہدین کے ہاتھوں اس طرح سے بے بس

ہوتے دیکھ کر "خلق پارٹی" ہی کے ایک اور کمیونسٹ لیڈر حفیظ اللہ امین کو آگے بڑھایا جو اس وقت وزیراعظم تھا' اس نے ترہ کئی کو قتل کر کے کرسی پر قبضہ کر لیا' مگر چند روز میں روسی حکام کو اندازہ ہو گیا کہ امین ان کا وفادار نہیں ہے' اس نے مجاہدین کے خلاف کارروائیاں کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا۔

چنانچہ روس نے ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو اپنی ٹڈی دل افواج افغانستان میں گھسا دیں' جنہوں نے سب سے پہلے حفیظ اللہ امین کا خاتمہ کیا اور اس کی جگہ "پرچم پارٹی" کے مشہور کمیونسٹ لیڈر "ببرک کارمل" کو چیکوسلواکیہ سے لا کر کٹھ پتلی صدر بنا دیا۔

جب ببرک کارمل کئی سال تک روسی فوج کی بھرپور طاقت اور جدید ترین اسلحہ سے بھی جہاد کو نہ دبا سکا تو روس نے اسے بھی معزول کر کے اپنے چھٹے مہرے "ڈاکٹر نجیب اللہ" کو داؤ پر لگا دیا۔ اور اس کے بعد وہ سب کچھ ہوا جو دنیا دیکھ رہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ "روسی واردات" کا یہ تیسرا مرحلہ ہی تھا جو جہاد افغانستان کا سبب بنا اور بالآخر روسی سامراج کے لئے پیغام موت ثابت ہوا۔

افغانستان کے غیور مجاہدین نے اپنے ۱۵ لاکھ شہیدوں کا خون دے کر نہ صرف خود کو کمیونزم کی غلامی سے بچایا بلکہ وہ روس کی مقبوضہ مسلم ریاستوں میں بھی خفیہ طور پر اپنی جانوں پر کھیل کھیل کر پہنچے' انہیں اسلامی لٹریچر اور قرآن کریم کے نسخے پہنچائے' اور جہاد افغانستان کے منظر و پس منظر سے آگاہ کر کے ان میں آزادی کی بے تاب لہر دوڑا دی' بلکہ یہ کام ان فوجیوں نے بھی بڑے پیمانے پر انجام دیا جنہیں روس نے مقبوضہ ریاستوں سے یہ سمجھ کر بھرتی کیا تھا کہ یہ اپنے آبائی دین کو بھول چکے اور کمیونزم کے سانچے میں ڈھل چکے ہیں ___ ان میں کچھ ایسے ضرور تھے جنہیں صرف اتنا یاد رہ گیا کہ ان کے والدین مسلمان تھے لیکن بڑی تعداد ان فوجیوں کی تھی جو درپردہ اب بھی اپنے دین پر قائم تھے

ان فوجیوں نے جب افغانستان آکر مسلمانوں کے حالات' ان کی مظلومیت' ان کی نمازوں اور ایمان افروز جہاد کا مشاہدہ کیا تو ان کا بھی ایمان جاگ اٹھا' ان فوجیوں کی

ہمدردیاں مجاہدین کے ساتھ ہوگئیں، بعض مواقع میں توانہوں نے اپنا اسلحہ تک مجاہدین کی نذر کر دیا۔

روس نے یہ صورت حال دیکھتے ہی انہیں تو واپس بلالیا تھا لیکن جاگے ہوئے ایمان نے آزادی کی جو تازہ روح ان میں پھونک دی ہے اس کا توڑ اب کسی کے پاس نہیں۔

افغانستان کی دلدل میں پھنس کر روس جس عبرتناک معاشی بدحالی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوا ہے، اور اس کی مقبوضہ ریاستوں میں صورت حال جس تیزی سے بدل رہی ہے اس سے تو اب یہی مژدہ سنائی دیتا ہے کہ

عام حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے
اے مسلماں! آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

افغانی کمیونسٹ

یہ بات تو معروف و مشہور ہے کہ افغانستان کے مسلمان اللہ کے فضل سے اسلام پر مرمٹنے والے ہیں، لیکن یہ کم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ یہاں کے جو تقریباً ایک دو فیصد لوگ کمیونسٹ ہوگئے، وہ کٹر کمیونسٹ اور اللہ تعالیٰ کے بدترین دشمن ہیں، بہت سے کھلم کھلا اور بہت سے درپردہ۔

خوست کے کمیونسٹ اور بھی کٹر سمجھے جاتے ہیں، انہوں نے کمیونزم کو کسی لالچ سے نہیں بلکہ نظریاتی طور پر اختیار کیا ہے، جس کیلئے ان کی ذہن سازی برسوں کی محنت اور سائنٹیفک تربیت سے کی گئی ہے۔ ان میں سے بیشتر انتہائی نرغے کی حالت میں بھی ہتھیار نہیں ڈالتے، روسی فوج تو بہادر ثابت نہ ہوئی، لیکن یہ آخر دم تک لڑتے ہیں، اور مجاہدین کے ہاتھوں گرفتار ہو جانے پر خودکشی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ جو شہر اب تک ان کے قبضہ میں ہیں ان کے تعلیمی اداروں میں مارکس اور لینن ہی کے نظریات کی تعلیم دی جاتی ہے۔

ان افغان کمیونسٹوں کی اسلام دشمنی کے بہت سے واقعات میں نے قابل اعتماد مجاہدین سے خود سنے ہیں، مثلاً مسلمانوں کی اجڑی ہوئی بستیوں سے گذرتے ہوئے ان کی مساجد کو اجتماعی طور پر نعوذ باللہ بیت الخلاء کے طور پر استعمال کرنا، اور پوری مسجد کو نجاست سے بھر دینا، قرآن کریم کے اوراق پر (خاکم بدہن) قضائے حاجت کرنا، اور ان سے استنجا کرنا، اور قیدی مجاہدین کو بات بات پر یہ کہنا کہ "بلالو اپنے خدا کو، اگر خدا موجود ہے تو تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتا؟" وغیرہ وغیرہ (نعوذ باللہ) ـــــ اس سلسلے کا ایک واقعہ مولانا رحمت اللہ حقانی نے اپنا چشم دید بیان کیا ہے، موصوف پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ "دارالعلوم حقانیہ" اکوڑہ خٹک (صوبہ سرحد) کے فارغ التحصیل ہیں، اور پچھلے آٹھ برس سے افغانستان میں بر سرپیکار ہیں۔ وہ فرماتے ہیں (خلاصہ نقل کر رہا ہوں):

> "ارغون کی ایک لڑائی میں ہمارے تیس شہداء کی لاشیں دشمن نے اپنے قبضہ میں لے لیں، ہمارے مجاہدین نے ارغون کے والی (کمشنر) سے مذاکرات میں شہیدوں کی واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے یہ مطالبہ تکبر سے ٹھکرا دیا، ہمارے کمانڈر نے کہا "اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔" کمشنر نے جواب دیا "تم خود بھی آؤ، تمہارا رسول بھی آئے، اور تمہارا خدا بھی آئے، سب کو لے آؤ، میرا چیلنج ہے کہ تم اپنے کسی شہید کا ایک بال بھی مجھ سے نہیں چھڑا سکتے۔"
>
> اس کا یہ چیلنج دھرا کا دھرا رہ گیا، کیونکہ مجاہدین نے اپنے تیس کے تیس شہداء واپس لے لئے ـــــ جب مجاہدین نے ان کے ٹھکانوں پر میزائل داغے تو اس کا بھی ایک پاؤں کٹ گیا، مگر کمیونزم کا طوق اب تک اس کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔" (ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک، شمارہ نمبر ۶ جلد ۲۶)

افسوس کہ:

فیض فطرت نے تجھے دیدہ شاہیں بخشا
جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہ خفاش

ڈاکٹر نجیب اللہ کا مذہب؟

افغانستان کے موجودہ "کٹھ پتلی ڈکٹیٹر" نجیب اللہ کا دین ومذہب کیا ہے؟ ــــ بہتر ہوگا کہ اس سلسلہ میں خود اسی کے حقیقی بھائی "صدیق اللہ راہی" کا بیان یہاں نقل کر دیا جائے جو روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۲ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ (منگل ۱۶ اگست ۱۹۸۸ء) کے پہلے صفحے پر اس کی تصویر کے ساتھ شائع ہوا تھا:

> "پشاور (نمائندہ جنگ) افغانستان کے صدر ڈاکٹر نجیب اللہ کے بھائی "صدیق اللہ راہی" نے الزام عائد کیا ہے کہ ڈاکٹر نجیب اللہ ایک ظالم انسان ہیں، وہ مجھے ہر وقت دھمکیاں دیتے رہتے ہیں، اور انہوں نے اپنے والد کو بھی ہلاک کر دیا ہے ــــ ۲۵ سالہ صدیق اللہ نے پیر کو پہلی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا "ہمارے والد نجیب اللہ کے مخالف تھے، وہ معمولی بیمار تھے، اسپتال میں داخل ہوئے تو انہیں ہلاک کر دیا گیا جبکہ میں مغربی جرمنی بھاگ گیا، وہاں مجھے نشہ آور دوا کھلائی گئی، اور جب مجھے ہوش آیا تو مشرقی جرمنی منتقل کر دیا گیا اور پھر کابل لے آئے۔" انہوں نے کہا ہم چار بھائی اور دو بہنیں ہیں جن میں سے ۲ بھائی کمیونسٹ ہیں جبکہ میں اور میری بہنیں کمیونسٹ نہیں ہیں۔"

گھر کے بھیدی کے اس بیان سے بھی ان حضرات کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو افغانستان سے روسی فوجوں کی پسپائی کے بعد اب افغانستان کے مقدس جہاد کو "مسلمانوں کی خانہ جنگی" کا نام دے رہے ہیں۔

خوست کا محاذ

"خوست" افغانستان کے مشرقی صوبے "پکتیلہ" کا مشہور شہر اور "گردیز" اس کا دارالحکومت ہے۔ افغانستان میں صوبے کو "ولایت" کہا جاتا ہے۔ ولایت پکتیا اور ولایت کابل کے درمیان صرف ایک چھوٹی سی ولایت "لوگر" حائل ہے۔ باقی تمام صوبوں کی طرح ان تینوں صوبوں کا بھی نوے فیصد علاقہ اب مجاہدین کے قبضہ میں ہے، صرف چند شہروں اور چھاؤنیوں پر کمیونسٹ قابض ہیں ـــــ

پکتیا روسیوں کے تسلط سے پہلے بہت بڑا صوبہ تھا، روسیوں نے اس کے جنوبی علاقے کو مستقل "ولایت" کا درجہ دے کر اس کا نام (ایک کاف کے اضافے سے) "پکتیکا" رکھ دیا، اس نئے صوبے کا مشہور شہر "ارغون" اور دارالحکومت "شرنہ" جس کی مکمل فتح کا حال پیچھے آچکا ہے۔ ان دونوں صوبوں کی مشرقی سرحد پاکستان کے آزاد قبائلی علاقے "شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان" سے ملتی ہے، خوست اس پاکستانی سرحد سے تقریباً ۳۵ کلو میٹر کے فاصلے پر گردیز اور کابل کی سمت میں واقع ہے ـــــ

یوں تو افغانستان میں چھوٹے بڑے تقریباً چار سو (۴۰۰) محاذوں پر جنگ ہوتی رہی ہے، لیکن خوست اور ارغون کی اس لحاظ سے بہت اہمیت ہے کہ کمیونسٹوں نے ان دونوں سرحدی شہروں کو پاکستان کے خلاف تخریب کاری کے بہت بڑے بڑے اڈوں کی حیثیت دی ہوئی تھی، اور اس پورے علاقے کو مزید طاقتور بنانے کیلئے دو صوبوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کو مستقل صوبے کے اختیارات اور وسائل سے لیس کر دیا تھا تاکہ پاکستان کے خلاف بھرپور کارروائیاں کی جاسکیں۔ "خاد" کے تربیت یافتہ تخریب کار پاکستان میں بیشتر یہیں سے داخل کئے جاتے تھے، پاکستان کے وزیری قبائل کو بھی یہیں سے پاکستان اور مجاہدین کے خلاف اکسا کر بھرتی کیا جاتا، اور تربیت دی جاتی تھی۔ اسکے علاوہ بھی پاکستان اور مجاہدین کے خلاف طرح طرح کی کارروائیاں عمل میں آتی تھیں۔ ارغون کی فتح کے بعد اب اس سمت میں صرف خوست ہی ان سازشوں کا مرکز تھا۔

جغرافیائی اور سیاسی اہمیت کے علاوہ خوست کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ بڑے بڑے کمیونسٹ لیڈر پکتیا اور خوست ہی کے باشندے ہیں، حفیظ اللہ امین، ببرک کارمل، ڈاکٹر نجیب، شاہنواز تنائی اور کئی بڑے بڑے جنرل یہیں کی پیداوار ہیں ـــــ ویسے بھی اس

علاقے میں افغانی کمیونسٹوں کی تعداد زیادہ تھی 'جو اپنی فوج کیلئے مجاہدین کے خلاف جاسوسی کا کام بہت بڑے پیمانے پر انجام دیتے رہے ہیں۔

ان اسباب کی بناء پر کابل کی کمیونسٹ انتظامیہ نے خوست کی حفاظت کو اپنے وقار اور موت وحیات کا مسئلہ بنایا ہوا تھا۔ خوست کی چھاؤنی 'ہوائی اڈہ' ریڈیو اسٹیشن' یونیورسٹی 'وزارت تعلیم کے دفاتر سمیت سارے وسائل پاکستان ور مجاہدین کے خلاف برسوں سے سرگرم عمل تھے۔ ڈاکٹر نجیب کا یہ بیان متعدد رسالوں میں شائع ہو چکا ہے کہ "خوست ناقابل تسخیر ہے اگر مجاہدین نے اسے بھی فتح کر لیا تو میں مستعفی ہو جاؤں گا۔"

افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو!
دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات

مشکل ترین محاذ

خوست کے دفاع کیلئے دشمن نے جو جتن کئے تھے 'ان سے بظاہر یہ ناقابل تسخیر ہی تھا۔ یہ خوبصورت شہر اور اس کی چھاؤنی بہت بڑے میدانی علاقے میں "دریائے شامل" کے شمالی کنارے پر واقع ہیں یہ دریا اس طرف سے خوست کے دفاع کا قدرتی ذریعہ ہے 'اس شہر کے ہر طرف تقریباً ۱۵ کلو میٹر تک میدانی علاقہ ہے جس میں جگہ جگہ دشمن کی فوجی چوکیاں' قرار گاہیں (Base) ٹینک اور مورچے تھے۔ پھر اس میدانی علاقے کو ہر طرف سے طویل پہاڑی سلسلوں نے گھیرا ہوا ہے 'ان پہاڑوں' پہاڑیوں 'اور ٹیلوں پر دشمن نے بیسیوں بڑی بڑی چوکیاں (پوسٹیں) قائم کی ہوئی تھیں 'جو ہر قسم کے اسلحہ اور ساز وسامان سے لیس 'اور دشمن فوج سے بھری ہوئی تھیں' ہر بڑی چوکی کے تحت اس کے ارد گرد کی پہاڑیوں اور چوٹیوں میں درجنوں چھوٹی چھوٹی چوکیاں 'اور مورچے تھے 'جن کے گرد وپیش کا سارا علاقہ لاکھوں بارودی سرنگوں سے پٹا پڑا تھا____ اس طرح خوست کا یہ سارا علاقہ جس کا طول تقریباً ستر (۷۰) کلو میٹر 'اور عرض تقریباً ۵۵ کلو میٹر ہے' دشمن کے قبضہ میں تھا۔

اس میل ہا میل میں پھیلے ہوئے دفاعی حصار کے باہر ہر طرف سے پہاڑوں میں مجاہدین "مولانا جلال الدین حقانی" کی مرکزی قیادت میں برسوں سے ڈٹے ہوئے تھے' انہوں نے اس پورے علاقے کا محاصرہ کیا ہوا تھا 'جس کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدین کیلئے یہ

محاذ کئی سو کلو میٹر کا پھیلاؤ رکھتا تھا ـــــ شاید یہ کہنا بے جا نہ ہو کہ افغانستان کے محاذوں میں یہ مشکل ترین محاذ تھا' کیونکہ خوست شہر اور چھاؤنی تک پہنچنے میں سب سے پہلے تو یہ مہیب پہاڑی سلسلہ حائل تھا جس کی تقریباً ہر چوٹی اور پہاڑی سے دشمن کی دور مار توپیں شب و روز مجاہدین پر آگ اور لوہا برسا رہی تھیں' آگے تقریباً ۱۵ کلو میٹر تک میدانی علاقہ دشمن کی چوکیوں' مورچوں' ٹینکوں اور بارودی سرنگوں سے بھرا ہوا تھا' اس کے بعد جنوب کی طرف سے دریائے شامل کو عبور کرنا بھی ایک مسئلہ تھا' یہ بھی عبور ہو جائے تو خوست کی زبردست چھاؤنی کو فتح کرنا آسان نہ تھا جبکہ دشمن کو اپنی فضائیہ کی بھرپور امداد ہر وقت حاصل تھی' اور مجاہدین کے پاس فضائیہ تو کجا' فضائی حملوں سے بچنے کا بھی کوئی قابل ذکر سامان نہ تھا۔ مگر بقول بھائی جان مرحوم

عقل تو سود وزیاں کے فکر میں الجھی رہی
جم گئے اہل جنوں خوف و خطر کے سامنے

مجاہدین صف شکن

ان تمام صبر آزما کاوٹوں کے باوجود آفرین ہے مجاہدین کے پر ایمان عزم راسخ پر کہ انہوں نے خوست کی طرف پیش قدمی ہر سمت سے جاری رکھی' اور خوست کے گرد ان کا گھیرا مسلسل تنگ ہوتا رہا ـــــ ہر سال یہ گھیرا تقریباً ۱۵-۲۰ کلو میٹر تنگ ہو جاتا تھا ـــــ رفتار سست ضرور تھی' کیونکہ وہ ہفتوں اور مہینوں کی منصوبہ بندی اور تیاری کر کے اور کتنی ہی جانوں کا نذرانہ دے کر کسی پہاڑ کو فتح کرتے' لیکن فوراً انہیں دشمن کے فضائی حملوں کے باعث واپس آنا پڑتا۔ ان فتوحات سے یہ فائدہ تو ضرور ہوتا کہ دشمن کے بہت سے سپاہی جہنم رسید اور بہت سے زخمی اور گرفتار ہو جاتے' دشمن کے حوصلے پست' اور مجاہدین کے حوصلے بلند ہو جاتے' اور مجاہدین کو بڑی مقدار میں اسلحہ اور خورد و نوش کا سامان مل جاتا' لیکن ان کی واپسی کے بعد دشمن پہلے سے زیادہ ساز و سامان کے ساتھ پھر اس پہاڑ پر قابض ہو جاتا تھا ـــــ

ان کٹھن حالات میں یہ بھی حیرتناک ہی ہے کہ ۱۹۸۸ء کے آخر تک مجاہدین اس پہاڑی سلسلے کے اکثر حصے پر قابض ہو کر وہاں اپنے مضبوط مراکز اور مورچے قائم کر چکے تھے۔

اس پہاڑی سلسلے میں تین پہاڑ سب سے اونچے تھے (۱) تورغڑہ (۲) راگ بیلی (۳) مانی کنڈو۔ وہ ''راگ بیلی'' اور ''مانی کنڈو'' پر بھی قبضہ کر کے دشمن کی مضبوط ترین اگلی دفاعی لائن کو بڑی حد تک تہس نہس کر چکے تھے' اور محاصرہ اتنا سخت کر دیا تھا کہ زمینی راستے سے خوست کو کسی قسم کی رسد کمک پہنچنے کا امکان نہ چھوڑا تھا۔ شروع میں تو خوست کو رسد کمک پہنچانے کیلئے فوجی قافلے طویل وقفوں سے آتے رہے' لیکن جب مجاہدین نے ان قافلوں کا بھی تیاپانچا کر دیا تو آخری بدنصیب قافلہ جو ۸۷ء کے اواخر میں آ کر تباہ و برباد ہوا تھا' اس کے بعد کوئی قافلہ ادھر کا رخ نہ کر سکا۔

اب خوست کو رسد کمک صرف فضائی راستہ سے مل رہی تھی' جس کیلئے خوست کا بڑا ہوائی اڈہ شب و روز مشغول تھا' اور جب تک ''تورغڑہ'' فتح نہ ہو اور اس کی چوٹی پر مجاہدین کا قبضہ نہ ہو' اس ہوائی اڈے کو نشانہ بنانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اس چوٹی سے ہوائی اڈہ صاف نظر آتا ہے۔ امریکہ کی طرف سے ''اسٹینگر میزائلوں'' کی فراہمی بند ہو جانے کے باوجود بھی مجاہدین تقریباً ہر مہینے دشمن کے ایک دو جہاز کسی طرح شکار کر ہی لیتے تھے۔

منزل ہے دور پھر بھی مسرت یہ کم نہیں
ہمت بڑھی ہوئی ہے' کمی فاصلوں میں ہے

کرامتوں کا ظہور کب ہوتا ہے؟

اس صبر آزما محاذ پر جہاد کے بارہ برسوں میں مجاہدین نے سرفروشی اور عزم و شجاعت کی جو تاریخ ساز مثالیں قدم قدم پر رقم کی ہیں' نیز اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد کے جن حیرتناک واقعات اور کرامتوں کا ظہور ہوا ہے' ان سب کو اگر کاغذ پر بھی لکھنا ممکن ہوتا تو اس میں قطعاً مبالغہ نہیں کہ ان کیلئے کئی ضخیم جلدوں کی وسعت درکار ہوتی۔ تاہم چند واقعات کا ذکر پیچھے بھی ہو چکا ہے' انشاء اللہ آگے بھی آئے گا۔

یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ''کرامتوں'' کا نزول' کاہل اور بے عمل لوگوں پر نہیں ہوا کرتا' یہ انعام ان ''شیخ چلیوں'' کا مقدر نہیں بنتا جو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر معجزوں کی تمنا کرتے ہیں ___ قرآن و سنت کی ہدایات' اور اسلام کی ۱۴ سو سالہ تاریخ'

اور خود افغانستان کے یہ سنگلاخ محاذ اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ کرامتوں کا نزول ان اولوالعزم مردان خدامست پر ہوتا ہے جو اپنی پوری توانائیاں' ہر ممکن تدابیر' اور وسائل کی ساری پونجی حتی کہ جان عزیز بھی دین کی سربلندی اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے داؤ پر لگا دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے' اور اسی سے ہر مشکل میں مدد مانگتے ہیں ـــــ پھر جب ان پر ایسا وقت آپڑتا ہے کہ ظاہری تدابیر فیل ہو جاتی' اور اسباب ووسائل جواب دے جاتے ہیں' خوف سے کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے' اور اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی' تو اللہ رب العالمین غیبی امداد بھیج کر اپنا یہ وعدہ پورا فرماتا ہے کہ

"ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ"

"پھر ہم بچالیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور ایمان والوں کو اسی طرح' ہم ایمان والوں کو بچالیں گے' یہ ہمارے ذمہ ہے۔" (سورہ یونس ۱۰۳)

اور اس وعدے کا بھی مشاہدہ کھلی آنکھوں ہو جاتا ہے کہ

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ"

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔" (سورہ محمد ۷)

بندہ جب اپنے رب کی ان نوازشوں کو دیکھتا ہے تو اس کی ڈھارس بندھ جاتی ہے' اللہ پر یقین وتوکل اور پختہ ہو جاتا ہے' ایمان کی وہ حلاوت نصیب ہوتی ہے کہ مشقتوں کی لذت کے سامنے دنیا کی ساری لذتیں ہیچ ہو جاتی ہیں' وہ اللہ کی معیت کو محسوس کرنے لگتا

ہے، انتہائی خطرناک مواقع میں بھی ہراساں نہیں ہوتا، بلکہ اپنے رب پر جان دے کر شہادت حاصل کرنے کا شوق ہی اس کا سرمایہ حیات بن جاتا ہے۔ [لہ]

اے رہرو فرزانہ، بے جذب مسلمانی
نے راہ عمل پیدا، نے شاخ یقیں نمناک

لہ فلسطین کے مشہور مجاہد عالم دین "ڈاکٹر عبداللہ عزام" جو کئی سال جہاد افغانستان کے خطرناک معرکوں میں پیش پیش رہے، اور مختلف محاذوں پر مجاہد کمانڈروں کے ساتھ شب و روز اس جہاد کا باریک بینی اور بالغ نظری سے مطالعہ کرتے رہے، جہاد افغانستان کے موضوع پر ان کی کئی تحقیقی تصانیف عربی زبان میں بار بار شائع ہوچکی ہیں ـــــ دو مرتبہ دارالعلوم کراچی بھی تشریف لائے، اس کے علاوہ بھی جہاد افغانستان کے سلسلہ میں، ان سے کئی ملاقاتیں ہوئیں ـــــ اپنی زندگی جہاد ہی کیلئے وقف کردی تھی، جب صدر ضیاء الحق مرحوم کی شہادت کے بعد، بعض افغان تنظیموں کے سربراہوں کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے تو انہوں نے مصالحت کی کوششوں میں دن رات ایک کردیا، اسی سلسلے کی ایک کامیاب کوشش کے فوراً بعد پشاور میں جمعہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ (۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء) کی صبح کو جوں ہی اپنے دو صاحبزادوں کے ساتھ کار میں باہر نکلے ایک بم سے تینوں شہید کردیئے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ بہ ظاہر یہ ان بیرونی دہشت گردوں کی کارروائی تھی جن کا مشن ہی مجاہدین میں پھوٹ ڈالنا ہے۔

مرحوم شہید کی ایک کتاب "آیات الرحمن فی جہاد الافغان" ہے یعنی "رحمن کی نشانیاں جہاد افغانستان میں" ـــــ یہ ان محیر العقول واقعات اور کرامتوں پر مشتمل ہے جو اس جہاد میں مختلف مقامات پر ظاہر ہوئے۔ انہوں نے ان واقعات کی جس طرح چھان پھٹک کی، اور نقل کرنے میں جو احتیاط برتی، اس کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"میں ان واقعات کو خود مجاہدین سے سنکر قلمبند کرتا تھا اور صرف اس مجاہد کی روایت قبول کرتا تھا جس کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا، یا جس نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا، ان روایات کی تحقیق کرتے کرتے یہ میرے نزدیک "حد تواتر" کو پہنچ گئیں، بکثرت تو میں قصہ سنانے والے مجاہد سے حلف بھی لیتا تھا۔ شہیدوں کے عجیب حالات، فرشتوں اور نظر نہ آنے والی قوتوں کا شریک جہاد ہونا، گولی لگنے کے باوجود بعض اوقات کپڑوں تک کا نہ پھٹنا، دشمن کے برستے گولوں کا بے اثر ہوجانا، یہ واقعات "تواتر معنوی" سے ثابت ہوچکے ہیں۔"

ڈاکٹر صاحب نے ایک مجاہد کمانڈر عبدالحمید صاحب کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ:

"جو بم، میزائل اور گولے افغانستان میں مجاہدین پر برسائے جارہے ہیں، اگر یہ وہی اثر پیدا کرتے جو ان کا ہونا چاہئے، تو مجاہدین کے لئے جہاد کو ایک ہفتہ بھی جاری رکھنا ممکن نہ ہوتا۔"

ایک اور مجاہد مولوی نعیم صاحب کا یہ بیان بھی نقل کیا ہے کہ:

"میں نے جب بھی دشمن طیارے دیکھے ان کے نیچے "پرندے" بھی ضرور نظر آئے۔ میں مجاہدین سے کہتا تھا "خوش ہوجاؤ، اللہ کی مدد آپہنچی۔" (وہی عجیب و غریب پرندے جن کا ذکر بہت پہلے آچکا ہے۔ رفیع)

(آیات الرحمن فی جہاد الافغان ص ۳۵، ۳۶)

مولانا جلال الدین حقانی

محاذ خوست کے مرکزی کمانڈر ''مولانا جلال الدین حقانی'' خود اس جہاد کی ایک زندہ کرامت ہیں' جہاد کے آغاز سے اب تک یہ جن قیامتوں سے گذر گذر کر کمیونسٹوں کیلئے ''بلائے بے درماں'' بنے ہوئے ہیں' اسے اعجوبہ یا جہاد کی ''کرامت'' ہی کہا جاسکتا ہے ___ افغانستان کے موجودہ نام نہاد صدر ڈاکٹر نجیب کا وطن ''صوبہ پکتیلہ'' ہے تو ہر ''فرعونے راموسیٰ'' کے اصول پر یہ بھی اسی ''پکتیلہ'' کے مرد مومن ہیں ___ ۱۳۸۹ھ میں پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ ''دارالعلوم حقانیہ'' (اکوڑہ خٹک) سے فارغ التحصیل ہوئے' اپنے نام کے ساتھ ''حقانی'' اسی نسبت سے لکھتے ہیں۔ مجاہدین کی مشہور تنظیم ''حزب اسلامی'' (یونس خالص گروپ) سے منسلک ہیں۔

یہ ان علمائے ربانی کی صف اول میں شامل ہیں جنہوں نے کمیونزم کے خلاف اسی وقت جدوجہد شروع کر دی تھی جب روسی اپنے حلیف ظاہر شاہ اور ''داؤد خان'' کو بیوقوف بنا کر افغانستان میں اپنی ''واردات'' کا دوسرا مرحلہ انجام دے رہے تھے۔ پھر جب ''ترہ کئی'' نے ملک میں کمیونسٹ انقلاب برپا کیا' تو یہ ان اولوالعزم علمائے کرام میں پیش پیش تھے جنہوں نے اس کافر حکومت کے خلاف فوراً مسلح جہاد شروع کر دیا' اور گھروں کو خیرباد کہہ کر پہاڑوں میں مورچے سنبھال لئے ___ یہ روسی فوجوں کی یلغار سے بھی تقریباً ڈیڑھ سال پہلے کی بات ہے۔ وہ دن اور آج کا دن' یہی پہاڑ اور چٹانیں ان شاہینوں کا نشیمن ہیں۔

اس ۵۲ سالہ' درویش صفت عالم دین' مرد مجاہد کو دیکھ کر قرون اولیٰ کے مسلم سپہ سالاروں کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے' چھریرا بدن' متناسب قد' سرخ وسفید رنگ' نورانی چہرے پر باوقار داڑھی' چھوٹی مگر تیز آنکھیں' سر پر بارعب عمامہ' پہلو میں پستول لٹکا ہوا' سینے پر گولیوں کی پیٹی آراستہ' ہاتھ میں کلاشنکوف' پرعزم پراعتماد' مگر عجز وانکساری کی تصویر ___ ایک مرتبہ دارالعلوم کراچی (کورنگی) بھی تشریف لائے' ہماری درخواست پر جہاد افغانستان ہی کے موضوع پر خطاب کیا' روئے بھی رلایا بھی۔

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق
کبھی سوز و سرور انجمن عشق
کبھی سرمایہ محراب و منبر
کبھی مولا علی خیبر شکن عشق

عجائب نصرت

اسی خطاب میں ترہ کئی کے زمانے کا ایک واقعہ سنایا (الفاظ تو اب یاد نہیں رہے مفہوم عرض کرتا ہوں):

"میں نے اپنے کئی سو غازیوں کو ساتھ لیکر پہاڑوں میں ٹھکانہ تو بنالیا، ہم یہاں سے اتر کر دشمن پر اچانک چھاپے مارتے تھے، لیکن خوراک کی قلت ہوگئی۔ ___ ایک صبح نماز فجر کے بعد مصلے پر بیٹھا تھا اللہ تعالیٰ سے رو رو کر عرض کرنے لگا، یااللہ! آپ کے یہ نیک بندے میرے ساتھ آپ پر جان دینے کیلئے جمع تو ہوگئے ہیں، مگران کی خوراک کا کیا ہوگا؟ مجھ سے نہ اپنی بھوک برداشت ہوتی ہے نہ ساتھیوں کی ___ اسی حالت میں چند سیکنڈ کو اونگھ سی آئی اور کسی نے پیچھے سے میرے داہنے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا "اللہ سے بدگمانی کرتے ہو؟"

میں اپنی ذرا پہلے کی بات بھول گیا تھا، گردن جھکائے ڈرتے ڈرتے بولا "نہیں نہیں میں نے تو بدگمانی نہیں کی"

___ آواز آئی "تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو رزق وہی دے گا جس نے اب تک دیا ہے، کیا اب جبکہ اس کی راہ میں جہاد کر رہے ہو وہ تمہیں بھوکا رہنے دے گا؟ رزق اتنا ملے گا کہ تم گوشت درختوں میں لٹکا ہوا پاؤ گے" ___

اس واقعے کو مشکل سے ۲ گھنٹے گزرے ہوں گے کہ

میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ سامنے ایک درخت پر ۲ بکرے ذبح شدہ ٹنگے ہوئے ہیں۔ برابر میں ایک دیہاتی کھڑا تھا' اس نے یہ بکرے تحفہ مجاہدین کے واسطے لا کر ابھی ذبح کئے تھے۔"____ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں کبھی خوراک کی کمی نہیں ہوئی۔"

ترہ کئی ہی کے زمانے کا ایک اور واقعہ انہوں نے ڈاکٹر عبداللہ عزام کو سنایا کہ :

"جس پہاڑ پر ہم نے بسیرا کیا ہوا تھا' اس پر کہیں آگ نہیں جلا سکتے تھے' کیونکہ دشمن کے جاسوس دھواں دیکھتے ہی حکومت کو خبر کر دیتے تھے (جبکہ آگ کی ضرورت کھانا پکانے ہی کیلئے نہیں سردی سے بچنے کیلئے بھی شدید تھی) اس پریشانی کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح دور فرما دیا کہ بادل آئے اور ہمارے پہاڑ پر تقریباً سال بھر اس طرح چھائے رہے کہ دھواں باہر سے کسی کو نظر نہ آتا تھا۔"[۵۱]

اسی زمانے کا ایک واقعہ یہ سنایا[۵۲] کہ :

"ترہ کئی کے زمانے میں جب کوئی مجاہد شہید ہو جاتا' اور حکومت کو اس کی شناخت ہو جاتی تو' وہ اس کے سب رشتہ داروں کو قتل کر ڈالتی تھی' مگر اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ انعام ہوا کہ ہم میں سے کوئی ایسا مجاہد شہید نہیں ہوا جس کے اہل خانہ آبادیوں میں موجود تھے' شہید ہونے والے سب وہ تھے جن کے اہل خانہ ہجرت کر چکے تھے۔"

---

۵۱ آیات الرحمن فی جہاد الافغان ص ۱۳۱ تا ۱۳۲
۵۲ حوالہ بالا ص ۱۳۲

مولانا فرماتے ہیں [۱] کہ :

"ترہ کئی کے زمانے میں دشمن کے ٹینک ہمارے لئے مشکل ترین مسئلہ تھے، کوئی ٹینک شکن ہتھیار (P2, P7 وغیرہ) ہمارے پاس نہ تھا، ہم نے کچھ روپے جمع کئے، اور ایسے ہتھیار خریدنے کیلئے بہت گھومے پھرے، مگر ساری کوششیں بیکار گئیں ـــــ ہماری تعداد اس وقت تقریباً ۳۰۵ تھی۔ ایک دن ترہ کئی کی افواج نے جن کی تعداد ہزاروں میں تھی، ہم پر ٹینکوں، توپوں اور مشین گنوں سے حملہ کیا، ان سے جنگ ڈھائی دن جاری رہی، دشمن کو شکست ہوئی، اور ہمیں غنیمت میں ۲۵ ٹینک شکن توپیں (P2, P7)، کئی مشین گنیں، ۸ ٹینک اور ایک ہزار قیدی ہاتھ آگئے، ہر قیدی کے پاس ایک ایک کلاشنکوف تھی۔"

پھر جب دسمبر ۱۹۷۹ء کو روسی فوجیں افغانستان میں گھس آئیں، تو اب روسی طیارے اور گن شپ ہیلی کاپٹر سب سے بڑا مسئلہ بن گئے، ان کے پاس ایک بھی طیارہ شکن توپ نہیں تھی، کئی سال اسی طرح بے سروسامانی میں دشمن کی فضائی چیرہ دستیوں کا سامنا کرنا پڑا ــ یہ طیارہ شکن توپیں کس طرح ملیں؟

بہت سے واقعات میں سے ایک جو ۱۹۸۲ء میں پیش آیا مولانا خود ہی سناتے ہیں [۲] :

"ہم ۵۹ مجاہد تھے، دشمن نے ہم پر ۲۲۰ ٹینکوں اور بکتربند گاڑیوں سے حملہ کیا، کمیونسٹوں کی تعداد ۱۵۰ تھی، اوپر سے ان کے طیارے مسلسل بمباری کر رہے تھے ـــــ لیکن اس جنگ

---

[۱] حوالہ بالا ص ۱۱۵

[۲] آیات الرحمن فی جہاد الافغان ص ۱۱۵، ۱۱۶

کا نتیجہ یہ نکلا کہ دشمن کے ۵ ۴ ٹینک اور فوجی گاڑیاں تباہ ہوئیں' ۱۵۰ کمیونسٹ ہلاک' اور سو زخمی ہوئے' اور ہمیں غنیمت میں جو اسلحہ ملا وہ یہ تھا۔

طیارہ شکن توپ	ایک
گرینوف گنیں	۳عدد
کلاشنکوفیں	۷عدد.
۶۶ملی میٹر کی توپ	ایک
توپ کے گولے	۲۸۰
گولیاں	۲۶ہزار

مولانا سے میری دوسری ملاقات پشاور میں ہوئی' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز' مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ناچیز کو رات کے کھانے پر مدعو فرمایا' اور کرم بالائے کرم یہ فرمایا کہ "مولانا جلال الدین حقانی" کو بھی جو اس وقت پشاور آئے ہوئے تھے مدعو فرمالیا۔ ان اللہ والوں کے ساتھ یہ مجلس نعمت کبریٰ تھی ___ لیکن مجھے اس وقت تک وہ بات معلوم نہیں تھی جس کا ذکر ڈاکٹر عبداللہ عزام نے اپنی کتاب " آیات الرحمن فی جہاد الافغان "میں کیا ہے' ورنہ مولانا حقانی کے سینے پر گولیوں کی جو پیٹی اس وقت بھی آراستہ تھی' اسے بہ طور خاص دیکھتا' ڈاکٹر عزام کہتے ہیں کہ:[۱]

"جلال الدین حقانی گولیوں کی جو پیٹی اپنے سینے پر باندھے رہتے ہیں' میں نے اس پیٹی پر وہ نشان اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو دشمن کی گولی لگنے سے پڑا ہے لیکن گولی نے ان کے سینہ کو خراش تک نہیں لگائی۔"

---

[۱] آیات الرحمن فی جہاد الافغان ص ۱۱۲

اس سے بھی عجیب واقعہ مولانا کے حقیقی بھائی ابراہیم صاحب کے ساتھ پیش آیا ان کا بیان ہے کہ :[1]

> "۲۰ شعبان ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۲ء) کو خوست کے ایک معرکے میں ہم پر بمباری ہوئی 'ہماری دوربین بھی ٹوٹ گئی 'بموں کے دہکتے ہوئے پرخچے لگنے سے میری شلوار تک جل گئی مگر مجھے کوئی زخم نہیں آیا' بموں اور گولوں کے پرخچے ہمارے اکثر مجاہدین کو لگے 'بعض کی گولیوں کی پیٹی بھی کٹ گئی 'اور کپڑے تو اکثر کے جل گئے ___ لیکن زخمی کوئی نہیں ہوا ۔" (ڈاکٹر عزام کہتے ہیں کہ "ابراہیم کی وہ جلی ہوئی شلوار میں نے خود دیکھی ہے اور میرے پاس محفوظ ہے ۔)"

پاکستانی سرحد (میران شاہ) سے خوست کو جاتے ہوئے 'صوبہ پکتیا میں داخل ہوتے ہی "ژاور" کے پہاڑوں میں مولانا حقانی کے جنگی مراکز شروع ہو جاتے ہیں 'یہاں اس مرد درویش نے ہیبت ناک پہاڑوں کے سینے چیر چیر کر ان میں کئی لمبی لمبی سرنگیں بنائی ہیں 'ان میں مسجد 'اسلحہ کے ذخائر 'خوراک 'اور دواؤں کے ذخیرے 'ہسپتال 'گاڑیوں کے ورکشاپ' وائرلیس اسٹیشن اور انتظامی دفاتر وغیرہ دشمن کی بمباری سے محفوظ رکھنے کیلئے بنائے گئے ہیں ۔ باہر مجاہدین کی تربیت کے مراکز ہیں 'ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں بھی کھڑی ہیں ___ لطف کی بات یہ ہے کہ سب اسلحہ بڑی حد تک دشمن ہی سے چھینا ہوا ہے ۔ اور اب ع

اسی کی بیتاب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

---

[1] حوالہ بالا ص ۱۲۲

سرنگ کا عجیب[1] واقعہ

کمیونسٹوں نے ۱۹۸۵ اور ۱۹۸۶ میں "ژاور" کے مرکز پر زمین اور فضاء سے ۲ بار سخت حملے کئے' ایک موقع پر مولانا اور ان کے ساتھیوں کو اپنی پہاڑی سرنگ میں پناہ لینی پڑی' مگر دشمن نے اس پہاڑ پر بھی ایسی شدید بمباری کی کہ پہاڑ کا ملبہ سرنگ کے منہ پر آگرا' اور سرنگ کا منہ اس کے نیچے دب کر مکمل طور پر بند ہو گیا ــــ اس وقت تک ان سرنگوں سے نکلنے کا پیچھے کی طرف کوئی راستہ نہیں[2] تھا ــــ مولانا فرماتے ہیں کہ

> "ہمیں یقین ہو گیا کہ یہی سرنگ ہماری قبر بنے گی' سخت مخمصے کی حالت میں کلمہ طیبہ کا ورد اور دعائیں کرنے لگے ــــ چند ہی منٹ بعد دشمن طیارے پھر آگئے اور سخت بمباری کی' لیکن یہ بمباری ہماری خلاصی کا ذریعہ بن گئی' ــــ لگاتار کئی بم اسی ملبے پر گرے جس سے وہ ملبہ بکھر کر وہاں سے اتنا ہٹ گیا کہ ہم باہر نکل آئے۔"

تقریباً ۱۰ منٹ بعد یہی واقعہ اس مرکز کی دوسری سرنگ میں چھپے ہوئے مجاہدین کے ساتھ پیش آیا' وہ بھی دشمن ہی کی دوبارہ بمباری سے رہا ہوئے' اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ آب وتاب کے ساتھ پورا ہوا کہ

"وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا"

"اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے خلاصی کا راستہ

---

[1] یہ واقعہ میں نے کئی حضرات سے سنا تھا جن کے نام یاد نہ رہے تھے' اسی لئے اب تک نہیں لکھا تھا۔ حال میں (اگست ۱۹۹۱ء میں) راقم الحروف کا اپنے کئی رفقاء کے ساتھ گردیز کے محاذ پر جانا ہوا تو راستے میں پاکستان کے سرحدی شہر "میران شاہ" میں مولانا سے تیسری ملاقات ہوئی' میری درخواست پر انہوں نے یہ واقعہ ہمیں تفصیل سے سنایا۔

[2] اب وہ بھی بن گیا ہے' بلکہ ان سرنگوں کو آپس میں بھی اندر ہی اندر ایک دوسرے سے ملا دیا گیا ہے۔

نکال دیتا ہے۔" (الطلاق ___ ۲)

اس حملے میں دشمن نے آتشی بم گرا کر پورے جنگل میں آگ لگا دی تھی' ایک بم کے دھماکے سے مولانا کئی فٹ اوپر اچھل کر گرے تو نیچے لگی ہوئی آگ سے پیٹ اور جسم کے کئی حصے جل گئے' تشویشناک حالت میں پشاور کے ہسپتال پہنچایا گیا' جلنے کے گہرے نشانات پیٹ پر اب تک ہیں جو انہوں نے ہمیں بھی دکھائے ___

دشمن کی اس یلغار کے وقت مولانا ارسلان رحمانی' جو مجاہدین کی ایک اور بڑی تنظیم "اتحاد اسلامی افغانستان" کے مشہور کمانڈر ہیں کسی اور مقام پر تھے' انہیں اطلاع ملی تو دوسرے کئی کمانڈروں کی طرح وہ بھی اپنے کئی سو غازیوں کے ساتھ ایک لمبا چکر کاٹ کر وہاں پہنچے' اور دشمن پر اچانک ٹوٹ پڑے۔ دشمن کو اپنی کتنی ہی لاشیں چھوڑ کر پسپا ہونا پڑا۔

مولانا حقانی کی نظر اس پر بھی ہے کہ فتح کے بعد افغانستان کی' مضبوط اسلامی بنیادوں پر' تعمیر نو کیلئے ایک دیندار تعلیم یافتہ جفاکش اور تربیت یافتہ نسل کی ضرورت ہوگی' اس کیلئے انہوں نے دیگر کئی افغان رہنماؤں کی طرح ایک عظیم الشان اقامتی درسگاہ "منبع العلوم" میران شاہ میں قائم کی ہے' اس میں مہاجرین افغانستان کے بچوں اور نوجوانوں کی بڑی تعداد زیر تعلیم ہے' اور ایک ایسے نصاب و نظام تربیت سے بہرہ ور ہو رہی ہے جو مستقبل کی "اسلامی فلاحی ریاست" کے جدید تقاضوں کو پورا کرنے میں انشاءاللہ معاون ثابت ہوگا۔

عشق فقیہ حرم' عشق امیر جنود
عشق ہے ابن السبیل' اس کے ہزاروں مقام

کمانڈر زبیر خوست کے محاذ پر

ملتان کے قریب ایک قصبہ "عبدالحکیم" نامی ہے' کھوکھر برادری کے زبیر خالد نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم یہیں حفظ کیا تھا' اس وقت سے ان کا گھرانہ یہیں آباد

ہے' ورنہ آبائی وطن ضلع جھنگ میں تحصیل شورکوٹ کا ایک گاؤں "دگی نو" تھا' ۴۲ سالہ زبیر خالد کی شادی کو چھٹا سال چل رہا تھا' اکلوتی چہیتی بیٹی "صفیہ" اب سوا دو سال کی ہو چکی تھی۔

زبیر خالد کراچی کی کانفرنس کے بعد مجھ سے رخصت ہو کر گھر آئے تو خلاف معمول یہاں مسلسل نوروز قیام رہا' ورنہ محاذ پر جاتے آتے وہ گھر عموماً کھڑے کھڑے ہی آتے تھے ___ جو دن گھر میں بسر ہوتے پورے خاندان کے لئے وہ بڑی خوشیوں کے دن ہوتے' بیوی' بچی' والدین اور بھائیوں کی عید سی آئی رہتی۔ اس مرتبہ تو زبیر بہت ہی خوش تھے' کیونکہ گھر آنے سے صرف دس روز پہلے انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک دل موہ لینے والا بیٹا بھی عطا فرما دیا تھا' ایک بزرگ نے اس کا نام "عبداللہ" رکھا اور مسکرا کر فرمایا "مجاہد کا بیٹا مجاہد ہو گا" ___ "عبداللہ بن زبیر"۔[1]

رفیقہ حیات' جس نے یہ جانتے بوجھتے اس غازی کی رفیق زندگی بننا قبول کیا تھا کہ اس کا قیام خطرناک محاذوں پر زیادہ' اور گھر پر بہت کم ہو گا' خوش تھی کہ اس کا شوہر دشمنان اسلام کے سامنے سینہ سپر ہے' اس کیلئے یہ تصور بڑا خوشگوار تھا کہ جدائی کی تکلیفیں سہہ کر وہ بھی اس مقدس جہاد میں حصہ لے رہی ہے' وہ یہ سوچ کر اپنی تکلیف بہت دیر کیلئے بھول جاتی تھی کہ وہ شوہر کو محاذ پر بھیج کر اپنی ان افغان بہنوں کے دکھ میں شریک ہو گئی ہے جنہیں دشمن نے بے گھر کر کے غریب الوطنی کی زندگی گذارنے پر مجبور کر دیا ہے' جن کے معصوم بچوں کو آتشیں بموں کے بھڑکتے شعلوں نے بھسم کر ڈالا' جن کے سہاگ اجاڑ دیئے گئے' والدین کا سایہ چھین لیا گیا' اور جن کے حقیقی بھائیوں کو ان کے سامنے گولیوں سے چھلنی کر ڈالا گیا ___ میرا شوہر جن افغان بھائیوں کے دوش بدوش لڑ رہا ہے وہ بھی کسی ماں کی مامتا' کسی سہاگن کا سہاگ' کسی بیٹی کے سر کا سایہ اور کسی بہن کا ارمان

---

[1] کمانڈر زبیر کے یہ اور آگے آنے والے خانگی حالات بیشتر ماہنامہ "الارشاد" شمارہ جمادی الاخری ورجب ۱۴۰۹ھ سے ماخوذ ہیں' باقی تفصیلات مجھے ان کے برادر بزرگوار جناب حاجی فیض رسول نے زبانی بتائی ہیں۔

ہیں' ___ ان کی امداد ایک دینی فریضہ ہے' اور میرا شوہر یہی فریضہ ادا کر رہا ہے۔

ایک بار زبیر سے گھر والوں نے پوچھا "اب کب آؤ گے"؟ ___ وہ مسکرا کر معنی خیز انداز میں بولے "ہر بار یہی پوچھتے ہو کب آؤ گے' یہ نہیں پوچھتے کہ کب جاؤ گے؟ ___ وہ باتوں ہی باتوں میں رفیقہ حیات کو سمجھایا کرتے تھے کہ "شریعت میں غم سے آنسو بہانے کی تو اجازت ہے مگر آواز بلند کر کے رونا' جسے "نوحہ" کہتے ہیں جائز نہیں' میں شہید ہو جاؤں تو نوحہ نہ کرنا' صفیہ کو قرآن کریم حفظ کروانے کے بعد اعلیٰ دینی تعلیم دلوانا" ___ اس مرتبہ یہ ہدایت بھی کی کہ

"عبداللہ جب ۵ سال کا ہو جائے تو میری کلاشنکوف دے کر
اسے محاذ پر بھیج دینا۔"

گھر آئے ہوئے آٹھواں دن تھا کہ خوست کے محاذ سے نائب کمانڈر کا پیغام ملا

"پروگرام کو حتمی شکل دینے کیلئے آپ کا انتظار ہے۔"

اگلی ہی صبح ۷ جنوری ۱۹۸۹ء کو کمانڈر زبیر محاذ پر جانے کے لئے تیار کھڑے تھے' ہونٹوں پر وہی مسکراہٹ' آنکھوں میں وہی پر عزم چمک ___ دروازے پر والدین' بھائی' بہن' رفیقہ حیات' بیٹی صفیہ' اور رشتے دار' جن کے چہروں پر غیر معمولی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی' انہیں فرداً فرداً رخصت کر رہے تھے ___ بالاخر زبیر نے صفیہ کو' اور پھر ننھے عبداللہ کو گود میں لے کر پیار کیا' کچھ پڑھا اور "اللہ کے سپرد" کہہ کر' سب کو سلام کر کے تیز تیز قدم اٹھاتے روانہ ہو گئے ___ ان کا چہرہ جواب خاصا سنجیدہ ہو گیا تھا' گھر والوں سے کسی قدر معذرت کے انداز میں کہہ رہا تھا ___

اس جہد طلب سے ہی قائم بنیاد ہے بزم ہستی کی
وہ موج فنا ہو جاتی ہے جس موج کو ساحل ملتا ہے

محاذ پر پہنچتے ہی انہوں نے استاذ عبدرب الرسول سیاف کی تنظیم "اتحاد اسلامی افغانستان" کے مقامی افغان کمانڈر مولانا پیر محمد اور اپنے نائب کمانڈروں سے مشورے

کیئے ۔ بالآخر خوست کے دو اہم محاذوں ""تورکمر"" اور ""باڑی"" پر حملے کی تاریخ ۲۱ جنوری طے ہوگئی ۔ حملے کے اجمالی پروگرام سے پاکستان میں دینی مدارس کے مجاہد طلباء کو پہلے سے مطلع کیا جاچکا تھا' وہ بھی مدرسوں سے چند روز کی رخصت لے کر یہاں جمع ہونے لگے تھے ۔

سردیوں میں برف باری اور موسم کی شدت کے باعث افغانستان میں جنگی کارروائیاں تقریباً منجمد ہوجاتی ہیں ' مجاہدین کی بھاری اکثریت 'اہل خاندان کی دیکھ بھال اور روزی کمانے کیلئے پاکستان چلی جاتی ہے 'جنگی مراکز میں مجاہدین عموماً بس اتنے ہی رہ جاتے ہیں کہ مرکز کو صرف کھلا رکھ سکیں ___ دشمن فوج چونکہ اب دفاعی حکمت عملی اختیار کئے ہوئے ہے 'اس کی نفری بھی پوسٹوں اور قرار گاہوں میں کم ہوجاتی ہے 'اور اسے کسی بڑے حملے کی توقع نہیں ہوتی ___ کمانڈر زبیراوران کے رفقاء نے اپنے فیصلے کن حملے کیلئے سردی کے یہ سخت ترین دن شاید اسی لئے چنے تھے ' ___ ویسے بھی کمانڈر زبیراوران کے خاص رفقاء کی سرگرمیاں موسم کے تابع نہ تھیں ' سردیوں میں وہ پاکستان گئے ہوئے افغان بھائیوں کے قریبی مراکز کو بھی سنبھالتے 'اور اپنے مرکز کو متحرک رکھنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے ___ اس لئے اس زمانے میں وہ کچھ زیادہ ہی متحرک 'بلکہ محرک ہوجاتے تھے ___ ان کا مسلک یہ تھا کہ ع

نوارا تلخ تر می زن چوں ذوق نغمہ کم یابی

خوست کے اردگرد

خوست کا محاذ میں نے بھی دیکھا ہے ' یہ ایک محاذ کئی بڑے بڑے محاذوں پر مشتمل ہے 'اور اتنا طویل وعریض کہ گاڑیوں میں تقریباً ۸ گھنٹے گھومنے کے بعد بھی ہم تفصیل سے اس کا تھوڑا ہی حصہ دیکھ سکے ___ اس کا نقشہ کچھ اس طرح ہے کہ خوست شہر کے اردگرد تقریباً ۱۵-۵ اکلو میٹر تک میدانی علاقہ ہے جس میں کہیں کہیں کھیت ' باغات اور چھوٹی چھوٹی بستیاں بھی ہیں ۔ اس میدانی علاقے کو ہر طرف سے پہاڑی سلسلوں نے گھیرا

ہوا ہے' یوں ایک بہت بڑے تھیتھلے پیالے کی سی شکل بن گئی ہے جس کا محیط کئی سو کلو میٹر میں پھیلا ہوا ہے۔

یہ پورا پیالہ کافی عرصے سے مجاہدین کے محاصرے میں تھا' خوست کی رسدِ کمک کے زمینی راستے کاٹ دیئے گئے تھے' اور مجاہدین کی مختلف تنظیمیں ہر طرف کے پہاڑوں سے رفتہ رفتہ خوست کے اس میدانی علاقے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ پیالے کے کناروں کی طرح دور کے پہاڑ زیادہ اونچے ہیں' وہاں سے میدانی علاقے کی طرف ___ جسے اس تھیتھلے پیالے کا بہت بڑا پیندا کہنا چاہئے ___ جوں جوں اترتے جائیں' پہاڑوں کا قد چھوٹا ہوتا چلا گیا ہے' یہاں تک کہ میدانی علاقے تک پہنچتے پہنچتے صرف چھوٹی پہاڑیاں اور ٹیلے رہ گئے ہیں' ان کے اختتام پر میدانی علاقہ شروع ہو جاتا ہے' اس میدان کے بیچ سے دریائے شامل گزرتا ہے' جس کے شمالی کنارے پر "خوست" کا خوبصورت شہر ہے ___ دور کے اونچے پہاڑوں سے میدانی علاقے تک بھی میلوں کا انتہائی دشوار گزار فاصلہ ہے' جو بے شمار اونچے نیچے پہاڑوں اور پہاڑیوں سے پر ہے' اس فاصلے کو صرف پیدل یا گھوڑوں اور خچروں پر ہی عبور کیا جاسکتا ہے' ارد گرد کا یہ کہساری سلسلہ دشمن کی پہلی دفاعی لائن تھا' جسے کئی طرف سے مجاہدین بڑی حد تک توڑ چکے تھے' دوسری دفاعی لائن میدانی علاقہ تھا ___ ان کہساروں میں جنوب سے مشرق تک کی سمت میں تین پہاڑ سب سے اونچے تھے (۱) جنوب میں "مانی کنڈو" (۲) اس کے برابر میں ذرا مشرق کی طرف ہٹ کر "راگ بیلی" (۳) اور اس سے بھی کئی میل ہٹ کر مشرق میں "تورغر"

"تور کمر" کا محاذ

"مانی کنڈو" اور "راگ بیلی" پر مجاہدین کچھ پہلے سے قابض تھے' بلکہ ان سے بہت آگے تک بھی میدانی علاقے کی طرف کے اکثر پہاڑوں اور پہاڑیوں پر قبضہ کر چکے تھے' چنانچہ اب "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کا مرکز "مانی کنڈو" اور "راگ بیلی" سے کافی نیچے "درویش قرار گاہ" میں آچکا تھا' جو میدانی علاقے کی طرف اترتے ہوئے ادھر کی ایک

بڑی چوٹی پر قائم تھی ــــــ

یہاں سے میدانی علاقے میں اترنے سے دشمن کی ایک بڑی قرار گاہ [1] ""تورکمر"" اوراس کی دو پوسٹیں حائل تھیں، جو اسی کہساری سلسلے میں نیچے کی پہاڑیوں پر میدانی علاقے کے قریب بنائی گئی تھیں ــــ یہ بھی فتح ہو جائیں تو دشمن کی پہلی دفاعی لائن کا ادھر سے خاتمہ ہو جاتا، اور مجاہدین کو یہاں سے میدانی علاقے پر یورش کا موقع مل جاتا۔ اسی طرف میدانی علاقے میں ضلع خوست کی ایک تحصیل [2] ""درگئی"" [3] ہے جس کی خاص فوجی اہمیت تھی، اسے بھی آزاد کرانے کا راستہ نکل آتا ــــــ ""تورکمر"" اوراس کی پوسٹوں پر فیصلہ کن حملے کا منصوبہ اسی لئے بنایا گیا تھا۔

جس کو ہو فکر آبلہ پائی، وہ نہ ہمارے ساتھ چلے
وہ بھی ہمارے ساتھ نہ آئے، جس کو جنوں ہو منزل کا
(حضرت کیفی مرحوم)

""باڑی"" کا محاذ

""تورغرہ"" پر اب تک دشمن قابض تھا، اوراس کی سب سے اونچی چوٹی پر اس کی مضبوط ترین پوسٹ موجود تھی، یہاں سے خوست کا ہوائی اڈہ قریب ہے اور صاف نظر آتا ہے۔ خوست کو فتح کرنے کیلئے اس چوٹی پر مجاہدین کا قبضہ سب سے زیادہ ضروری تھا، تاکہ یہاں سے وہ ہوائی اڈے اوراس پر اترنے والے طیاروں کو نشانہ بناکر خوست کی رسد کمک کا فضائی راستہ بھی بند کر سکیں۔

---

[1] افغانستان میں ""قرار گاہ"" اس فوجی اڈے (Base) کو کہا جاتا ہے جہاں خوراک، اسلحہ، گولہ بارود اور جنگی سازوسامان کا ذخیرہ ہوتا ہے، اور وہاں سے آس پاس کی پوستوں (فوجی حفاظتی چوکیوں) کو یہ سامان فراہم کیا جاتا ہے، اور انہیں کنٹرول کیا جاتا ہے۔ رفیع

[2] تحصیل کو افغانستان میں ""ولسوالی"" کہا جاتا ہے۔

[3] اس نام کی ایک تحصیل پاکستان کے ضلع مردان میں بھی ہے۔

لیکن یہاں پہاڑوں کی ترتیب مختلف ہے کہ باقی کہساری سلسلے کے برعکس یہاں دور کے پہاڑ جن پر مجاہدین کا قبضہ تھا نیچے ہیں 'اور اب انہیں کے ایک برساتی نالے میں "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کا ذیلی مرکز بنا ہوا تھا ؛ اور میدانی علاقے سے ملا ہوا پہاڑ "تورغڑہ" جس پر دشمن قابض تھا' یہاں کا سب سے اونچا پہاڑ ہے ___ اس طرف سے میدانی علاقے میں اترنے سے مجاہدین کی راہ میں یہ پہاڑ بھی حائل تھا' اور اس کے برابر میں مغرب کی طرف "باڑی" کی پہاڑیاں بھی سد راہ بنی ہوئی تھیں 'کیونکہ ان پہاڑیوں پر دشمن کی ایک اہم قرار گاہ "ٹینک والی" اور کئی پوسٹیں موجود تھیں "باڑی" کو فتح کئے بغیر ادھر سے نہ میدانی علاقے پر یلغار ممکن تھی نہ "تورغڑہ" پر چڑھائی 'کیونکہ "باڑی" کی قرار گاہ اور پوسٹیں تورغڑہ کی بھی محافظ تھیں ؛ اور اسے رسد کمک پہنچاتی تھیں۔

خلاصہ یہ کہ "باڑی" کے محاذ کی جو تقریباً ۹ کلو میٹر پر پھیلا ہوا تھا' دوہری اہمیت تھی کہ یہ فتح ہو جائے تو مجاہدین کو اس طرف سے نہ صرف میدانی علاقے میں اترنا ممکن ہو جاتا بلکہ تورغڑہ کی رسد کمک کاٹ کر اس پر چڑھائی کا راستہ بھی مل جاتا۔

"باڑی" پر فیصلہ کن ضرب لگانے کا منصوبہ اسی ضرورت سے بنایا گیا تھا۔

یہ دونوں منصوبے خطرناک تھے 'لیکن مجاہدین کو جس سبق آموز حقیقت کا سراغ افغانستان میں ملا وہ بھائی جان مرحوم کے الفاظ میں یہ ہے کہ

طوفاں سے 'کبھی برق سے ڈرتے ہی رہیں گے
جینے کی تمنا میں تو مرتے ہی رہیں گے

کمانڈر زبیر کے لئے خوست کا علاقہ نیا نہ تھا' وہ ارغون کی فتح سے پہلے بھی یہاں کافی عرصے تک انتہائی بے سروسامانی میں سوکھی خمیری روٹی' دال گڑ ___ اور کبھی فاقوں ___ پر گزارہ کر کے دشمن کو ناکوں چنے چبوا چکے تھے۔ ان کی ۱۹۸۵ء کی ڈائری[1] سے

---

[1] اس ڈائری کے کچھ اوراق ماہنامہ "الارشاد" اسلام آباد کے شمارہ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ میں شائع ہوئے ہیں' اس وقت وہی میرے سامنے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ان کا مرکز اسی پہاڑی سلسلے میں ''لیزا'' کے مقام پر تھا جو ''تورکمر'' اور ''باڑی'' کے درمیان ہے۔ وہاں سے وہ اور ان کے ساتھی، دشمن کے ٹینکوں، طیاروں اور ہیلی کاپٹروں سے دن رات بر سرپیکار رہ چکے تھے۔

''ارغون'' کی فتح سے فارغ ہونے کے بعد اب وہ کچھ عرصے سے ''تورکمر'' اور ''باڑی'' پر فیصلہ کن ضرب لگانے کی ٹھان چکے تھے ___ ہر فتح کے بعد وہ خود کو بھی یہی سبق دینے کے عادی تھے اور ساتھیوں کو بھی کہ

اے جرات رندانہ، کچھ اور بھی ہمت کر
موجوں کو بنا ساحل، ساحل پر نظر کیوں ہو

پچھلے دنوں جب وہ تقریباً دو ہفتے کیلئے پاکستان گئے تو ''باڑی'' کے محاذ پر نائب کمانڈر مولوی عبدالرحمٰن فاروقی کو اور ''تورکمر'' کے محاذ پر خالد محمود کراچوی کو اپنا قائم مقام بنا گئے تھے، عدیل کو خالد محمود کا نائب مقرر کیا تھا اور تاکید کی تھی کہ حملے کی تیاریاں کسی وقفے کے بغیر جاری رکھی جائیں ___ یہ تینوں نوجوان وہی کہنہ مشق جانباز ہیں جن کے کچھ کارنامے ''زامہ خولہ'' کے آخری معرکے میں آپ کے سامنے آچکے ہیں۔

بے سروسامانوں کی تیاری

کمانڈر زبیر پاکستان جاتے وقت یہاں کے مصارف کے لئے خالد محمود کو صرف ۳ ہزار روپے ہی دے سکے تھے، جبکہ یہاں اس وقت ایک سو بیس مجاہدین تھے، ۱۰ عرب، ۲ فلپائن اور ملائیشیا کے، کئی بنگلہ دیش کے اور باقی پاکستانی۔ ان سب کے طعام و قیام وغیرہ کی ساری ضروریات اسی رقم سے پوری کرنی تھیں (فی کس ایک روپیہ ۳ پیسے یومیہ)۔

اس بے سروسامانی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ دوسرے ملکوں سے آنے والی امداد مجاہدین کی صرف افغان تنظیموں کیلئے ہوتی ہے ''حرکۃ الجہاد الاسلامی'' افغان تنظیم نہیں لہٰذا اسے امداد براہ راست نہیں ملتی، یہ تنظیم استاذ سیاف کی تنظیم ''اتحاد اسلامی

افغانستان'' کے ساتھ ملحق ہے' جس کے خوست کے کمانڈر ''مولانا پیر محمد'' صاحب ہیں' امداد کا جو حصہ مولانا کو ملتا ہے وہ اسی میں سے کچھ ''حرکۃ الجہاد الاسلامی'' کو بھی دے دیتے ہیں۔

قائم مقام کمانڈر خالد محمود نے زبیر صاحب کے پیچھے کس طرح گزارا کیا تھا؟ اس کا حال وہ خود بیان کرتے ہیں کہ:

> ''سردی سخت تھی' اور کبھی کبھی بارش اور برف باری بھی ہو جاتی تھی' بستر ساتھیوں کی تعداد سے کم تھے' میں ساتھیوں کو کسی طرح بستروں میں لٹا کر خود سردی سے بچنے کیلئے کبھی تو رات انگیٹھی کے پاس بیٹھ کر گزار دیتا' کبھی آٹے کی خالی بوری سے کمبل کا کام لیتا ___ ہمارے مرکز ''درویش قرار گاہ'' میں صرف ۳۔ ۴ کمرے تھے' کچھ ساتھی رات کو پہرے کی ڈیوٹی پر ہوتے تھے' لیکن یہ کمرے باقیوں کے لئے بھی کافی نہ تھے' میں بھی راتوں کو اکثر پہرا دیتا' اور جب سونے کی باری آتی تو لیٹنے کی جگہ مشکل سے ملتی' ساتھی کمرے کی دونوں دیواروں سے سر لگا کر اور پاؤں ایک دوسرے کی طرف کر کے سوتے تھے' درمیان میں جو تھوڑی سی جگہ چلنے کیلئے بچ جاتی' میں اس میں لیٹ جاتا۔ صبح اٹھ کر نماز' تلاوت اور دوسرے معمولات سے فارغ ہو کر سب سے پہلے لکڑیاں کاٹتا تاکہ دن بھر کی ضروریات کیلئے' اور رات کی انگیٹھیوں کیلئے ایندھن کا انتظام ہو جائے۔ پھر ساتھیوں کے ایک دو گروپ بنا کر ہم دشمن کے علاقے میں ''ریکی'' کیلئے نکل جاتے' اور کبھی ساتھیوں کو اسلحہ کی ٹریننگ بھی دیتے۔''

''تورکمر'' کے معرکے کی دیگر یادداشتوں کے ساتھ یہ تفصیلات بھی مجھے

خالد محمود صاحب نے میری فرمائش پر لکھ کر دی ہیں، اور آخر میں لکھا ہے کہ :

"یہ سب باتیں اس لئے تحریر کر رہا ہوں کہ میں نے کمانڈر زبیر صاحب کو ساتھیوں کی ہمیشہ اسی طرح خدمت کرتے دیکھا تھا۔"

کمانڈر صاحب کے پیچھے انہوں نے جنگی مشقوں، اور پہاڑوں پر جمی ہوئی برف پر "اسکیٹنگ" کا سلسلہ بھی جاری رکھا، "اسکیٹز" خود بنائے تھے۔ "اسکیٹنگ" کے ذریعہ برف پوش پہاڑوں پر تیزی سے مسافت قطع کی جاسکتی ہے ـــــ سنا ہے "سیاچن گلیشیر" میں پاکستانی فوج کے جانباز مجاہدین بھی اس سے کام لیتے ہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن فاروقی، خالد محمود، عدیل اور ان کے ساتھیوں نے اپنے اپنے علاقے کی شب و روز اتنی تفصیل سے چھان بین کی کہ وہ یہاں کے ہر نشیب و فراز، بلکہ دشمن کے روز مرہ کے معمولات اور اس کی آمد و رفت کے راستوں تک سے واقف ہوگئے ـــــ اب وہ نئے آنے والے ساتھیوں کو ان سے باخبر کر رہے تھے۔

کمانڈر زبیر نے پاکستان سے واپس آتے ہی ۱۲ جنوری کے حملے کیلئے "تورکمر" کا محاذ خود سنبھالا، اور اپنے ساتھ "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے مجاہدین کو رکھا۔ "باڑی" کا محاذ مولانا پیر محمد اور نائب کمانڈر مولوی عبدالرحمٰن فاروقی کے سپرد ہوا، ان کے ساتھ "حرکۃ الجہاد" کے علاوہ "اتحاد اسلامی" کے افغان مجاہدین بھی تھے ـــــ دونوں محاذوں کے درمیان کئی میل کا پہاڑی فاصلہ تھا، اور دونوں پر بیک وقت حملہ کرنا طے ہوا تھا تاکہ دشمن کی توجہ بھی دونوں طرف بٹی رہے۔

اب اونچے اور درمیانی پہاڑوں پر برف باری بھی عروج پر آگئی تھی لیکن ان جانبازوں کے سینوں میں عزائم کی جو انگیٹھیاں دہک رہی تھیں وہ انہیں موسم کی شدت سے بیگانہ کر چکی تھیں، وہ حملے کے انتظار میں ایک ایک گھنٹہ گن گن کر کاٹ رہے تھے۔

بے تاب انتظار کے بعد ۱۲ جنوری کی صبح طلوع ہوئی، لیکن روانگی سے ذرا پہلے

باڑی سے قاصد اچانک پیغام لایا کہ ''وہ تیاریاں مکمل نہیں کر سکے 'حملہ پرسوں کو ہو گا!''

اس خبر سے ساتھیوں کے جذبات کو جو ٹھیس لگی 'کمانڈر زبیر نے اسکا اپنے بروقت خطاب سے کسی نہ کسی طرح مداوا کر دیا اور انہیں صبر اور اطاعت امیر کا قرآنی سبق یاد دلایا۔

''باڑی'' دور بہت تھا' چھوٹے وائرلیس سے رابطہ نہ ہو سکتا تھا۔ اگلے دن کمانڈر زبیر نے پاکستانی سرحد کے قریب ''ژاور'' کے مرکز مجاہدین جاکر وائرلیس پر رابطہ کیا' تو اب باڑی سے یہ صبر آزما جواب ملا کہ ''ہم بعض مقامات پر ابھی میزائل اور توپیں نصب نہیں کر سکے 'حملے کل کے بجائے ۱۶ جنوری کو ہو سکے گا''

زبیر تلملا سے گئے 'لمحہ بھر توقف کے بعد انہوں نے دھیمے انداز میں 'یہ کہہ کر وائرلیس بند کر دیا کہ ''میں حملے کو مزید ملتوی کرنے کی پوزیشن میں نہیں' میرے اکثر ساتھی مدارس کے طلبہ ہیں جن کی رخصت ختم ہو رہی ہے 'ہم پروگرام کے مطابق کل ہی حملہ کر رہے ہیں''___

غرض! ''تورکمر'' پر حملہ اگلے دن ۱۴ جنوری ہی کا طے رہا' باڑی پر حملہ دو دن کیلئے مزید موخر ہو گیا۔

کافی نہیں ہے ترک تمنا ہی عشق میں
سامان عشق بے سروسامانیاں بھی ہیں

مجاہدین کے دستے

''تورکمر'' پر حملے کیلئے مجاہدین کے ۵ دستے اس طرح بنائے گئے تھے۔

(۱) حملہ آور دستہ نمبر ۱:۔ یہ ساٹھ جانبازوں پر مشتمل تھا' اسے زبیر صاحب کی براہ راست قیادت میں ''تورکمر'' کی قرار گاہ پر چڑھائی کرنی تھی۔

(۲) حملہ آور دستہ نمبر ۲:۔ تیس مجاہدین کے اس دستے کو قرار گاہ کے مشرق

میں ""لنڈے مل پوسٹ"" اور اس کی معاون پوسٹ پر حملہ کرنا تھا۔ اس کے قائد منظور حسین تھے۔

(۳) مارٹر توپ کا دستہ :۔ یہ نصراللہ جہادیار کی قیادت میں ۵ مجاہدین پر مشتمل تھا' اسے قرار گاہ اور دونوں پوسٹوں پر کافی دور کی ایک اونچی پہاڑی سے دوپہر ہی کو مارٹر (MM 82) سے گولہ باری شروع کر دینی تھی' تاکہ قرار گاہ اور پوسٹیں ایک دوسرے کو مدد نہ پہنچا سکیں' اور عمومی حملے کے وقت تک دشمن پر اتنا دباؤ پڑ چکا ہو کہ اس کی قوت مدافعت کمزور پڑ جائے۔

(۴) کور دینے والا دستہ :۔ یہ مولوی عبدالرحمٰن محمود کی قیادت میں تھا' اسے بعد عصر ""قرار گاہ"" کے قریب کی ایک چوٹی سے دشمن پر چھوٹی توپ (R R 82) اور راکٹوں سے فائرنگ کرنی تھی' تاکہ حملہ آور دستہ اس فائر کے سایہ میں پیش قدمی کر سکے۔

(۵) کراچی کے شاہین صفت خالد محمود کو ۳ مجاہدین کے ساتھ دشمن کے بہت قریب کی ایک بلند چوٹی پر صبح سویرے ہی پہنچ جانا تھا تاکہ وہاں سے وائرلیس پر کمانڈر صاحب کو دشمن کی نقل و حرکت سے مطلع کرتے رہیں' اور دوپہر سے مارٹر توپ کے لئے ""او' پی"" کے فرائض بھی انجام دیں' کیونکہ دور کی جس پہاڑی سے جہادیار کو توپ چلانی تھی' وہاں سے ہدف صاف نظر نہ آتا تھا___ ان کا نشانہ ہدف پر درست کرانے کے بعد خالد محمود کو حملہ آور دستہ نمبرا میں شامل ہو جانا تھا

سب نے رات اس انتظار میں بسر کی کہ

خورشید! سرا پردہ مشرق سے نکل کر
پہنا مرے کہسار کو ملبوس حنائی

ہچکیاں___ ""منظوری کا وقت""

کمانڈر زبیر کا خیمہ مرکز مجاہدین میں عمارت سے ذرا فاصلے پر تھا۔ خیمے میں ان

کے پانچ ساتھیوں میں سے ایک مولوی سعادت اللہ صاحب تھے 'جنہوں نے "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے آغاز ہی سے خود کو جہاد کیلئے وقف کیا ہوا ہے 'ایک حد تک اس تنظیم کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں ___ انتظار کی اس رات میں جب یہ اپنی پہرے کی ڈیوٹی سے فارغ ہوکر 'تازہ تازہ پڑی ہوئی برف کو اپنے اوپر سے جھاڑتے ہوئے خیمے میں واپس آئے 'تو زبیر صاحب افغان مجاہدین کے ایک قریبی مرکز میں مشورے کیلئے گئے ہوئے تھے ' اور ان کے سونے تک واپس نہ آئے تھے۔

ان کا بیان ہے کہ ۳ بجے کے قریب میری آنکھ ہچکیوں کی دبی دبی آواز سے کھلی 'کمانڈر صاحب مصلے پر دونوں ہاتھ پھیلائے دو زانوں بیٹھے رو رو کر دعاء کر رہے تھے۔ ہچکیوں کے دوران ان کے جو جملے مجھے سنائی دیئے ان کا مضمون یہ تھا

"یا اللہ! میرے کتنے ہی ساتھی آپ کے راستے میں شہادت پاگئے ---لیکن ۸ سال میں مجھے کبھی زخم بھی نہ آیا---میں آپ کا بہت گناہگار بندہ ہوں 'کہیں ایسا تو نہیں کہ میرے گناہوں کی وجہ سے آپ نے میرا خون اپنے راستے میں قبول کرنے سے انکار فرما دیا ہو---

مولوی سعادت اللہ کہتے ہیں :

"میں اٹھ کر وضو کی تیاری کرنے لگا___ پانی کا چشمہ نیچے دور تھا اس لئے ہم برف ہی کو آگ پر پگھلا لیتے تھے ___ ادھر کمانڈر صاحب سوئے ہوئے ساتھیوں کو جگانے لگے 'ان کا یہ جملہ بار بار سنائی دے رہا تھا "اٹھو ساتھیو! فتح کی منظوری کا یہی وقت ہے" ___ وہ ہر حملے سے پہلی رات کو تہجد کیلئے ' ساتھیوں کو اسی جملے سے جگایا کرتے تھے۔"

تہجد کے بعد سب ذکر و دعاء اور تلاوت میں مشغول ہوگئے '

بعضوں کی تو روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں ___ اور جب ایک مجاہد نے برف پوش چٹان پر چڑھ کر فجر کی اذان دی تو یوں لگا جیسے اس کے سوز سے 'مسلم دنیا پر جمی ہوئی برف بھی پگھلنے لگی ہے' اور اس کی آواز کی ہر اٹھان صبح کا اجالا بن کر رات کی ظلمتوں کا صفایا کر رہی ہے۔

تری نوا سے ہے بے پردہ زندگی کا ضمیر
کہ تیرے ساز کی' فطرت نے کی ہے مضرابی

جنت کا سودا

مولوی سعادت اللہ صاحب نے بتایا کہ فجر کی نماز کمانڈر زبیر ہی نے پڑھائی' اور پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد قرات اس آیت سے شروع کی

"إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ، يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ، وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ، وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ، وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ"

"اللہ نے خرید لی ہیں ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال' اس قیمت پر کہ ان کیلئے جنت ہے۔ (یعنی) یہ لوگ اللہ کی

راہ میں لڑتے ہیں تو قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں' اس
پر (ان سے) توراۃ وانجیل اور قرآن میں سچا وعدہ (جنت کا)
ہوچکا ہے ۔اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ؟ تو تم خوشی
مناؤ اس سودے پر جو تم نے اس سے کیا ہے ۔اور یہی بڑی
کامیابی ہے ۔" (سورہ توبہ ــــ ۱۱۱)

اور آخری رکعت میں قنوت نازلہ پڑھی تو خود ان پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔

آج بعد عصر "تورکمر" کی جس قرار گاہ اور دو پوسٹوں پر حملہ ہونے والا تھا' وہ یہاں سے شمال میں میدانی علاقے کے قریب تھیں' یہاں سے ان کا فضائی فاصلہ تو ایک دو کلو میٹر سے زیادہ نہ ہوگا' لیکن پیدل کا پہاڑی فاصلہ دو ڈھائی گھنٹے کا تھا' اس لئے خالد محمود اپنے مشن پر اذان فجر سے پہلے ہی روانہ ہوگئے تھے' انہیں رخصت کرتے ہوئے کمانڈر زبیر نے اچانک پوچھا "کچھ پیسے آپ کے پاس ہیں؟

"میرے پاس تو کچھ نہیں" خالد نے اپنی وردی کی جیبوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر ہم لوگ زخمی ہوگئے' تو میران شاہ یا پشاور میں انکی ضرورت پیش آسکتی ہے ۔"

یہ کہہ کر کمانڈر صاحب نے ان کی جیب میں پانچ سو روپے ڈال دیئے ۔

خالد محمود کہتے ہیں :

"میں اور میرے تینوں ساتھی تیزی سے روانہ تو ہوگئے کہ دن
کی روشنی پھیلنے سے پہلے دشمن کے بالکل قریب والی چوٹی پر
پہنچ جائیں' لیکن کمانڈر صاحب کا آخری جملہ دل و دماغ میں
دیر تک گھومتا رہا ــــ
راستہ دشوار گزار تھا' کچھ دور برف پر چلنے کے بعد جوں جوں ہم

نیچے اترتے اور دشمن کے قریب ہوتے گئے" ہوا میں تیزی اور برف میں کمی آتی گئی۔ کچھ کھایا پیا نہ تھا' راستے کے جنگلی زیتون توڑ کر بھوک مٹائی۔ بالآخر ہم زیتون کے پہاڑی جنگل سے اتر کر ایک برساتی نالے میں پہنچ گئے' یہ بھی بکھرے ہوئے چھوٹے بڑے پتھروں سے اٹا ہوا' لیکن قدرے ہموار تھا اور شمال کو جارہا تھا' اسی میں چلنے لگے' اور پھر بائیں طرف کی طے شدہ چوٹی پر چڑھ کر ہم نے اپنی اپنی جگہیں سنبھال لیں کہ دشمن کی نظروں سے بچے رہیں۔ میں سب سے آگے بیٹھا تھا' دشمن کی قرار گاہ جو میرے شمال مشرق میں میدانی علاقے کی طرف ایک نچلی پہاڑی پر تھی صاف نظر آرہی تھی' میں نے فوراً وائرلیس پر کمانڈر صاحب سے رابطہ کیا' اور یہاں کی صورت حال سے باخبر کرنے لگا۔"

سرگشتہ ترے غم میں ہواؤں کی طرح تھے
ہم دشت میں آوارہ صداؤں کی طرح تھے

نائب کمانڈر ـــــ عبدالرحمٰن فاروقی

۱۰ بجے کے قریب اجتماعی دعاء کے بعد' جبکہ کچھ مزید دستے اپنے اپنے مورچوں کا رخ کر چکے تھے' اور باقی مجاہدین کی نگاہیں کمانڈر صاحب کے اشارے پر لگی ہوئی تھیں' اچانک برابر کی برف پوش پہاڑی سے نائب کمانڈر مولوی عبدالرحمٰن فاروقی نمودار ہوئے' محمد ظہیر بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ "باڑی" کے محاذ پر تھے' اور فاروقی صاحب کو تو وہیں پرسوں کے حملے کی کمان کرنی تھی! سب کی سوالیہ نگاہیں ان پر جم گئیں۔

فاروقی صاحب نے آتے ہی سلام کیا' اور کمانڈر صاحب سے مصافحہ کرتے ہوئے معذرت کی "ہم باڑی سے آدھی رات کے قریب روانہ ہوگئے تھے' لیکن پہنچنے

میں پھر بھی دیر ہو گئی''____

کچھ توقف کے بعد انہوں نے پھر کہا ''رات وہاں ہم سب نے مشورے سے طے کیا کہ آپ کو آج حملے سے روکا جائے تاکہ پرسوں کو دونوں محاذوں پر بیک وقت یلغار کی جاسکے۔ مولانا پیر محمد صاحب اور سب ساتھیوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں کہ آپ کو حملہ دو دن کیلئے موخر کرنے پر آمادہ کروں۔''

''بہت اچھا ہوا آپ بروقت آگئے'' کمانڈر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''یہاں آپ کی ضرورت تھی، لیکن آج کا حملہ ملتوی کرنا اب ممکن نہیں، کئی گروپ آگے جاچکے ہیں، گولہ بارود اور سامان بھی جاچکا ہے____ اس لئے اب آپ بھی ہمارے ساتھ حملے میں شریک ہو جائیں۔''

کمانڈر صاحب نے بات کچھ ایسے انداز سے کہی کہ وہ انکار نہ کرسکے۔ آج کے حملے میں شرکت کی دعوت سنتے ہی رام ہو گئے۔

ابھی وہ کچھ کہنے کیلئے شاید الفاظ سوچ ہی رہے تھے کہ کمانڈر صاحب نے ہدایت کی ''آپ منظور حسین کے ساتھ مل کر ''لنڈے مل پوسٹ'' پر حملے کی کمان سنبھال لیں''۔

اس مرکز مجاہدین میں صرف ایک گھوڑا تھا، کمانڈر صاحب نے وہ بھی فاروقی صاحب کو دیدیا کہ سامان اور زخمیوں کی نقل وحمل میں کام آسکے۔

تھوڑی ہی دیر بعد فاروقی صاحب کا دستہ شمال کا رخ کر رہا تھا۔

ان کو منزل کی پروا کہاں
جن کو عزم سفر مل گیا

اس زاہد و عابد نوجوان ''عبدالرحمٰن فاروقی'' کا تعلق بنگلہ دیش کے شہر جیسور کے ایک گاؤں سے ہے، بہت ہی غریب گھرانے میں پیدا ہوئے، پرائمری کی چار جماعتوں کے بعد ابتدائی تعلیم آس پاس کے دینی مدارس میں حاصل کی، پھر اعلیٰ دینی تعلیم کیلئے طرح

طرح کے مصائب جھیلتے ہوئے تن تنہا بھارت جا پہنچے۔ وہاں دارالعلوم دیوبند میں درس نظامی کا ساتواں سال چل رہا تھا کہ جہاد افغانستان کے حالات سن کر بیتاب ہو گئے، اور اپنی کتابیں، بستر، صندوق، حتی کہ پہننے کے بعض کپڑے بھی بیچ کر ریل کا کرایہ جمع کیا، اور جہاد کے شوق نے کسی نہ کسی طرح پاکستان پہنچا دیا ـــــ

لاہور سے سیدھے "دارالعلوم کراچی" آئے، اور بعض طلبہ کے ذریعہ "حرکۃ الجہاد الاسلامی" سے منسلک ہو کر اس تنظیم کے بانی امیر مولانا ارشاد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں ۱۹۸۵ء میں افغانستان پہنچ گئے، اور یہیں کے ہو رہے۔ ارغون، شرنہ، موٹا خان، غزنی، جاجی اور خوست کے پر خطر معرکوں میں پیش پیش رہے۔

ہندوستان سے آئے ہوئے تھے اس لئے شروع میں "عبدالرحمٰن ہندی" کے نام سے مشہور ہوئے۔ میں بھی مجاہدین کے مختلف رسالوں میں ان کے کارنامے اسی نام سے پڑھتا رہا۔ دشمن کی بچھائی ہوئی سرنگوں کا کھوج لگا کر انہیں نکالنے، اور پھر انہیں دشمن ہی کے راستوں میں بچھانے کا خاص ذوق بھی ہے مہارت بھی، دشمن کے کتنے ہی ٹینک، بکتربند گاڑیاں، اور فوجی ٹرک اسی طرح تباہ کئے ـــــ

۲۵ جون ۱۹۸۵ء کے جس خونریز معرکے میں مولانا ارشاد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہید ہوئے، اس میں ان کو بھی زخم آئے تھے، بعد میں بھی اتنی بار زخمی ہوئے کہ بدن کا شاید ہی کوئی حصہ زخموں سے خالی ہو۔ ارغون کی ایک جنگ میں ایک آنکھ کو بھی شدید نقصان پہنچا تھا، علاج کیلئے تنظیم نے انہیں جرمنی بھیجا، وہاں سے بحمداللہ صحت یاب ہو کر واپس ہوئے۔

پچھلے سال رخصت لے کر اپنے وطن بنگلہ دیش گئے تھے، وہیں سے کلکتہ بھی اپنے بعض رشتہ داروں کے یہاں جانا ہوا، خاندان کے بڑوں کی خواہش تھی کہ شادی کر دی جائے لیکن ایسے خالی ہاتھ نوجوان کو ـــــ جو یہ کہتا ہو کہ چند روز بعد ہی محاذ پر واپس چلا جاؤں گا ـــــ کوئی اپنی لڑکی دینے کو تیار نہ ہوتا تھا، کلکتہ کا ایک خاندان جوان کے

وصف جہاد کا شیدائی تھا اس کی ایک نیک بخت بیٹی نے آخرت کمانے کے شوق میں، اپنے بزرگوں کی اجازت سے انہیں بخوشی قبول کر لیا۔

شادی کے چند روز بعد افغانستان آکر پھر جہاد کے ہو رہے، پچھلے دنوں پھر کلکتہ ہو کر واپس آئے ہیں ــــ اور اب پھر "بسیرا پہاڑوں کی چٹانوں میں" ہے ــــ زہد و عبادت، حسن اخلاق، شرافت و شجاعت اور فنون حرب کی نمایاں مہارت نے مجاہدین کو ان کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک و درمندی اور دشمن کافروں پر قہر الٰہی بن کر ٹوٹ پڑنا ان کا خاص شیوہ ہے۔

صحابہ کرام کا ایک خاص وصف قرآن کریم نے یہ بتایا ہے کہ

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ"

"محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں (صحابہ) وہ کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں۔" (سورۃ الفتح ــــ ۲۸)

اس خوبی کا ان کو وافر حصہ ملا ہے۔ کمانڈر زبیر کے رفیق خاص اور نائب اول ہیں ــــ آواز اور زبان میں ایسا سوز کہ جہاد کی آیات قرآنیہ، ولولہ انگیز نظموں اور جہاد کے موضوع پر تپش انگیز خطاب سے ساتھیوں کے عزائم میں طوفان بپا کر دیتے ہیں ــــ اور جب میدان کارزار میں اذان دیتے ہیں تو اقبال کا یہ شعر تازہ ہو جاتا ہے کہ

دنیا کی عشا ہو جس سے اشراق
مومن کی اذاں ندائے آفاق

پرسوں کو "باڑی" کے حملے میں انکو قیادت کرنی ہے، اور آج بھی "لنڈے مل

پوسٹ" اور اسکی معاون" ترے لوٹا پوسٹ" پر حملے کی کمان انہی کو سونپ دی گئی ہے۔

"تورکمر" کا[1] معرکہ

کمانڈر زبیر کا دستہ تنگ اور کٹھن ڈھلوان کے دو گھنٹہ پیدل سفر کے بعد جب شمال کے اسی برساتی نالے[2] میں اترا جس سے صبح خالد محمود گزرے تھے تو ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ آگے اسی نالے کے دائیں طرف ایک اونچی پہاڑی پر خالد محمود اور ان کے تینوں ساتھی منور، حنیف اور اصغر صبح سے موجود تھے، وہ وائرلیس پر کمانڈر صاحب سے رابطہ کئے ہوئے تھے، اور اب کچھ دیر سے نصراللہ جہادیار کو ان کا ہدف بتا بتا کر دشمن پر گولہ باری بھی کروا رہے تھے۔ نصراللہ جہادیار اور ان کے ساتھی، جو کافی پیچھے جنوب کی ایک بہت اونچی پہاڑی پر اپنی مارٹر توپ کے ساتھ مورچہ زن تھے، اب ان کا نشانہ دشمن کی قرار گاہ اور دونوں پوسٹوں پر بیٹھ گیا تھا، کمانڈر صاحب نے خالد محمود کو نیچے بلا کر اپنے دستے میں شامل کر لیا۔

یہیں ظہر کی نماز کمانڈر زبیر کی امامت میں ادا ہوئی۔ کھانے کا کوئی مسئلہ نہ تھا، کیونکہ آج صبح کے ناشتے اور دونوں وقت کے کھانوں کے طور پر صبح ہی تقریباً ایک ایک گز

---

[1] اس خوں ریز معرکے کی جو تفصیلات پیچھے اور آگے بیان کی گئی ہیں، وہ سب میں نے ان جانبازوں سے خود زبانی اور تحریری حاصل کی ہیں جو اس معرکے میں شریک تھے ——— علاوہ ازیں ماہنامہ "الارشاد" کے شمارے (جمادی الثانیہ ورجب ۱۴۰۹ھ) سے بھی مدد لی ہے۔

[2] افغانستان میں برساتی پہاڑی نالے کو "لوغاڑ" کہا جاتا ہے۔ ان لوغاڑوں سے مجاہدین نے تقریباً ہر محاذ پر جس بڑے پیمانے پر فائدہ اٹھایا اور نت نئے جنگی مقاصد حاصل کئے روسی فوجوں کو شاید اس کا پہلے سے وہم وگمان بھی نہ تھا۔ مجاہدین ان سے سڑک کا کام لے کر بیسیوں میل کے سفر طے کر جاتے ہیں، اور پہاڑوں میں ہونے کی وجہ سے دشمن کی نظروں سے بچے رہتے ہیں، اگر یہ لوغاڑ میدانی علاقے میں ہوں تو انہیں میں پیش قدمی کرتے ہوئے اچانک دشمن کی چھاتی پر جا سوار ہوتے ہیں۔ یہ لوغاڑ چھوٹے بڑے پتھروں سے اٹے ہوئے ہیں کہیں تھوڑا بہت پانی بھی ہوتا ہے، مگر مجاہدین اپنی ہچکولے کھاتی اور رینگتی ہوئی گاڑیاں ان میں شب و روز ایسے اطمینان سے چلاتے ہیں جیسے کسی سڑک پر چلے جا رہے ہوں۔ مجھے ان کا تجربہ ارغون، خوست اور گردیز کے محاذوں میں ہوا۔ رفیع

قطر کی بہت پتلی پتلی چپاتیاں' آدھی آدھی سب مجاہدین میں' بغیر سالن کے تقسیم کر دی گئی تھیں کہ جس کو جب بھوک لگے جیب سے نکال کر بسکٹ کی طرح کھالے۔کھانے کے بارے میں ان حضرات کا مشرب یہ ہے کہ

خوردن برائے زیستن و ذکر کردنست
تو معتقد کہ زیستن برائے خوردن است

یہاں سے دشمن کی قرار گاہ ''تورکمر'' شمال مشرق میں تھی 'اس کا فضائی فاصلہ تو یہاں سے بہت تھوڑا تھا'لیکن راستے کے پیچ وخم اور پہاڑی نشیب وفراز کے باعث زمینی فاصلہ ایک ڈیڑھ کلو میٹر سے کم نہ تھا' اور وہ یہاں سے بیچ کی پہاڑیوں کے باعث نظر بھی نہ آتی تھی۔نائب کمانڈر عبدالرحمٰن فاروقی جن دو پوسٹوں کی طرف گئے تھے' وہ قرار گاہ سے بھی مشرق کی طرف یہاں سے خاصے فاصلے پر تھیں۔

آغاظہیر صفدر کی سربراہی میں ۴-۵ مجاہدین کی ایک ٹولی کو' ابتدائی طبّی امداد کے سامان کے ساتھ 'یہیں چھوڑ کر کمانڈر زبیر کا دستہ اسی لوغاٹھ میں آگے رواہ ہوگیا____

جہادیار کے گولوں کے جواب میں دشمن بھی بے تحاشا گولہ باری کر رہا تھا'لیکن وہ ان پیش قدمی کرنے والے مجاہدین سے بے خبر تھا'اسکے سارے فائر بے کار جارہے تھے۔

یہ لوغاٹھ شمال میں کچھ آگے جاکر شمال مشرق کو مڑگیا ہے 'لوغاٹھ تو اس موڑ سے کچھ آگے جاکر بل کھاتا ہوا میدانی علاقے میں جاگرا ہے'لیکن مجاہدین کو یہاں سے دائیں طرف ایک ٹیلے پر چڑھنا تھا جسے عبور کرکے وہ پہاڑی شروع ہوتی ہے جس پر دشمن کی قرار گاہ تھی 'اس ٹیلے پر چڑھتے ہوئے یہ خطرہ تو موہوم ہی سا تھا کہ دشمن سامنے سے حملہ آور ہوجائے 'کیونکہ جہادیار کی تابڑتوڑ گولہ باری نے اسے قرار گاہ میں دبکے رہنے پر مجبور کیا ہوا تھا'پھر قرار گاہ اوٹ میں تھی 'اس لئے دشمن کا ان کو وہاں سے دیکھ لینا مشکل تھا ___ لیکن اس موڑ کے بائیں طرف جنوب مغرب میں دشمن کی ایک مضبوط پوسٹ

''سنائی'' تھی جس پر حملہ کرنا آج کے پروگرام میں شامل نہ تھا، لیکن اس ٹیلے پر چڑھتے ہوئے کچھ حصہ ایسا آتا تھا کہ مجاہدین کو پیچھے سے وہ پوسٹ باآسانی دیکھ سکتی تھی، جس سے پورا منصوبہ دھرا رہ جاتا۔

کمانڈر صاحب نے یہ مہم خالد محمود کو سونپی کہ وہ ساتھیوں کو یہاں سے دو دو کی ٹولیوں میں گزروائیں، اور خود عدیل کے ساتھ رک کر اس کارروائی کا جائزہ لیتے رہے۔

جب سارے مجاہدین درختوں کی آڑ میں جھک جھک کر اس ''پل صراط'' سے پار ہوگئے، اور قرار گاہ والی پہاڑی کے نیچے اس کے جنوب میں پہنچ گئے، تو کمانڈر صاحب اور عدیل بھی ان سے جا ملے ___ اس وقت ''جہادیار'' کی گولہ باری پروگرام کے مطابق بند ہو چکی تھی، تاکہ یہ پیش قدمی کرنے والا دستہ اس کی زد میں نہ آجائے۔

جس پہاڑی کے دامن میں اب یہ جانباز کھڑے تھے اسی کا نام ''تورکمر'' ہے، اسی کی ایک چوٹی پر دشمن کی قرار گاہ تھی جو یہاں سے نظر نہ آتی تھی، اس کے پیچھے شمال میں دور تک اترائی ہے جو بالآخر اس میدانی علاقے پر ختم ہوتی ہے جو خوست کے گرد دشمن کی دوسری دفاعی لائن کے طور پر اس کے قبضہ میں تھا۔

اسی پہاڑی پر قرار گاہ سے کچھ پہلے دائیں طرف اس کی سب سے اونچی چوٹی ''تورکمر سر'' ہے، اس پر مولوی عبدالرحمٰن محمود کا راکٹ بردار دستہ تھوڑی دیر پہلے پہنچ کر پوزیشن لے چکا تھا ___ دو ماہ پہلے تک اس چوٹی ''تورکمر سر'' پر بھی دشمن کی ایک پوسٹ موجود تھی، اسے مولانا پیر محمد صاحب کے نوجوان نائب، افغان کمانڈر مولانا عبدالولی نے فتح کیا تھا، اس معرکے میں ان کی ایک آنکھ تو شہید ہوگئی، اور اس کی جگہ اب پتھر کی مصنوعی آنکھ لگی ہوئی میں نے بھی دیکھی ہے، لیکن پوسٹ ایسی تباہ ہوئی کہ ویران پڑی تھی۔ اب مولوی عبدالرحمٰن محمود کا دستہ وہیں گھات لگائے بیٹھا تھا۔

کمانڈر زبیر کے دستے نے اس پہاڑی پر درختوں اور چٹانوں کی آڑ لیتے ہوئے، ہلال کی صورت میں چڑھائی شروع کی۔ ابھی کچھ چڑھائی باقی تھی اور قرار گاہ سامنے نہ آئی تھی کہ ۴ بجکر ۳۵ منٹ پر کمانڈر صاحب نے ہدایت کی: '' ہر ساتھی جہاں ہے وہیں عصر کی$

نماز تنہا پڑھ لے"۔۔۔

مولوی سعادت اللہ کہتے ہیں کہ ۴ بجکر ۵۴ منٹ پر کمانڈر صاحب نے ہماری طرف آکر پوچھا "کوئی ساتھی ہے کہ ہم جماعت سے نماز پڑھ لیں"؟ مگر سب پڑھ چکے تھے انہوں نے بھی میرے قریب تنہا نماز ادا کی۔

ادھر عدیل نے عبدالغفار کو جن کے پاس راکٹ لانچر تھا احتیاط سے دائیں طرف کی ایک چٹان کی آڑ میں لے جاکر بٹھا دیا' وہاں سے قرار گاہ سامنے تھی۔ منصوبے کے مطابق محبوب ہمدانی سمیت دس ساتھیوں نے بھی وہیں پوزیشن لے لی۔

کمانڈر صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو حملے کے مقررہ وقت میں چند لمحے باقی تھے' وہ وہیں بیٹھے دعا کرتے رہے اور آس پاس کے ساتھیوں کو بھی دعاء کی تلقین کی۔

اب صورت حال یہ تھی کہ کمانڈر زبیر کے دستے کے سامنے شمال میں ذرا اوپر دشمن کی قرار گاہ تھی' دائیں طرف قریب ہی عبدالغفار کا دستہ اپنی کارروائی کیلئے اس کی گھات میں تھا' اور دائیں طرف ہی ذرا آگے "تورکمر سر" کی بلندی پر مولوی عبدالرحمٰن کا دستہ بے تابی سے کبھی گھڑی کو' کبھی اپنے راکٹوں کو' اور کبھی دشمن کی قرار گاہ کو دیکھ رہا تھا۔

فتح کامل کی خبر دیتا ہے جوش کار زار

تین رخا حملہ

ٹھیک ۴ بجکر ۵۵ منٹ پر مولوی عبدالرحمٰن محمود نے قرار گاہ پر پہلا راکٹ فائر کیا' یہ گویا "روزے کے افطار" کا اعلان تھا جس کے ساتھ ہی "تورکمر سر" سے راکٹوں کی' اور عبدالغفار کے دستے سے راکٹوں اور گولیوں کی بارش شروع ہوگئی۔۔۔ دشمن کی مشین گنیں اور مارٹر توپ بھی فوراً آگ اگلنے لگیں۔ گولیوں' گولوں اور راکٹوں کے خوفناک دھماکوں سے پورا کہسار لرز اٹھا۔

دشمن نے ابھی کمانڈر زبیر کے دستے کو نہ دیکھا تھا' چنانچہ اس کے جوابی فائر مولوی عبدالرحمٰن محمود اور عبدالغفار کی ہی طرف جا رہے تھے۔۔۔ کمانڈر زبیر اسی موقع

کی تاک میں تھے' وہ فوراً یہ کہتے ہوئے کہ ''ساتھیو! بھاگ کر آگے بڑھو'' بھوکے شیر کی طرح قرار گاہ کی طرف دوڑ پڑے۔

عدیل کہتے ہیں ''ہم سیدھے آگے نہیں جاسکتے تھے 'کیونکہ ہمارے دائیں طرف سے عبدالغفار راکٹ پر راکٹ فائر کر رہا تھا' اور اس کے ساتھی بھی دشمن پر زبردست فائرنگ کر رہے تھے 'ان کے فائر سے بچتے ہوئے ہم بائیں طرف سے کمانڈر صاحب کے ساتھ بھاگ کر آگے بڑھے' خالد محمود ہم سے بھی آگے نکل گئے۔ میرے پاس راکٹ تھا' قرار گاہ کے قریب ایک چٹان کی آڑ میں پہنچ کر کمانڈر صاحب نے مجھے راکٹ مارنے کا حکم دیا' میں ابھی نشانہ لے ہی رہا تھا کہ دشمن نے شاید ہمیں دیکھ لیا' کیونکہ فوراً ہی اس کی مشین گنوں کا رخ ہماری طرف ہو گیا' اب یہاں سے ایک قدم آگے بڑھنا موت کو دعوت دینا تھا' سامنے چٹان تھی 'اس سے اوپر فائر کرتا تو راکٹ قرار گاہ کے اوپر سے گزر جاتا' سیدھا فائر کرتا تو چٹان سے ٹکرا جاتا' اور ہم چٹان کے اتنے قریب تھے کہ خود اپنے ہی راکٹ کے چھروں سے زخمی ہو جاتے ___ ادھر دشمن کی ''زرہ کئی مشین گنیں'' اس تیزی سے باڑھ پر باڑھ مار رہی تھیں کہ آس پاس کے جتنے بھی درخت تھے ان کی ٹہنیاں ہمارے ساتھیوں پر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر برس رہی تھیں 'اور دشمن کی گولیاں درختوں کو چیرتی پھاڑتی ہمارے پیچھے جا رہی تھیں۔

مولوی سعادت اللہ جو کمانڈر صاحب کے ساتھ تھے کہتے ہیں کہ ''دیکھتے ہی دیکھتے ایک راکٹ 'جو غالباً مولوی عبدالرحمٰن محمود نے فائر کیا تھا' دشمن کے سامنے والے مورچے پر لگا' مورچے کے پرخچے اڑ گئے'' ___

عدیل کہتے ہیں ''ادھر سے دشمن کی فائرنگ میں وقفہ ہوا تو مجھ سے آگے ذرا اوپر خالد محمود تھے میں فوراً چھلانگ لگا کر ان کی جگہ 'اور وہ کود کر میری جگہ آگئے۔ جیسے ہی میں اوپر پہنچا دشمن کی فائرنگ پھر شروع ہو گئی۔ اب ہمارا دستہ دو حصوں میں بٹ گیا' میں اور کچھ ساتھی دشمن کے فائروں سے دائیں طرف 'اور کمانڈر صاحب' خالد محمود اور مولوی سعادت اللہ وغیرہ بائیں طرف ہو کر' فائر کرتے ہوئے آگے بڑھے' اس موقع پر منصوبے

کے مطابق عبدالغفار کی جانب سے فائرنگ بند ہوگئی تھی کہ ہم اس کی زد میں نہ آجائیں۔

آگے چند قدم کے فاصلے پر مجھے وہ ہموار سطح نظر آگئی جہاں سے چند روز قبل ہم نے فوجیوں کو لکڑیاں لے جاتے دیکھا تھا۔کمانڈر صاحب کے مشورے سے ہم نے قرار گاہ میں گھسنے کیلئے وہ جگہ پہلے سے طے کر رکھی تھی' کیونکہ وہ یقیناً بارودی سرنگوں سے خالی تھی' ورنہ قرار گاہ کے اردگرد کا سارا علاقہ بارودی سرنگوں سے پٹا پڑا تھا۔

وہاں پہنچ کر میں نے اللہ کا نام لیا' اور قرار گاہ پر اپنا پہلا راکٹ فائر کر دیا' پھر پے در پے کئی راکٹ مارے۔میں اس وقت قرار گاہ کے جنوب مشرق میں تھا جہاں سے دشمن کی "زرہ کئی مشین گن" چل رہی تھی___ کمانڈر صاحب مغرب کی طرف سے فائر کرتے ہوئے قرار گاہ کے بالکل قریب جا پہنچے تھے۔

مولوی سعادت اللہ کہتے "میں کمانڈر صاحب کے ساتھ تھا' قرار گاہ کی سنگ لاخ دیوار سے کچھ پہلے ایک درخت کے پاس پہنچ کر انہوں نے مجھے حکم دیا" آپ یہیں سے فائر کریں' یہاں سے نہ ہٹیں"___

عدیل کہتے ہیں کہ "ہمارا حملہ اللہ کے فضل سے ایسا منظم' اچانک اور بھرپور تھا کہ جب تینوں طرف سے قرار گاہ پر راکٹوں اور گولیوں کی بارش ہوئی تو دشمن زیادہ دیر مقابلہ نہ کر سکا' ہم وقفے وقفے سے "اللہ اکبر" کے نعرے لگا رہے تھے جن کا بزدلوں پر ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ رفتہ رفتہ اپنے مورچے چھوڑنے لگے' اور ان کی فائرنگ دم توڑنے لگی۔

مولوی سعادت اللہ' جو کمانڈر صاحب کی بتائی ہوئی جگہ سے لگاتار فائر کر رہے تھے' کہتے ہیں کہ "کمانڈر صاحب' خالد محمود اور کئی ساتھی میرے بائیں جانب سے فائرنگ کرتے ہوئے قرار گاہ کی طرف لپکے' خالد محمود سب سے آگے تھے' اچانک وہاں ایک زوردار دھماکہ ہوا' یہ بارودی سرنگ پھٹی تھی۔خالد محمود اس کے پریشر سے کئی فٹ ہوا میں اچھل کر اپنی جگہ سے بھی کافی نیچے ڈھلان میں جا گرے___ گرد کا بادل چھٹا تو وہ خون میں لت پت پڑے تھے' دائیں ٹانگ گھٹنے کے پاس سے اڑ چکی تھی۔"

خون دل و جگر سے ہے سرمایہ حیات
فطرت لہو ترنگ ہے غافل! نہ جلترنگ

دیکھنا! "کوئی فوجی بھاگنے نہ پائے"

عدیل کہتے ہیں :

"اس دھماکے کے ساتھ ہی کمانڈر صاحب کی نظر دشمن کے کچھ فوجیوں پر پڑی جو قرار گاہ کے پیچھے سے نکل کر شمال میں میدانی علاقے کی طرف اتر رہے تھے 'انہوں نے وہیں سے چیخ کر ہمیں حکم دیا۔ "بھاگو 'آگے بھاگو 'قرار گاہ میں گھس جاؤ"۔

یہ کہہ کر وہ ان فوجیوں پر جھپٹ پڑے۔ان کی گرجدار آواز پھر سنائی دی "دیکھنا! کوئی فوجی بھاگنے نہ پائے 'سب کو زندہ پکڑنا ہے"____

میرے پاس راکٹ تھا' لیکن اب ضرورت کلاشنکوف کی تھی 'میں نے جلدی سے راکٹ مولانا سعادت اللہ کو دے کر ان کی کلاشنکوف لے لی 'ایک زائد میگزین لے کر کوٹ کی جیب میں ڈالی اور بھاگتا ہوا آٹومیٹک فائر کھول کر قرار گاہ میں جا گھسا۔بھری ہوئی گولیاں آٹومیٹک فائر سے لمحہ بھر میں ختم ہوگئیں ' دیکھا تو وہ زائد میگزین جیب سے کہیں گر گئی تھی ' میرے بائیں ہاتھ دشمن کا ایک خالی مورچہ تھا' مجبوراً جلدی سے اس میں گھس کر پناہ لی' آگے ایک اور خندق نما مورچہ تھا جس پر چھت نہ تھی' وہ بھی شاید خالی تھا 'میں نے چھلانگ کر اسے پار کرنے کی کوشش کی تو پاؤں پھسل گیا 'اور اتنی زور سے گرا کہ گھٹنا شدید زخمی ہوگیا' میں تھوڑی دیر کیلئے چلنے سے معذور ہوگیا۔

عبداللہ شاہ غازی 'نظر محمد 'منور اور فیاض کشمیری بھی قرار گاہ میں میرے ساتھ داخل ہوئے تھے 'میں نے ان کی زائد میگزین لے کر کلاشنکوف لوڈ کی 'اور ہم پانچوں نے مل کر سب کمروں کی اور مورچوں کی تلاشی لینی شروع کردی ' ہر مورچے اور کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ہم اس میں فائر کرتے تھے 'تاکہ کوئی دشمن ہو تو وہیں ختم ہو جائے ۔ دو فوجیوں کو ہم نے زندہ پکڑ لیا' باقی سب نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگئے ۔

مولوی سعادت اللہ کہتے ہیں :

"جب کمانڈر صاحب میرے بائیں طرف سے فوجیوں کے تعاقب میں دوڑے 'تو کچھ آگے جاکر ان کے اور میرے درمیان پہاڑی کا کچھ حصہ حائل ہوگیا 'اور فوراً ہی وہاں سے مجھے دو خوفناک دھماکے سنائی دیئے 'میں اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکتا تھا 'کہ انہوں نے مجھے یہیں رہنے کی تاکید کی تھی !

اچانک میرے اور خالد محمود کے درمیان ایک اور لرزہ خیز دھماکہ ہوا 'محمد ارشد (مری والے) کا پاؤں بارودی سرنگ پر آگیا تھا 'اس کی ٹانگ بھی شہید ہوگئی 'اس دھماکے سے میں بھی لڑھکتا ہوا کئی فٹ نیچے جاگرا 'اور پنڈلی کی چھوٹی ہڈی ٹوٹ گئی !

اسی دوران مجھے کمانڈر صاحب کی کمزور سی آواز وہیں سے سنائی دی جہاں دو دھماکے ہوئے تھے "ساتھیوں ! آگے بڑھو"۔

تھوڑی دیر بعد عدیل کی آواز گونجی "اللہ اکبر" ساتھیو ! فتح مبارک ہو 'اللہ اکبر"۔ یہ سنتے ہی سارے مجاہدین اچھل اچھل کر "اللہ اکبر" کے نعرے لگانے اور ایک دوسرے کو گلے مل مل کر مبارکباد دینے لگے۔

سرور جو حق وباطل کی کارزار میں ہے
تو حرب وضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہئے !

فتح کی بھاری قیمت

مولوی سعادت اللہ کہتے ہیں "مبارک سلامت کے اس شور میں میری پریشان نگاہیں اپنے محبوب کمانڈر کو ڈھونڈ رہی تھیں 'چند ہی لمحوں بعد میں نے ان کی نحیف سے آواز سنی "ساتھیو ! میں زخمی ہوں" ___ بجلی سے گر پڑی"

عدیل کہتے ہیں "کمانڈر صاحب کے زخمی ہونے کی اطلاع سنتے ہی میں قرار گاہ سے باہر آیا 'ارد گرد کے ساتھیوں سے کہا کہ قرار گاہ سے غنیمت کا جو اسلحہ اور سامان اٹھا سکتے ہو فوراً اٹھالو 'اور جس طرف سے میں اتر رہا ہوں 'وہیں سے میرے پیچھے پیچھے

اترنے کی کوشش کرو۔کیونکہ دشمن کا یہ طریقہ ہمیں معلوم تھا کہ جب مجاہدین کسی پوسٹ کو فتح کرلیتے ہیں تو نیچے میدانی علاقے سے دشمن کا ہیڈکوارٹر اور آس پاس کی پوسٹیں مفتوحہ پوسٹ پر اتنی شدید گولہ باری کرتی ہیں کہ اس میں اگر فاتح مجاہدین ہوں تو زندہ نہیں بچ سکتے____

مجھے ابھی تک کمانڈر صاحب کے زخمی ہونے کی نوعیت معلوم نہیں ہوسکی تھی' ہم مولانا سعادت اللہ صاحب کے پاس پہنچے تو وہ خود زخمی اور غم کی تصویر تھے' انہوں نے بتایا کہ کمانڈر صاحب بارودی سرنگوں سے زخمی ہوئے ہیں!

سامنے ڈوبتا ہوا سورج لال ہوگیا تھا' اور اس کی دھوپ پیلی پڑچکی تھی' عجیب سوگوار ماحول تھا! میرے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی' مجھے بے حال دیکھ کر مولانا سعادت اللہ صاحب نے تسلی دی کہ "یہ رونے کا وقت نہیں' ہمت کرو' تجربہ کار ساتھی اکثر زخمی ہوچکے ہیں' ادھر جاؤ' اور کمانڈر صاحب کو اٹھاؤ"

میں تیزی سے ادھر لپکا' چند قدم آگے ارشد اور پھر خالد محمود زخمی پڑے تھے' ان کی کٹی ہوئی ٹانگیں دیکھ کر میں پھر رو پڑا' اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی "یا اللہ! کمانڈر صاحب اور تجربہ کار ساتھی زخمی ہیں' ان کو اٹھانے اور سنبھالنے کی قوت اور ہمت عطا فرما"۔فوراً یوں لگا جیسے میرے اندر ایک انجانی قوت آگئی ہے آنسو تھم گئے' اور میں تیزی سے کمانڈر صاحب کی طرف دوڑا۔"

مولوی سعادت اللہ کہتے ہیں کہ "عدیل کو کمانڈر صاحب کی طرف بھیج کر میں زخمی ٹانگ سے کسی نہ کسی طرح خالد محمود کی طرف بڑھا تو انہوں نے یہ کہہ کر روک دیا کہ "سعادت بھائی! یہاں نہ آنا' ادھر بارودی سرنگیں ہیں"

میں کلاشنکوف کے راڈ سے راستہ صاف کرنے کی کوشش کرہی رہا تھا کہ عبدالغفار خنجر لے آئے' وہ اس سے بارودی سرنگیں نکال نکال کر راستہ بناتے ہوئے تیزی سے خالد محمود تک جا پہنچے اور انہیں اٹھا کر فوراً نیچے روانہ ہوگئے۔

میں ان کے خنجر سے راستہ بنا بنا کر بھائی ارشد تک پہنچا' اور چند ساتھیوں کی مدد سے انہیں چادر میں اٹھا کر ہم بھی نیچے روانہ ہوگئے''۔

عدیل کہتے ہیں ''کمانڈر صاحب کی طرف جاتے ہوئے ایک جگہ میرا قدم جیسے ہی زمین کو لگا کسی انجانی طاقت نے فوراً اسے واپس کھینچ لیا' وہاں مجھے ایک بارودی سرنگ نظر آئی' یہ اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت تھی کہ میرا وہ قدم بارودی سرنگ تک پہنچ کر خودبخود واپس آگیا' بارودی سرنگ پھٹتے پھٹتے رہ گئی' میں نے اسے اٹھا کر ناکارہ بنانے کی کوشش کی مگر اس کا فیوز باہر نہ نکلا۔ پریشانی ہوئی کہ اسے پھینک بھی نہیں سکتا کہ کسی اور ساتھی کا قدم اس پر نہ آجائے' مجبوراً اس بارودی سرنگ کو (جو چھوٹے پہیے کی طرح گول ہوتی ہے) ہاتھ میں لئے ہوئے پتھروں پتھروں پر پنجوں کے بل چلتا ہوا کمانڈر صاحب کے پہنچ گیا۔

ان سے کچھ فاصلے پر مشتاق اور شفیق الاسلام کھڑے تھے ــــــ کمانڈر صاحب کا رخ قبلے کی طرف تھا' لوڈ کلاشنکوف ہاتھ میں تھی' دائیں ٹانگ پنڈلی تک کٹ چکی تھی' بائیں ران پر گہرے زخم تھے' پیٹ میں چھرے گھس گئے تھے' جن سے کچھ آنتیں بھی کٹ گئی تھیں ــــــ اللہ کی شان دیکھئے جس جگہ بارودی سرنگ نے انہیں فضا میں اچھال کر نیچے پھینکا تھا یہ چوٹی کا کنارہ تھا' اگر صرف آدھا میٹر بائیں طرف گرتے تو نیچے ہزاروں فٹ گہری کھائی تھی۔

قربت بھی' فاصلے بھی' کرم بھی' گریز بھی
کس کس ادائے یار کے قربان جائیے!

زخمی کمانڈر

عدیل کہتے ہیں ''مجھے دیکھتے ہی کمانڈر صاحب نے دور سے ''السلام علیکم'' کہا اور اطمینان سے بولے۔

''عدیل! میری فکر مت کرو' میری ٹانگ اللہ کے راستے میں کٹ گئی ہے'

خالد محمود اور ارشد زخمی ہیں' جاؤ انہیں اٹھاؤ' میری کلاشنکوف میں ابھی ۲۷ گولیاں باقی ہیں' دشمن ادھر آیا تو انہیں دیر تک روک سکتا ہوں' تم جاکر دوسرے ساتھیوں کو سنبھالو"

لیکن دوسرے زخمیوں کے پاس اور ساتھی پہنچ چکے تھے' میں نے اپنی کالی پگڑی سر سے اتاری' میرے ہاتھ کانپ رہے تھے ___ ان کے پاؤں کس طرح اٹھاؤں؟!کس طرح باندھوں؟!ان کا خون اتنا بہہ گیا تھا کہ رگیں خالی نکلی ہوئی نظر آرہی تھیں' خون کے لوتھڑے جم گئے تھے! ___ میں نے دل مضبوط کر کے اس پگڑی سے کسی نہ کسی طرح ان کی دائیں پنڈلی اور بائیں ران کس کر باندھ دی ___!

اب مسئلہ ان کو اٹھا کر لے جانے کا تھا' میں تو پتھروں پر پنجے رکھ رکھ کر اس خطرناک جگہ تک کسی نہ کسی طرح پہنچ گیا تھا' راستے پر بے شمار سرنگیں بچھی ہوئی تھیں' کمانڈر صاحب کو اٹھانے کیلئے لازماً تین چار ساتھیوں کی ضرورت تھی' انکا راستہ نہیں تھا۔!

اللہ تعالیٰ نے ذہن میں بات ڈال دی' میں نے اپنی کلاشنکوف کا راڈ نکالا اور اس سے بارودی سرنگیں نکال نکال کر آہستہ آہستہ وہاں پہنچ گیا جہاں خالد محمود اور ارشد زخمی ہوئے تھے!۔ یہاں تک میں نے دس بارودی سرنگیں نکال کر راستہ صاف کر لیا' آگے کا راستہ میں پہلے دیکھ چکا تھا کہ صاف ہے!۔ یہاں کچھ ساتھی موجود تھے' سب نوآموز' میں نے انہیں راستہ بتلاتے ہوئے کہا "اسٹریچر لاکر یہاں سے میرے پاس پہنچ جاؤ"

میں بھاگ کر دوبارہ کمانڈر صاحب کے پاس آیا اور انہیں اٹھانے لگا' فوراً دور سے شفیق نے آواز دی "آگے نہ بڑھنا مائن (بارودی سرنگ) ہے"

میں نے چونک کر دیکھا تو کمانڈر صاحب کے بالکل قریب جہاں میں قدم رکھ کر انہیں اٹھانے لگا تھا ایک بارودی سرنگ بچھی ہوئی تھی' میں نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اسے اٹھا کر احتیاط سے ایک بڑے صاف پتھر پر باقی مائنوں کے ساتھ رکھ دیا تاکہ ساتھی دور سے انہیں دیکھ سکیں۔

کمانڈر صاحب ہمیشہ جنگ میں میگافون (دستی لاؤڈ اسپیکر) ساتھ رکھتے تھے'

جنگ سے پہلے بعض اوقات وہ دشمن فوج کو پشتو اور فارسی میں اسلام کی دعوت دیتے تھے' فتح کے بعد اس پر حسب ضرورت اعلانات کرتے تھے ۔ یہ میگافون اب ان کے پہلو میں پڑا تھا' میں اس پر ہاتھ رکھ کر ان کا پہلو بدلنے لگا' پھر فوراً چھوڑ دیا' بس یوں ہی خیال آیا کہ پہلے میگافون اٹھالوں وہ اٹھایا تو اس کے نیچے بھی بارودی سرنگ تھی ___ وہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرار گاہ تک پہنچنے کا ایک راستہ عطا فرمادیا تھا' ورنہ ارد گرد کا یہ سارا علاقہ مائنوں کا جال تھا ___

صفدر اسٹریچر لے آئے' ہم نے کمانڈر صاحب کو اس میں بڑی مشکل سے لٹایا اور خدا خدا کر کے پہاڑی سے نیچے لے آئے' ان کو دیکھ کر بار بار میری آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے' مجھے غمگین دیکھ کر فرمانے لگے ۔

"عدیل! پریشان نہ ہو' انشاءاللہ ہمارے خون کی برکت سے خوست فتح ہو گا"
___ وہ سارے راستے ہمیں تسلیاں دیتے رہے ۔

مولوی سعادت اللہ کہتے ہیں "میں چند ساتھیوں کی مدد سے ارشد بھائی کو چادر میں (جسے مجاہدین اسٹریچر کی طرح بنالیتے ہیں) اٹھا کر لا رہا تھا کہ پیچھے سے وہ ساتھی بھی ہم سے آملے جو کمانڈر صاحب کو اسٹریچر پر لا رہے تھے' ان میں عدیل بھائی بھی تھے' کمانڈر صاحب نے ان سے میرے متعلق دریافت کیا تو میں ارشد بھائی کو دوسرے ساتھیوں کے حوالے کر کے فوراً کمانڈر صاحب کے پاس پہنچا' ان کی دونوں ٹانگوں کے علاوہ سینہ بھی زخموں سے چھلنی تھا' اور پیٹ کے خطرناک زخموں کی وجہ سے ان کا پیشاب رکا ہوا تھا جس کی شدید تکلیف تھی' مجھے دیکھتے ہی پوچھا "کیا حال ہے؟"

میں غم سے نڈھال تھا' بہت کوشش کر کے بھی جواب نہ دے سکا' انہوں نے ہمارے مغموم چہروں پر ایک نظر ڈالی اور تسلی دینے لگے کہ

"غم نہ کرو' میں انشاءاللہ صحت یاب ہو کر ٹانگوں سے نہ بھی
چل سکا تو گھوڑے پر سوار ہو کر آپ لوگوں کے ساتھ جنگوں میں
شریک ہوا کروں گا ۔"

پھر فرمایا "اچھا میں تم لوگوں کو نظم سناتا ہوں" یہ کہہ کر حسب عادت بڑے دلسوز ترنم سے نظم سنانے لگے۔ لیکن پہلے شعر کا ڈیڑھ مصرعہ ہی پڑھا تھا کہ آواز رک گئی بمشکل فرمایا "نظم پڑھی نہیں جا رہی"!

آگے راستہ سخت دشوار تھا' ایک آدمی بمشکل چل سکتا تھا' ساتھیوں کی یہ مشقت دیکھ کر فرمانے لگے۔

"ساتھیو! مجھے معلوم ہے آپ لوگ بہت تھکے ہوئے ہیں' اور بعض زخمی بھی ہیں' مجھے یہیں چھوڑ دو"!

زخموں سے چور کمانڈر کے اس جملے نے نڈھال ساتھیوں میں نئی قوت پھونک دی' وہ چستی سے چلنے لگے۔

میں اپنے پاؤں کی سوجن اور شدید تکلیف کی وجہ سے کمانڈر صاحب کو اٹھانے میں شریک نہیں ہو سکتا تھا' اس لئے ان کی میگزینوں والی جیکٹ اور آٹھ کلاشنکوفیں اٹھائے چل رہا تھا' پنڈلی کی چھوٹی ہڈی جو اندر ہی اندر ٹوٹ گئی تھی' مجھے معلوم نہ تھا کہ ٹوٹ گئی ہے' یہ تو مجھے ۴ روز بعد کراچی آکر معلوم ہوا' اس وقت میں صرف تکلیف اور ورم ہی محسوس کر رہا تھا' وہ ہڈی وزن برداشت نہ کر سکی' میں اچانک لڑھکتا ہوا ۵ فٹ نیچے ڈھلان میں جا گرا' کلاشنکوفیں میرے اوپر آپڑیں' دعا کرتے ہوئے بڑی مشکل سے اٹھا اور دو کلاشنکوفیں ایک فلپائنی لڑکے کو دے کر جلد کمانڈر صاحب سے جا ملا۔

پھر کسی نہ کسی طرح ہم اس برساتی نالے میں پہنچ گئے' جہاں ہم نے آج ظہر کی نماز پڑھی تھی ___ یہاں بھائی خالد محمود اور دیگر زخمی ساتھیوں کو بھی پہنچایا جا چکا تھا' کمانڈر صاحب انہیں دیکھ کر فرمانے لگے "خالد بھائی! آج تو کمانڈروں کی باری ہے۔"

ملال یہ کہ نشیمن جلا گئی بجلی!
خوشی یہ ہے کہ گلستان بچا لیا میں نے

دوسرے زخمی ــــ اور ۲ شہید

عدیل کہتے ہیں کہ ''ہم اس برساتی نالے میں پہنچے تو رات پوری طرح چھا چکی تھی، محبوب ہمدانی کو بھی جو مائن سے سخت زخمی ہوئے تھے' یہاں پہنچایا جا چکا تھا' یہاں جناب آغا ظہیر صفدر اور ان کی جماعت ابتدائی طبی امداد کے سامان کے ساتھ موجود تھی' وہ مرہم پٹی کر ہی رہے تھے کہ مولانا عبدالرحمٰن محمود کے زخمی ہونے کی اطلاع ملی' مولانا ''تورکمر سر'' چوٹی پر راکٹ بردار دستے کے امیر تھے' فتح کے بعد نیچے قرارگاہ میں آگئے' وہاں ایک زخمی ساتھی کی کلاشنکوف پڑی دیکھی' اسے اٹھانے کے لئے آگے بڑھے تو ان کا پاؤں بھی بارودی سرنگ پر آگیا' ٹانگ پنڈلی تک اڑ گئی ۔''

مولوی سعادت اللہ کہتے ہیں کہ ''ہم نے قاری غلام رسول کو واپس قرارگاہ بھیجا کہ مولانا عبدالرحمٰن محمود اور دوسرے زخمیوں کی' اور اسلحہ کی منتقلی کا کام انجام دیں

خالد محمود جن کی دائیں ٹانگ پنڈلی تک اڑ چکی تھی' کہتے ہیں کہ :

''سردی بہت سخت تھی' کافی خون بہہ جانے کی وجہ سے جسم اور بھی ٹھنڈا ہو گیا تھا' ساتھیوں نے ''لوغاٹھ'' میں آگ دہکا دی' اس سے کافی سکون ملا' زخموں میں اس وقت کوئی خاص تکلیف نہ تھی البتہ جب بارود کے کیمیکل جسم کے اندر جذب ہوتے تو تکلیف ہوتی تھی ۔ آگ کے ایک طرف میں اور دوسری طرف کمانڈر صاحب تھے' ہمارے سر کی طرف محبوب ہمدانی' اور پاؤں کی طرف مولوی عبدالرحمٰن محمود' ارشد کشمیری اور دوسرے بہت سے زخمی تھے ــــ

کمانڈر صاحب کو مجھ سے کہیں زیادہ زخم آئے تھے' لیکن اس حالت میں بھی انہوں نے لیٹے لیٹے آگ کے پیچھے سے پوچھا' ''خالد! کیا حال ہے؟'' میں نے بھی ان کا حال دریافت کیا۔

ہماری اس سے زیادہ گفتگو نہ ہو سکی کیونکہ ہمیں نیند کے انجکشن لگا دیئے گئے تھے۔"

عدیل کہتے ہیں کہ "آج ہمارے دو ساتھی شہید ہوئے' فلپائن کے "ابو مصعب" تو موقع پر ہی شہید ہوگئے تھے' محبوب ہمدانی "لوغاٹھ" میں پہنچائے جانے کے بعد تک زندہ تھے' لیکن رات کے ایک بجے وہ بھی زخموں کی تاب نہ لاکر اللہ کو پیارے ہوگئے ___ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

مولوی سعادت اللہ نے بتایا کہ "رات کے تقریباً ایک بجے ہم پھر کمانڈر صاحب کو اٹھا کر اپنے مرکز کی طرف چل دیئے' یہاں سے مرکز تک چڑھائی ہی چڑھائی تھی' راستہ صرف ایک آدمی کے گذرنے کا تھا' اس پر بھی برف جمی تھی' ہر قدم پھسلنے کا خطرہ بائیں طرف سینکڑوں فٹ گہری گھائیاں' اللہ پاک سے دعائیں کرتے ہوئے رات بھر چڑھتے رہے۔

عدیل کا بیان ہے کہ "ابھی ہم راستے میں تھے کہ کچھ افغان مجاہدین پہنچ گئے' وہ فوراً کمانڈر صاحب کو لے کر ہمارے مرکز کی طرف روانہ ہوگئے کچھ ساتھی' جن میں آغا ظہیر صفدر بھی تھے' ان کے ہمراہ کرکے میں دوسرے ساتھیوں کیلئے پیچھے رہ گیا۔ راستہ انتہائی دشوار گزار اور تنگ تھا' سخت سردی' پتھریلا راستہ' اوپر سے برف باری' اسی پھسلن میں کئی ساتھی' زخمیوں کو اٹھا کر لاتے ہوئے بار بار گرے۔ بہرحال! گرتے پڑتے تمام زخمیوں کے ساتھ ہم مرکز پہنچے تو کمانڈر صاحب کو راتوں رات ہی "میران شاہ" بھیجا جا چکا تھا___

صبح کو میں ارشد اور خالد محمود کو لے کر "میران شاہ" پہنچا تو کمانڈر صاحب کو وہاں سے پشاور لے جایا جا چکا تھا۔ یہ ۵ اجنوری کا دن تھا۔ اگلے دن "باڑی" کے محاذ پر

حملے کا پروگرام تھا، مجھے وہاں رات تک پہنچنا ضروری تھا، میں پشاور نہ جاسکا‘‘___ !

زندگی کھیلتی ہے طوفاں سے
اب تمنا نہیں ہے ساحل کی

’’لنڈے مل پوسٹ‘‘ کی فتح

جس وقت کمانڈر زبیر اور ان کے ساتھی ’’تورکمر‘‘ کی قرار گاہ پر حملہ آور ہوئے تھے، ٹھیک اسی وقت نائب کمانڈر مولوی عبدالرحمٰن فاروقی نے اپنے ۲۰ جانبازوں کے ساتھ ’’لنڈے مل پوسٹ‘‘ پر چڑھائی کی، یہ پوسٹ بھی ’’تورکمر قرار گاہ‘‘ کے زیر کمان تھی، دشمن نے کچھ دیر جم کر مقابلہ کیا، بالآخر راہ فرار اختیار کرنے ہی میں عافیت سمجھی، مجاہدین نے فتح کے بعد وہیں عشاء کی نماز ادا کی۔ اس معرکے میں بنگلہ دیش کے ایک مجاہد ’’عبدالمومن‘‘ بارودی سرنگ سے زخمی ہوئے۔

دشمن فوج جب پوسٹ سے بھاگ کر میدانی علاقے میں ۳ میل دور اپنے ہیڈ کوارٹر پہنچ گئی تو وہاں سے اچانک اس مفتوحہ پوسٹ پر توپوں اور ٹینکوں سے ایسی سخت گولہ باری ہوئی کہ بقول فاروقی صاحب

’’بارش کی طرح برستے گولوں کی تیزی کو دیکھ کر ایک مرتبہ تو یوں لگا کہ ہم میں سے آج کوئی بھی زندہ نہ بچ سکے گا۔‘‘

لیکن وہاں دشمن ہی کے بنائے ہوئے مورچوں کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی حفاظت کا ذریعہ بنادیا۔ یہ مورچے اتنے مضبوط تھے کہ گولے ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے ___ لگاتار ڈھائی گھنٹے زبردست گولہ باری کے بعد جب دشمن کو شاید یقین ہوگیا کہ اب پوسٹ میں کوئی مجاہد زندہ نہ بچا ہوگا۔ تو یہ دھماچوکڑی بند ہوئی، مجاہدین مورچوں سے زندہ سلامت نکلے آئے۔

اس پوسٹ میں ۱۵ رہائشی کمرے تھے، اشیاء خورونوش کا بھی کافی ذخیرہ تھا۔

مجاہدین نے خوب سیر ہو کر کھایا پیا' اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ مال غنیمت بھی خاصا ملا' جس میں ایک مارٹر توپ' ایک گرینوف مشین گن' گولہ بارود' بہت سے دستی بم اور راکٹ شامل تھے۔

فاروقی صاحب نے مال غنیمت نکلوا کر باہر رکھوا دیا اور پوسٹ میں سے بے کار کپڑے اور کمیونزم کی کتابیں وغیرہ جمع کر کے اس ڈھیر پر مٹی کا تیل چھڑکا اور آگ لگا دی۔ کمروں کی چھتوں میں مضبوط لکڑی کے موٹے شہتیروں نے بھی آگ پکڑ لی۔

"ترے لوٹا پوسٹ" بھی فتح ہو گئی

مفتوحہ پوسٹ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو یہ فاتح مجاہدین قریب کی معاون پوسٹ "ترے لوٹا" پر حملہ آور ہوئے اور گرینوف مشین گن اور راکٹ لانچروں سے بھرپور فائرنگ کی' مگر لنڈے مل پوسٹ کا حشر دیکھ کر فوج یہاں سے پہلے ہی بھاگ چکی تھی۔

ادھر رات کے دو بجے یہ کارروائی مکمل ہوئی۔ ادھر بنگلہ دیشی جانباز "عبدالمومن" جو شدید زخمی تھے' ہر علاج سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آواز جرس تھک کے جہاں بیٹھ گئی ہے
ٹھہرا ہے وہیں قافلہ عمر رواں بھی!

شہید کو اٹھا کر یہ اپنے مرکز کو روانہ ہوئے' قریب ہی ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی' جس پر بارودی سرنگوں کا گمان بھی نہ تھا' وہاں سے گذرتے ہوئے اچانک ایک بارودی سرنگ پھٹی' ۴ مجاہد ابوبکر' منیر' نثار اور نعمان شدید زخمی ہو گئے۔ ٹارچوں سے تلاش کرنے پر دو بارودی سرنگیں اور ملیں' جن کے تار کاٹ کر ناکارہ بنایا گیا۔

آگے "ترے لوٹا" نامی ایک جگہ ہے (مفتوحہ معاون پوسٹ کو اسی نسبت سے

"ترے لوٹا پوسٹ" کہا جاتا تھا) جہاں چند ویران مکانات تھے۔ مجاہدین یہاں ستانے اور زخمیوں کی دیکھ بھال کیلئے رک گئے۔ آگ دہکا کر زخمیوں کو اس کے پاس لٹا دیا گیا۔

فاروقی صاحب کی ٹانگ پر بھی زخم تھا' پرسوں کو صبح انہیں "باڑی" میں حملے کی کمان کرنی تھی' انہوں نے ساتھیوں کو ہدایت کی "تم یہاں انتظار کرو' میں مرکز جاکر کچھ تازہ دم ساھیوں کو بھیجتا ہوں کہ وہ زخمیوں کو اٹھانے میں مدد کریں۔"

فاروقی صاحب بتاتے ہیں کہ "میں مرکز مجاہدین (درویش قرار گاہ) پہنچا تو یہاں پورا ماحول سوگوار تھا' کمانڈر صاحب اور کئی تجربہ کار ساتھیوں کو خطرناک حالت میں پشاور لے جایا جاچکا تھا۔ دو شہید ہوچکے تھے' ڈوبتے دل کے ساتھ میں نے کچھ عرب ساتھیوں کو "ترے لوٹا" کی طرف بھیجا اور بوجھل قدموں کے ساتھ آگے روانہ ہوا ــــ ظہر کے وقت (پاکستان کے سرحدی شہر) میران شاہ پہنچ کر زخمیوں اور شہیدوں کیلئے انتظامات کئے' اور مغرب سے پہلے بھائی حزب اللہ' عدیل اور محمد ظہیر کو لے کر "باڑی" کا رخ کیا' ــــ وہاں اپنے مرکز پہنچے تو رات کے دس بجے تھے۔

ہمسایہ جبریل امین بندہ خاکی
ہے اس کا نشیمن بخارا نہ بدخشاں

"باڑی" کا خطرناک معرکہ

نائب کمانڈر عبدالرحمٰن فاروقی نے یہاں پہنچ کر "تورکمر" کی فتح کا مژدہ تو سنا دیا' لیکن وہاں کے شہیدوں کا تذکرہ نہیں کیا۔ ساتھیوں کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے کمانڈر زبیر کے زخمی ہونے کی بھی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔

منصوبے کے مطابق "باڑی" کی دو اہم پوسٹوں "ثقلیہ" اور "زرمن کئی" پر افغان مجاہدین کو مولانا پیر محمد کی قیادت میں چڑھائی کرنا تھی' یہ پوسٹیں یہاں کے مرکز مجاہدین سے شمال میں واقع تھیں۔ ان کے پیچھے تقریباً شمال ہی میں میدانی علاقے کے قریب' یہاں کی مرکزی قرار گاہ "ٹینک والی" تھی' اس پر فاروقی صاحب کی قیادت میں

"حرکۃ الجہادالاسلامی" کے مجاہدین کو پیچھے سے جاکر حملہ کرنا تھا۔

حملہ تو دن میں ہونا تھا'لیکن "قرار گاہ ٹینک والی" کے پاس پہنچنا دن میں ممکن نہ تھا۔کیونکہ مجاہدین اوراس قرار گاہ کے درمیان دشمن کی مذکورہ ۲ پوسٹیں حائل تھیں۔ مجبوراً ان جانبازوں کوراتوں رات مغرب کی طرف سے شمال کوچکر کاٹ کر پہلے دشمن کے میدانی علاقے میں اترنا تھا'اوراس میدان میں کئی کلو میٹر تک مشرق کی طرف چل کر "قرار گاہ ٹینک والی" کے پاس آکرایک خشک برساتی نالے کواپنی کمین گاہ بنانا تھا۔

فاروقی صاحب اپنے مرکز پہنچنے کے صرف ۵ گھنٹے بعد'جبکہ ۱۶جنوری کی صبح طلوع ہونے میں دوڈھائی گھنٹے باقی تھے'ساتھیوں کولے کر ہدف کیلئے نکل کھڑے ہوئے

بیابانی رات کا سناٹا'برف سے منجمد پہاڑاور وادیاں' سردی ایسی کہ ہڈیوں کا گودا بھی جم جائے'میدانی علاقے میں جگہ جگہ دشمن کی پوسٹیں'قرار گاہیں'مورچے اور ٹینک'پیدل سفر'کاندھوں پر طرح طرح کے وزنی ہتھیار اورجنگی سامان'گھٹاٹوپ اندھیرا' قدم قدم پر بارودی سرنگوں کاجان لیوا خطرہ۔

شب تاریک وبیم موج و گردابے چنیں حائل
کجا دانند حال ماسبک ساران ساحل ہا

لیکن آفرین ہے ان "مردان خدامست" کی منصوبہ بندی'جفاکشی اور شجاعت ومہارت پر کہ میدانی علاقے میں اترکرتقریباًچھ میل کی مسافت انہوں نےاس صفائی سے طے کی کہ دشمن کوہوابھی نہ لگنے دی۔۔۔ پوپھٹنے سے پہلے سارے مجاہدین نالے میں دور دور تک پھیل چکے تھے۔

لیکن یہ انتہائی خطرناک صورت حال تھی'کیونکہ ان کے سامنے مشرق میں صرف چند سو میٹرپر دشمن کی زبردست قرار گاہ'ٹینک والی" تھی جوان کاہدف تھا'اسی طرف مشرق میں ذرا آگے "تورغرّہ" کی وہ بلند ترین چوٹی تھی جس پر دشمن کی مضبوط

پوسٹ اپنی دور مار توپوں سے ہروقت آگ اور لوہا اگلنے کیلئے ہروقت بیتاب رہتی تھی، دائیں طرف ذرا پیچھے کی طرف دشمن کی وہ دونوں پوسٹیں فاصلے فاصلے سے تھیں جن پر صبح کو مولانا پیر محمد اور ان کے ساتھی حملہ کرنے والے تھے اور بائیں طرف خوست کا میدانی علاقہ تھا، جسے دشمن نے اپنی دوسری دفاعی لائن بنایا ہوا تھا۔ دشمن کو ان مجاہدین کی ذرا بھی گن سن لگ جاتی تو ہر طرف سے فوجوں اور توپوں میں گھر کر یہ ان کیلئے ''نوالہ تر'' بن جاتے، رسد کمک کا تو راستہ سرے سے تھا ہی نہیں، کوئی جائے پناہ بھی نہ ملتی، کیونکہ یہ نالہ جنوبی کہسار اور شمالی میدان کے تقریباً کنارے پر ہے، جہاں پہاڑ اور پہاڑیاں نہیں ہیں۔

ان سرفروشوں نے یہ خطرہ خوب سوچ سمجھ کر، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے مول لیا تھا، کیونکہ ''قرارگاہ ٹینک والی'' کو تباہ کرنے کی کوئی اور تدبیر نہیں تھی ــــ تحفظ کا جو زیادہ سے زیادہ سامان یہ کر سکے وہ بس اتنا تھا کہ ۱۵ جانبازوں کا ایک دفاعی دستہ، جس کے امیر تاج محمد اور نائب امیر سرفراز تھے، میدان کی طرف خوست کے راستے پر بٹھا دیا گیا کہ ادھر سے دشمن پیش قدمی کرے تو یہ اسے روکنے کیلئے سردھڑ کی بازی لگا دی۔

کشاد در دل سمجھتے ہیں اس کو
ہلاکت نہیں موت، ان کی نظر میں

ٹارچ کس نے جلائی؟

محمد الیاس کشمیری جن کے بارے میں آپ کافی پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ ''زامہ خولہ'' کے خطرناک معرکے میں سب سے پہلے وہی زخمی ہوئے تھے، وہ یہاں بھی پیش پیش تھے، ان کو ''باڑی'' کے مرکز مجاہدین سے ''برساتی نالے'' تک کے سفر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ انہوں نے یہ واقعہ اسلام آباد کے جناب ''عین خان'' کو کافی دنوں بعد بتایا، اور شائع نہ کرنے کی تاکید کی، لیکن عین خان صاحب نے اسے ماہنامہ الارشاد[لہ]

لہ مورخہ جمادی الثانیہ / رجب ۱۴۰۹ھ

(اسلام آباد) میں اپنے اس نوٹ کے ساتھ شائع کر دیا کہ ''میں نصرت خداوندی کے اس عجیب واقعہ کو بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

الیاس بیان کرتے ہیں کہ ''رات کو جب ہم دشمن کے علاقے میں چھ کلو میٹر اندر گھس کر برساتی نالے کی طرف جا رہے تھے تو ہمارے کمانڈر صاحب نے مجھے دس ساتھیوں کو لے کر ایک اور راستے سے وہاں پہنچنے کا حکم دیا' آگے میں تھا' میرے پیچھے قطار میں دس ساتھی چل رہے تھے' راستہ تو کوئی تھا نہیں' اونچے نیچے ٹیلوں' پتھروں اور جھاڑیوں میں سے گذرتے ہوئے' جن پر برف پڑی ہوئی تھی' مجھے اچانک اندیشہ ہوا کہ کہیں ہم غلط سمت میں تو نہیں چلنے لگے؟

اس خیال کے آتے ہی میں سخت پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا' خطرہ یہ تھا کہ غلط سمت میں چلتے ہوئے ہم دشمن کی کسی قریبی پوسٹ یا بارودی سرنگوں کا شکار نہ ہو جائیں' بے چارگی کے عالم میں میرے منہ سے یہ دعا ابل پڑی۔

> ''اے میرے اللہ! تو ہی ہمیں راستہ بتلا' ہم تیرے دین کے راستے میں نکلے ہیں۔''

اچانک میرے آگے ایک روشنی نمودار ہوئی' راستہ صاف نظر آنے لگا' میں سمجھا پچھلے ساتھی نے ٹارچ جلائی ہے' میں نے فوراً پیچھے مڑ کر اس سے تیز لہجے میں کہا ''اللہ کے بندے! تمہیں معلوم نہیں ہم دشمن کے علاقے میں ہیں تم نے ٹارچ کیوں جلائی؟

اس نے لجاجت سے کہا ''الیاس بھائی! میرے پاس تو ٹارچ ہے ہی نہیں''

میں پھر آگے بڑھا' چند قدم بعد پھر روشنی ہوئی اور راستہ صاف نظر آنے لگا' میں نے مڑ کر اس ساتھی کو ڈانٹ پلائی ''خدا کیلئے باز آجاؤ' کیوں ساتھیوں کو مروانا چاہتے ہو؟ دشمن نے اگر دیکھ لیا تو ہماری خیر نہیں''

اس نے اللہ کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ اس نے نہ ٹارچ جلائی ہے' نہ اس کے

لہ مورخہ جمادی الثانیہ / رجب ۱۴۰۹ھ

پاس ٹارچ ہے"____

اب تو میں بڑا حیران ہوا کہ ماجرا کیا ہے؟ پھر وہ روشنی مجھے آگے آگے برساتی نالے تک برابر نظر آتی رہی۔ خوشی سے میرے آنسو بہنے لگے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ یاد آکر جسم کارواں رواں شکر بن گیا کہ :

"وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا، وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ"

"اور جنہوں نے ہمارے لئے محنت کی، ہم ان کو اپنے راستے دکھا دیں گے، اور بے شک اللہ ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے۔"

(سورۃ العنکبوت ____ ۶۹)

قاری عبدالرشید کوثر کہتے ہیں کہ "برساتی نالے میں آڑ معمولی تھی، ہم صبح کے انتظار میں دم سادھے بیٹھے رہے، لیکن جیسے ہی صبح صادق نمودار ہوئی مجھ سے نہ رہا گیا، میں نے امیر صاحب سے اجازت لئے بغیر ہی وہاں اذان دے دی ____ اسی برساتی نالے میں قریب کے ساتھیوں نے نماز باجماعت ادا کی۔ دور دور پھیلے ہوئے مجاہدین نے الگ الگ نماز پڑھی۔

یہ نغمہ، فصل گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں "لا الہ الا اللہ"

بھوکے شیر

منصوبے کے مطابق ٹھیک آٹھ بجے افغان مجاہدین کے توپ خانے نے دشمن کی دونوں پوسٹوں "ثقلیہ" اور "زرمن کئی" پر گولے اور میزائل داغنے شروع کر دیئے۔ ۱۲ بجے دوپہر یہ سلسلہ ختم ہوتے ہی مولانا پیر محمد اور ان کے ساتھی مختلف سمتوں سے ان

پوسٹوں پر چڑھ دوڑے۔

برساتی نالے میں مجاہدین نے ظہر کی نماز ادا کی تو دونوں پوسٹوں پر، جو یہاں سے قریب ہی تھیں، گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی، گولیوں کی تڑاتڑ، توپوں کی گھن گرج اور گولوں کے دھماکوں سے سارا علاقہ لرزے میں تھا، سب نے رو رو کر اللہ رب العزت سے فتح ونصرت کی دعا مانگی۔

تقریباً ڈیڑھ بجے، جبکہ افغان مجاہدین ایک زبردست ہلہ بول کر ان پوسٹوں میں گھس رہے تھے یہاں کمانڈر فاروقی نے زور دار نعرہ تکبیر بلند کیا، اور ساتھیوں کو قرار گاہ (ٹینک والی) پر حملے کا حکم دیدیا۔

قرار گاہ پر چڑھائی کے لئے انہوں نے ۴ دستے بنائے تھے، سامنے سے حملہ کرنے والے دستے کی قیادت خود کمانڈر فاروقی کر رہے تھے، عدیل ان کے نائب تھے، دائیں اور بائیں سے حملہ آور ہونے کیلئے ایک دستہ مولوی عبدالقیوم کی قیادت میں تھا، دوسرا قاری نعمت اللہ جرواری کی، قاری صاحب کے نائب مولوی علی احمد بنگلہ دیشی تھے۔

چوتھا دستہ جس کے قائد ظہیر احمد کشمیری اور نائب قاری عبدالرشید کوثر تھے، ان کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ حملہ آور دستوں کو مدد دینے کیلئے دشمن پر "M M 82" اور کلاشنکوفوں سے فائر کرتے رہیں، اور جب یہ دستے قرار گاہ پر چڑھنے لگیں تو یہ بھی ان سے جاملیں۔

چاروں دستے، جو رات سے اس لمحے کے بے چینی سے منتظر تھے، نالے سے نکل کر دشمن پر بھوکے شیروں کی طرح جھپٹ پڑے۔ قرار گاہ کو اس حملے کا وہم وگمان نہ تھا، لیکن برابر کی پوسٹوں پر ہونے والی جنگ نے اسے کافی چوکس کر رکھا تھا۔ اس نے فوراً ہر طرح کا فائر بے تحاشا کھول دیا۔

قاری نعمت اللہ بتاتے ہیں کہ "دشمن کچھ بلندی پر تھا، ہم ان کے دائیں، بائیں اور سامنے سے کھلے میدان میں آگے بڑھ رہے تھے۔ یہاں پر ہمیں "تورغڑہ" کی پوسٹ

نے بھی دیکھ لیا' اس کا فائر بھی بارش کی طرح آنے لگا۔

کمانڈر عبدالرحمٰن فاروقی جو سب سے آگے تیزی سے بڑھے جا رہے تھے' آس پاس پھٹتے ہوئے گولوں کی پروا کئے بغیر دیوانہ وار بڑھتے چلے گئے' راستے میں جگہ جگہ بارودی سرنگیں تھیں جن کے تار زمین میں صاف نظر آجاتے ہیں' وہ تاروں کو تیزی سے کاٹ کاٹ کر دشمن کے قریب جا پہنچے۔

پہلا شہید

قاری عبدالرشید کوثر کہتے ہیں کہ "میں ظہیر صاحب کے ساتھ تھا وہ 82 M M توپ سے جو کندھے پر رکھ کر چلائی جاتی ہے' لگاتار فائر کر رہے تھے۔ ان کے قریب ہی ہم چھ ساتھی کلاشنکوفوں سے فائرنگ کر رہے تھے' تینوں حملہ آور دستے ہمارے فائر کے سائے میں آگے بڑھتے گئے' اچانک ایک زبردست دھماکے سے ہمارے ساتھی عبدالستار بلوچ' جن کا تعلق خضدار (بلوچستان) سے تھا' شدید زخمی ہوگئے ان کا پاؤں بارودی سرنگ پر آگیا تھا۔ ساتھ ہی ان کو ایک گولہ بھی آکر لگا' اور وہ آدھ گھنٹہ بعد شہید ہوگئے۔

دیکھتے ہی دیکھتے ایک گولی ہمارے ساتھی گل زیب کو لگی' ان کا پیٹ کٹ گیا' وہ وہیں گر پڑے۔

ظہیر صاحب نے یہ حال دیکھا تو فوراً زخمیوں اور باقی ساتھیوں کو واپس برساتی نالے (لوغاٹھ) پہنچایا' وہاں طارق صدیقی صاحب نے فوری طبّی امداد دی' ظہیر صاحب ہمیں لے کر پھر میدان کارزار میں پہنچ گئے۔

قاری نعمت اللہ' جو ایک حملہ آور دستے کے امیر تھے' کہتے ہیں کہ "اس قرار گاہ پر جو جنگ ہوئی وہ ہمیں کبھی نہ بھولے گی۔ یہ ناقابل فراموش معرکہ تھا' یہاں ہمارا مقابلہ فوج سے زیادہ افغان ملیشیا سے تھا جو کٹر کمیونسٹ اور سخت جنگجو تھے' کمانڈر فاروقی صاحب نے یہ بات ہمیں پہلے ہی بتا دی تھی' چنانچہ ساتھی اس خطرناک معرکے کیلئے ذہنی طور پر خوب تیار ہو کر نکلے تھے' کئی ساتھی زخمی ہوئے' لیکن جب بھی کوئی اٹھانے آیا' زخمی نے

یہی جواب دیا کہ ''آگے بڑھو' میری فکر نہ کرو۔''

جب ہم قرار گاہ کے قریب پہنچے تو آگے راستے میں ایک ٹیلہ تھا' وہاں سے بارش کی طرح فائر آرہا تھا___ میں نے ساتھیوں سے کہا''اللہ کا نام لے کر ٹیلے سے آگے بھاگ نکلو! جو گریں وہیں پڑے رہیں باقی آگے پہنچیں۔''

وقار جہلمی نے یہ سنتے ہی ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا اور قرار گاہ کی طرف دوڑ لگادی' انہیں دیکھ کر باقی بھی دوڑ پڑے___ اللہ پاک نے سب کو محفوظ رکھا' ٹیلے کو پار کر کے ہم قرار گاہ تک جا پہنچے۔

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر

فتح مبین

کمانڈر فاروقی بتاتے ہیں کہ ''جب میں دشمن سے تقریباً ۱۰۰ میٹر کے فاصلے پر پہنچ گیا' تو قرار گاہ کی فوج باہر نکل آئی' انہوں نے کھڑے کھڑے اتنی شدید فائرنگ کی کہ میرے لئے ایک انچ آگے بڑھنا ممکن نہ رہا۔

سامنے ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا' اونچائی بمشکل دس میٹر ہوگی' عدیل اور کچھ ساتھی وہاں چڑھ گئے۔ انہوں نے وہاں سے دشمن پر راکٹ مارے اور جوابی فائرنگ کی۔ میں کچھ ساتھیوں کو لے کر قرار گاہ کی دوسری طرف سے اوپر چڑھ گیا۔ اس وقت قرار گاہ پر ہمارے ساتھیوں نے ہر طرف سے چڑھائی شروع کر دی تھی۔ ہمیں سروں پر دیکھ کر دشمن سراسیمہ ہو گیا۔

یہاں دوبدو جنگ ہوئی' بالآخر سامنے والے کچھ فوجی مردار ہوگئے۔ بہت سے بھاگ کھڑے ہوئے اور کچھ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ جو افسر اور فوجی بھاگ نہ سکے وہ کمروں میں چھپ گئے تھے' ان میں سے کئی کو مجاہدین نے دستی بم پھینک کر جہنم رسید کیا۔

ایک فوجی افسر ایک ٹینک سے نیچے کی طرف خالی ہاتھ آرہا تھا ___ میں اس وقت اپنی ٹانگ پر جو مارٹر توپ کے گولے کا پرچہ لگنے سے زخمی ہوگئی تھی پٹی باندھ رہا تھا' ___ میں نے اسے رکنے کا حکم دیا' مگر وہ نیچے ایک کمرے میں جا گھسا' بعد میں پتہ چلا کہ اس کمرے میں وائرلیس سیٹ تھا' شاید وہ خوست چھاؤنی سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔ اسے پکڑنے کے لئے جمیل کمرے میں داخل ہوئے تو وہ ان پر جھپٹ پڑا' دونوں گتھم گتھا ہوگئے۔ ایک ساتھی اسماعیل جن کا تعلق سندھ سے ہے' فوراً آگے بڑھے اور کلاشنکوف کا بٹ اس کے سر پر کھینچ مارا' میں پہنچا تو وہ گر چکا تھا' میری کلاشنکوف نے اس کا قصہ تمام کر دیا۔

مولوی عبدالقیوم تلاشی لینے کیلئے ایک کمرے میں جانے لگے تو عبیداللہ اور طاہر نے آواز دی "اس سے دور رہیں' اندر سے فائر آرہے ہیں۔"

مگر مولوی عبدالقیوم نے دروازے کے ایک طرف ہو کر اندر دستی بم پھینک دیا' پھر دوسرا پھینکا' کچھ دیر بعد خود اندر گئے' ایک بھری ہوئی کلاشنکوف پڑی تھی' جس کا بلٹ بھی چڑھا ہوا تھا' چارپائی کے نیچے دیکھا تو کمبل میں ایک فوجی لپٹا پڑا تھا' ایک کلاشنکوف اس کے ہاتھ میں تھی' انہوں نے اسے بھی واصل جہنم کیا' بعد میں پتہ چلا کہ وہ بھی فوجی افسر تھا۔

مولوی علی احمد بنگلہ دیشی ایک کمرے میں داخل ہوئے تو دو مسلح فوجی چھپے بیٹھے تھے ___ علی احمد صاحب کے پاس راکٹ لانچر تھا۔ اسے کمرے میں چلانا خود کو موت کی دعوت دینے کے مترادف تھا' یہ فوراً اپنا خنجر نکال کر فوجیوں کی طرف بڑھے' وہ دونوں خوف سے کانپ رہے تھے' اپنی بھری ہوئی کلاشنکوفیں بھی استعمال نہ کر سکے' انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

وقار کو ۳ فوجی ایک کمرے میں گھستے نظر آئے' انہوں نے فوراً دروازے کے پاس پہنچ کر زور سے آواز دی "تسلیم شو" (ہتھیار ڈال دو!) آواز سنتے ہی تینوں باہر نکل آئے' اور ہاتھ اوپر اٹھا کر معافی مانگنے لگے ___ انہوں نے اس طرح اور بھی کئی فوجی

گرفتار کیئے۔

قرار گاہ سے اوپر کے ایک مورچے سے اب تک گولیوں کے فائر آرہے تھے' کمانڈر فاروقی نے وقار اور افتخار کے ساتھ ۴ مجاہدین کو اس طرف بھیجا' وہاں بھی کچھ فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیئے باقی بھاگ کھڑے ہوئے ____

کج کلاہی سرنگوں ہے' سرکشی ہے سرنگم
گرنے والوں کو ذرا نظریں اٹھا کر دیکھئے

دوسرا شہید

حزب اللہ صاحب کا بیان ہے کہ "اس جنگ میں اکثر ساتھی رات سے بھوکے پیاسے تھے جنگ کیلئے عموماً مرکز سے کچھ کھا پی کر نکلتے ہیں' مگر اس رات ہم ۳ بجے نکلے تو جس گروپ کے پاس کھجوریں تھیں وہ کہیں پیچھے رہ گیا' پھر دن بھر پانی کی بھی ایک بوند نہ مل سکی' ساری جنگ اس حالت میں لڑی گئی۔

فتح کے بعد قرار گاہ سے کھانے کی بہت چیزیں ملیں' پانی کا ایک ڈرم بھرا رکھا تھا' سب پیاسے تھے' کچھ ساتھی کہیں سے چینی لے آئے' جگ میں شربت بنا کر پی ہی رہے تھے کہ ایک اوپر پوسٹ سے اچانک ٹینک کا گولہ ہمارے درمیان آکر خوفناک دھماکے سے پھٹا' غلام سرور' عدیل' اور اسماعیل زخمی ہوگئے اور ____ ہمارے ایک ساتھی عبدالرحمٰن جو ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تعلق رکھتے تھے جام شہادت نوش کر گئے' اناللہ و انا الیہ راجعون۔
گولے کا ایک پرخچہ عدیل کی بائیں کلائی کی دونوں ہڈیوں کو چکنا چور کرتا ہوا آرپار ہوگیا۔

قاری نعمت اللہ جروار اپنے زخمی ہونے کا واقعہ سناتے ہیں کہ "میں زخمی ساتھیوں کو اٹھا کر نیچے لا رہا تھا کہ کمانڈر فاروقی صاحب نے' جو خود بھی زخمی تھے' مجھے ہدایت کی کہ "آپ قرار گاہ جائیں' کہیں اور زخمی یا شہید ساتھی وہاں نہ رہ گئے ہوں۔"

میں جس راستے سے آیا تھا اسی سے واپس ہوگیا' یہاں ہر طرف بارودی

سرنگیں بچھی ہوئی تھیں' ان کے تار کاٹ کاٹ کر اپنا راستہ بناتا جا رہا تھا کہ ایک بارودی سرنگ نظر آئی' اس سے بچ کر ایک دو قدم ہی چلا تھا کہ زبردست دھماکہ ہوا' میں سمجھا کوئی گولہ آکر پھٹا ہے' کیونکہ اس وقت دشمن کی ایک اور پوسٹ سے گولہ باری ہو رہی تھی' مگر ہوا یہ تھا کہ اس سرنگ کا زمین میں چھپا ہوا تار میری ایڑی میں گھسا' اور سرنگ پھٹ گئی ___ میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی' وہاں کا گوشت بھی اڑ گیا تھا ___

یہاں کوئی ساتھی نہ تھا' میں نے مخصوص علامتی فائر کئے' سنتے ہی کچھ ساتھی آئے اور مجھے اٹھا کر لے گئے ___ رات ۹ بجے کے بعد تک ساتھی قرار گاہ سے زخمیوں کو اٹھا کر لاتے رہے ___ ہمارے ۱۹ مجاہد زخمی اور ۲ شہید ہوئے تھے۔

جن دو پوسٹوں پر مولانا پیر محمد اور ان کے ساتھیوں نے حملہ کیا تھا' وہ بھی فتح ہو چکی تھیں۔ جب رات کو ہم سب اپنے مرکز آنے لگے تو دشمن کے طیارے آگئے اور شدید بمباری کی' لیکن اللہ نے سب کو بچا لیا۔

قرار گاہ کی اس جنگ میں دس کمیونسٹ ہلاک' ۱۵ زخمی' اور ۱۸' جن میں افسر بھی تھے' گرفتار کئے گئے' مال غنیمت کی تفصیل یہ ہے :

۱۔ٹینک	ایک
۲۔زیگویک (اینٹی ایئر کرافٹ گن)	ایک
۳۔شلقہ مشین گن	ایک
۴۔مارٹر توپیں	پانچ
۵۔گرینوف مشین گن	دو
۶۔کلاشنکوفیں	پینتالیس
۷۔پانی کا ٹینکر	ایک
۸۔وائرلیس سیٹ	چھ
۹۔بائیسکل	نو

۱۰۔ٹیلی فون 'ٹیپ ریکارڈر 'ٹی وی وغیرہ '

۱۱۔گولہ بارود کا بڑا ذخیرہ

۱۲۔اشیاء خورونوش کا بڑا ذخیرہ ___ وللہ الحمد

دل گواہی دے رہا ہے کہ بقول حضرت نفیس شاہ صاحب مدظلہم

سواد خوست سے منکر خدا کے بھاگنے کو ہیں
مسلمانوں کا قبضہ لا محالہ ہونے والا ہے

کمانڈر زبیر ___ سوئے منزل

پشاور ''ریڈکراس ہسپتال'' میں ۲تشویشناک دن گذارنے کے بعد 'کمانڈر زبیر کی حالت کچھ سنبھل گئی 'لیکن ناک میں نالی لگی ہوئی تھی جو حلق سے گزار کر پیٹ تک پہنچائی گئی تھی 'بولنا سخت دشوار تھا ___ مجاہدین کے ماہنامے ''الارشاد'' کے مدیر کو غمگین دیکھ کر قدرے کراہتے ہوئے بولے '' آپ کو غم نہیں کرنا چاہئے 'ہم نے تو اپنے لئے راستہ ہی یہ منتخب کیا ہے ۔''

مدیر ''الارشاد'' : ہم سب کی دلی دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کو جلد صحت یاب فرمائے 'اور ہم آپ کو میدان کارزار میں پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر جہاد کرتے ہوئے دیکھیں 'ساتھی آپ کی قیادت کے منتظر ہیں ۔''

کمانڈر زبیر: '' آہ ---- انشاء اللہ آپ مجھے آئندہ بھی بقیہ ٹانگ کے ساتھ محاذ پر ہی پائیں گے 'یہ زخم مجاہد کو اپنی منزل سے نہیں روک سکتے ۔''

تکلیف زیادہ ہونے لگی تو گفتگو اس جملے پر ختم ہوئی :

'' میرا ساتھیوں کے لئے پیغام یہ ہے کہ امیر شہید رحمۃ اللہ علیہ (مولانا ارشاد احمد رحمۃ اللہ علیہ) اس عظیم مشن میں اپنی جان قربان کر چکے ہیں 'ہم بھی اس کیلئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار رہیں ۔''

راضی برضا ہوں تو سکون ابدی ہے
ہر درد میں آرام ہے' ہر غم میں خوشی ہے

بڑے بھائی حاجی فیض رسول خبر سنتے ہی پشاور پہنچے تھے 'ان پر نظر پڑتے ہی سلام کے بعد کہا

"بھائی جان! گھبرائیں نہیں 'اللہ پاک کی راہ میں ایسا ہوتا رہتا ہے ۔بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں 'یہ تو کچھ نہیں ۔"

حاجی صاحب کے ساتھ ان سے بڑے بھائی محمد زاہد صاحب بھی تھے 'ان سے شکوہ کیا :

"آپ میرے ساتھ محاذ پر اس خوف سے نہیں آتے کہ زخمی ہو جائیں گے ۔ پشاور بھی نہیں آتے تھے اب تو آ ہی گئے ہیں 'مجھ سے وعدہ کیجئے کہ آئندہ آپ جہاد میں حصہ لیں گے ۔۔۔۔اگر میں ٹھیک ہو گیا تو ہسپتال سے سیدھا محاذ پر جاؤں گا۔ آپ سب کو بھی ساتھ چلنا ہو گا 'اگر میں شہید ہو گیا تو میرے مشن کو نہ چھوڑیئے گا۔"

۱۹ جنوری کی رات کو ڈاکٹروں نے اچانک بتایا کہ ان کی بائیں ران میں بارود کا زہر پھیل گیا ہے ۔اسے بھی فی الفور کاٹنا پڑے گا۔ تنظیم کے امیر نے تیمارداروں سے مشورہ کر کے انہیں فوراً ایک اور ہسپتال "الفوزان جراحی" میں منتقل کیا کہ شاید یہاں کے معالج اس ٹانگ کو جو اکیلی ہی رہ گئی تھی 'بچانے کی تدبیر کر سکیں 'لیکن تقدیر غالب آئی 'اور دوسری ٹانگ بھی ران سے اسی شب کاٹ دینی پڑی ۔

۲۵ جنوری کو پشاور کے خیبر ہسپتال میں صبح ساڑھے آٹھ بجے ہوش آیا تو ہمیشہ مسکرانے والا یہ نوجوان بے تحاشا رونے لگا کہ صبح کی نماز قضا ہو گئی ۔تیمم کر کے قضاء نماز اشاروں سے پڑھی ۔یہ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ کی ۱۶ تاریخ تھی ۔دوپہر ایک بجنے میں سات منٹ باقی تھے کہ حاضرین کو رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنائی ۔

"مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ"

"جس کا آخری کلام لاالہ الا اللہ ہو گا وہ جنت [۱] میں جائے گا۔" (سنن ابوداؤد ___ حدیث ۳۱۱۶)

اور یہی ان کا آخری کلام ثابت ہوا ___ جنت کیلئے بیتاب روح لمحہ بھر میں قفس عنصری سے پرواز کرچکی تھی۔

اگلے دن ڈھائی بجے جب پاکستان اور افغانستان کے علمائے کرام، مجاہدین، طلبہ اور عوام کا جم غفیر قصبہ عبدالحکیم کے وسیع گراؤنڈ میں صف بستہ تھا۔ اور مولانا مفتی عبدالقادر صاحب نماز جنازہ پڑھا رہے تھے تو شہید کی سوا دو سالہ ننھی بیٹی "صفیہ" سوالیہ نشان بنی معصومیت اور حیرانی سے نہ جانے کیا سوچ رہی تھی؟ اور ------ عبداللہ!

"مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ، فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا"

"ان مومنین میں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا (کہ منہ نہ موڑیں گے اگرچہ شہید ہوجائیں) اس میں سچے اترے۔ پھر ان میں سے بعضے وہ ہیں جو

---

[۱] یہ حدیث اور اس مضمون کی دیگر حدیثیں بعض صحابہ کرام اور بعد کے بعض بزرگوں نے حاضرین کو اپنے انتقال کے وقت سنائیں۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں یہ نکتہ ارشاد فرمایا ہے کہ ایسا کرنے سے ان بزرگوں کا مقصد یہ تھا کہ ان کا آخری کلام کلمہ طیبہ ہوجائے جو ان حدیثوں میں موجود ہے۔ اور یہ مقصد بھی تھا کہ زندگی کے آخری لمحات حدیث شریف کی روایت و تبلیغ میں صرف ہوجائیں۔ حدیث کے مشہور امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت حاضرین نے، ان کو کلمہ طیبہ یاد دلانے کیلئے، آپس میں اس حدیث کا تذکرہ کیا تو امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث سنانی شروع کردی، اور جب "لاالہ الہ اللہ" پر پہنچے تو روح پرواز کرگئی "دخل الجنۃ" (جنت میں جائے گا) نہ کہہ سکے۔ یہ جملہ ان کا خیرمقدم کرتے ہوئے فرشتوں نے کہا ہوگا۔ (فتح الملہم ص ۲۰۶ ج ۱)

اپنی نذر پوری کر چکے (کہ آخر دم تک ڈٹے رہے اور شہید
ہوگئے) ' اور بعضے ان میں اب بھی شہادت کے منتظر ہیں ' اور
انہوں نے (اپنے عہد کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔"

(سورۃ الاحزاب ___ ۲۳)

مجاہدین کی عبوری حکومت

مجاہدین کی سات جماعتی اتحاد نے متفقہ طور پر جو مجوزہ "عبوری حکومت" صدر ضیاء الحق شہید کے دور میں تشکیل دی تھی ' مرحوم کی شہادت کے چند ماہ بعد ۱۹۸۸ء کے آخر میں ___ جبکہ روسی فوجیں افغانستان سے پٹ پٹا کر تیزی سے واپس جارہی تھیں ' اور بہ ظاہر وہاں انتقال اقتدار کا وقت قریب آرہا تھا ___ مجاہدین نے اپنی اس حکومت کو مزید باضابطہ بنانے کیلئے اس کا از سرنو انتخاب کیا۔ ساری جماعتوں اور ان کے حامی گروپوں اور کمانڈروں کا ایک نمائندہ اجلاس اسلام آباد میں منعقد ہوا جس میں افغانستان کے تمام علاقوں اور قبائل کی تقریباً پانچ سو اہم شخصیات شریک تھیں ___ بلکہ پاک فوج کے خفیہ ادارے "آئی ایس آئی" کے اس وقت کے سربراہ جنرل حمید گل کا بیان تو یہ ہے اس انتخابی اجلاس میں ظاہر شاہ کے حامی بھی شریک ہوئے تھے ___ کئی روز جاری رہنے والے اس اجلاس میں متفقہ طور پر افغانستان کی عبوری حکومت منتخب کی گئی۔

میں ان دنوں علماء کرام کے ایک اہم اجتماع کے سلسلے میں راولپنڈی میں تھا ' اسلام آباد میں مولانا ارسلان رحمانی صاحب کو اطلاع ہوئی تو وہ انتخابی عمل سے فارغ ہوتے ہی ازراہ کرم ملاقات کیلئے تشریف لے آئے ___

انہوں نے انتخاب کا جو طریقہ کار بتلایا بڑا سادہ اور حقیقت پسندانہ تھا ' اور واقعہ یہ ہے کہ حالت جنگ میں جبکہ افغانستان کی ساری آبادی کا شیرازہ بری طرح بکھرا ہوا تھا ' اس سے بہتر طریقہ شاید ہو بھی نہ سکتا تھا ___

باہمی اتفاق رائے سے طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ عہدوں کی ایک فہرست اس

طرح مرتب کی گئی کہ پہلے نمبر پر صدر' پھر وزیراعظم کا عہدہ تھا' پھر مرکزی وزارتوں کے نام ان کی اہمیت کی ترتیب سے درج تھے۔ ان عہدوں کیلئے حاضرین میں سے ہرایک کو دو دو نام پیش کرنے تھے' اس شرط کے ساتھ کہ دونوں میں سے کم از کم ایک نام اپنی تنظیم اور گروپ سے باہر کا ہونا ضروری ہے۔ پھر جس عہدے کو سب سے زیادہ ووٹ ملے اسے اس منصب کیلئے منتخب قرار دیدیا گیا' پروفیسر صبغت اللہ مجددی صدر' اور استاذ ''عبدرب الرسول سیاف'' وزیراعظم قرار پائے' گلبدین حکمت یار کو وزارت خارجہ' اور مولانا ارسلان رحمانی کو غالباً وزارت اوقاف و مذہبی امور ملی تھی۔ (باقی وزراء کے نام اب یاد نہیں رہے)۔

یہ بلاشبہ ممکن حد تک ایک منتخب عبوری حکومت تھی' سعودی عرب اور مزید چار مسلم ممالک نے اسے تسلیم بھی کرلیا' لیکن مغربی دنیا کے نزدیک اس کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ یہ ان ''مجاہدین کی حکومت'' تھی جو واقع میں پورے ملک کی بھاری اکثریت کے نمائندے تھے' جن کے ہر اشارے پر وہاں کے عوام بڑی سے بڑی قربانیاں ۱۱ سال سے دیتے چلے آرہے تھے' یہ قصور امریکہ اور اس کے حواریوں کے نزدیک ناقابل معافی اس لئے تھا کہ انہیں اپنے ملکوں میں تو عوام کی نمائندہ حکومت ہی پسند ہے' لیکن مسلم ملکوں میں ان کے نزدیک ''جمہوری حکومت'' کا معیار یہ ہے کہ وہ مغربی اور امریکی مفادات کی نمائندگی کرے۔ یہاں عوام کی نمائندہ حکومت سے انہیں سخت وحشت ہے' بلکہ اس سے انہیں ڈر بھی لگتا ہے۔

اسی دہرے معیار کی منطق یہ ہے کہ یاسر عرفات کی جلاوطن حکومت' ___ جس کے قبضے میں فلسطین کا گز بھر بھی رقبہ نہ تھا' اور جس کے خلاف وہاں کے عوام آج تک سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں ___ اسے تو تسلیم کرلیا گیا' لیکن مجاہدین افغانستان کی منتخب حکومت کو ___ جن کا ملک کے ۹۰ فیصد علاقے پر کنٹرول ہے ___ تسلیم نہ کیا جاسکا' اور یہ شرط لگائی گئی کہ پہلے افغانستان کے کسی بڑے شہر پر قبضہ کرکے دکھاؤ پھر تمہیں

تسلیم کرنے پر غور ہو گا!___ ہماری ناقابل یقین شامت اعمال ملاحظہ ہو کہ پاکستان پر جو نسوانی حکومت مسلط کر دی گئی تھی (اور غالباً مسلط کرنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا) سب سے پہلے وہی مجاہدین کی عبوری حکومت کو تسلیم کرنے سے منکر ہوئی!

پاکستان نے دس سال تک جس افغان پالیسی کو بے مثال قربانیاں دے کر بڑی آرزوؤں سے پالا پوسا تھا' پاکستان کی نئی حکمت اس کے بالکل مخالف سمت میں چل کھڑی ہوئی تھی' قربانیوں کے جو دور رس انقلابی ثمرات علاقائی اور عالمی سطح پر پاکستان اور افغانستان کے حصے میں آنے والے تھے 'انہیں ہماری شامت اعمال نہ خود وصول کرنے کیلئے تیار تھی نہ افغانوں کو دینے کیلئے آمادہ___

حکومت پاکستان کی یہ احمقانہ بے حمیتی دوسروں کیلئے بہانہ بن گئی___ افغان عبوری حکومت کے وزیر خارجہ حکمت یار دنیا بھر میں پھر آئے' کسی چھوٹے ملک کو عبوری حکومت تسلیم کرنے پر آمادہ نہ کر سکے۔

حکمت یار ایک سال بعد خود بھی اس حکومت سے یہ کہہ کر مستعفی ہو گئے کہ عبوری حکومت نے انتخاب کے وقت یہ ذمہ داری قبول کی تھی کہ وہ ایک سال کے اندر عام انتخابات کروائے گی' (کیونکہ اس وقت آثار یہ تھے کہ چند ماہ میں کابل سمیت پورا ملک عبوری حکومت کے کنٹرول میں آجائے گا اور مہاجرین سال بھر میں اپنے وطن واپس آجائیں گے) یہ وعدہ پورا نہیں ہو سکا' لہٰذا اب وہ خود بھی اس حکومت کو تسلیم نہیں کر سکتے___

یہ پہلی دراڑ تھی جو مجاہدین کے سات جماعتی اتحاد میں بالکل غیر متوقع طور پر نمودار ہوئی' اور وقت کے ساتھ ساتھ اتنی گہری' وسیع اور خوفناک ہوتی چلی گئی کہ اس نے مجاہدین کی حاصل کی ہوئی ان ساری تاریخ ساز کامیابیوں کو دھندلا دیا جنہوں نے بعد میں پوری دنیا کا نقشہ ہی بدل ڈالا' لیکن افغانستان اور پورا عالم اسلام ان کے ثمرات کو اب تک ترس رہا ہے۔

روسی فوجوں کی مکمل پسپائی

زندگی کے آخری لمحوں میں زبیر شہید کیلئے یہ بات بہت قابل اطمینان تھی، کہ مجاہدین اپنے کئی سالہ جہاد کا ایک بہت بڑا مقصد حاصل کر چکے ہیں ــــــ روسی فوج جس کی ستر سالہ تاریخ یہ رہی تھی کہ وہ جس ملک میں داخل ہوگئی، وہاں سے کوئی اسے نکال نہیں سکا، وہی فوج اب افغانستان سے بری طرح رسوا ہوکر، ــــــ زخموں سے نڈھال، گرتی پڑتی ــــــ مگر تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ "جنیوا سمجھوتے" میں اس کے مکمل انخلاء کی تاریخ ۱۴ مارچ ۱۹۸۹ء طے ہوئی تھی، لیکن اس نے "احتیاطاً" پورے ایک ماہ پہلے ہی مکمل طور پر "گھر کو لوٹ جانے" کا اعلان کر دیا تھا، اس کا باقی ماندہ ہر فوجی اپنی اس "ذاتی ضرورت" کی تیاری میں لگا ہوا تھا۔

زبیر کی شہادت کے صرف ۲۰ دن بعد ۱۴ فروری کو، اس شکست خوردہ فوج کا جب آخری قافلہ "آمو دریا" (جیجون) پار کر رہا تھا تو کتنے ہی ممالک کے ٹیلیویژنوں نے یہ عبرتناک منظر دکھا کر، زبیر جیسے شہیدوں کی عظمت کا لوہا دنیا سے منوا دیا۔

غبار رہگذر ہیں، کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو، اکسیر گر نکلے

زبیر کے پیچھے فاروقی بھی!

تنظیم نے کمانڈر زبیر کا جانشین ان کے نائب اول "عبدالرحمٰن فاروقی" صاحب کو مقرر کیا۔ انہی دنوں وہ کراچی آکر مجھ سے بھی ملے، ان کے کارنامے تو عرصے سے سن رہا تھا، پیچھے کچھ لکھ بھی چکا ہوں، لیکن ملاقات یہ پہلی تھی، اور یہی آخری بھی ثابت ہوئی۔ مجاہدانہ کے ساتھ ان کی قلندرانہ شان کا گہرا نقش آج بھی دل پر ہے ــــــ وہ یہاں سے پھر "خوست" کے محاذ پر چلے گئے۔

""تورگڑھ"" (یا تورغرہ) پر چڑھائی کا راستہ ""باڑی"" کی فتح کے بعد بڑی حد تک کھل گیا تھا، لیکن اس سے پہلے مجاہدین کو اور بھی کئی چھوٹے بڑے معرکے سر کرنے پڑے۔

ایسی ہی ایک بڑی کارروائی کے سلسلے میں ۱۰ مئی ۱۹۸۹ء کو کمانڈر فاروقی چند رفقاء کے ساتھ دشمن کے علاقے ""ملنگ غنڈ"" کے نواح میں، دشمن کی لگائی ہوئی بارودی سرنگوں کو ناکارہ کرنے، اور حملے کیلئے راستہ صاف کرنے کی مہم میں مصروف تھے، اور حسب عادت پیش پیش تھے ـــــ

اچانک زوردار دھماکے سے پورا ماحول لرزاٹھا، شاید کئی سرنگیں ایک ساتھ پھٹی تھیں ـــــ! دھوئیں اور غبار کا بادل چھٹا تو وہ خون میں لت پت پڑے تھے، کئی اعضاء غائب تھے، جسم کے بعض حصوں کا گوشت اڑ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں آس پاس بکھرا پڑا تھا، تازہ خون سنگلاخ چٹان کو سیراب کر رہا تھا ـــــ لبوں سے آواز سنائی دی ""پانی""! ـــــ پانی""!

مگر یہاں تو خون کے فوارے تھے، پانی کی ایک بوند بھی ناپید تھی، ـــــ نصراللہ[1] اور باقی ساتھیوں کی بے بسی دیکھ کر نقاہت سے بولے ""کوئی بات نہیں، میرے اللہ کو یہی منظور ہے تو میں اس پر راضی ہوں""

سانس اکھڑنے لگی تو ایک ساتھی غم سے رو پڑا، جان کنی کے عالم میں اسے تسلی دی ""مجاہد رویا نہیں کرتے، ہمت سے کام لو""

پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک تھکے ہوئے مسافر کی طرح آنکھیں بند کر لیں، اور شہادت کی میٹھی نیند سو گئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

ان کی وصیت کے مطابق وہیں ""لیزا"" کے مقام پر نماز جنازہ پڑھ کر میدان کے کنارے سپرد خاک کر دیئے گئے۔

---

[1] یہ وہی ""نصراللہ"" ہیں جن کو ""ٹینک شکن"" کا لقب ملا تھا، پھر ۶ گن شپ ہیلی کاپٹروں کو تن تنہا شکست دے کر بہت مشہور ہوئے، پیچھے ان کا واقعہ تفصیل سے آچکا ہے۔

خوست کی مکمل فتح کے بعد، جب میں اپنے رفقاء کے ساتھ "گردیز" کے محاذ پر جاتے ہوئے اگست ۱۹۹۱ء میں وہاں گیا، تو اس ویرانے میں اس غریب الوطن کی قبر پر بھی حاضری ہوئی، چند جھاڑیوں کی اوٹ میں ان کے ساتھ ایک عرب مجاہد کی بھی قبر تھی۔ دونوں زبان حال سے کہہ رہے تھے:

خزینہ ہوں، چھپایا مجھ کو مشت خاک صحرا نے
کسی کو کیا خبر ہے، میں کہاں ہوں کس کی دولت ہوں

جنرل تنائی کی بغاوت[۱]

۶ مارچ ۱۹۹۰ء کو ایک اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ کابل کی کمیونسٹ انتظامیہ کے صدر نجیب اللہ کے خلاف اسی کی کمیونسٹ فوج کے ایک جنرل "شاہنواز تنائی" نے ___ جو کابل انتظامیہ کا وزیر دفاع بھی تھا ___ ایک طاقتور اور تند و تیز بغاوت کی، جس میں فضائیہ اور ۴ ڈویژن فوج نے حصہ لیا، طیارے، ٹینک اور اسکڈ میزائل بھی استعمال کئے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق ریڈیو اسٹیشن تباہ کر دیا گیا، اور کابل ایئر پورٹ سمیت ملک کے کئی اہم مقامات پر قبضہ کر لیا۔

مجاہدین کی عبوری حکومت کے وزیراعظم استاذ عبدرب الرسول سیاف نے پشاور میں ایک ہنگامی پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ افغانستان کی دو کمیونسٹ پارٹیوں "خلق" اور "پرچم" کے درمیان اس خانہ جنگی کو ہم جہاد کے فائدے میں سمجھتے ہیں، انہوں نے مجاہدین کو ہدایت کی کہ وہ اس صورت حال سے جہاد کے حق میں فائدہ اٹھائیں، اور آگے بڑھ کر قریبی فوجی مراکز پر قبضہ کر لیں۔

ساتھ ہی انہوں نے واضح کیا کہ یہ دونوں پارٹیاں کمیونسٹ ہیں اور ہماری دشمن ہیں، ان میں سے کسی کے ساتھ نہ ہمارا رابطہ ہے، نہ ہم کسی کی حمایت کرتے ہیں۔ ہم نے مجاہدین کو یہ ہدایت بھی کی ہے کہ ان دونوں گروپوں میں سے جو لوگ انفرادی یا اجتماعی طور پر ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیں، تو جس طرح (ایسے لوگوں کیلئے) پہلے سے ہم نے عام معافی کا اعلان کیا ہوا ہے، اس کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کریں۔"

لیکن انجینئر گلبدین حکمت یار نے پشاور میں اخباری نمائندوں کو بتایا کہ ہمیں افغانستان میں ہونے والی اس فوجی بغاوت کا پہلے سے علم تھا، جس سے میں نے افغان مجاہد تنظیموں کے سربراہوں کو آگاہ کر دیا تھا، اس کے باوجود ان تنظیموں نے اس میں دلچسپی لینے کے بجائے منفی پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے۔

---

[۱] اس واقعے کی جو تفصیلات آگے آرہی ہے، سب روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۷ و ۸ مارچ ۱۹۹۰ء کے ص ۱ و ص ۲ سے لی گئی ہیں۔

انہوں نے مجاہد لیڈروں سے اپیل کی کہ اس وقت ایسے بیانات سے اجتناب کرنا چاہئے جن سے نجیب انتظامیہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے والے فوجی افسروں کی حوصلہ شکنی ہو۔انہوں نے کہا کہ باغیوں سے ہمارا مختلف ذرائع سے رابطہ قائم ہے' اور ہم ان کی ''مکمل حمایت'' کرتے ہیں' کابل کے ہوائی اڈے سے ایک کمانڈر نے ابھی ابھی ہم سے رابطہ کیا ہے جن کے ہمراہ نجیب سے بغاوت کرنے والے فوجی افسر بھی موجود تھے۔

انہوں نے بتایا کہ بگرام ایئر پورٹ اور مجاہدین کے قریبی اڈوں سے ''پروان'' میں موجود نجیب کی حامی فوجوں پر حملے کئے جا رہے ہیں۔

نئی دہلی میں حزب اسلامی (حکمت یار گروپ) کے ایک رہنما محمد ابراہیم نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ افغانستان کے وزیر دفاع شاہنواز تنائی کابل کے قریب ہوائی اڈے پر قابض ہیں' اور ان کے علاوہ فوج کے مزید کئی جنرل مجاہدین کے حامی ہیں اور انہوں نے پشاور اور تہران میں مقیم رہنماؤں سے رابطہ قائم کر رکھا ہے۔

ابو ظہبی میں حزب اسلامی (حکمت یار گروپ) کے ایک رہنما عبدالکریم ثابت نے روزنامہ خلیج ٹائمز کو ٹیلیفون پر انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ حزب اسلامی ماضی میں بھی نجیب حکومت کا تختہ الٹنے کی متعدد کوششیں کر چکی ہے جو ناکام ہوئیں' لیکن اس مرتبہ انہیں یقین ہے کہ یہ کوشش کامیاب ہوگی۔

انہوں نے کہا کہ صدر نجیب کا تختہ الٹنے کے لئے ان کا گروپ ''کسی سے بھی'' تعاون کیلئے تیار ہے' خواہ اس کا سیاسی جھکاؤ کسی بھی طرف ہو' البتہ نجیب کی مخالفت ان کیلئے ضروری ہے۔

انہوں نے دعویٰ کیا کہ افغانستان کی مسلح افواج میں حزب اسلامی کے بہت سے ہمدرد موجود ہیں جنہوں نے وزیر دفاع جنرل شاہنواز کی قیادت میں بغاوت کی کوشش میں براہ راست حصہ لیا ہے یا اس کی حمایت کی ہے۔

انہوں نے کہا کہ افغانستان کی صورت حال ابھی واضح نہیں' لیکن وہ وہاں کی موجودہ حکومت کی مخالفت کرنے والے کسی بھی فرد یا تنظیم سے تعاون کریں گے' انہوں

نے اس یقین کا اظہار بھی کیا کہ تنائی مجاہدین کی حمایت کریں گے اور بغاوت مجاہدین کے مفاد میں ہوگی۔

لیکن یہ بغاوت اگلے ہی دن ناکام ہوگئی' اور جنرل شاہنواز تنائی کو پاکستان میں سیاسی پناہ لینی پڑی ۔ ۷ مارچ ۱۹۹۰ء کو ان کے ساتھ پاکستان پہنچنے والے اعلیٰ فوجی افسروں میں جنرل عبدالقادر بھی تھے جن کے بارے میں روزنامہ جنگ کراچی (مورخہ ۸ مارچ) نے پشاور سے ملنے والی اطلاعات کے حوالے سے لکھا تھا کہ یہ عبدالقادر ڈگروال ہیں جو پارلیمنٹ کے رکن ؑ اور "انقلاب ثور" کے ہیرو ہیں۔

"تورغرہ" کی فتح

"تورغرہ" جو خوست کے علاقے کا سب سے اونچا پہاڑ ہے 'اس کی چوٹی پر دشمن کی پوسٹ کا محل وقوع کچھ ایسا تھا کہ اس پر اب بھی چڑھائی کرنا موت کو دعوت دینا تھا' سرفروش مجاہدین یہ دعوت بار بار دیتے اور جانیں فدا کرتے رہے' بالاخر بہت سی جانوں اور قیمتی اعضاء کا نذرانہ دے کر انہوں نے ۱۹۹۰ء کے اوائل میں اسے بھی فتح کر لیا' اور یہاں سے خوست کا ہوائی میدان اپنی زد میں لے کر خوست کی رسد کمک کا واحد فضائی راستہ بھی تقریباً بند کر دیا۔ وہ دشمن کے اترتے چڑھتے جہازوں کو اپنے میزائلوں سے آئے دن ڈھیر کرنے لگے۔ پھر بھی اکادکا جہاز اپنی جان پر کھیل کر رات کی تاریکی میں اترتے رہے ۔کئی جہازوں کو رن وے پر کھڑے کھڑے تباہ کیا گیا۔

یہ فیصلہ کن برتری حاصل کرنے کے باوجود مجاہدین اس سال خوست کو فتح نہ کرسکے 'بلکہ اس دوران دوسرا بھی کوئی بڑا شہر فتح نہ ہوسکا ___ اسکے کچھ اسباب یہ تھے۔

۱۔شہری آبادی کا مسئلہ

عام طور سے خیال کیا جارہا تھا کہ روسی فوجوں کی واپسی کے بعد کابل کی کمیونسٹ انتظامیہ چند ہی روز میں حوصلہ کھو بیٹھے گی 'اور اس کی افغان فوج اور ملیشیا جواب تک کئی بڑے شہروں پر قابض اور تقریباً محاصرے کی حالت میں ہے' مجاہدین کی معمولی یلغار کے

سامنے ہتھیار ڈال دے گی۔

خود مجاہد رہنما بھی یہی چاہتے تھے کہ اب جہاں تک ممکن ہو بڑی جنگ سے گریز کرتے ہوئے، چھوٹی چھوٹی ضربوں سے دباؤ برقرار رکھا جائے، اور شہروں کا محاصرہ مستحکم کرنے پر زور دیا جائے، تاکہ دشمن مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دے، اور یہ بچے کھچے شہر اور ان کی بے گناہ آبادی مزید تباہی اور کشت و خون سے بچ جائے۔ اس مصلحت کی خاطر مجاہد رہنما مکمل فتح کا مزید کئی سال بھی انتظار کرنے پر آمادہ نظر آتے تھے۔

افغان کمیونسٹ انتظامیہ جو اس قسم کے انسانی جذبات سے عاری تھی، ہر محاذ پر اپنی شکست کے یقین کے باوجود بڑی مضبوطی سے ڈٹی ہوئی تھی ـــــ اس کے پاس طرح طرح کے جدید اور مہلک ترین اسلحہ کی کمی نہ تھی، روسی فوج اپنے انخلاء سے پہلے پہلے یہاں جگہ جگہ ”اسکڈ میزائلوں“ سمیت اسلحہ کے اتنے انبار لگا چکی تھی کہ وہ کئی سال کیلئے کافی تھے۔

لیکن اسلحہ کی فراوانی کے باوجود لڑنے والی فوج اگر حوصلہ کھو بیٹھے تو سارے ہتھیار دھرے رہ جاتے ہیں ـــــ اس حقیقت کا اعتراف کیا جانا چاہئے کہ روسی فوج کے برعکس، کابل کا انتظامیہ کی افغان فوج اور ملیشیا، ہر شہر کے دفاع میں، انتہائی مایوس کن حالات کا بے جگری سے مقابلہ کرتی رہی۔

۲۔ جلال آباد پر ناکام حملہ

ان حالات میں ضرورت تھی کہ مجاہدین مشترک منصوبہ بندی کر کے فیصلہ کن حملے کیلئے پہلے کسی ایسے شہر کو منتخب کرتے جس کی فتح نسبتاً آسان، اور دوسرے شہروں کو مزید آسان کرنے والی ہوتی، لیکن اس کے برعکس، نہ جانے کوئی سازش تھی، یا کچھ جذباتی کمانڈروں کی کوتاہ بینی، کہ مجاہدین کی تجربہ کار فعال تنظیموں اور کمانڈروں کو اعتماد میں لئے بغیر، جلد بازی میں جلال آباد پر حملہ کر دیا گیا ـــــ

اس حملے کیلئے جلال آباد کا انتخاب اس کے محل وقوع اور بعض دوسری وجوہ سے بڑا غلط ثابت ہوا، اور مجاہدین کو شدید جانی نقصانات عرصہ دراز تک اٹھانے پڑے،

سارے مجاہدین کی توجہ کا مرکز تقریباً ایک سال تک جلال آباد بنا رہا' اور دوسرے بہت اہم محاذ سست روی کا شکار ہوگئے۔

جلال آباد پر حملے کی ناکامی کو دنیا بھر کے مسلم دشمن ذرائع ابلاغ نے بڑھا چڑھا کر پیش کیا' اور پروپیگنڈے کی ماہرانہ تیکنیک کے ذریعہ زور و شور سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی رہی کہ مجاہدین کی تیز رفتار پیش قدمی امریکی امداد کی مرہون منت تھی' یہ امداد رک جانے کے بعد ان کا پہلا ہی بڑا حملہ ناکام ہوگیا ہے ــــ دوسری طرف اس بے موقع جنگ کے نتیجے میں باقی شہروں پر کابل انتظامیہ کو سنبھلنے کا خوب موقع مل گیا کہ اب امریکہ 'بھارت اور ان کے حواری بھی اس کی پشت پناہی کر رہے تھے۔

۳۔اختلافات اور بیرونی سازشیں

جہاد نے افغانستان کے دیرینہ قبائلی تعصبات 'سیاسی و جماعتی اختلافات' اور فرقہ وارانہ منافرتوں کا خاتمہ کر کے سب مسلمانوں کو ایک ناقابل تسخیر متحدہ قوت میں بدل دیا تھا'لیکن روسی فوجوں کی پسپائی کے بعد جوں جوں مکمل فتح قریب آتی گئی' یہ تعصبات پھر سر اٹھانے لگے' حب مال اور حب جاہ کے فتنے جاگ اٹھے تھے۔ بعض تنظیموں کے سیاسی رہنما افغانستان کے معزول ''ظاہر شاہ'' کو جس کے کرتوتوں نے افغانستان کو یہ دن دکھائے تھے' دوبارہ بادشاہ بنانے کی فکر میں نظر آتے تھے' امریکی و روسی لابی ان کو شہہ دے رہی تھی۔

بعض سیاسی رہنماؤں پر (ان کے کارکنوں پر نہیں) یہ شک کیا جا رہا تھا۔اور اس کے اسباب موجود تھے۔ کہ وہ ۱۵ لاکھ شہیدوں کے گوشت پوست پر اپنی مسند اقتدار بچھانے کے لئے اب اس پر بھی آمادہ ہوگئے ہیں کہ کابل کے بعض کمیونسٹ جرنلوں سے سازباز کر کے 'ساتھیوں' اور مقاصد جہاد سے منہ موڑ کر تنہا تخت کابل پر جا بیٹھیں' اگرچہ کمیونسٹوں کو شریک اقتدار کرنا پڑے' اس ناپاک مقصد کیلئے کسی کی نظریں کابل کی طرف اٹھتی دکھائی دے رہی تھیں' کسی کی ماسکو کی طرف۔

ان اذیتناک حالات میں مجاہد تنظیموں کا اتحاد بکھرتا جا رہا تھا' جسے سنبھالنے کے

لئے اب کوئی ''ضیاء الحق'' یا ''اختر عبدالرحمٰن'' بھی موجود نہ تھا۔

لیکن نجاستوں کی یہ تینوں کھچڑیاں صرف بعض تنظیموں کی کچھ شخصیات تک محدود تھیں' اور بالکل اوپر کی سطح پر پک رہی تھیں ۔ان کے رضاکار مجاہدین 'بلکہ بیشتر کمانڈر بھی جو بظاہران سے بے خبر تھے' محاذوں پر ڈٹے ہوئے تھے' تاہم اپنے رہنماؤں کی سست روی سے پریشان تھے ۔باقی تنظیمیں حسب سابق اپنے جہادی مشن میں سرگرم تھیں' اور ان کے رہنماء جو اپنے بعض حلیفوں کی خوفناک روش سے بے چین تھے' اصلاح احوال کی فکر میں لگے ہوئے تھے ۔

ان حالات سے بین الاقوامی سازشوں کو افغانستان کے اندر بھی راستہ' بلکہ راستے مل گئے' افغانستان کی آزادی کے ساتھ ہی یہاں مجاہدین کی جو اسلامی حکومت قائم ہوتی نظر آرہی تھی' اسے ہر قیمت پر روکنے کیلئے امریکہ' روس' بھارت' اسرائیل' اور دنیا بھر کی اسلام دشمن طاقتیں ایک ہوکر اندر اور باہر طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہی تھیں ۔

خود پاکستان کو ایسے حالات سے دوچار کر دیا گیا تھا کہ وہ پہلے کی طرح مجاہدین کی پشت پر کھڑا نہ رہ سکے ۔یہاں جو زنانی سیکولر حکومت اس دوران ۱۹ ماہ تک مسلط رکھی گئی' وہ مجاہدین سے ایسی ''الرجک'' اور ان کی دشمن کابلی کمیونسٹ انتظامیہ سے اتنی مانوس تھی کہ اپنے وفاقی وزیر جناب کوثر نیازی کی سربراہی میں ایک وفد بھی اس سے راہ ورسم بڑھانے کیلئے کابل بھیج دیا۔

پاکستانی فوج کی خفیہ تنظیم ''آئی ایس آئی'' کے اس وقت کے سربراہ جنرل حمید گل کو بھی غالباً اسی جرم کی پاداش میں ہٹایا گیا تھا کہ وہ پاکستان کی اس دس سالہ افغان پالیسی کے شدومد سے حامی تھے جس کی اوٹ سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی صبح پھوٹتی دکھائی دے رہی تھی ۔

''خوست'' کو فتح کرنے کیلئے تمام مجاہد تنظیموں کو مل کر مشترک منصوبے کے ساتھ ہر طرف سے حملہ کرنے کی ضرورت تھی' مگر ان میں جو دوریاں پیدا ہو چکی تھیں

انہیں پاٹنے اور مشترک منصوبہ بندی تک لانے کیلئے مولانا جلال الدین حقانی' مولانا ارسلان رحمانی اور دیگر بڑے بڑے کمانڈروں کو اپنا تقریباً ایک سال خرچ کرنا پڑا ــــ تقریباً یہی صورت حال دوسرے بڑے شہروں' قندھار وغیرہ' میں بھی پیش آئی۔

۴۔ خلیج کا شاطرانہ بحران

جہاد افغانستان کے نتیجے میں دنیا کا نقشہ جس تیزی سے' اور جس بڑے پیمانے پر بدلنے والا تھا' اس مقدس جہاد کے ــــ روحانی کے علاوہ بھی ــــ جو سیاسی' جغرافیائی' اقتصادی اور نفسیاتی ثمرات امت مسلمہ کو ملنے والے تھے' اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی جو لہر پورے عالم اسلام میں بیدار ہو رہی تھی' ان منطقی نتائج کا صحیح ادراک بہت سے مسلم رہنماؤں کو ہو یا نہ ہو' مگر دشمن طاقتیں انہیں بہت باریک بینی اور شدت سے محسوس کر رہی تھیں ـ اور مستقبل کی پیش بندی کیلئے دنیا میں ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔

روس' افغانستان کے پہاڑوں سے اپنی بارہ سالہ قسمت آزمائی کے نتیجے میں اب اپنی تباہ شدہ معیشت اور اندرونی سیاسی و نظریاتی ٹوٹ پھوٹ سے دوچار تھا' وہ بین الاقوامی کردار کے قابل نہ رہا تھا' اور شرق اوسط میں بھی اپنے مفادات سے دستبردار ہونے پر مجبور ہو چکا تھا ـ اس خلاء کو موقع تھا کہ مسلم ممالک کی تنظیم (او' آئی' سی) آگے بڑھ کر پر کرتی۔ جہاد افغانستان کی کامیابی سے مسلم امہ کو جو حوصلہ ملا تھا' یہ ایسی زبردست قوت محرکہ تھی جس سے زندگی کے ہر میدان میں دوررس نتائج حاصل کئے جا سکتے تھے' موقع تھا کہ یہ تنظیم اس بیش بہا انرجی سے کام لیتے ہوئے' عالمی سطح پر امت کی قیادت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی' اور جہاد افغانستان کے عالمگیر ثمرات کو حاصل کرنے کیلئے' پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ٹھوس اقدامات کرتی ــــ لیکن اس پر ایسا جمود طاری تھا جسے افغانستان کے ۱۵ لاکھ شہیدوں کا تپتا ہوا خون بھی نہ پگھلا سکا۔

اس کے برعکس امریکہ نے جو اب دنیا کی واحد سپر طاقت بن گیا تھا' اور مستقبل کی منصوبہ بندی بہت پہلے سے کر رہا تھا' نئی عالمی صورت حال کو اپنے قابو میں کرنے' جہاد افغانستان کے ثمرات کو خود سمیٹنے' اور مسلم امہ کی اٹھتی ہوئی عالمی قوت کو یکجا ہونے سے

روکنے بلکہ کچلنے کیلئے ،جہاں اور بہت سے اقدامات نہایت تیز رفتاری سے کئے ،ایک انتہائی شاطرانہ تباہ کن ڈرامہ ''خلیج کے بحران'' کی صورت میں بپا کر دیا۔ کہ ادھر عراق کے صدام حسین نے اسی کی شہ پاکر کویت پر اچانک غاصبانہ ،ظالمانہ اور منافقانہ قبضہ کیا ،اور امیر کویت کو سعودی عرب میں پناہ لینی پڑی ،___ ادھر امریکہ ہی نے اپنے سٹیلائٹ کی بھیجی ہوئی تصویروں کی مدد سے سعودی عرب اور خلیجی ریاستوں کو یہ باور کرا دیا کہ صدام کی فوجیں سعودی عرب میں گھسنے والی ہیں ،اور دیگر ریاستیں بھی اس کی زد میں ہیں ،اب تیل کے کنوؤں اور اپنی آزادی بچانے کی صورت سوائے اس کے نہیں کہ ___ ''نیو ورلڈ آرڈر'' (نئے عالمی نظام) کی پہلی قسط کے طور پر ___ امریکی پناہ اور امریکی کمان قبول کر کے عراق سے فیصلہ کن جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ ___ !

میں نہیں سمجھتا کہ کویت ،سعودی عرب اور خلیج کے دیگر حکمران اتنے سادہ لوح ہیں کہ امریکی فریب کو نہ سمجھ سکے ہوں ،لیکن صدام کو آلہ کار بنا کر امریکہ نے انہیں ایسے حال سے دوچار کر دیا تھا کہ اس کے پیش کردہ منصوبے کو ''بادل ناخواستہ'' بھی قبول کئے بغیر چارہ کار نہ تھا ،کیونکہ بصورت دیگر وہ صدام سے ہر وہ اقدام کرا سکتا تھا جس کی ''خبر نما دھمکی'' انہیں دی جا رہی تھی۔

ان مجبور کن حالات میں پاکستان سمیت کئی دیگر مسلم ممالک ،بجا طور پر ،سعودی عرب کی حفاظت کیلئے کمربستہ ہوئے ،پاکستان کی تو فوج بھی اس کے شانہ بہ شانہ کھڑی ہوگئی۔ کئی مسلم ممالک صدام کی حمایت پر اتر آئے ،کچھ مسلم ممالک الگ تھلگ رہے۔

اس طرح مسلم ممالک تین دھڑوں میں تقسیم ہو گئے ،اور امریکہ اپنے لاؤ لشکر اور مغربی حلیفوں کی بری ،بحری اور فضائی افواج لیکر ''کویت کو آزاد'' کرانے کیلئے آ پہنچا ___ امریکہ نے عراق کے خلاف جنگ میں نہ صرف اپنے جدید ترین اسلحہ کی آزمائش اور عالمی سطح پر خوب نمائش کی ،بلکہ اس ساری جنگ کے مصارف بھی سعودی عرب اور کویت کو ''مع کچھ زائد کے'' برداشت کرنے پڑے۔

اس المناک جنگ کے نتیجے میں کویت اجڑ کر بحمداللہ آزاد تو ہو گیا ،لیکن امریکہ

نے اس پورے کھیل سے جو مقاصد حاصل کئے ان کی فہرست میں سے چند یہ ہیں :

۱ــــ پاکستان سمیت پوری دنیا کی نظریں افغانستان سے ہٹ کر خلیج پر مرکوز ہوگئیں، اور مجاہدین کو مسلم ممالک سے آنے والی امداد بھی تعطل کا شکار ہوگئی۔

۲ــــ سعودی عرب اور کویت جو مجاہدین افغانستان کو مالی امداد فراہم کرنے میں پیش پیش تھے، اپنے حالات میں گرفتار ہوکر عرصے تک اس امداد کے قابل نہ رہے۔

۳ــــ عرب اور مسلم ممالک میں، جنہیں جہاد افغانستان اور دیگر عوامل نے خاصا قریب کر دیا تھا، پھر دوریاں، بلکہ کئی ملکوں میں عداوت پیدا ہوگئی۔

۴ــــ کویت کو اجاڑ دیا گیا، اور وہاں کی آبادی پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔

۵ــــ عراق کی جدید ترین ٹیکنالوجی، اہم تنصیبات، اور عسکری قوت جو کبھی اسرائیل کے خلاف استعمال ہوسکتی تھی، نشانے لگا لگا کر تباہ کر دی گئی۔ عراق کی کتنی ہی بستیاں اور محلے ملبوں کو ڈھیر بنا دیئے گئے، بے گناہ مسلم آبادی کے بے شمار بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے لقمہ اجل بن گئے ــــ مگر خاص بات یہ کہ صدام کا بال بیکا نہیں ہوا ــــ!

۶ــــ علاقے کے سارے ممالک اور ریاستوں کو ممنون احسان کر کے، امریکہ وہاں کے تیل اور سارے وسائل کا پہرے دار بن گیا۔

۷ــــ کویت کی تعمیر نو کے لئے ٹھیکے بڑے پیمانے پر امریکیوں کو ملے، یہ بھی یہاں کی دولت کو امریکہ منتقل کرنے کے ایک بڑے پلان کا حصہ بنے۔

بہرحال! خلیج کا یہ مصنوعی بحران بھی افغانستان میں مجاہدین کی تیز رفتار پیش قدمی میں کافی دیر تک رکاوٹ بنا رہا ــــ تاہم مجاہدین جو "فتح یا شہادت" کا عزم راسخ لے کر میدان جہاد میں اترے ہوئے تھے، ان کے نزدیک ان اذیتناک واقعات کی حیثیت بھی اس سے زیادہ نہیں تھی کہ :

ستارے ڈوبنا، شبنم کا رونا، شمع کا جلنا
ہزاروں مرحلے ہیں صبح کے ہنگام سے پہلے

خوست کی فیصلہ کن جنگ

"مسئلہ خلیج" کے موضوع پر شعبان ۱۴۱۱ھ (۲۵ فروری ۱۹۹۱ء کو) لاہور کے "الحمراء ہال" میں ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کی ایک عظیم کانفرنس منعقد ہوئی' دیگر دانشور اور صحافی حضرات کے علاوہ سعودی عرب اور کویت کی اہم سفارتی شخصیات بھی شریک تھیں' آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار عبدالقیوم صاحب نے صدارت فرمائی خلیج کی جنگ جاری تھی ___ اس کانفرنس میں بھی ناچیز نے "بحران خلیج" کے منظر و پس منظر اور آئندہ کے دور رس خطرات کے حوالے سے وہی تجزیہ قدرے تفصیل سے پیش کیا تھا جو پیچھے لکھ چکا ہوں۔ اب تو سارے حالات سامنے ہی آچکے ہیں۔

عین اسی وقت افغانستان میں "خوست" پر مجاہدین کے فیصلہ کن حملہ کی تیاریاں آخری مراحل میں تھیں۔ پاکستانی مجاہدین کی تنظیم "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کو اس بڑے حملے سے پہلے ایک اہم تنظیمی مرحلہ درپیش تھا۔ وہ میرے قیام لاہور کے دوران فیصلہ کرانا چاہتے تھے۔ تنظیم کے دیرینہ سرپرست "مولانا ارسلان خان رحمانی" صاحب کو بھی پشاور سے بلالائے' شیخ طریقت حضرت سید نفیس شاہ صاحب مدظلہم (لاہور) نے بھی شرکت فرمائی بحمداللہ دو دن کے لگاتار مشورے سے یہ مرحلہ طے ہو گیا۔

ان طویل مجلسوں میں مولانا ارسلان رحمانی صاحب کی معاملہ فہمی' اخلاص و تواضع' خود اعتمادی اور تنظیمی تجربے نے خاص طور سے متاثر کیا ___ یہ خوشخبری بھی انہی سے ملی کہ بحمداللہ خوست پر حملے کیلئے مجاہدین کی سب تنظیمیں مشترک منصوبہ تقریباً تیار کر چکی ہیں' بقیہ امور بھی باہمی مشورے سے طے ہو رہے ہیں' اسی لئے وہ مجلس ختم ہوتے ہی ناچیز کی قیام گاہ سے سیدھے پشاور روانہ ہو گئے ___

"حرکۃ" کے بہت سے مجاہدین پہلے سے محاذ پر تھے' باقیوں کی روانگی بھی اسی دن شروع ہو گئی اور میں ___ ! ان کی ہمرکابی کی حسرت لئے' رمضان المبارک سے ۳-۴ روز پہلے کراچی واپس آ گیا!

حضرت سید نفیس شاہ صاحب دامت برکاتھم' جو شیخ طریقت اور ملک کے عظیم

ترین خطاط تو ہیں ہی 'شعری ذوق بھی نفیس رکھتے ہیں 'اور کہتے بھی خوب ہیں - آپ نے لاہور کی اس مجلس مشورہ سے چند ماہ قبل یکم ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ کو خوست کے اہم جنگی مرکز ''کرڑی پوسٹ'' پر ایک حملے میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی 'اور ایک ولولہ انگیز نظم کہی تھی - یاد پڑتا ہے اس نظم کے کئی شعر پیچھے بھی جستہ جستہ سپرد قلم ہو چکے ہیں - ۲ شعر یہ ہیں :

شہیدوں کے لہو سے خوست کو سیراب ہونا ہے
یہ خطہ آج کل میں کشت لالہ ہونے والا ہے
شہادت چاہنے والو! مبارک وقت آپہنچا
تمہارا زیب تن ' خلدی دوشالہ ہونے والا ہے
نفیس! ایمان کہتا ہے ' مرا وجدان کہتا ہے
ظہور نصرت باری تعالیٰ ہونے والا ہے

''ایمان'' اور ''وجدان'' نے جو کہا تھا ' آنے والے حالات اسی کی تعبیر بن گئے -

شوریٰ قوماندانان

جون ۱۹۹۰ء میں جبکہ عالمی طاقتیں مسئلہ افغانستان کو ''جہاد کے بجائے مذاکرات'' سے حل کرنے اور افغانستان میں بقول ان کے ''وسیع البنیاد'' (مجاہدین ' کمیونسٹوں اور ظاہر شاہ کے حامیوں کی) حکومت قائم کرنے کیلئے ' مجاہد تنظیموں کے رہنماؤں پر طرح طرح کے سیاسی دباؤ ڈال رہی تھیں ' افغانستان کے بڑے بڑے کمانڈروں نے تنظیمی اختلافات سے بالاتر ہو کر ایک مجلس ''سرتاسری شوریٰ قوماندانان افغانستان'' کے نام سے تشکیل دیکر فیصلہ کیا تھا کہ جماعتی رہنماؤں کا فیصلہ کچھ بھی ہو 'تمام کمانڈر اپنے اپنے علاقے میں باہمی مشورے سے جہادی پیش رفت کو جاری رکھیں گے ' اس مجلس شوریٰ میں ساتوں مجاہد تنظیموں کے کمانڈر شامل تھے -

اس شوریٰ کے ایک جنگی منصوبے کے تحت طے ہوا تھا کہ تمام تنظیموں کے کمانڈروں کے ساتھ مل کر شمالی افغانستان کے ایک اہم شہر "خوجہ غار" پر کمانڈر احمد شاہ مسعود، اور جنوبی افغانستان کے شہر خوست پر مولانا جلال الدین حقانی حملہ کریں گے ـــــ "خوجہ غار" پر حملہ نامعلوم وجوہ کی بنا پر نہ ہو سکا۔ بعد میں کبھی ہوا ہو تو میرے علم میں نہیں۔ خوست پر حملہ یکم رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ (۱۸ مارچ ۱۹۹۱ء) کو شروع ہو گیا۔

جلال آباد کے برخلاف، اس جنگ کا منصوبہ ساتوں تنظیموں کے کمانڈروں نے مل کر کئی ماہ کی لگاتار محنت سے تیار کیا تھا، چھوٹی چھوٹی تفصیلات بھی طے کی گئیں، اور سات کمیٹیاں بنا کر ذمہ داریاں انہیں سونپ دی گئیں، ہر کمیٹی (شوریٰ) ساتوں تنظیموں کے تجربہ کار کمانڈروں پر مشتمل تھی، جنہیں مختلف سمتوں سے اپنے اپنے ہدف کی طرف مقررہ وقت پر پیش قدمی، اور دوسری کارروائیاں کرنی تھیں۔ ان کمیٹیوں کا رابطہ مرکزی کمان سے تھا، یہ مرکزی کمان بھی ساتوں تنظیموں کے مندرجہ ذیل سرکردہ کمانڈروں[۱۵] پر مشتمل تھی:

۱ـــ مولانا جلال الدین حقانی حزب اسلامی (یونس خالص گروپ)

۲ـــ انجینیئر فیض محمد صاحب حزب اسلامی (حکمت یار گروپ)

۳ـــ مولانا پیر محمد اتحاد اسلامی (پروفیسر سیاف کی تنظیم)

۴ـــ تورن امان اللہ خان جمعیت اسلامی (پروفیسر برہان الدین ربانی کی تنظیم)

۵ـــ کمانڈر گل مجید حرکت انقلاب اسلامی (مولانا نصر اللہ منصور گروپ)

۶ـــ حاجی مالا خان حرکت انقلاب اسلامی (مولانا محمد نبی محمدی گروپ)

---

[۱۵] دیکھئے انٹرویو مولانا پیر محمد، ماہنامہ "الارشاد" اسلام آباد فتح خوست نمبر ص ۶ و ۱۱۔ ان ناموں کی کچھ تفصیل سے مجھے "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے پختہ کار جانباز "محمد الیاس کشمیری" سلمہ نے میری فرمائش پر بذریعہ خط مطلع کیا، یہ اس جنگ میں ایک بڑے مورچے کے امیر تھے، پیچھے بھی ان کا کئی معرکوں میں ذکر آیا ہے۔ کچھ تفصیل مولانا ارسلان رحمانی صاحب سے بعد کی ایک ملاقات میں معلوم ہوئی۔

۷___ نور احمد شاہ صاحب   نجات ملی (پروفیسر صبغت اللہ مجددی کی تنظیم)

۸___ جھگڑن خوجک   (یا کمانڈر شیر خان کوچی) محاذ ملی (پیر سید احمد گیلانی کی تنظیم)

ان تنظیموں کے کچھ اور مقتدر کمانڈروں پر مشتمل ایک کمیٹی مولانا ارسلان رحمانی کی قیادت میں تھی، جو جنگ سے پہلے اور دوران جنگ خوست کے سارے محاذوں کا مسلسل جائزہ لیتی رہی، تاکہ مجاہدین کی ان کے پاس پہنچ کر ہمت بڑھائی جائے، غیر متوقع صورت حال کا بر موقع حل کیا جائے اور خدانخواستہ کہیں باہمی رنجش پیدا ہو تو فی الفور ازالہ کیا جائے۔

اس جنگ میں دشمن سے چھینے ہوئے کئی روسی ٹینک بھی مجاہدین نے مہارت سے استعمال کئے ___ چھاپہ مار جنگ کا اصول یہ ہے کہ "اچانک مارو اور غائب ہو جاؤ" جبکہ خوست کی یہ آخری جنگ آمنے سامنے کی ایک منظّم جنگ تھی جس کا مقصد "مار کر غائب ہونا" نہیں بلکہ شہر سمیت پورے ضلع خوست کو فتح کر کے اس پر اپنا کنٹرول قائم کرنا تھا۔ اس جنگ کا تجربہ مجاہدین کو پہلی بار خوست کے میدان میں ہوا۔

ہر تنظیم کے کمانڈروں نے یکجان ہو کر، اور جماعتی سیاست سے بالاتر ہو کر، جس کامل اتحاد اور باہمی مشورے کی ایمان افروز فضا میں یہ جنگ لڑی، اس نے دشمن کے بے پناہ اسلحہ اور ساری بین الاقوامی سازشوں کا تار پور بکھیر کر رکھ دیا۔

رمضان سے تقریباً ڈیڑھ ماہ پہلے سے، مجاہدین اپنے ریڈیو سے مسلسل اعلانات اور پیغامات نشر کر رہے تھے کہ ان کی ہونے والی متحدہ یورش خوست کی مکمل آزادی تک جاری رہے گی، جو لوگ کمیونسٹ انتظامیہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے، اور جنگ میں حصہ نہیں لیں گے انہیں اسلامی روایات کے مطابق مکمل امان دی جائے گی۔ ریڈیو اور خطوط کے ذریعہ شہری آبادی کو (جواب بڑی حد تک کمیونسٹوں، ملیشیاء اور فوج ہی کے گھرانوں پر مشتمل رہ گئی تھی) بتایا جا رہا تھا کہ جو لوگ شہر سے نکل کر کہیں اور پناہ لینا چاہیں، انہیں محاصرہ سے باہر جانے کا راستہ دیا جائے گا۔

ان اعلانات کے نتیجے میں دیکھتے ہی دیکھتے خوست کی اکثر آبادی اطراف میں اپنے قبیلوں میں منتقل ہو گئی۔ مجاہدین کے ٹرکوں نے بھی ان کی مدد کی۔ اس صورت حال نے دشمن فوج اور

ملیشیاء کے حوصلوں پر موثر ضرب لگائی۔

حملے کیلئے ماہ رمضان کا انتخاب کئی وجوہ سے مبارک اور مناسب تھا۔

ا۔۔۔ غزوہ بدر اور فتح مکہ کے تاریخ ساز واقعات بھی رمضان المبارک میں ہوئے تھے۔

۲۔۔۔ موسم بہار شروع ہو گیا تھا' سردی کی شدت میں روز بروز کمی آ رہی تھی۔

۳۔۔۔ دینی مدارس میں یہ ۲ مہینے کی سالانہ تعطیلات کا زمانہ تھا' اس میں طلبہ اور اساتذہ جی بھر کے شریک ہو سکتے تھے۔ اور ایسا ہی ہوا۔

۴۔۔۔ خلیج میں بھڑکائی گئی ''آتش نمرود'' ابھی بجھی نہیں تھی' عین اس کے دوران ہی مجاہدین کی اس متحدہ یلغار سے دنیائے اسلام کو یہ پیغام ملا کہ

آج بھی ہو' جو براہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

اس وقت محاذ کی صورت حال

خوست کے ارد گرد کا طویل پہاڑی سلسلہ جو دشمن کی پہلی دفاعی لائن تھا ''تورغڑہ'' کی فتح کے ساتھ' پہلے ہی مجاہدین کے قبضہ میں مکمل طور پر آ چکا تھا۔ یہاں سے ایئر پورٹ کو اپنی زد میں لیکر انہوں نے اگرچہ خوست کی رسد کمک کا فضائی راستہ بھی بند کر دیا تھا' لیکن اس عرصہ میں دشمن نے ایک نیا ایئر پورٹ بنا لیا تھا' جس نے اس رمضان سے صرف ۳ ماہ قبل کام شروع کیا تھا' تاہم مجاہدین اس کے اترتے چڑھتے جہازوں کو یہاں بھی نشانہ بناتے رہے۔ اب کابل کے طیارے خوست پر اپنی امداد پیراشوٹ کے ذریعہ بھی پھینک رہے تھے۔

خوست کے گرد دشمن کی دوسری دفاعی لائن ''میدانی علاقہ'' تھا ''تورغڑہ'' کی فتح کے بعد اس میں بھی مجاہدین' قدم قدم پر اپنی جانوں' اور قیمتی اعضاء کا نذرانہ دے

دیکر' مغرب' جنوب اور مشرق سے کئی کئی کلو میٹر تک کا علاقہ آزاد کرا کے' دشمن کو "دریائے شامل" کے قریب تک دھکیل چکے تھے ___ میدانی علاقے کا جو خاصہ بڑا حصہ مجاہدین آزاد کرا چکے تھے' اس میں کئی مقامات فوجی اہمیت کے حامل تھے' کچھ تفصیل ملاحظہ ہو:

ا___ ایئرپورٹ کے تقریباً مشرق میں ایک قبیلہ "لکن" کہلاتا ہے' وہاں کے بہت سے لوگ "کوچی" (خانہ بدوش) بھی ہیں' یا بھی تھے۔اس لئے اس علاقے کو "کوچیوں کا علاقہ" یا "لکن کا علاقہ" کہا جاتا ہے۔ان کی ایک مسجد کو "ترہ کئی" کے زمانے میں کمیونسٹوں نے جلا دیا تھا ___ اب "لکن" قبیلے نے "دریائے شامل" عبور کر کے ایئرپورٹ کے مشرق میں پہنچ کر وہاں کی خالی بستیوں کو' جو پہاڑیوں اور ٹیلوں میں تھیں' اپنا جنگی مرکز بنا لیا تھا' "عبدالمنان کوچی" نے اس علاقے میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے تھے' اور دشمن کے ۲۷ جہازوں کو تباہ کر ڈالا تھا ___ مگر وہ خوست کی آخری جنگ سے پہلے ہی بارودی سرنگ سے شہید ہو گئے! ___ یہاں سے ایئرپورٹ اور شہر کی طرف پیش قدمی کی راہ میں دریا حائل نہ تھا ___ پھر اس رمضان سے صرف ۲ روز پہلے ان جانبازوں نے ایئرپورٹ کی طرف آگے بڑھ کر قصبہ "فاران باغ" (یا فارم باغ) کو بھی آزاد کرا کے مولانا جلال الدین حقانی کے کنٹرول میں دیدیا تھا۔یہاں سے ایئرپورٹ اتنا قریب تھا کہ رن وے پر کھڑے جہازوں کے پر صاف نظر آتے تھے۔

۲___ "تورغڑہ" کی فتح کے بعد مجاہدین نے جنوب مغرب میں "مانی کنڈو" اور "تورکمر" کی طرف سے نہ صرف خوست کی اہم تحصیل "درگئی" کو آزاد کرا لیا تھا' بلکہ آگے کا بھی کچھ میدانی علاقہ دشمن سے صاف کر کے وہ "والیم قلعہ" پر قابض ہو چکے تھے۔یہ قلعہ "تورکمر" سے کوئی ۱۰ کلو میٹر پر تھا۔اس کامیاب مہم میں مولانا نصراللہ منصور کی تنظیم "حرکت انقلاب اسلامی" پیش پیش تھی' اس کے ۲ ٹینکوں نے بھی' جو دشمن ہی سے چھینے ہوئے تھے' حصہ لیا تھا' نیز "اتحاد اسلامی افغانستان" کے جانبازوں نے مولانا پیر محمد

کی قیادت میں' اور ''حرکۃ الجہاد الاسلامی'' کے مجاہدین نے ''نصراللہ لنگڑیال'' [۱] کی قیادت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔

اب ''والیم قلعہ'' جنوب مغربی محاذ کا سب سے بڑا جہادی مرکز بن چکا تھا' یہ خوست شہر کے تقریباً جنوب مغرب میں ہے' یہاں سے شہر کی سمت میں تقریباً ۲ کلو میٹر پر دشمن کا اس طرف کا سب سے بڑا جنگی مرکز ''کرڑی پوسٹ'' تھا' اس پر حملے کرنے کیلئے ___ کھلا میدان ہونے کی وجہ سے ___ کچھ دور تک تو مجاہدین ایک برساتی نالے سے گذرتے' آگے ''حرکۃ الجہاد الاسلامی'' کے جوانوں نے یہ کارنامہ انجام دیا تھا کہ تقریباً ایک کلو میٹر لمبی خندق قد آدم گہری کھود ڈالی جو ''کرڑی پوسٹ'' کے قریب تک گئی تھی' خندق کے راستے وہ آئے دن اس پر حملہ کرتے رہتے تھے [۲] ___ اس طرح دشمن کا یہ بڑا جنگی مرکز بھی مجاہدین کی زد میں آگیا تھا۔

۳ ___ جنوب مشرق میں ''باڑی'' کی طرف سے مجاہدین تقریباً ۴ کلو میٹر تک کا میدانی علاقہ دشمن سے صاف کر کے اس کی ایک چوکی ''شلکہ پوسٹ'' پر قبضہ کر چکے تھے' یہاں سے شہر کی سمت (شمال) میں بالکل سامنے دشمن کا ایک جنگی مرکز ''چنار پوسٹ'' تھا' مجاہدین نے اس کے آس پاس ایک خندق اور کئی مورچے بنا کر اسے بھی اپنی زد میں لے لیا تھا' اس کے پیچھے دریائے شمال تک دشمن کا کوئی اور جنگی مرکز نہ تھا

---

[۱] یہ وہی قابل فخر جانباز ہیں جنہوں نے دشمن کے چھ گن شپ ہیلی کاپٹروں کو تن تنہا شکست دی تھی' وہ واقعہ جو ان کے بیشمار کارناموں میں سے ایک ہے' بہت پیچھے بیان کر چکا ہوں۔ گجرات کی برادری ''لنگڑیال'' سے تعلق ہے' اس لئے نام کے ساتھ ''لنگڑیال'' کا لاحقہ لگائے بغیر انہیں پہچانا نہیں جاتا۔ خوست کی آخری جنگ کے وقت یہ تنظیم کے مرکزی نائب کمانڈر بنائے جا چکے تھے۔

[۲] خندق کی کھدائی سمیت اس طرف کے سب کارناموں میں بحمداللہ دارالعلوم کراچی کے بھی کئی طلبہ شریک رہے' ان میں سے ایک مولوی ''نورالامین'' سلمہ ہیں' جن کا خاندان کسی زمانے میں برما سے ہجرت کر کے پاکستان آیا تھا۔ ''درگئی'' اور والیم قلعہ'' کی طرف سے ہونے والی کارروائیوں کی معلومات مجھے ان سے ''اور ''حرکۃ الجہاد الاسلامی'' کے معروف گوریلا مجاہد ''عدیل احمد'' سلمہ سے حاصل ہوئی ہیں۔

—— یہ مہم مولانا جلال الدین حقانی کی مرکزی رہنمائی میں افغان اور عرب مجاہدین نے' اور پاکستانی مجاہدین کی ایک اور تنظیم "حرکۃ المجاہدین"[ا] نے انجام دی تھی۔

۴—— جنوب مغرب سے شہر کی سمت میں کافی آگے بڑھ کر مجاہدین' دشمن کی "درملک پوسٹ" پر تقریباً ۶ ماہ سے قابض تھے' یہ یہاں کی سب تحصیل "شیخامیر" کی ایک دفاعی چوکی تھی' اس معرکے میں افغان مجاہدین اور دونوں پاکستانی تنظیموں نے حصہ لیا تھا —— "درملک پوسٹ" کو اپنا جنگی مرکز بنا کر انہوں نے "شیخامیر" کو ایک حد تک زد میں لے لیا تھا جو اس طرف سے دریائے شامل کے جنوبی کنارے کے پاس دشمن کا سب سے بڑا جنگی مرکز' اور فوجیوں کی بڑی آبادی پر مشتمل تھا۔

خلاصہ یہ کہ یکم رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ کو خوست پر آخری جنگ شروع ہوئی تو' اس سے پہلے ہی دشمن کی دوسری دفاعی لائن بھی' جنوب مشرق' اور جنوب مغرب اور جنوب سے دریائے شامل کے کنارے کے پاس تک سمٹ چکی تھی' اور مشرق میں مجاہدین دریائے شامل کو بھی عبور کر کے' ایئرپورٹ اور شہر کے عقب میں پہنچ کر اپنی پوزیشن مستحکم کر چکے تھے۔

خوست کے شمال سے میدانی علاقے میں مجاہدین نے رمضان سے پہلے کہاں

[ا] پاکستانی مجاہدین کی تنظیم "حرکت الجہاد الاسلامی" کا ذکر تو اس کتاب میں آپ باربار پڑھتے آرہے ہیں کیونکہ اس کے امیر' کمانڈروں' اور مجاہدین سے میرا بہت قریبی رابطہ تھا' لیکن پاکستانی مجاہدین ہی کی تنظیم "حرکت المجاہدین" جو مولانا جلال الدین حقانی کے ساتھ منسلک تھی' اس کا ذکر یہاں پہلی بار آیا ہے وجہ یہ ہے کہ میں اس کی جہادی خدمات سے اجمالاً تو واقف تھا' اس کے ہونہار مجاہدین اور امیر صاحب سے ملاقاتیں بھی ہوتی رہیں' بلکہ دارالعلوم کراچی (کورنگی) میں اس تنظیم کے بھی کئی جانباز زیر تعلیم تھے' لیکن ان حضرات سے اتنی تفصیلی اور بے تکلف ملاقاتوں کی نوبت نہ آئی کہ اپنی عادت کے مطابق ضروری کھود کرید کر کے واقعات کی چھان بین کر سکوں —— اب جبکہ اس تنظیم کے ایک دیرینہ مخلص مجاہد "مولوی محمد غیاث خان کشمیری" دارالعلوم کراچی میں دورہ حدیث کے طالب علم ہیں' ان سے معلومات حاصل کرنے کا وافر موقع میسر آگیا' یہ خوست پر مشترک حملے کے دوران بھی "شلکہ پوسٹ" کی طرف سے ہونے والی جنگی کارروائیوں میں شریک تھے۔ اس سمت سے پیش قدمی کی تفصیلات میں نے ان ہی سے حاصل کی ہیں' کچھ مدد اس تنظیم کے ماہنامے "صدائے مجاہد" سے لی گئی ہے۔

تک پیش قدمی کی تھی؟اس کی تفصیل مجھے معلوم نہ ہو سکی 'اس طرف کے کسی مجاہد سے رابطہ ہی نہ ہو سکا 'البتہ "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے ہونہار جانباز "عدیل احمد" سلمہ نے جو خوست کے مشرقی 'مغربی اور جنوبی محاذوں پر پچھلے ۳ سال سے بر سرپیکار بلکہ پیش پیش تھے 'بتایا کہ اس طرف کے میدانی علاقے میں بھی بہت آگے تک پیش رفت ہو چکی تھی ' لیکن شمال مغرب کے ایک اونچے پہاڑ پر جو "کیکارک زیارت بابا" کے نام سے معروف ہے 'اور جس پر ایک مزار ہے ' دشمن کا ایک مضبوط جنگی مرکز اب تک فتح نہ ہوا تھا۔

اس ساری صورتحال سے یہ بات بہرحال واضح ہے کہ خوست کی اصل جنگ رمضان کی آخری جنگ سے پہلے ہی ' پچھلے گیارہ برسوں کے بے شمار چھوٹے بڑے معرکوں کی صورت میں لڑی جا چکی تھی 'گیارہ برسوں پر پھیلی ہوئی ان صبر آزما لڑائیوں میں مجاہدین نے ایک ایک قدم بڑھنے کیلئے جس بے جگری سے اپنی قیمتی جانوں اور اعضاء کی قربانیاں پیش کیں ' دشمن کے دفاع کو توڑنے کیلئے لمحہ بہ لمحہ جن مصائب و آلام کو سہا 'اور عزم وجواں مردی کی جو ولولہ انگیز مثالیں قائم کیں ' وہ اس دور میں حیرتناک تو ہیں ہی 'مگر اتنی زیادہ ہیں کہ ان کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضخامت درکار ہے۔اس محاذ کے جن مجاہدین سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں 'ان میں سے بھی چند کے کارنامے ' وہ بھی بہت تھوڑے بیان کر سکا ہوں 'چند ورق پیچھے "تورکمر" اور "باڑی" کے دو معرکوں کی روئداد بھی خوست کے اردگرد کے ان بے شمار معرکوں کے محض نمونے کے طور پر بیان کی ہے جن کا نظارہ یہاں کا آسمان حیرت سے کرتا رہا ہے ــــــ یہ اس محاذ کے ہزاروں شہیدوں اور زخمیوں کا خون ہی تھا جس میں تیر کر یہ غازی اب "دریائے شامل" کے قریب پہنچ کر دشمن کی چھاتی پر سوار ہو چکے تھے۔ یہاں سے جب یہ مڑ کر پیچھے کے میدانی علاقے اور ہیبت ناک پہاڑی سلسلے کو دیکھتے تھے 'جو گیارہ سال میں طے ہوا تھا ــــــ تو بقول بھائی جان مرحوم یوں لگتا تھا کہ

محو تحیر سوچ رہے ہیں ' اب سر منزل اہل وفا
کیسے آساں آساں گذرے ' رستہ کیسا مشکل تھا!

اسکڈ میزائل

روسی فوجوں کی پسپائی کے بعد جس دشمن سے اب مقابلہ تھا' اس کی رگوں میں بھی خون تو افغانی ہی تھا' اس نے اب بھی ہمت نہ ہاری تھی' روس کی آلہ کار کابل انتظامیہ خوست کے دفاع میں اپنی بہترین اور بھرپور قوت استعمال کر رہی تھی' مجاہدین کے خلاف طیاروں اور "اسکڈ میزائلوں" کے حملوں میں بھی تیزی آگئی تھی۔

روس کے زمین سے زمین پر مار کرنے والے "اسکڈ میزائل" ___ جو صدام حسین نے جنگ خلیج کے دوران چند "تل ابیب" پر اور چند سعودی عرب کی سرحدی بستیوں پر پھینک کر دنیا میں کہرام مچا دیا' اور جس کے توڑ پر "امریکہ بہادر" نے "پیٹریاٹ میزائل" استعمال کر کے اپنی ٹیکنالوجی کا لوہا منوایا تھا ___ میں نے کسی اخبار میں پڑھا تھا کہ یہ صدام کو کابل کی کمیونسٹ انتظامیہ ہی نے فراہم کئے تھے' کہ اس کے پاس ان کی کمی نہ تھی۔

۱۹۸۸ء میں جب نام نہاد "جنیوا سمجھوتہ" ہوا' اور روسی فوج نے اپنی واپسی (پسپائی) کے شیڈول کا اعلان کیا' تو یہ میزائل اس نے اپنے "قائم مقام" کے طور پر کابل انتظامیہ کے حوالے کر دیئے تھے۔ روزنامہ جنگ کراچی میں اس خبر کے ساتھ ایک کی تصویر بھی شائع ہوئی تھی' جو ایک اونچا مگر بہت موٹا اور بے ڈھنگا سا مینار لگتا تھا۔ ان میزائلوں کی رینج کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ صدام ان کو عراق سے فائر کر کے اسرائیل کے نام نہاد دارالحکومت "تل ابیب" کو' اور سعودی عرب کے سرحدی شہروں کو نشانہ بنا رہا تھا۔

۸۸ء میں جب کابل انتظامیہ ان میزائلوں کے کئی حملے کر چکی تھی' میں نے ان کے متعلق کمانڈر زبیر شہید سے کراچی کی ایک ملاقات میں پوچھا' تو انہوں نے حسب عادت مسکراتے ہوئے جواب دیا "حضرت! یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' پہاڑوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتے رہیں گے" ___

اب تک کے حالات نے یہ جواب درست ثابت کیا تھا' کیونکہ یہ میزائل شہروں میں تو بہت تباہی پھیلا سکتے ہیں' پہاڑوں اور چٹانوں میں بسیرا کرنے والے شاہینوں کو نشانہ

کرنا ان کے لئے آسان نہ تھا۔ تاہم انہیں مجاہدین کے خلاف ۱۹۸۸ء میں بے دریغ استعمال کیا جارہا تھا، جس کے تین مقصد تھے۔

۱۔ پاکستان کو دھمکانا کہ اس کے بھی کئی شہران کی زد میں ہیں

۲۔ مجاہدین میں خوف و ہراس پھیلانا۔

۳۔ مجاہدین کسی شہر کو فتح کرلیں، یا کسی کھلی جگہ ان کا مرکز ہو تو اسے نشانہ بنانا۔

اب جبکہ مجاہدین نے پہاڑوں سے نکل کر اپنے مراکز خوست کے میدانی علاقے میں بھی قائم کرلئے تھے، اور اگلی ساری کارروائیاں اسی میدان میں ہونی تھیں، دشمن کے حملہ آور طیارے، اور کابل سے فائر کئے جانے والے یہ میزائل، مجاہدین کیلئے ایک مسئلہ بن گئے ــــ

رمضان کے پہلے ہفتے میں، یا اس سے دو تین دن پہلے، مولانا جلال الدین حقانی کے "مرکز خلیل" پر، جو اب ساری تنظیموں کا جنگی ہیڈ کوارٹر تھا، دو اسکڈ میزائل آکر گرے، بیس جانباز شہید، اور چالیس زخمی ہوگئے۔ پہلے بھی ان میزائلوں سے یہاں کئی مجاہد شہید ہو چکے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دشمن طیارے پیراشوٹ سے سامان رسد کے علاوہ خوست کو کمک بھی پہنچا رہے تھے، کیونکہ رمضان سے ایک روز قبل "دینار شاہ پوسٹ" سے فرار ہو کر آنے والے ایک فوجی نے مولانا پیر محمد کو بتایا کہ "کرڑی پوسٹ" اور "دینار شاہ پوسٹ" وغیرہ میں "گلیم جام" اور "دوستم" ملیشیا کے تین سو جوانوں کی کمک حال ہی میں پہنچائی گئی ہے ــــ تاہم دشمن کی یہ ساری تگ و تاز اس آدھ کچے ناگ کی اچھل کود سے مختلف نہ تھی جو دم توڑنے سے پہلے آخری چارہ کار کے طور پر اپنا زہریلا پھنا ہر طرف بے تحاشا مار رہا ہو ــــ اس کی کمر ٹوٹ چکی تھی۔

شہر خوست کو آزاد کرانے کیلئے اب ایک بڑی جست کی ضرورت رہ گئی تھی جو ساری مجاہد تنظیمیں مل کر ہی لگا سکتی تھیں ــــ فصل تیار تھی، اسے کاٹنے کیلئے کچھ قیمتی

جانوں کی قربانی درکار تھی، جسے پیش کرنے کیلئے افغانستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ بھی کتنے ہی ملکوں سے آئے ہوئے سرفروش ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کیلئے بے تاب تھے، ___ اور ہر ایک کا سینہ اس عزم سے لبریز کہ

وہ سنگ گراں جو حائل ہیں، رستے سے ہٹا کر دم لیں گے
ہم راہ وفا کے رہرو ہیں، منزل ہی پر جاکر دم لیں گے

کامیاب آغاز جنگ

یکم رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ (۱۸ مارچ ۱۹۹۱ء) کو جنوب مغربی محاذ کے مجاہدین، جن کا مرکز "والیم قلعہ" تھا "کرڑی پوسٹ" پر فیصلہ کن حملے کی تیاری میں مصروف تھے کہ شام کو اچانک اطلاع ملی کہ آج صبح مولانا پیر محمد کی قیادت میں مجاہدین نے "باڑی" (جنوب) کی طرف سے "شیخا میر" کی تین اہم دفاعی پوسٹوں پر حملہ کیا، اور انہیں فتح بھی کر لیا ہے۔

اس ولولہ انگیز خوشخبری کے ساتھ ہی انہیں ہدایت ملی کہ اب "کرڑی پوسٹ" پر طاقت اور وقت خرچ کرنے کے بجائے وہ "شیخا میر" ہی کی مغربی پوسٹوں اور قرار گاہ پر حملہ آور ہوں۔

اس نئی حکمت عملی کا مقصد یہ تھا کہ "شیخا میر" کی حفاظتی پوسٹیں، جو اس کے مغرب اور مشرق میں باقی رہ گئی ہیں، ان کا بھی صفایا کر کے تینوں سمتوں سے "شیخا میر" پر یکبارگی حملہ کیا جائے، اور اسے فتح کر کے وہاں سے اور اس کے آس پاس سے دریا عبور کر کے شہر کی طرف پیش قدمی کی جائے، اور "کرڑی پوسٹ" جیسی دور دراز پوسٹوں پر، جنہیں فتح کئے بغیر بھی شہر کی طرف پیش قدمی ممکن ہے، دباؤ رکھنے کیلئے مجاہدین کے کچھ دستے قریبی مراکز اور مورچوں میں موجود رہیں۔

اس (جنوب مغربی) محاذ پر ڈیڑھ ہزار مجاہدین "والیم قلعہ" اور آس پاس کے

چھوٹے چھوٹے قلعوں (حویلیوں) اور مورچوں میں تعینات تھے، جن کی قیادت مرکزی کمان کے اہم رکن "گل مجید" خود کر رہے تھے، ان کے تحت مختلف تنظیموں کے مجاہدین اپنے اپنے امیروں کی ذیلی قیادت میں تھے "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے ۷۰ مجاہدین تھے ان کی ذیلی قیادت "نصراللہ (لنگڑیال) کے ہاتھ میں تھی۔

رمضان کی تیسری شب کو ۲ بجے ہی سحری کھا کر ۳ سو جانباز "والیم قلعہ" سے مشرق کی سمت پیدل روانہ ہوئے، اور رات کی تاریکی میں طویل فاصلہ طے کر کے دشمن کے مورچے سے تقریباً دو سو میٹر پہلے ایک خشک تالاب میں پہنچ کر اس کے کنارے کی اوٹ میں رک گئے، یہ کنارے دشمن کی طرف تھا، مگر اتنا لمبا نہ تھا کہ سب کو اوٹ مل سکے، بقیہ مجاہدین کیلئے مورچے کھودنے پڑے، فجر کی نماز یہیں ادا کی گئی ___ قیادت کی طرف سے روزہ نہ رکھنے کا مشورہ دیا گیا تھا ___ جہاد میں اگر کمزوری کا اندیشہ ہو تو شرعی حکم یہی ہے کہ روزہ نہ رکھا جائے، رمضان کے بعد قضاء کر لی جائے، تاہم جن کو یہ اندیشہ نہ تھا وہ روزے سے تھے۔

دشمن کی جو قرار گاہ اور پوسٹیں ان کا ہدف تھیں، ان کے اور "کرڑی پوسٹ" کے درمیان، پرانی حویلیوں میں مجاہدین کے کئی اہم توپخانوں میں سے ۳ تقریباً سو سو میٹر کے فاصلے پر تھے، ایک کے امیر "محمد الیاس کشمیری" تھے، دوسرے کے "لیاقت کشمیری" اور تیسرے کے "خالد محمود" کراچوی ___ وہی خالد محمود جن کی دائیں ٹانگ "تورکمر" کے خونریز معرکے میں بارودی سرنگ سے گھٹنے تک اڑ گئی تھی، اور کمانڈر زبیر شہید کے ساتھ انہیں بھی خطرناک حالت میں ہسپتال پہنچایا گیا تھا، صحت یاب ہو کر مصنوعی ٹانگ سے کام چلانے کی کوشش کرتے رہے، رمضان کی اس جنگ سے چند روز قبل لاہور میں ملاقات ہوئی تو بیساکھی بھی ساتھ تھی، وجہ یہ بتائی کہ مصنوعی ٹانگ پر بوجھ ڈالنے سے ران میں تکلیف ہوتی ہے۔ وہم و گمان میں نہ تھا کہ یہ اس حالت میں بھی خوست پہنچ کر اپنی گولہ باری سے دشمن کے چھکے چھڑائیں گے۔

یہ تینوں مورچے 'تالاب میں چھپے ہوئے مجاہدین کے پیچھے ذرا بائیں طرف خاص فاصلے پر تھے 'تالاب کے دائیں طرف دور پہاڑی سلسلے کے پاس عرب اور افغان مجاہدین اپنے توپ خانوں میں طلوع صبح کا انتظار کر رہے تھے 'سب کا وائرلیس پر ایک دوسرے سے رابطہ قائم تھا' سامنے قدرے دائیں طرف دشمن کا ایک مضبوط مورچہ اور اس کے پیچھے قرار گاہ تھی 'قرار گاہ کے بائیں طرف ایک حفاظتی پوسٹ اور پیچھے دو پوسٹیں تھیں۔

صبح کی روشنی پھیلتے ہی قرار گاہ اور اس کی حفاظتی پوسٹوں پر دائیں طرف سے عرب اور افغان مجاہدین نے راکٹ برسانے شروع کر دیئے 'مگر سامنے کے قریبی مورچے پر نہیں پھینکے 'تاکہ قریب ہی تالاب میں چھپے ہوئے مجاہدین زد میں نہ آجائیں۔

۹ بجے کمانڈر گل مجید نے ایک راکٹ بردار دستہ اس مورچے کی طرف جھاڑیوں کی اوٹ میں روانہ کیا 'اس نے صرف ۱۵۰ میٹر کے فاصلے سے اس پر راکٹ پھینکے 'اس دستے میں اسلم وزیر افغانی 'اور دار العلوم کراچی کے ہونہار طالب علم ''مولوی مطیع الرحمٰن'' کے علاوہ ''عدیل'' بھی پیش پیش تھے ــــ باڑی کے معرکے میں دو سال قبل عدیل کی ایک کلائی بری طرح ٹوٹ گئی تھی 'وہ ہاتھ ابھی تک سینے پر بندھا ہوا تھا 'یہ ایک ہی ہاتھ سے لانچر تھامے راکٹ پر راکٹ فائر کرتے رہے ــــ دشمن فوجی اس بلائے ناگہانی کی تاب نہ لا سکے اور مورچہ چھوڑ کر اس مہارت سے فرار ہوئے کہ ایک بھی بھاگتا نظر نہ آیا۔

مجاہدین کے ٹینک

پونے دس بجے مولانا نصر اللہ منصور کی تنظیم ''حرکت انقلاب اسلامی'' کے ۲ ٹینک آگئے 'ایک تو کچھ خرابی کے باعث آگے نہ جا سکا 'دوسرے نے بڑھ کر قرار گاہ اور اس کی حفاظتی پوسٹوں پر آگ برسانی شروع کی 'اور پیدل مجاہدین اس کی آڑ میں فائر کرتے اور نعرے لگاتے ہوئے بڑھنے لگے ــــ ابتدائی طبی امداد کا دستہ 'اور دفاعی مقاصد کیلئے کچھ مجاہدین تالاب ہی میں رکے رہے۔ کمانڈر نصر اللہ لنگڑیال کو بھی مرکزی کمانڈر گل مجید نے یہیں تعینات کیا 'اور خود آگے چلے گئے۔

ٹینک قرار گاہ اور اس کے بائیں طرف کی پوسٹ کے پاس پہنچا تو دشمن دونوں جگہ سے خندقوں کے راستے (جو قرار گاہ کو آس پاس کی پوسٹوں سے ملاتی تھیں) بھاگ کھڑا ہوا۔

دارالعلوم کراچی کے ہونہار طالب علم مولوی ''نورالامین'' سلمہ نے بتایا کہ ہم نے بھاگتے فوجیوں پر کلاشنکوفوں سے فائر کئے مگر وہ دیکھتے ہی دیکھتے پیچھے کی حفاظتی پوسٹ کے عقب میں غائب ہوگئے اور فوراً ہی ہم پر ۳ طرف سے زبردست فائر کی بارش شروع ہوگئی۔ قرار گاہ کے پیچھے کی حفاظتی پوسٹ کے عقب سے دشمن کا ایک ٹینک زمین دوز مورچے میں چھپا ہوا بے تحاشا آگ برسانے لگا' اس کی ہمیں صرف بیرل نظر آئی۔ اس کے بائیں طرف خاصے فاصلے پر ایک برجوں والا قلعہ تھا وہاں سے بڑی مشین گنوں' اور اینٹی ایئرکرافٹ (دہ شکہ) کی گولیاں بارش کی طرح آرہی تھیں' اور دائیں طرف جنوب مشرق کے دور کے ایک قلعے سے راکٹوں اور گولوں کی بارش ہونے لگی ـــــ

دشمن کے فائر کا خاص ہدف ہمارا ٹینک تھا' جو ایک افغان جانباز بڑی مہارت سے چلا رہا تھا' اسی کا سولہ سترہ سالہ بیٹا اس ٹینک کا توپچی تھا' یہ ٹینک دشمن پر گولے برساتا' اور اپنے بچاؤ کیلئے زگ زیگ کے انداز میں چلتا ہوا قرار گاہ کے پیچھے کی حفاظتی پوسٹ کی طرف بڑھ گیا' تاکہ اس کی اوٹ سے اپنی کارروائی جاری رکھ سکے۔

پیدل مجاہدین میں سے کچھ قرار گاہ میں اور کچھ بائیں طرف کی پوسٹ میں بھاگتے اور کرالنگ کرتے (پیٹ کے بل لیٹ کر کہنیوں سے چلتے) ہوئے جا گھسے۔ اس پوسٹ میں پہنچ کر کمانڈر گل مجید کی ہدایت پر عدیل' مطیع الرحمٰن اور دیگر راکٹ بردار مجاہدین نے دشمن کے ٹینک پر راکٹ فائر کئے' مگر وہ مورچے میں محفوظ تھا' راکٹ بیکار گئے ـــــ!

نصراللہ (لنگڑیال) نے تالاب سے یہ صورت حال دیکھتے ہی الیاس کشمیری' لیاقت کشمیری اور خالد محمود کراچوی کو وائرلیس پر اشارہ دیا' ان تینوں نے فوراً برجوں

والے قلعے پر تابڑ توڑ گولے برسائے 'اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سے فائر بند ہو گیا 'ادھر دشمن کے ٹینک پر بھی سکوت چھا گیا 'اور جس پوسٹ کے پیچھے یہ چھپا ہوا تھا 'ہمارے ٹینک کو قریب دیکھ کر دشمن وہاں سے بھی بھاگ کھڑا ہوا ___

ایک گھنٹے کی اس خوں ریز جنگ میں اب تک آٹھ افغان ساتھی شہید 'اور کئی زخمی ہو چکے تھے ' دور کے جنوب مشرقی قلعے سے گولوں اور راکٹوں کی بارش اب بھی جاری تھی ۔ اسی حالت میں کچھ ساتھیوں نے شہیدوں اور زخمیوں کو خشک تالاب میں پہنچایا مگر دشمن کے ٹینک سے 'اور برجوں والے قلعے سے دوبارہ فائر شروع ہو گیا۔

کلسٹر بم

اسی دوران ایک طیارہ شہر کی طرف سے آیا اور "کلسٹر بم" (جس میں بہت سارے "فضائی گرنیڈ" ہوتے ہیں 'اور ہر گرنیڈ تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا 'اور نو دس انچ موٹا ہوتا ہے) برساتا ہوا گذر گیا ___

دشمن کے اس چار رخے خوفناک حملے کا مقصد 'مفتوحہ قرار گاہ ' پوسٹوں اور مجاہدین کے ٹینک کو تباہ کرنا تھا 'اکثر ساتھی اس وقت قرار گاہ میں تھے 'اور غنیمت کا اسلحہ جمع کر رہے تھے ___ وہی طیارہ دوبارہ آیا 'اور اللہ کی یہ مدد ساتھ آئی کہ وہ فضائی گرنیڈ برسا کر اٹھ ہی رہا تھا کہ کسی نامعلوم گولے کا شکار ہوا 'اور دھویں کے بادل چھوڑتا ہوا ' دشمن ہی کے علاقے میں دور جا گرا 'اس کے برسائے ہوئے سارے گرنیڈ بھی میدان میں کھیت ہوئے ___

مطیع الرحمن سلمہ کا بیان ہے کہ اس دوران دشمن کے قلعے سے ایک گولہ آکر قرار گاہ میں پھٹا 'بیشتر مجاہدین قرار گاہ کے پختہ مورچوں میں پناہ لے چکے تھے 'لیکن ہمارے ساتھی عبدالعلیم جو فیصل آباد سے آئے تھے 'شدید زخمی ہو گئے ۔ ادھر ہمارے ٹینک کا کم سن توپچی جو ٹینک کی ٹوپی سے سر نکال کر ' دشمن کے ٹھکانوں کا جائزہ لے رہا تھا 'مشین گن کی ایک گولی اس کی گردن میں آکر لگی ___ یہ نوخیز پھول باپ کے دیکھتے ہی دیکھتے ان

شہیدوں میں شامل ہو گیا جو امت کے مستقبل کو یہ مژدہ سنا گئے ہیں کہ

سیلاب کی رفتار میں' موجوں کی تڑپ میں
ہم سینہ دریا پہ ابھرتے ہی رہیں گے

۱۲ بجے کے قریب دشمن کا فائر کم ہوا تو مجاہدین اپنے شہید توپچی اور نئے زخمیوں کو لیکر جھاڑیوں کی آڑ میں روانہ ہوئے' قرار گاہ کے باہر جنوب اور مغرب میں بڑے پیمانے پر بارودی سرنگیں بچھی ہوئی تھیں' کچھ "ٹینک شکن بارودی سرنگیں" دھوکہ دینے کیلئے' کھلی زمین پر بھی رکھی پائی گئیں' جن کے نیچے "بوبی ٹریس" لگے ہوتے تھے' تاکہ مجاہدین اٹھائیں تو یہ پھٹ پڑیں' لیکن یہ اس جھانسے میں آئے بغیر احتیاط سے تالاب تک جا پہنچے' غنیمت کا سارا اسلحہ بھی' جس میں طرح طرح کی مشین گنیں' چھوٹی بڑی توپیں' راکٹ لانچر' اور بے شمار گولہ بارود تھا۔ منتقل کر لیا گیا ادھر خالد محمود وغیرہ کے مورچوں سے دشمن پر بہت تیز گولہ باری شام تک ہوتی رہی' دشمن ٹینک بھی ان پر گولہ برساتے رہے ۔ وہاں ان کے ایک ساتھی عبدالستار بنگلہ دیشی زخمی ہو گئے ۔

نیپام بم

نماز ظہر کے بعد زخمیوں کو میران شاہ' اور شہیدوں کو محفوظ مقامات کے لئے گاڑیوں میں روانہ کر ہی رہے تھے کہ طیارے پھر سر پر آ گئے اور جنوب مغرب کی خالی بستیوں پر یہ سمجھ کر نیپام بم برساتے رہے کہ ان میں مجاہدین ہیں' آگ دور تک پھیل گئی' مگر مجاہدین کو آنچ تک نہ آئی' اسی دوران ایک اسکڈ میزائل دشمن ہی کے علاقے میں گر کر پاش پاش ہوا ___ نماز عصر کے بعد یہ فاتح مجاہدین والیم قلعہ کو اس حالت میں واپس ہوئے کہ قرار گاہ اور اس کی قریبی پوسٹوں کی تباہی کے بعد' باقی پوسٹیں بھی اس قابل نہ رہی تھیں کہ "شیخامیر" پر چند روز بعد ہونے والی یورش میں کوئی بڑی رکاوٹ پیدا کر سکیں ۔

اسی رات (رمضان المبارک کی چوتھی شب) خوست شہر کے جنوب مشرق میں ''چنار پوسٹ'' پر حملہ کیا گیا یہ شیخا میر کے تقریباً مشرق میں تھی ___ اس مہم میں افغان تنظیموں کے دوس بدوش عرب جانبازوں اور ''حرکۃ المجاہدین'' نے بھی حصہ لیا' ''حرکۃ المجاہدین'' کا مرکز پیچھے ''باڑی'' کی پہاڑیوں میں ۳ غاروں' چند کمروں' اور ایک مسجد پر مشتمل تھا ___

دارالعلوم کراچی کے طالب علم مولوی ''محمد غیاث خان'' کشمیر نے' جو ۲۰ شعبان ہی سے مفتوحہ ''شلکہ پوسٹ'' کے آس پاس پہرے داری' حمل و نقل' توپوں کی تنصیب اور مورچے وغیرہ بنانے میں شریک تھے' بتایا کہ رمضان کی دوسری اور تیسری شب ہم نے خندق میں گذاری جو ہم نے ''شلکہ پوسٹ'' اور ''چنار پوسٹ'' کے درمیان کھود رکھی تھی' پیش قدمی کا حکم کسی وقت بھی مل سکتا تھا' چوتھی شب مولانا جلال الدین حقانی کے ۲ ٹینک جن میں سے ایک کو ان کے بھائی ''حاجی خلیل'' چلا رہے تھے' پہنچ گئے۔ ان کے آتے ہی مولانا کے گروپ کمانڈر ''حاجی خان محمد'' ایک مختصر سے دستے کو لیکر آگے بڑھے' اور ''چنار پوسٹ سے ۴۰-۵۰ میٹر کے فاصلے پر رک گئے۔ آگے بیشمار بارودی سرنگوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ یہی بارودی سرنگیں ان کا ہدف تھیں۔

موت کے ''بیج'' ___ اور ''بارودی فیتہ''

افغانستان میں مجاہدین اور عوام کو جتنا جانی اور جسمانی نقصان ان سرنگوں سے پہنچا' شاید ہی کسی اور ہتھیار سے ہوا ہو یہ ''موت کے بیج'' پہلی جنگ عظیم کا تحفہ ہیں' اس سے پہلے دشمن کے گھڑ سوار دستوں کی پیش قدمی روکنے کیلئے ان کی راہ میں لوہے کے ''گوکھرو'' بچھائے جاتے تھے جن کے چاروں طرف نوک دار میخیں نکلی ہوتی تھیں۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران ان میں میخوں کے بجائے بارود بھر کر ''بارودی سرنگ'' کا نام دیا گیا۔ اب یہ پلاسٹک سے مختلف شکلوں اور مختلف جسامت کی بنائی جاتی ہیں۔ عموماً اتنی چھوٹی کہ باآسانی جیب میں رکھی جاسکیں' مگر کاری اتنی کہ جس کے پاؤں تلے آجائیں جان سے

ہاتھ دھوبیٹھے ورنہ معذوری تو یقینی ہے' دشمن کی راہ میں انہیں بچھانا اور چھپانا آسان ہے۔اس کی تیاری پر صرف ۳ ڈالر لاگت آتی ہے ___ دوسری جنگ عظیم سے اس ""خفیہ قاتل"" کی ایک زیادہ مہلک قسم استعمال ہونے لگی جو ٹینک کو بھی ناکارہ بنادیتی 'اور ""ٹینک شکن بارودی سرنگ"" کہلاتی ہے۔

کم قیمت آسان اور انتہائی موثر ہونے کے باعث مغربی طاقتوں نے مصر' انگولا' موزمبیق' کمبوڈیا' ویت نام وغیرہ میں ___ اور اب سب سے زیادہ افغانستان میں ___ ان کا بے دریغ استعمال کیا۔امریکہ کے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے ایک رپورٹ جس کا نام ""خفیہ قاتل"" ہے' جولائی ۱۹۹۳ء میں جاری کی ہے' اس کے مطابق افغانستان میں جہاد کے دوران ساڑھے تین لاکھ سے ۵ لاکھ افراد ان کا شکار ہوچکے ہیں' افغانستان کے طول وعرض میں بچھائی گئی بارودی سرنگوں کی تعداد ۶ کروڑ ہے' جنہیں ہٹانے کیلئے عام طریقے استعمال کئے جائیں تو ""ہلال احمر"" کی رپورٹ کے مطابق چار ہزار تین سو (۴۳۰۰) سال کا عرصہ درکار ہوگا۔[1]

ان ""موت کے بیجوں"" سے راستہ صاف کرنے کیلئے مجاہدین اب تک جو طریقہ سمجھ میں آیا استعمال کرتے رہے بہت سے صفائی کے دوران انہی کا شکار ہوگئے ___ شاید آج پہلا موقع تھا کہ ان کا بیج مارنے کیلئے مجاہدین ""بارودی فیتہ"" استعمال کر رہے تھے' یہ ایک بار استعمال ہوکر ختم ہوجاتا ہے' اور جتنا لمبا ہو' اتنی ہی لمبائی میں صرف ایک فٹ چوڑا راستہ ""خفیہ قاتلوں"" سے صاف ہوجاتا ہے ___ حاجی خان محمد نے یہ فیتہ آگے پھینک کر' ایک کنارے کو' جوان کے ہاتھ میں تھا' بیٹری سے کرنٹ دیا' فیتہ پھٹا اور جانبازوں کیلئے ایک ایک کی لائن میں' احتیاط سے' گذرنے کا راستہ صاف ہوگیا۔

سحری کے وقت ۴ مورچوں سے ""چنار پوسٹ"" پر ایک گھنٹے تک لگاتار گولہ باری کی گئی' اور نماز فجر کے فوراً بعد ۷۰ مجاہدین نے ۳ طرف سے پیش قدمی شروع

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۵ جنوری ۱۹۹۴ء (مڈویک میگزین ص ۴ - ۵)



اینٹی ٹینک اینٹی پرسنل زمین دوز سرنگیں اور بارودی فیتہ



مجاہدین کے زمین دوز مورچوں کا ایک منظر



دشمن کا پھینکا ہوا
ایک میزائل جس
نے پھٹنے سے انکار
کر دیا



مندرجہ بالا
کیفیت سے
دوچار ایک اور بم

کی 'ایک ٹینک دائیں طرف سے اور دوسرا سامنے سے 'گولے برساتا ہوا بڑھا ___ بارودی سرنگیں جو ٹینک شکن نہ ہوں 'اس کی چین کے نیچے آکر ناکارہ ہوتی جاتی ہیں 'اور پیچھے آنے والوں کیلئے راستہ صاف ہوتا جاتا ہے ___ پیدل مجاہدین کی دو دو قطاریں ہر ٹینک کی چینوں کے نشان پر نعرے لگاتی اور فائر کرتی ہوئی آگے بڑھنے لگیں ___ ایک پانچویں قطار خاموشی سے 'بائیں طرف کے اس راستے پر ہولی 'جو رات حاجی خان محمد نے صاف کیا تھا ___

دشمن نے "چنار پوسٹ" اور اس کے دائیں بائیں کے مورچوں سے ہر قسم کا فائر بے تحاشا کھول دیا تھا۔ حملہ آور مجاہدین سے دائیں طرف خاصے فاصلے پر قدرے پیچھے 'اس کا ایک ٹینک "گرگرے مورچے" میں چھپا کھڑا تھا' وہ بھی گولے برسانے لگا ___ اس ٹینک کے پیچھے چھپے ہوئے ۵ ۲ جانباز اسی لمحے کے منتظر تھے 'وہ اس پر بجلی بن کر ٹوٹ پڑے 'ٹینک کے فوجیوں پر یہ حملہ ایسا اچانک ہوا کہ وہ حوصلہ کھو بیٹھے ' ۳ پکڑے گئے ' اور باقی ٹینک وہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے ___ چند لمحوں کی اس کارروائی سے "چنار پوسٹ" ایک بڑے سہارے سے ہاتھ دھو بیٹھی۔

ادھر مجاہدین کا ایک ٹینک 'جس کے پیچھے بیرونی حصے پر ایک افغان جانباز "ملا قندھاری" بیٹھے فائر کر رہے تھے 'اور پیچھے آنے والے پیادہ مجاہدین کی رہنمائی بھی کرتے جاتے تھے ' پوسٹ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک ایک دھماکہ سے اس کی چین ٹکڑے ہو کر بکھر گئی ___ "ٹینک شکن بارودی سرنگ" نے دشمن کے راکٹوں کو یہ غیر متحرک آسان ہدف مہیا کر دیا تھا ___ وہ اس پر بے تحاشا برس پڑے 'اندر کے ۵ میں سے کئی ساتھی زخمی ہو گئے ___ اور ملا قندھاری ۲ ساتھیوں سمیت شہیدوں کے مقدس قافلے سے جا ملے ___ مگر

موت کو سمجھے ہیں غافل' اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

چنار پوسٹ کی فتح

مگر اس دوران حاجی خلیل کا ٹینک آگ برساتا ہوا' پوسٹ تک پہنچ چکا تھا' پیادہ مجاہدین اس کی آڑ سے نکل کر بھوکے شیروں کی طرح پوسٹ میں جا گھسے' دائیں بائیں کے جانباز بھی یکبارگی ہلہ بول کر نعرے لگاتے اور کلاشنکوف کے برسٹ مارتے ہوئے جھپٹ پڑے' اس ۳رخی تند و تیز یلغار سے بوکھلا کر دشمن بھاگ نکلا۔ مجاہدین نے تعاقب کیا' دریا کے کنارے ایک گاؤں کے پاس اس کے دو ٹینک کھڑے تھے' فوجیوں نے دریا عبور کرنے سے پہلے ایک کو خود آگ لگادی' تاکہ مجاہدین استعمال نہ کرسکیں۔ دوسرا بھاگنے کی کوشش میں دریا کی دلدل میں جا پھنسا ___ گاؤں کے مکین گھروں کو کھلا' اور گھرستی کا سارا سامان' جس میں کھانے پینے کا بھی ہر قسم کا سامان تھا جوں کا توں چھوڑ کر جاچکے تھے۔ پاس ہی ایک تباہ شدہ طیارہ کھیت میں بکھرا پڑا تھا۔

اگلی رات دائیں طرف کی "مکتب پوسٹ" بھی فتح ہوگئی' مجبوراً بائیں طرف کے مورچے بھی دشمن نے لڑے بغیر خالی کردیئے ___ لیکن ان مورچوں کی طرف بڑھتے ہوئے ۳ جوشیلے نوجوان بارودی سرنگوں سے یہاں بھی شہید ہوئے۔

غرض ۵ رمضان تک دریائے کے جنوب مشرقی کنارے کا یہ خاصا طویل علاقہ دشمن سے صاف ہوگیا ___ یہاں سے ہوائی اڈہ دریا کے پار شمال مشرق میں کوئی ۳ کلو میٹر پر تھا' سامنے دریا کے پار شمال میں تقریباً ایک کلو میٹر پر خوست کا سب سے بڑا فوجی مرکز "قلعہ تختہ بیگ" تھا' شہر وہیں سے شروع ہوتا ہے' اور شہر کے پیچھے ریڈیو اسٹیشن کی عمارت کے پاس ایک پہاڑی پر "قلعہ متون"۔ یہ دونوں قلعے جو خوست کے سب سے اہم جنگی مراکز تھے' بے تحاشا آگ برسا رہے تھے' ایئرپورٹ کی توپوں نے بھی آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا ___ حاجی خلیل نے اپنا ٹینک دریا کے کنارے' مورچے میں محفوظ کر کے ان سب کو نشانہ بنانا شروع کردیا ___

دشمن کی فضائی بمباری کا سلسلہ یکم رمضان ہی سے بہت تیزی پر تھا، مگر طیارے میزائلوں کے خوف سے نیچے آئے بغیر ہی بہت بلندی سے بم پھینک پھینک کر اپنا بوجھ ہلکا کر رہے تھے، جن کا نشانہ سے کوئی واسطہ نہ تھا، قسمت کا مارا کوئی جہاز نیچے آبھی جاتا تو اسے لینے کے دینے پڑ جاتے۔

آسمانی رسد

۷ یا ۸ رمضان کو اللہ تعالیٰ کی نصرت کا یہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ حاجی خلیل کے پاس گولے ختم پر آگئے، مولوی غیاث کشمیری، جو اس وقت وائرلیس کی ڈیوٹی پر تھے، بتاتے ہیں کہ حاجی صاحب نے وائرلیس پر مولانا حقانی سے ٹینک کے گولے طلب کئے۔ وہاں سے کسی اطمینان بخش جواب کا انتظار ہی تھا کہ دشمن کے دو ٹرانسپورٹ طیاروں نے بہت بلندی سے تقریباً ۲۲ پیراشوٹ پھینکے، خوست کیلئے پھینکی گئی یہ رسد بہت بڑے بڑے صندوقوں میں تھی، کچھ پیراشوٹ دریا میں، باقی سب کے سب اس گاؤں میں اور اس کے آس پاس آکر گرے۔

صبح کا وقت تھا، ہم نے دو ڈبکس کھولے تو خوراک اور طرح طرح کا اسلحہ نکلا ___ اکثر میں ٹینک کے گولے تھے، ہر بکس میں ۹-۹ گولے ڈبوں سمیت۔ پھر اسی طرح کی "آسمانی رسد" کئی روز تک دن میں کئی کئی بار آتی رہی ___ اتنے گولے تو حاجی خلیل نے مانگے بھی نہ تھے ___!

ایئرپورٹ کے مشرق میں "کوچیوں کے علاقے" اور "فاران باغ" کی طرف سے جہاں مجاہدین رمضان سے پہلے ہی دریا عبور کر کے اپنے مراکز قائم کر چکے تھے، یکم رمضان سے ان کی توپیں ایئرپورٹ اور شہر کے فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنا رہی تھیں اور ان کے جانباز دستے آگے بڑھ کر راستے کی پوسٹوں اور مورچوں کا صفایا کرنے، اور پیچھے سے اپنی رسد اور کمک کو منظم کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

"فاران باغ" کی طرف سے

دارالعلوم کراچی کے خاموش مزاج طالبعلم "مولوی محمد ابراہیم کشمیری" جن کا گھر کراچی میں ہے' اور کہنہ مشق ڈرائیور ہیں رمضان سے ۲ روز قبل' اسی دن "باڑی" کے مرکز پہنچے تھے جس دن "فاران باغ" کا قصبہ فتح ہوا۔ اسی وقت سے مجاہدین اور سامان کو "فاران باغ" اور "چنار پوسٹ" کے محاذوں پر لانے لیجانے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔

یہ بتاتے ہیں کہ مفتوحہ میدانی علاقے میں جگہ جگہ بے شمار بارودی سرنگیں اب تک چھپی ہوئی تھیں' اور آئے دن پھٹتی رہتی تھیں۔ مجاہدین نے انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر' اور گاڑیاں چلا چلا کر ــــــ اور بہت سے مواقع میں جانی نقصان اٹھا کر ــــــ جو راستے بنالئے تھے' ہم انہی راستوں پر گاڑی چلاتے تھے۔ اس میں ہمیں کئی احتیاطوں کی پابندی کرنی پڑتی تھی۔ ایک یہ کہ گذرنے والی گاڑیوں کے پہیوں سے' کچی زمین میں جو دو نالیاں سی بن گئی تھیں' ہماری گاڑی کے پہیے بھی انہی نالیوں میں چلیں کہ صرف انہی نالیوں کا بارودی سرنگوں سے پاک ہونا یقینی تھا۔ دو چار انچ ادھر ادھر ہو جائیں' تو سرنگیں پھٹ کر جان لے سکتی تھیں ــــــ دوسری یہ کہ مجاہدین کی گاڑیوں نے یہ راستے "زگ زیگ" کے انداز میں بنائے تھے' تاکہ گھات میں رہنے والی دشمن کی دور مار توپیں اور طیارے انہیں آسانی سے نشانہ نہ بنا سکیں ــــــ تیسری یہ کہ ہم گاڑی اتنی تیز چلاتے کہ غبار خوب اٹھے' اور گاڑی اس میں چھپ جائے' دشمن غبار پر گولے پھینکتا' گاڑی اس سے بہت آگے جا چکی ہوتی ــــــ آنکھ مچولی کا یہ کھیل شب و روز جاری تھا۔ رات کو اس "پل صراط" پر یہ دوڑ' گاڑی کی ساری بتیاں بند کر کے لگائی جاتی تھیں۔

ایک بار میری گاڑی کا پانی ختم ہو گیا' دن کا وقت تھا' مجبوراً ایک تالاب کے پاس رکنا پڑا' میں بونٹ کھول کر پاس ہی پڑے ہوئے ایک مستعمل گولے کے خول سے

پانی بھر کر ٹنکی میں ڈال رہا تھا کہ ٹینک کا ایک زناٹے دار گولہ اتنے پاس سے گذرا کہ سیکنڈ بھر میں بہت کچھ سکھا گیا ـــــ

ایک مرتبہ دشمن طیارہ ایسا اچانک سر پر آیا کہ گاڑی روک کر کسی پناہ کی طرف بھاگنے کا تصور بھی ممکن نہ رہا، یہ یقین کر کے کہ آخری وقت آگیا ہے، کلمہ پڑھا، اور پڑھتے پڑھتے گاڑی چلاتا رہا، جہاز نے بالکل سر پر آکر ۲ بم پھینکے، نشانہ خطا گیا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس کے پاس اب کوئی اور بم باقی نہ بچا تھا۔

دارالعلوم کراچی کے ایک نوخیز طالبعلم ''حافظ محمد سجاد'' جو ضلع رحیم یار خان سے تعلق رکھتے ہیں، ۶ رمضان تک ''باڑی'' میں ''حرکۃ المجاہدین'' کے مرکز میں تراویح پڑھاتے رہے، یہ بتاتے ہیں کہ تنظیم کے امیر ''مولانا فضل الرحمٰن خلیل'' کی ہدایت پر ۷ رمضان کو ہم دس ساتھی ''فاران باغ'' کے لئے روانہ ہوئے، مولوی محمد ابراہیم ہمیں دریا کے پاس گاڑی سے اتار کر ''فاران باغ'' سے واپس ہونے والے مجاہدین کے انتظار میں رک گئے ـــــ دریا کی گہرائی تو موسم سرما کے باعث ناف سے ذرا اوپر تھی، لیکن اس کا برفاب خون منجمد کئے دے رہا تھا، اور دھارا اتنا تند و تیز کہ پاؤں زمین پر ٹکتے نہ تھے۔ بہت ہی مشکل سے ہم اپنا پورا زور لگا کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے کہ ''قلعہ متون'' سے دشمن کے گولے آنے لگے۔ بار بار تیز برفانی دھارے کے سامنے جسم کی طاقت اور حرارت جواب دے جاتی، اور گولے موت کا پیغام سنانے لگتے ـــــ

اللہ اللہ کر کے یہ مرحلہ طے ہوا، اور ہم سرسبز و شاداب قصبے ''فاران باغ'' جا پہنچے، یہاں مکانات پختہ تھے۔ ''حرکۃ المجاہدین'' کی طرف سے یہاں ہمارے امیر ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک نوجوان ''محمد اکرم'' صاحب تھے۔ ہمارے پہنچتے ہی انہوں نے یہاں کے دس مجاہدین کو باڑی واپس بھیج دیا کہ چند روز وہاں رہ کر تازہ دم ہو آئیں۔

یہاں مجاہدین کی تعداد زیادہ نہ تھی، کچھ افغان اور عرب بھائی تھے، کچھ ''حرکۃ

المجاہدین'' کے ساتھی ۔بہت بڑی تعداد آگے ایئر پورٹ کے بالکل پاس پہنچ چکی تھی 'جہاں انہوں نے جگہ جگہ مورچے وغیرہ بناکر کارروائیاں شروع کر دی تھیں ۔نئے مورچے بنانے 'اور توپوں وغیرہ کی تنصیب کیلئے طرح طرح کا سامان فاران باغ کے راستے مسلسل آگے جارہا تھا' بڑے پیمانے کی نقل وحمل کیلئے مجاہدین' دشمن سے چھینے ہوئے دیوہیکل ''ہینو ٹرک'' استعمال کر رہے تھے 'جو دریا کو ایسے مقامات سے عبور کرتے تھے جہاں اس کا پاٹ چوڑا 'اور گہرائی کم تھی____

کچھ روز پہلے تک تو فاران باغ میں کھانے پینے کا سامان ''باڑی'' کے مرکز سے آتا رہا۔پھر آگے کا ایک گاؤں دشمن خالی کر گیا تو مجاہدین کے چھوٹے چھوٹے دستے یہ سامان حسب ضرورت وہاں سے اٹھا کر لاتے رہے۔

میں یہاں دوپہر کو پہنچا تھا'اسی شام ''اکرم صاحب'' نے ہم ۵ ساتھیوں کو ''الیاس صاحب'' کی قیادت میں وہاں بھیجا'ہم خاموشی سے کھلے میدان اور ایک ہیلی پیڈ سے گذرتے ہوئے اس گاؤں میں پہنچے 'سارے گھر کھلے پڑے تھے 'جن میں گھرستی اور کھانے پینے کا سامان وافر موجود تھا' مرغیاں اور مویشی ادھر ادھر پھر رہے تھے____ قبرستان کے سے اس سناٹے میں ہم نے جلدی جلدی ضرورت کا سامان جمع کیا'کئی گدھے بھی گھوم رہے تھے 'ایک پر سامان لادا 'اور جتنا جتنا ممکن ہوا خود بھی اٹھا کر واپس گاؤں کے کنارے پہنچے تو مغرب ہو رہی تھی 'اور____ دشمن کے شمالی مورچوں سے فائرنگ شروع ہوگئی تھی 'یہ روشنی والی بڑی بڑی گولیاں اسی میدان سے گذر رہی تھیں جسے ہمیں عبور کرنا تھا' الیاس صاحب نے بتایا کہ رات کی یہ ''احتیاطی فائرنگ'' دشمن کے معمول کا حصہ ہے۔

ہم ایک ایک کر کے میدان سے کبھی بیٹھ کر 'کبھی لیٹ کر 'اور کبھی بھاگ کر گذرنے لگے ۔میں نے چینی کی ایک چھوٹی بوری کندھے پر اٹھا رکھی تھی 'ایک گولی سنسناتی ہوئی اتنے قریب سے گذری کہ میں گھبراہٹ میں گر پڑا' جہاد میں شرکت کا یہ میرا پہلا موقع تھا۔خدا خدا کر کے میدان ختم ہوا اور میں نے ایک ٹوٹے پھوٹے ویران گھر کی اوٹ

میں بیٹھ کر روزہ افطار کیا۔باقی ساتھی بھی سلامتی سے پہنچ گئے____

طیارے ہر رات بمباری کرتے رہے' دشمن کی توپوں نے بھی آسمان سر پر اٹھائے رکھا' ایک روز ایک اسکڈ میزائل بھی قریب کے میدان میں گر کر پاش پاش ہوا' مگر اب میں ان چیزوں کا عادی ہو گیا تھا____ بلکہ مزا آنے لگا تھا۔

اگرچہ عشق میں آفت بھی ہے' بلا بھی ہے
مگر برا نہیں یہ درد کچھ' بھلا بھی ہے

مزید کامیابیاں

۵ رمضان کے لگ بھگ' خوست شہر کے شمال مغرب میں ایک بڑی کامیابی یہ ہوئی کہ وہاں کی پہاڑی چوٹی جو "کیکا زیارت بابا" کے نام سے معروف ہے فتح ہو گئی[1] اس پر مجاہدین کی شمالی شوریٰ (کمیٹی) نے حملہ کیا تھا۔اس چوٹی کی اہمیت شمال مغرب میں تقریباً ایسی تھی جیسی جنوب مشرق میں "تور غڑہ" کی____ یہاں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر بھی شکار کیا گیا____ اب وہاں کے جانباز باقی ماندہ میدانی پوسٹوں[2] تیزی سے صفایا کر رہے تھے۔ وہاں سے بھی شہر کی طرف پیش قدمی کی راہ میں دریا حائل نہ تھا۔

۶ یا ۷ رمضان کو "شیخا میر" پر تینوں طرف سے بھرپور حملہ کیا گیا' اس میں دشمن کے قلعوں' پوسٹوں' پختہ مورچوں' خندقوں اور فوجی ساز و سامان کی بہتات تھی' مرکزی قلعہ ایک ٹیلے پر تھا' دشمن نے جم کر مقابلہ کیا' اس کی فضائیہ نے' اور خوست شہر کے قلعوں اور ایئرپورٹ کی دور مار توپوں نے بھی قیامت برپا کر دی۔لیکن غازی جو "فتح یا شہادت" کا عزم لے کر نکلتے تھے' اپنے زخمیوں اور شہیدوں کی پروا کئے بغیر آگے بڑھتے گئے۔ان کی توپوں اور ۲ ٹینکوں نے بھی دشمن کے چیتھڑے بکھیرنے میں کوئی کسر نہ

---

[1] اس چوٹی سے متعلق جملہ معلومات مجھے "عدیل سلمہ" نے فراہم کی ہیں۔

چھوڑی' تاہم آخری مرحلے میں ان دونوں ٹینکوں کو تباہی کا سامنا کرنا پڑا___!

"نورالامین" جو والیم قلعہ میں تھے کہتے ہیں کہ "شیخا میر" کی جنگ ہم بہت دور سے دیکھ رہے تھے' اور سراپا دعا بنے ہوئے تھے___ ظہر کے وقت خوفناک دھماکوں اور دھوئیں کے مرغولوں میں ہمیں دشمن کے بھی ۲ ٹینک سلگتے نظر آئے' ان کے اندر رکھے ہوئے گولے اڑاڑ کر جنوب کے پہاڑوں سے اپنا سر پھوڑنے لگے۔ ۳ بجے کے قریب دشمن کے ۲ طیارے اچانک ہمارے اوپر سے نیچی پرواز کرتے ہوئے شیخا میر کی طرف گئے' ہم اور زیادہ رو رو کر دعائیں کرنے لگے۔ ایک تو بم پھینک کر چلتا بنا' دوسرے کو شکار کر لیا گیا___ تھوڑی دیر بعد رفتہ رفتہ دھماکے کم ہوتے گئے' پھر وائرلیس پر اطلاع ملی کہ دشمن بھاگ رہا ہے' اس کا تعاقب شروع ہو گیا ہے۔

اس فتح سے مجاہدین کو ۸ صحیح سالم ٹینکوں سمیت بے شمار اسلحہ اور بے حد و حساب ساز و سامان ہاتھ آیا' سب سے بڑھ کر یہ کہ اب مشرق سے مغرب تک دریائے شامل کا پورا جنوبی کنارا دشمن سے صاف ہو چکا تھا (سوائے کرڑی پوسٹ کے کہ اس پر جھڑپیں جاری تھیں) اور خوست شہر پر دھاوا بولنے کیلئے صرف دریا عبور کرنے کا مرحلہ باقی رہ گیا تھا___ شیخا میر کی قیمت مجاہدین کو بہت سے زخمیوں اور شہیدوں کی صورت میں ادا کرنی پڑی___

موت کی لیکن' دل دانا کو کچھ پروا نہیں
شب کی خاموشی میں جز ہنگامہ فردا نہیں

دریا پار (شمالی کنارے پر) فاصلے فاصلے سے دشمن کی بہت سی دفاعی پوسٹیں تھیں' ان کی سرکوبی کیلئے مجاہدین کے سرفروش دستے' مشرق سے مغرب تک جنوبی کنارے اور وہاں کی خالی بستیوں میں پھیل گئے' ان کی تابڑ توڑ گولہ باری نے دشمن کو نئی پوسٹیں اور مورچے بنانے سے باز رکھا اور اسے سخت نقصان پہنچایا۔ اب وہ ایسے مقامات

تلاش کر رہے تھے جہاں سے دریا عبور کرنا نسبتاً آسان اور جنگی حکمت عملی کے زیادہ مناسب ہو۔

المناک حادثہ

"حرکۃ الجہاد" کے جانباز جو کمانڈر نصراللہ (لنگڑیال) کی قیادت میں "شیخا میر" کے قریب ایک ساحلی بستی "سہ گئی" میں آگئے تھے، رمضان کی تقریباً دسویں شب کو بہت سے افغان اور عرب بھائیوں کے ساتھ وہاں سے آزمائشی طور پر دریا پار کرنے اور دوسرے کنارے کا جائزہ لینے (ریکی) کی غرض سے نکلے، ابھی دریا کو پار کرنے کیلئے مناسب مقام کی تلاش جاری تھی کہ ۸ عرب جانباز جنہیں پہاڑی دریا کی شوخیوں کا اندازہ نہ تھا اس میں اتر پڑے، ساتھیوں کو خبر اس وقت ہوئی جب برفاب کا سرکش دھارا انہیں اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔ بچانے کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔

۸ ساتھیوں کے اس طرح چھن جانے کے باعث بقیہ رات اس تردد میں گذر گئی کہ دریا پار کریں، یا واپس جائیں؟ سحری کے وقت دشمن کے فائروں نے آسمان سر پر اٹھالیا، بہ مشکل نماز فجر کے بعد واپسی ہوئی۔

پرخطر لیکن ناگزیر

"چنار پوسٹ" کے سامنے بھی دریا کے شمالی کنارے کے ساتھ ساتھ دشمن کے کئی قلعے، ٹینکوں کے دستے، اور ان کے پیچھے شمال ہی میں دشمن کا مضبوط ترین قلعہ "تختہ بیگ" تھا، جب تک یہ قلعے زیر نہ ہوں اس طرف سے بھی دریا عبور کرنا ممکن نہ تھا ــــ ان رکاوٹوں سے نمٹنے کیلئے ایک مرحلہ وار منصوبے پر عمل کرنا پڑا، جو پرخطر بھی تھا ناگزیر بھی ــــ تاہم اس کیلئے دشمن کا ایک "عضو ضعیف" تلاش کر لیا گیا تھا۔

"حرکۃ المجاہدین" کے مرکزی کمانڈر "مولوی شبیر احمد" چنار پوسٹ کی قریبی بستی سے تقریباً ۱۵ ساتھیوں کے ہمراہ دریا کے کنارے کنارے مشرق کی طرف چل کر ایئرپورٹ کے جنوب میں جا پہنچے۔ یہ رمضان کی ۱۳ویں شب تھی ـــــ یہاں دریا کے پار سامنے دشمن کی ایک بستی تھی 'اوراس کے پیچھے کچھ فاصلے پر ایئرپورٹ کا علاقہ شروع ہوتا تھا' وہیں ایئرپورٹ سے متعلق ایک دورافتادہ عمارت بھی تھی 'شہر یہاں سے تقریباً شمال مغرب میں تھا ـــــ مشرق سے "فاران باغ" کے مجاہدین پہلے سے ایئرپورٹ پر تابڑتوڑ حملے کررہے تھے "کوچیوں کے علاقے" اور شمال سے بھی شہر پر حملوں کی شدت بڑھتی جارہی تھی 'اور دشمن فوجیں ان کے ساتھ بری طرح الجھی ہوئی تھیں ـــــ مولوی شبیر صاحب کو اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے 'یہاں سے دریا عبور کر کے سامنے کی بستی پر قبضہ کرنا تھا۔ ان کے سب ساتھی تیراک تھے۔

نصف شب کے قریب ان کے پیچھے (جنوب) سے مجاہدین کی توپوں نے اس بستی پر اچانک شدید گولہ باری شروع کی 'اور کئی گھنٹے بعد 'جب یہ اندازہ ہوا کہ بستی کو دشمن خالی کر چکا ہوگا 'آخر شب میں ان جانبازوں نے اس فائر کے سائے میں دریا کو نہایت خاموشی سے عبور کرلیا 'بستی خالی پڑی تھی 'کسی مزاحمت کے بغیر قبضے میں آگئی۔ دشمن جو ایئرپورٹ کی دورافتادہ عمارت اور مورچوں کی طرف پسپا ہوچکا تھا 'ان مجاہدین سے بے خبر تھا جو بستی میں پہنچ چکے تھے ـــــ! ان کے تحفظ 'اور بستی پر ان کا قبضہ برقرار رکھنے کیلئے پیچھے (جنوب) سے مجاہدین کی توپیں دشمن کی عمارت اور مورچوں کو نشانہ بناتی رہیں ـــــ

۱۶ جانبازوں کا یہ دستہ 'فائر کے سائے میں دن بھر اپنی پوزیشن مستحکم بنانے میں مشغول رہا 'بھوکے پیاسوں کیلئے 'دشمن کے علاقے میں یہ سخت آزمائش کا دن تھا 'لیکن دشمن کے شکستہ حوصلے نے یہ مرحلہ آسان کردیا ـــــ ان میں ۱۱ جانباز "حرکۃ المجاہدین" کے 'اور باقی ۵ 'دینی مدارس کے افغان طلبہ تھے جن کا تعلق مولانا جلال الدین حقانی کی تنظیم سے تھا۔ منصوبے کی تفصیل تو انہیں بھی معلوم نہ تھی 'لیکن یہ احساس ذمہ داری ان کے حوصلوں کو "دوآتشہ" کرنے کیلئے کافی تھا کہ جو کردار انہیں سونپا گیا ہے 'وہ

شہر خوست کی فتح میں کلیدی اہمیت کا حامل ہے اور ذرا سی بے احتیاطی پورے منصوبے کو ناکامی سے دوچار کر سکتی ہے ___ ہر ایک کا دل اس "بانگ درا" کو سن رہا تھا کہ

"آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں"

دوڑتی لکیر

اس صبح (۱۳ رمضان) کو "حرکۃ المجاہدین" کے دیرینہ رضاکار "مولوی سہیل احمد"[۱] اس دستے کی خیر خبر لینے کیلئے مولانا جلال الدین حقانی کے گروپ کمانڈر "حاجی خان محمد" کے پاس پہنچے، وہ اس وقت دریا کے جنوبی کنارے کے پاس ایک مکان میں وائرلیس پر مختلف محاذوں کی خبریں لے رہے تھے ___

مولوی سہیل احمد بتاتے ہیں کہ "میں اور ایک ساتھی اس مکان کی چھت پر چڑھ کر دشمن کا علاقہ دیکھنے لگے، دوربین سے شہر اور "قلعہ متون" صاف نظر آرہا تھا۔ نئے ایئرپورٹ پر، جو شہر کے شمال مشرق میں ہے، اس طرف کے مجاہدین نے زبردست حملہ کیا ہوا تھا، دھماکے اور فائرنگ کی آوازیں حملے کی شدت کا پتہ دے رہی تھیں ___ اچانک قلعہ متون سے ایک ہیلی کاپٹر اڑا، اور نیچی پرواز کرتا ہوا ان حملہ آور مجاہدین پر گولیاں اور راکٹ برسانے لگا، فائرنگ کے شعلے اور دھوئیں کی لکیریں ہمیں بغیر دوربین کے بھی نظر آئیں ___ فوراً مجاہدین کے دھماکے اور فائر ایسے بند ہوئے جیسے دودھ کے ابال پر پانی ڈال دیا گیا ہو۔ ہیلی کاپٹر بھی واپس قلعہ متون میں جا اتارا ___!

تھوڑی دیر بعد مجاہدین پھر آندھی اور طوفان بن کر حملہ آور ہو گئے، وہی ہیلی کاپٹر پھر وہاں پہنچا تو پیچھے سے راکٹ کے ۲ شعلے اس کی طرف لپکے، وہ ان سے بچ کر پیچھے مڑا

---

[۱] اس طرف سے ہونے والی کارروائیوں کی ساری تفصیل میں نے ان ہی سے باربار کی نشستوں میں دریافت کرکے قلمبند کی ہے۔ یہ اب دارالعلوم کراچی کے "درجہ تخصص فی الافتاء" میں زیر تربیت ہیں۔ رفیع ۲۳/۱۰/۱۴۱۴ھ

ہی تھا کہ سامنے کی چھوٹی پہاڑیوں سے دھویں کی ایک لکیر تیزی سے اس کی طرف دوڑتی ہوئی نمودار ہوئی' وہ بچنے کیلئے اوپر ہوا' لکیر بھی اوپر گئی' اور ہیلی کاپٹر میں جا گھسی ــــ ریموٹ سے کنٹرول کیا جانے والا میزائل اس کے پرخچے اڑا چکا تھا!

رات کو حاجی خان محمد نے بھی ۱۵ تیراک جانبازوں کے ساتھ' جن میں سہیل احمد اور حافظ رب نواز سمیت کئی ساتھی "حرکۃ المجاہدین" کے تھے' دریا عبور کر لیا ــــ آسمان صاف تھا' ۱۴ویں کا چاند پورے ماحول پر آب و تاب سے چاندنی بکھیر رہا تھا' بستی کی طرف جاتے ہوئے اس دستے کو دشمن طیارے نے تاک لیا' اور بہت بلندی سے کلسٹر بم پھینکے' لیکن یہ کسی نقصان کے بغیر بستی کے فاتح ساتھیوں سے جا ملے ــــ یہ ان کے لئے کھانا بھی لائے تھے اور مزید اسلحہ بھی۔

صبح (۱۴ رمضان کو) ۸ بجے کے قریب ایئر پورٹ کی اسی عمارت سے بکتر بند گاڑیاں نمودار ہوئیں' پیچھے پیدل فوجی بھی تھے' وہ فائرنگ کرتے ہوئے' بستی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان سرفروشوں نے' جو ایسی ہر صورت حال سے نمٹنے کیلئے پہلے سے مورچہ زن تھے' ڈٹ کر مقابلہ کیا' پیچھے (جنوب) سے مجاہدین کی توپوں نے بھی گولہ باری کی۔ ۲ گھنٹے کی لگاتار جھڑپ کے نتیجے میں فوجیوں کو اپنی کئی لاشیں چھوڑ کر اسی عمارت میں پسپا ہونا پڑا ــــ

دوسرا مرحلہ

دشمن کی اس نیم دلانہ کوشش سے یہاں اس کی نفری کی قلت' اور ٹوٹے ہوئے حوصلوں کا مجاہدین کو خوب اندازہ ہو گیا۔ اب وہ زیادہ خود اعتمادی سے اگلا مرحلہ شروع کرنے کیلئے تیار تھے۔

یہاں "سہیل" سمیت کچھ جوانوں کو مولوی شبیر صاحب کی قیادت میں چھوڑ کر' حاجی خان محمد تقریباً ۱۲ ساتھیوں کے ہمراہ' مغرب کی طرف دریا کے کنارے کنارے ان چھوٹے چھوٹے چار قلعوں کی سرکوبی کیلئے روانہ ہو گئے جو یہاں سے "چنار پوسٹ"

تک کے علاقے کے مجاہدین کیلئے دریا پار کرنے میں سد راہ بنے ہوئے تھے۔ان قلعوں پر مجاہدین کی توپوں اور ٹینکوں نے جنوبی کنارے سے گولے برسانے شروع کر دیئے تھے ـــــ ”حرکۃ المجاہدین“ کے کہنہ مشق جانباز ”حافظ رب نواز“ بھی حاجی صاحب کے ساتھ گئے ـــــ شوق شہادت اور اللہ پر توکل کا ”زادراہ“ بھی ساتھ لے گئے۔

قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا
غیر یک بانگ درا کچھ نہیں ساماں تیرا

تیسرا مرحلہ

عین اسی وقت یہاں سے بہت دور مغرب میں ”حرکۃ الجہاد“ کے کمانڈر نصر اللہ نے ”سہ گئی“ بستی میں اپنا قائم مقام مولوی عبدالقیوم کو مقرر کیا۔اور خود تقریباً ۱۲ ساتھیوں کو لیکر' دریا کے جنوبی کنارے کے ساتھ ساتھ مشرق کی سمت روانہ ہوئے 'اور عصر کے وقت ایک اور مفتوحہ ساحلی بستی میں جا پہنچے ـــــ

یہاں سے وہ چار قلعے جن کی سرکوبی حاجی خان محمد کر رہے تھے' مشرق ہی میں کئی کلو میٹر پر تھے۔اس بستی سے کمانڈر نصر اللہ نے چند روز پہلے ایک گھوڑا 'اور ایک فوجی پکڑا تھا جو خود کو شیعہ بتاتا تھا'اس کا کہنا تھا کہ وہ انجینئر ہے 'اور کمیونسٹ انتظامیہ نے اسے کابل سے پکڑ کر زبردستی یہاں بھیجا ہے۔

مولوی ”نورالامین“ سلمہ کا بیان ہے کہ بستی کے آس پاس جگہ جگہ پیراشوٹ بکھرے پڑے تھے جن میں بندھے ہوئے صندوقوں میں گولہ بارود' ڈیزل کے ڈرم 'اور کھانے پینے کا وافر سامان تھا ـــــ سامنے دریا کے پار' جھاڑیوں میں چھپی ہوئی دشمن کی ”وزیری پوسٹ“ تھی جس پر مجاہدین کئی دن سے گولہ باری کر رہے تھے' بظاہر یہ رسد اس کیلئے پھینکی گئی تھی 'مگر کاتب تقدیر اس پر نام مجاہدین کا لکھ چکا تھا ـــــ

یہ پوسٹ ہم سے بے خبر تھی اور دور جنوب مشرق کے مجاہدین پر فائرنگ

کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں مولانا جلال الدین حقانی کے وردیوں میں ملبوس مجاہدین بھی آکر پوسٹ کی سرکوبی کیلئے توپیں نصب کرنے لگے ___ کچھ ساتھیوں نے خالی بستی میں گھومتی ہوئی مرغیاں پکڑکرافطاری تیارکرنی شروع کردی۔

ہمارا خیال تھا کہ پروگرام رات کو دریاپارکرکے پوسٹ پر حملہ کرنے کا ہے' لیکن اس پر عصر کے بعد ہی موت کی سی خاموشی چھاگئی___ بعد میں پتہ چلا کہ دشمن اسے خالی کرکے شہر کی راہ لے چکا ہے ___ اتنے میں مولانا پیر محمد 'اور ''حرکۃ الجہاد'' کے مرکزی امیر مولانا سعادت اللہ بھی ''سہ گئی بستی'' سے ہوتے ہوئے وہاں کے باقی مجاہدین کوساتھ لے کر یہاں آپہنچے۔اس طرح یہاں کئی سو مجاہدین ہوگئے۔

مولانا پیر محمد کا رابطہ وائرلیس پر مشرق کے مجاہدین سے قائم تھا۔انہوں نے آتے ہی سب کو جمع کیا' اور فوراً دریا پار کرنے کا ولولہ انگیز حکم سنادیا۔ پھر توکسی کو تازہ بنائے ہوئے پراٹھوں کا ہوش رہا' نہ انڈوں اور بھونی ہوئی مرغیوں کا___ جذبہ شہادت کا اک امڈتا ہوا طوفان تھا جو اچھلتا کودتا دریا کی طرف دوڑپڑا۔

سب سے پہلے کچھ افغان ساتھیوں نے دریا عبور کیا' پھر ۵ ساتھیوں کے ہمراہ نصراللہ اترے' وہ ایک بڑا رسہ بھی ساتھ لے گئے' جس کا ایک سرا یہیں اور دوسرا' دوسرے کنارے پر باندھ دیا گیا۔

میدانی علاقوں سے آئے ہوئے مجاہدین کے لئے پہاڑی دریا بالکل نئی آزمائش تھی' تیراکوں کے لئے بھی اس میں تیرنا جان جوکھوں کا کام تھا' انہوں نے رسہ کے سہارے آگے بڑھنے کی کوشش کی 'لیکن برفاب کا تیز دھارا زمین پر پاؤں جمنے نہ دیتا تھا' رسے کو بھی تند و تیز لہروں میں قرار نہ تھا' اس نے ایسے زوردار جھٹکے دیئے کہ کئی جوان قلابازی کھاگئے ___ سرگودھا کے محمد نعیم 'اوران کے ساتھی ''نعیم اللہ'' بے قابو ہوکر گرے اور دھارے میں بہہ پڑے 'انہیں تنظیم کے امیر ''مولانا سعادت اللہ'' کہنہ مشق گوریلا مجاہد ''بختیار حسین بنگلہ دیش'' اور ''رحمت اللہ افغانی'' نے اپنی جانوں پر کھیل کر نکالا' محمد نعیم

بے ہوش تھے 'نعیم اللہ کی کلاشنکوف بہہ گئی تھی ___ باقی مجاہدین کنارے پر تذبذب اور بے بسی کی حالت میں کھڑے تھے ۔ اچانک مولانا پیر محمد کی آواز گونجی :

"غازیو! کسی دریا نے آج تک مجاہدین اسلام کا راستہ نہیں روکا 'کیا تم اللہ کے راستے کے مجاہد نہیں"؟

آواز کیا تھی! مومن کا یقین زبان پہ آکر چیخ اٹھا تھا 'ایک بجلی تھی جو ہر ایک کے رگ وپے میں کوندگئی ___ دیکھتے ہی دیکھتے کنارا خالی تھا 'اور دریا روزے دار مجاہدین کے بپھرے ہوئے طوفان کا سامنا کر رہا تھا۔ بہت سوں نے روزہ دریا ہی میں افطار کیا 'اور ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے کمانڈر نصر اللہ سے جا ملے ___

کم گو نصر اللہ شعر وسخن کے آدمی نہیں 'اور "قال" کے بجائے "حال" کے قائل ہیں ' لیکن آج وہ اتنے پر جوش تھے کہ مولوی نور الامین کے بیان کے مطابق ۔ ہاتھ اٹھا اٹھا کر ' اور چیخ چیخ کر ساتھیوں کا استقبال اس شعر سے کر رہے تھے

دشت تو دشت ہیں ' دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

گھوڑا

غنیمت میں ملے ہوئے گھوڑے نے 'جس کے سب سے زیادہ مستحق "خالد محمود کراچوی" تھے 'انہیں بیساکھیوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔ یہی گھوڑا کئی دن سے ان کا تفریحی مشغلہ تھا 'اور دونوں میں خوب دوستی ہوگئی تھی ___

وہ کہتے ہیں کہ ساتھیوں کو دریا عبور کرنے میں مشکل اس لئے پیش آئی کہ انہوں نے جنوبی کنارے سے شمالی کنارے کی طرف سیدھے جانے کی کوشش کی 'جبکہ میں نے دریا سے ___ جو مشرق کی طرف بہہ رہا تھا ___ قدرے صلح کر کے 'گھوڑا ترچھے خط پر (جنوب سے شمال مشرق کی طرف) چلایا اور کوئی دشواری پیش نہیں آئی ۔

گھوڑے کا ذکر آیا ہے تو جہاد کے حوالے سے اس کے بارے میں قرآن وسنت کی کچھ ہدایات کا بیان یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے ___ قرآن حکیم نے مسلمانوں پر فریضہ عائد کیا ہے کہ :

"وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ، لَاتَعْلَمُوْنَھُمْ، اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ، وَمَاتُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِيْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَاتُظْلَمُوْنَ"

"اور ان (کفار) کے لئے جتنی تم سے ہو سکے "قوت" اور پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھو' کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے (معلوم) دشمنوں پر' اور دوسروں (دشمن) پر جن کو تم نہیں جانتے' اللہ ہی ان کو جانتا ہے ـ اور جو کچھ تم اللہ کی راہ (مثلاً جہاد) میں خرچ کرو گے وہ تم کو (آخرت میں بصورت ثواب اور دنیا میں بصورت مال غنیمت) پورا پورا ملے گا' اور تمہارے حق میں کوئی کمی نہ ہوگی ـ"

(سورۃ الانفال ___ ۶۰)

اس آیت میں ۳ باتیں خاص طور سے قابل توجہ ہیں ـ

(۱) ایک یہ کہ یہاں "ما استطعتُمْ" (جتنی تم سے ہو سکے) فرما کر یہ اشارہ کر دیا گیا ہے کہ تمہاری کامیابی کیلئے یہ ضروری نہیں کہ مقابل کے پاس جیسا اور جتنا سامان

ہے تم بھی اتنا ہی حاصل کرلو، بلکہ اتنا کافی ہے کہ اپنی قدرت کی حد تک جو سامان ہو سکے اس میں کمی نہ کرو تو اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد تمہارے ساتھ ہوگی۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۴ ص ۲۷۲)

(۲) یہاں قرآن حکیم نے اس زمانے کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ ''قوت'' کا جامع لفظ اختیار فرما کر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ یہ ''قوت'' ہر زمانے اور ہر ملک ومقام میں مختلف ہو سکتی ہے، اس زمانے کے اسلحہ تیر تلوار، نیزے اور منجنیق تھے، اب رائفل، توپ، راکٹوں، ایٹم بم، میزائلوں اور آبدوزوں کا دور ہے۔ آئندہ ان سے بھی زیادہ موثر ہتھیار ایجاد ہو سکتے ہیں، مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے کہ وہ اپنے اپنے زمانے کے جدید ترین ہتھیار اور سامان جنگ تیار کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں کہ یہ سب اسی ''قوت'' میں داخل ہیں جس کی تیاری قرآن کریم نے فرض کی ہے۔

(۳) اس آیت میں لفظ ''قوت'' کے بعد، جو ہر قسم کے سامان جنگ کو شامل ہے، ایک خاص ''قوت'' کا صراحتاً بھی ذکر فرمایا گیا ہے، ''ومِنْ رِّباطِ الْخَیل'' یعنی ''پلے ہوئے گھوڑے'' ___ یہاں خصوصیت کے ساتھ گھوڑوں کا ذکر فرمانے کی ایک وجہ تو ظاہر ہے کہ اس زمانے میں گھوڑے ہی جہاد کیلئے سب سے زیادہ کارآمد اور کارگر سواری تھے ___ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلحہ اور دوسرا سامان جنگ تو وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے، نئی ایجادات پچھلے سامان کی جگہ لے لیتی ہیں، لیکن گھوڑے کی ضرورت وافادیت پھر بھی باقی رہتی ہے ___ موجودہ مشینی دور میں بھی جبکہ طرح طرح کی جنگی سواریاں ایجاد ہو رہی ہیں اور جانوروں کا استعمال نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے، بہت سی جنگی مہمات میں گھوڑے ناگزیر ہوتے ہیں، دنیا کی کوئی اچھی فوج آج بھی گھوڑوں کے بغیر مکمل نہیں سمجھی جاتی اور فوجیں ان کی نسل بڑھانے اور پرورش و تربیت کا اہتمام کرتی ہیں ___ تو یہاں گھوڑوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمانے میں شاید یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ جہاد میں گھوڑوں کی ضرورت وافادیت آئندہ زمانے میں اگرچہ کم ہو جائے لیکن ختم نہیں ہوگی ___ اور آنحضرت ﷺ نے تو اس کی تقریباً صراحت ہی فرما دی ہے، حضرت جریر بن عبداللہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایک گھوڑے کی پیشانی کے بالوں کو اپنی انگلی سے بل دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ :

"اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰي يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَلْاَجْرُ وَ الْغَنِيْمَةُ"

"گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ "خیر" قیامت تک بندھی رہے گی' (یعنی) ثواب اور مال غنیمت۔"
(صحیح مسلم ــــ ۴۸۱۰)

جہاد کیلئے گھوڑے پالنے کا عظیم اجروثواب متعدد احادیث میں بیان فرمایا گیا ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پرورش و تربیت اور دوڑ کے مقابلوں کا اہتمام فرماتے تھے ــــ اسلامی معاشرے میں جہاد کے گھوڑوں کا اتنا احترام تھا کہ خواتین اسلام ان کے گالوں کا غبار اپنی اوڑھنیوں سے پونچھتی تھیں ــــ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور جاں نثار شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنے ایمان افروز نعتیہ قصیدوں کے ذریعے کافر شاعروں کی خرافات اور الزامات کا منہ توڑ جواب دیتے' اور ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ضرب کاری لگاتے تھے' ــــ کہ شعر اس زمانے کے ذرائع ابلاغ میں دشمن کو گھائل کرنے کا موثر ترین ذریعہ تھا ــــ انہوں نے ایسا ہی ایک قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا' آپ نے دعائیں دیں اور فرمایا کہ "حسان نے دل ٹھنڈا کر دیا" [۵۱] اس قصیدے میں کئی شعر مجاہدین اسلام کے گھوڑوں کی شان و شوکت بیان کرتے ہیں' جن میں سے ایک یہ ہے۔

تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ [۵۲]
تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

---

[۵۱] صحیح مسلم ــــ حدیث نمبر ۶۳۵۱ (کتاب الفضائل' باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
[۵۲] ترجمہ "ہمارے برق رفتار گھوڑے (دشمن پر) برستے ہوئے' ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہیں' خواتین ان کے گالوں کو اپنی اوڑھنیوں سے تھپتھپاتی (پونچھتی) ہیں۔"

حافظ رب نواز

دشمن نے ”نوشتہ دیوار“ بہت دیر سے پڑھا مگر بہرحال پڑھ لیا تھا، چنانچہ حاجی خان محمد اور حافظ رب نواز کے دستے کا بھی وہ کہیں جم کر مقابلہ نہ کر سکا اس دستے اور دیگر مجاہدین کی توپوں نے عصر تک چاروں قلعوں کو دشمن سے خالی کرا لیا تھا، جس کے فوراً بعد وہ شمالی کنارے کی بقیہ پوستوں کو بھی لڑے بغیر ہی خالی کر گیا___ شہر کی فتح کا دروازہ کھل گیا تھا۔

مولوی ”سہیل احمد“ بتاتے ہیں کہ جیسے ہی وائرلیس پر یہ اطلاع ملی، جنوب سے مجاہدین فوج در فوج دریا پار کرنے لگے، اور ہم شبیر صاحب کی قیادت میں ان مفتوحہ قلعوں کو بائیں ہاتھ چھوڑتے ہوئے، تیزی سے ”قلعہ تختہ بیگ“ کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں تازہ دم مجاہدین کے بہت سے دستے ہمارے ساتھ شامل ہوتے گئے، مجاہدین کے کئی ٹینکوں نے بھی اس راستے سے دریا عبور کر لیا جسے دشمن کے ٹینک استعمال کرتے تھے۔کچھ آگے جا کر ہم حاجی خان محمد اور حافظ رب نواز کے دستے سے [illegible] اج شمالی کنارے سے دشمن کا صفایا کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا تھا، جا ملے، اور ”قلعہ تختہ بیگ“ پر حملہ آور ہو گئے۔

قلعے سے کچھ دیر فائرنگ ہوتی رہی، مگر مجاہدین کی تعداد اور حملوں کی شدت میں دم بدم اضافہ ہو رہا تھا، تھوڑی ہی دیر میں قلعہ پر موت کا سا سناٹا چھا گیا، یہ قلعہ کچھ بلندی پر تھا، دیواریں بھی اونچی تھیں، دروازہ کسی اور طرف تھا، مجاہدین مختلف سمتوں سے فائر کرتے ہوئے، قلعے پر چڑھنے لگے___

شام کا دھندلکا شروع ہو گیا تھا، ہمارے کمانڈر مولوی شبیر صاحب نے ہدایت کی کہ کوئی پاکستانی ساتھی قلعے میں داخل نہ ہو۔اسی دوران ہمیں آس پاس اور دائیں بائیں سے روشنی کی گولیوں کا برسٹ گذرتا ہوا دکھائی دیا، پھر دوسرا برسٹ گذرا تو فوراً

کمانڈر صاحب نے ساتھیوں کو آڑ میں چھپنے کا حکم دیا۔

یہ فائر قریب کے ایک اسلحہ ڈپو سے آرہے تھے' اسی طرف نیچے کچھ پرانے مکانات تھے' ہم پناہ لینے کیلئے ان کی طرف دوڑے' کچھ زمین پر لیٹ گئے' حافظ رب نواز میرے قریب ہی کھڑے تھے' میں نے بھاگتے ہوئے انہیں بھی آواز دی' لیکن نیچے آڑ میں پہنچ کر میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ وہیں ایک درخت کی اوٹ کی طرف بڑھ رہے تھے ___

میرے دیکھتے ہی دیکھتے انہیں گولی لگی' اور وہ زور سے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگا کر گر پڑے' ___ گولیاں بارش کی طرح برس رہی تھیں' انہیں اٹھا کر لانا خطرناک تھا۔ اس وقت فوجی قیدی جنہیں مجاہدین نے راستے سے پکڑا تھا' ہمارے پاس تھے ہم نے ان پر کلاشنکوف تان کر حکم دیا تو وہ بھائی رب نواز کو گولیوں کی بارش سے نکال کر ہمارے پاس لے آئے۔

بھائی رب نواز غنودگی کے سے عالم میں تھے' میگزینوں کی جو پیٹی ان کے سینے پر بندھی ہوئی تھی' دشمن کی گولی اس میں آکر لگی تھی' جس سے میگزینوں کی گولیاں بھی پھٹ کر ان کے پیٹ اور جسم کے دوسرے حصوں میں پیوست ہوگئی تھیں ___ ! کمانڈر صاحب نے مجھے حکم دیا کہ انہیں پیچھے منتقل کروں اور دونوں قیدی بھی ساتھ لیجاؤں ___ باڑی کے مرکز سے وائرلیس پر درخواست کی گئی کہ فوراً ایک گاڑی دریا کے کنارے بھیج دی جائے۔

میں نے جلدی جلدی بھائی رب نواز کو ایک چادر پر لٹایا' انکی پیٹی' خنجر اور کمر سے بندھا ہوا رسا جو وہ گزشتہ رات دریا پار کرنے کیلئے ساتھ لائے تھے' اور غیر ضروری کپڑے اتار دیئے' اور ایک افغان ساتھی اور دونوں قیدیوں کی مدد سے ان کو چادر میں اٹھا کر ہم ویران مکانات کی اوٹ لیتے ہوئے روانہ ہوگئے۔ آگے خشک کھیت تھے' ہم فائرنگ رکنے کے انتظار میں آخری مکان کی اوٹ میں جا کر بیٹھ گئے۔

قلعہ تختہ بیگ ہماری پشت پر تھا' اتنے میں تقریباً تیس فوجی قلعہ سے نکل کر بھاگتے

نظر آئے وہ سب سادہ لباس میں 'اور خالی ہاتھ تھے ان کا رخ بھی دریا کی طرف تھا' کچھ مجاہدین اوٹ سے نکل کر ان کے تعاقب میں جھپٹے 'لیکن اسلحہ ڈپو سے ان پر فائرنگ ہوئی تو واپس لوٹ گئے۔

بھگوڑے فوجیوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا' وہ دریا کی طرف ہم سے کترا کر بڑھے تو ادھر سے مجاہدین کے ٹینک پیش قدمی کر رہے تھے 'اور دشمن ان کی طرف راکٹ برسا رہا تھا' مجبوراً وہ چند پرانے مکانات کے پیچھے چھپ گئے۔

میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے 'افغان ساتھی کو وہیں چھوڑا اور کلاشنکوف سے ہوائی فائر کرتا ہوا ان کے سر پر جا پہنچا' میرے پاس چھ میگزینیں بھری ہوئی تھیں 'جیبوں میں بھی کافی گولیاں تھیں 'میں نے پہنچتے ہی للکار کر ان کے ہاتھ اٹھوائے اور کلاشنکوف سے ہانکتا ہوا بھائی رب نواز کے پاس لے آیا' افغان ساتھی کی مدد سے سب کی فرداً فرداً تلاشی لی 'اور فائرنگ کا زور کم ہوتے ہی ان کی قطار بنوا کر ہم نے تیزی سے کھیتوں کو عبور کر لیا ___ دریا کے قریب خالی بستی سے ایک چارپائی تلاش کی 'اور اس پر بھائی رب نواز کو لٹا کر آگے روانہ ہوئے۔

دریا کے کنارے "حاجی خلیل صاحب" چار ٹینکوں کے ساتھ موجود تھے۔ قیدی ان کے حوالے کئے ___ انہوں نے ایک قیدی کو فوراً اہل شہر کی طرف یہ پیغام دیکر روانہ کر دیا کہ "آپ لوگ اب بھی ہتھیار ڈالدیں تو امان دیدی جائے گی" ___

ہم نے ایک "ہینو" ٹرک پر دریا عبور کیا' یہ ٹرک مجاہدین کو دریا عبور کرانے ہی کیلئے کھڑے تھے 'اس دوران طیاروں نے حملہ کیا' مگر اللہ نے بچالیا۔

آگے بھائی رب نواز کو ایک پک اپ میں لیکر روانہ ہوئے۔ اب مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا موقع ملا تو یہ دیکھ کر دل ڈوبنے لگا کہ ان کی حالت بہت نازک ہو چکی ہے' متلیں سی آرہی تھیں 'سیدھا لیٹنا مشکل تھا' غنودگی کے عالم میں گاڑی کے ہر جھٹکے پر ان کے منہ سے "اللہ اللہ" کی صدائیں نکل رہی تھیں۔

اچانک افغان ڈرائیور نے مغرب کی نماز کیلئے گاڑی روک دی 'ہم نے سمجھانے کی کوشش کی کہ وقت میں گنجائش ہے 'آگے جاکر پڑھ سکتے ہیں 'مگر اس نے سنی ان سنی کر دی ___

اس وقت بھائی رب نواز آنکھیں بند کئے پر سکون لیٹے تھے ' مجھے تشویش ہوئی ' اور انگلیوں سے ان کی آنکھیں کھول کر دیکھنی چاہیں تو انہوں نے سر کے خفیف سے اشارے سے منع کر دیا ___ ان کی زبان آہستہ آہستہ ذکر میں مشغول تھی۔

ہم نے جلدی جلدی وضو کیا 'ایک ساتھی نے اذان دی 'اور دوسرے نے جاکر بھائی رب نواز کو دیکھا تو وہ بہت دور _______ جاچکے تھے ___ اپنے اصلی وطن 'جس کی تمنا میں وہ برسوں سے افغانستان کے مختلف محاذوں پر سرگرداں تھے۔دوسروں کے لئے خوست کا دروازہ کھولنے والا رب نواز 'جنت کا رخ کرچکا تھا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

نماز مغرب باجماعت ادا کرکے آگے روانہ ہوئے تو پیچھے 'اسی اسلحہ ڈپو کی طرف سے جس کی گولی بھائی رب نواز کے سینے میں لگی تھی 'ایک بہت بڑا شعلہ آسمان کو چھوتا دکھائی دیا' دھماکے بھی سنائی دیئے ___ !معلوم ہوا کہ اسے مجاہدین نے بارود سے اڑا دیا ہے 'اور اندر کے اسلحہ نے پھٹ کر اندر کے سفاک فوجیوں کے پرخچے اڑا دیئے ہیں ___ اس خبر کی ٹھنڈک دیر تک دہکتے ہوئے سینے کو تھپتھپاتی رہی ___ !

جہاد افغانستان کے دوران کئی ساتھیوں سے میں نے شہداء کے خون سے خوشبو آنے کے واقعات سنے تھے 'ایک بار کسی کے رومال پر لگے خون کے دھبوں سے خوشبو سونگھی بھی تھی 'لیکن خود کسی شہید کا مشاہدہ نہیں کیا تھا ___

یہ خیال آتے ہی میں نے اپنی انگلی بھائی رب نواز کے خون میں ڈبو دی۔سونگھا تو وہ بالکل عجیب و غریب خوشبو تھی 'میں اسے کسی اور خوشبو سے تشبیہ نہیں دے سکتا' کیونکہ وہ اتنی دلکش تھی کہ کبھی تصور میں بھی نہ آئی تھی۔

غرض ! دل کی دنیا میں ایک ہلچل اور عجیب سی کیفیات لئے ہم مولانا حقانی کے

مرکز "سلمان فارسی" پہنچے' اور شہید کے جسم کو ایمبولینس میں ساہیوال (پاکستان) روانہ کر دیا ___ جی ہاں جسم کو ___ ورنہ ان کی روح تو اس منزل مقصود پر پہنچ چکی تھی' جس کی تمنا ہر مجاہد کو رہتی ہے' اور جس کی تڑپ میں آج بھی انہوں نے جنگ میں جانے سے پہلے ساتھیوں سے کہا تھا "میری شہادت کی دعا کرنا" ___!

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں' وہ کارواں تو ہے

فتح مبین

ادھر مغرب کی طرف سے مجاہدین کے جس قافلے نے مولانا پیر محمد صاحب کی قیادت میں دریا پار کیا تھا' وہ بھیگے کپڑوں ہی میں نماز مغرب کے فوراً بعد شہر کا رخ کر چکا تھا۔

مولوی نور الامین جو "حرکة الجهاد الاسلامی" کے ساتھیوں کے ہمراہ اس قافلے میں شامل تھے' کہتے ہیں کہ راستے میں درجنوں قلعے اور پوسٹیں آئیں' مگر سب خالی پڑی تھیں' ہم پرجوش ترنم کے ساتھ حضرت کیفی مرحوم[۱] کی ولولہ انگیز نظمیں "لگاؤ ضرب حیدری" اور

وہ سنگ گراں جو حائل ہیں' رستے سے ہٹا کر دم لیں گے

پڑھتے ہوئے برق رفتاری سے پیش قدمی کرتے چلے گئے ___

مولانا پیر محمد صاحب نے اعلان کر دیا تھا کہ جس مکان سے فائرنگ نہ ہو' اس

---

[۱] یعنی ناچیز کے "بھائی جان" جناب محمد زکی کیفی مرحوم۔ مجموعہ کلام "کیفیات" بار بار چھپ چکا ہے' غزل ان کی شاعری کا اصل میدان تھا' اسی لئے ان کی نظموں میں بھی بلا کی لطافت اور تاثیر ہے' بہت سی نظمیں مجاہدین کو ازبر یاد ہیں اور ان کے اجتماعات کو گرمائے رکھتی ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں لاہور میں انتقال ہوا اس کتاب میں بھی ان کے اشعار جابجا آتے رہے ہیں۔ قارئین سے ان کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ رفیع

سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے' نیز عورتوں اور بچوں پر کوئی ہاتھ نہ اٹھائے۔ اس شرعی حکم کی سختی سے پابندی کی گئی' اور ہم تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں شہر کے مغربی حصے میں جا پہنچے۔ یہاں ایک ہیلی کاپٹر صحیح سالم خالی کھڑا تھا' کچھ آگے ٹینکوں کے ورکشاپ میں پندرہ بیس ٹینک کھڑے تھے' جنہیں کچھ مجاہدین اپنی تحویل میں لے کر ہوائی فائرنگ کر رہے تھے۔

اب تک دشمن کی طرف سے کوئی قابل ذکر مزاحمت نہ ہوئی تھی' ہم خوست بازار کی طرف بڑھے تو "قلعہ متون" کی طرف سے فائر آنے لگے' ہم رکے بغیر مرکزی فوجی ہسپتال پہنچے جو کئی منزلہ تھا' اس میں کئی سو فوجی زخمی پڑے تھے اور اسے جناب حکمت یار گلبدین کے مجاہدین اپنی تحویل میں لے چکے تھے۔

ہم تیزی سے خوست کے سب سے بڑے فوجی ورکشاپ کی طرف بڑھے جو کافی بڑے رقبے پر پھیلا ہوا تھا' فوج یہاں سے بھی بھاگ چکی تھی' اسی کے سامنے فائر بریگیڈ اسٹیشن مع اپنی گاڑیوں کے خالی پڑا تھا۔ ورکشاپ میں درجنوں بلڈوزر' ٹرک' ٹریکٹر' بڑی مقدار میں نئے اسپیئر پارٹس اور گاڑیوں کے پرزے بنانے والی مشینیں موجود تھیں۔

یہ ورکشاپ "قلعہ متون" کے بہت قریب تھا' مگر وہاں اب خاموشی چھا گئی تھی' ہم یہ سمجھ کر کہ دشمن وہاں سے بھی فرار ہو چکا ہے' اس کی طرف سے بے فکر ہو گئے اور ایک پختہ روڈ سے' جس کے دونوں طرف کئی کئی منزلہ مکانات تھے' گذرتے ہوئے جیسے ہی قریبی چوک پر پہنچے تو ایک مکان سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ مولانا پیر محمد صاحب مجھ سمیت ایک دستے کو مولانا عبدالقیوم صاحب کی قیادت میں اس مکان کی خبر لینے اور ورکشاپ کی پہرے داری کیلئے مقرر کر کے آگے روانہ ہو گئے۔

ہمارا خیال تھا کہ دشمن صرف اسی مکان میں ہے' مگر ساتھیوں نے جیسے ہی اس پر راکٹ مارا' اوپر قلعہ متون کی پہاڑی سے آٹومیٹک مشین گنوں نے گولیوں کی موسلا دھار بارش شروع کر دی۔ اب پتہ چلا کہ قلعہ پر دشمن اب تک ڈٹا ہوا ہے۔ ہماری تعداد بہت کم

تھی جن میں سے ۳ ساتھی یہاں زخمی ہوگئے ؛ اس لئے مولانا عبدالقیوم صاحب نے فیصلہ کیا کہ دشمن کے خلاف مزید کارروائی امیر صاحب کے مشورے اور نئی منصوبہ بندی کے بغیر نہ کی جائے اور فی الحال زخمی ساتھیوں کی جان بچانے کی کوشش کی جائے جواب تک دشمن کے پاس پڑے تھے۔

"حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے ماہنامے "الارشاد" کے مدیر مولوی عبدالحمید عباسی بتاتے[۱] ہیں کہ ہم مولانا پیر محمد صاحب کی قیادت میں وسط شہر میں پہنچے تو وہاں مختلف اطراف سے فتوحات کر کے آنے والے مجاہدین کے جتھے ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔

ہمارا دستہ کمیونسٹ فوج کی خفیہ تنظیم "خاد" کے مرکز اور وزارت تعلیم کی عمارتوں کی تلاشی لیتا' اوران پر پہرہ مقرر کرتا ہوا' شورئ زنان افغانستان" (خواتین افغانستان کونسل) کے دفتر پہنچا۔ اس میں ایک تصویر آویزاں تھی جس میں عورتیں اور مرد ایک ساتھ حوض میں ننگے نہاتے دکھائے گئے تھے ؛ اور نیچے پشتو میں تحریر تھا کہ:

> "روس کے افغانستان میں آجانے کے بعد مرد و زن کو آزادی ملی ' اور کابل حکومت نے لوگوں کو "تفریح" کے مواقع فراہم کئے۔"

یہاں سے خواتین کے لئے ایک ماہنامہ بھی نکلتا تھا۔

یہاں سے ہم نے خوست کی مضبوط چھاؤنی تختہ بیگ کارخ کیا' یہ شہر اور ایئرپورٹ کے درمیان ایک اونچائی پر واقع ہے' فصیل کی موٹائی ۸-۹ فٹ ہوگی' دروازے پر کمیونسٹ فوجیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں مشرقی حصے سے آگ کے شعلے اٹھ رہے تھے۔

---

[۱] ماہنامہ "الارشاد" فتح خوست نمبر ص ۱۴

یہ رمضان المبارک کی ۱۵ویں شب تھی ' ہر طرف بکھری چاندنی میں پورا شہر نظر آرہا تھا' شہر کے مفتوحہ علاقوں سے مجاہدین رنگ برنگی گولیاں فائر کرکے خوشیاں منارہے تھے 'بعض علاقوں میں اب تک جھڑپیں جاری تھیں' وہاں دو طرفہ فائرنگ ہورہی تھی۔

اس قلعے میں ۶ ہزار سے زیادہ کلاشنکوفوں کے علاوہ بھاری توپیں ' راکٹ لانچرز' طیارہ شکن توپیں 'ٹی ٹی پستول ' دیگر طرح طرح کا اسلحہ اور بے حساب گولہ بارود موجود تھا۔اس پورے اسلحہ کو جلد از جلد پیچھے مجاہدین کے پہاڑی مراکز میں منتقل کرنا ضروری تھا جس کا انتظام مولانا پیر محمد صاحب کے سپرد ہوا تھا'کیونکہ یہ یقینی تھا کہ صبح ہوتے ہی کابل کے اسکڈ میزائل اور بمبار طیارے خوست شہر کو کھنڈر کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے 'غنیمت میں ملے ہوئے ٹرکوں کی قطار لگی ہوئی تھی جن میں اسلحہ تیزی سے روانہ کیا جارہا تھا۔

ہم کچھ ساتھی واپس ورکشاپ پہنچے تو یہاں ہونے والی جھڑپ اور زخمیوں کا حال معلوم ہوا' رحیم یار خان کے محمد خالد کی پیٹھ میں "زڑکئی" مشین گن کی دو گولیاں لگی تھیں وہ شدید زخمی تھے 'کشمیر کے محمد عاصم کی ٹانگ پر گولی لگنے سے گہرا زخم آیا تھا' جبکہ محمد افضل کی ٹانگ پر بھی گولی لگی تھی 'مگر زخم زیادہ گہرا نہ تھا۔فائر مسلسل آرہے تھے ____

اب سب سے پہلی ضرورت یہ بن گئی کہ زخمیوں کو کسی طرح پیچھے منتقل کیا جائے ' ورکشاپ میں کھڑی کوئی گاڑی اسٹارٹ نہ ہوسکی 'مجبوراً زخمیوں کو اٹھاکر پیدل ہی دوبارہ "قلعہ تختہ بیگ" گئے کہ وہاں سے ہینو ٹرک حاصل کیا جائے 'کیونکہ دریا کو ہینو ٹرک ہی کے ذریعہ عبور کیا جاسکتا تھا۔

پہلے غم تھا کہ ٹوٹے قفس
اب غم بال و پر مل گیا

جوتے

عباسی صاحب کہتے ہیں کہ رات کے ۳ بج چکے تھے' روزے کے بعد افطاری میں بھی کچھ کھائے بغیراب تک کی مسلسل مہمات سے ساتھیوں پر تھکاوٹ کے آثار نمایاں تھے۔ دریا عبور کرتے وقت مجھ سمیت کئی ساتھی اپنے جوتوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے' دریا سے نکلتے ہوئے پہلے خار دار جھاڑیوں سے 'پھر دلدل سے واسطہ پڑا تھا' اس کے بعد پتھریلی زمین پر ۵ کلو میٹر سے زائد فاصلہ ننگے پاؤں طے کرنے کے باعث میرے قدموں کی حالت غیر ہو رہی تھی ___ اب دوبارہ قلعہ تختہ بیگ پہنچے تو مجھے ایک تدبیر سوجھی' میں فوراً فوجیوں کی لاشوں کی طرف بڑھا کہ کسی لاش کے بوٹ اتار کر اپنے پاؤں کا مسئلہ حل کروں ___ لیکن شاید مجھ سے زیادہ ضرورت مند پہلے ہی یہ کام کر چکے تھے' ساری لاشوں کے بوٹ غائب تھے ___!

خالد اور عاصم شدید زخمی تھے' ان کی چارپائیاں قلعے کے صحن میں رکھ کر ٹرک کے انتظار میں رات کے ۴ بج گئے۔ پاس بیٹھے ہوئے اکثر ساتھی اونگھ رہے تھے کہ اچانک مغرب کی طرف سے طیاروں کا ایک غول نمودار ہوا' ان کی آواز تیزی سے قریب آرہی تھی ___ دل اور زبانیں پھر اللہ کے ذکر میں سجدہ ریز ہو گئیں ___ پورا علاقہ بمباری سے لرز اٹھا۔

طیاروں نے ۴ مرتبہ قلعے کو نشانہ بنایا' لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سارے بم باہر گرے' بموں سے نکلنے والے کچھ گرنیڈ قلعے کے اندر آگے مگر ان سے بھی زیادہ نقصان نہیں ہوا ___ پورا قلعہ گولہ بارود سے بھرا ہوا تھا' ایک بم بھی اندر گرتا تو بارود آگ پکڑ لیتا' اس لئے مجاہدین نے فوراً قلعہ خالی کر دیا' ہم نے بھی زخمیوں کو اٹھایا اور پیدل چل پڑے۔

میری حالت اب اس قدر خراب ہو چکی تھی کہ زخمی تلوے زمین پر رکھنا مشکل

تھا۔ ساتھیوں سے کپڑے کی پٹیاں مانگ کر قدموں پر لپیٹیں کہ شاید کچھ کام چل جائے' اتنے میں اللہ کی رحمت بن کر ایک خالی ٹرک آگیا' اس میں زخمیوں کو لیکر روانہ ہوئے اور نماز فجر ''باڑی'' کے پاس آکر ادا کی۔

عباسی صاحب اور ان کے رفقاء کو غیر اختیاری طور پر ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی سنت پر عمل نصیب ہوا جن کے مبارک قدم آنحضرت ﷺ کے ساتھ ''غزوات ذات الرقاع'' میں پیدل چلتے چلتے زخمی ہوگئے تھے ___ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تو پاؤں کے ناخن بھی جھڑ گئے تھے ___ اور انہیں اپنے قدموں پر پٹیاں لپیٹنی پڑی تھیں' اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام ''ذات الرقاع'' (پٹیوں والا غزوہ) مشہور ہوا[۱] ___

رضی اللہ عنھم و من تبعھم۔

جوتے پہننا تو عام حالات میں بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اسلامی آداب معاشرت میں شامل ہے' لیکن جہاد میں اس کی اہمیت اور زیادہ ہے کہ یہ بھی سامان جہاد کا ضروری حصہ ہیں' رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو خاص طور پر اس کی تاکید فرمائی ہے' حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ''میں نے ایک سفر جہاد میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

''اِسْتَكْثِرُوْا مِنَ النِّعَالِ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَايَزَالُ رَاكِبًا مَّا انْتَعَلَ''

''جوتے زیادہ لو'[۲] کیونکہ آدمی جب تک جوتے پہنے رہے' سوار (کی مانند) رہتا ہے'' (کہ تکان کم ہوتی ہے' اور پاؤں

---

[۱] صحیح مسلم شریف' حدیث نمبر ۴۶۶۳' کتاب الجہاد والسیر' باب غزوۃ ذات الرقاع
[۲] کتاب اللباس والزینہ

زمین کی سختی اور کانٹوں وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں۔)

(صحیح مسلم ـــ ۵۴۵۱)

"نورالامین" جو ورکشاپ پر مقرر کئے گئے دستے میں شامل تھے اور رات بھر' اور اگلے روز بھی وہیں رہے' بتاتے ہیں کہ ۱۵ رمضان کو صبح ہوتے ہی بارش شروع ہوگئی' اس بارش میں مجاہدین کی تنظیموں نے مل کر "قلعہ متون" پر یلغار کی تو دشمن اپنے بیرونی مورچے چھوڑ کر قلعہ بند ہوگیا' فصیل ۶ - ۷ فٹ موٹی تھی' اس کے نیچے قریب ہی دشمن کے وائرلیس اسٹیشن اور ریڈیو اسٹیشن کی عمارات تھیں' عمارتوں کے اندر سے وہ راکٹ تو نہیں چلا سکتا تھا' لیکن مشین گنوں سے آخر دم تک مقابلہ کرتا رہا' مجاہدین نے غنیمت میں ملے ہوئے ۲ ٹینکوں سے گولے' اور دور سے میزائل برسانے شروع کر دیئے۔

مقام عبرت ہے' حالات نے کیسی کروٹ لی! چنگیز صفت کمیونسٹ فوج نے نہتے غریب افغانوں کی بستیاں کی بستیاں جن دیوہیکل ٹینکوں سے ملیامیٹ کر ڈالیں' بے گناہ بچوں' عورتوں' بیماروں اور بوڑھوں کو آگ اور لوہا برسا برسا کر بھسم کر ڈالا' آج وہی ٹینک اس سفاک فوج پر قہر الٰہی بن کر برس پڑے تھے ـــ فرق اتنا ہوا کہ وہ بے گناہ غریب افغان تو شہادت کا جام غٹاغٹ پی گئے اور ہتھیار ڈالنے کی ذلت گوارا نہیں کی' اور یہ بزدل سفاک فوج' جس میں زیادہ تر بڑے افسران تھے تھوڑی ہی دیر میں ہاتھ اٹھا کر باہر نکل آئی اور مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے۔ ـــ غرض صبح دس بجے کے قریب اس آخری قلعے پر بھی مجاہدین کا قبضہ ہوگیا ـــ نورالامین بتاتے ہیں کہ یہ سارا واقعہ ہمارے سامنے پیش آیا۔

"اس قلعے میں مغرب کی سمت میں ایک بستی پر ہندو فوجی' جنگی عورتیں بھی کمانڈوز تھیں ـ اب تک قابض تھے' معروف و مشہور تھا کہ یہ کمیونسٹ انتظامیہ کی مدد کیلئے بھارت سے آئے ہیں' بعض بھارتی کمانڈو عورتوں سے ہمیں چند روز پہلے ہی دشمن کی ایک پوسٹ کے قریب واسطہ پڑا تھا ـــ اس بستی کے کمانڈوز مردوزن نے ۳ گھنٹے تک مجاہدین سے بھرپور جنگ کی "مجبوراً مجاہدین کو ٹینک استعمال کر کے ان سب کو ہلاک کرنا

پڑا۔"

اسلام اس دنیا کا وہ پہلا دین ہے جس نے عین حالت جنگ میں بھی دشمن کی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا حرام کیا ہے' اور آنحضرت ﷺ نے اس کی صریح ممانعت فرمائی ہے۔[۱]

لیکن احادیث ہی کی رو سے ۲ صورتیں معاف ہیں ـــــ ایک یہ کہ دشمن کی عورتیں یا بچے بھی جنگ کرنے لگیں' ایسی صورت میں مجبوراً انہیں بھی قتل کرنے کی گنجائش ہے' دوسری یہ کہ جنگ رات کو ہو' اور اندھیرے کے باعث مرد و زن اور بڑوں چھوٹوں میں امتیاز نہ ہو سکے' ایسی صورت میں اگر غیرارادی طور پر عورتیں اور بچے بھی مارے جائیں تو آنحضرت ﷺ نے اس کو بھی معاف قرار دیا ہے۔[۲] قصداً انہیں مارنا یہاں بھی جائز نہیں۔

یہی حکم ہمارے زمانے میں بمباری کا ہے کہ اگر عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا مقصود نہ ہو' بلکہ مقصود دشمن کی طاقت کو توڑنا ہو' اس میں اگر غیرارادی طور پر عورتیں اور بچے بھی مارے جائیں تو معاف ہے۔

جو حکم عورتوں اور بچوں کا ہے' وہی ان سب کافروں کا ہے جو جنگ میں حصہ نہیں لیتے' مثلاً بوڑھے' اپاہج' اندھے' دیوانے' مندروں اور عبادت خانوں میں مشغول عبادت رہنے والے' بشرطیکہ وہ جنگ میں حصہ نہ لیں ـــــ خلاصہ یہ کہ بقول بھائی جان (حضرت کیفی) مرحوم

خدا کے خوف ہی پر منحصر ہے امن عالم کا
یہ ہے شیرازہ ہستی' اسے برہم نہ ہونے دو

---

[۱] صحیح مسلم ـــــ حدیث ۴۳۱۱ کتاب الجہاد والسیر۔
[۲] صحیح مسلم ـــــ حدیث ۴۳۱۲۔ کتاب الجہاد والسیر

اس فتح کی خاص خاص باتیں[1]

☆ ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ (۱ ۳ مارچ ۱۹۹۱ء) پیر کا دن خوست پر مکمل اسلامی فتح کا دن بن کر نمودار ہوا ___ ظہر سے پہلے پہلے پورے خوست پر مجاہدین نے مکمل کنٹرول حاصل کر لیا ___ (واضح رہے کہ افغانستان میں اس دن رمضان کی ۱۶ یا ۱۷ تاریخ تھی، کیونکہ وہاں رمضان کا چاند پاکستان سے پہلے نظر آ گیا تھا۔)

☆ کوئی فوجی بھاگنے میں کامیاب نہ ہو سکا، سب گرفتار کر لئے گئے، جن میں اعلیٰ فوجی افسران کئی جنرل اور ایک نائب وزیر دفاع شامل ہیں۔

(پ سپ ـــا / ریڈیو رپورٹ / انٹرویو مولانا پیر محمد ماہنامہ الارشاد ص ۱۰ و ص ۲۱)

ہتھیار ڈالنے (اور گرفتار ہونے) والے فوجیوں کی تعداد ۵ ہزار تھی۔

(روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ)

☆ کمیونسٹ انتظامیہ نے خوست کے دفاع کیلئے اپنی زبردست طاقت کو اس جنگ میں آخر تک آزمایا، خصوصی کمانڈوز فورس، عام فوج اور قوم پرست ملیشیا کے علاوہ "رستم" (یا دوستم) اور گلیم جام نامی فوج کو یہاں خاص طور پر تعینات کیا گیا تھا۔ "گلیم جام" سب سے زیادہ جنگجو، اور حکومت کی سب سے زیادہ وفادار فوج سمجھی جاتی ہے، اس نے سب سے آخر میں ہتھیار ڈالے، لڑائی میں سب سے زیادہ یہی مارے گئے۔

☆ خوست میں صرف ۵ یا ۶ فوجی جنرل تھے، لیکن رمضان کی جنگ کے دوران مزید بیس جنرل بھیج دیئے گئے جو آخر تک یہاں موجود تھے۔

(انٹرویو مولانا جلال الدین حقانی ۔ صدائے مجاہد)

---

[1] اس عنوان کے تحت آنے والی اکثر معلومات "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے ترجمان "ماہنامہ الارشاد فتح خوست نمبر مورخہ شوال، ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ" سے اور "حرکۃ المجاہدین" کے ترجمان "ماہنامہ صدائے مجاہد مورخہ شوال ۱۴۱۱ھ" سے ماخوذ ہیں جن کا مختصر حوالہ برموقع درج کر دیا گیا ہے جو معلومات کسی اور ذریعہ سے لی گئی ہیں ان کا مفصل حوالہ درج کیا گیا ہے۔ رفیع

مجاہدین کی جو سات تنظیمیں اس جنگ میں شریک تھیں، شہر پر آخری ۲۴ گھنٹوں کی جنگ میں ان کے صرف ایک ایک دو دو مجاہد شہید ہوئے ___ جبکہ بعض تنظیموں کا ایک مجاہد بھی شہید نہیں ہوا۔ ("الارشاد" ص ۶ ۔انٹرویو مولانا پیر محمد)

☆ نئے اور پرانے ایئرپورٹ پر کھڑے ہوئے اور تباہ شدہ طیاروں کی تعداد سو سے زائد تھی، جن میں چالیس طیارے (بقول مولانا پیر محمد صاحب) مرمت کے بعد قابل استعمال تھے۔ (حوالہ بالا)

☆ شہر فتح کے بعد مجاہدین سے بھرا ہوا تھا، جگہ جگہ ٹینکوں اور بکتربند گاڑیوں کے جمگھٹے تھے، ہر طرح کا بھاری اور خفیف اسلحہ، اور گولہ بارود کے انبار موجود تھے، ___ یقین سے کہا جارہا تھا کہ صبح ہوتے ہی کابل کے بمبار طیارے اور اسکڈ میزائل سارے اسلحہ کو تباہ کرنے اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی بھرپور کوشش کریں گے ___ لیکن صبح ہوتے ہی پورے خوست پر کالے بادل، اللہ کی رحمت بن کر چھاگئے، اور بارش شروع ہوگئی۔ یہ سلسلہ دو دن جاری رہا، کوئی طیارہ خوست نہ آسکا، اور مجاہدین کو سارا اسلحہ باہر منتقل کرنے کا موقع مل گیا۔

(الارشاد ص ۵ اور صدائے مجاہد ص ۱۲)

☆ بنک میں نو سو ملین "افغانی" نوٹ موجود تھے، جو مرکز مجاہدین میں منتقل کر دیئے گئے۔ (الارشاد ص ۷)

☆ فتح کے دن، اور بعد کے ۲ دنوں میں کابل سے درجنوں اسکڈ میزائل شہر پر آآکر گرتے رہے، اکثر بے کار گئے، ایک سے ۲ مجاہد، ایک سے ۴، اور ایک سے ۵ مجاہد شہید ہوئے، بہت سے زخمی بھی ہوئے، لیکن شہر مجاہدین سے بھرا رہا، اور وہ شہر میں امن و امان قائم کرنے اور اسلحہ منتقل کرنے میں مشغول رہے۔ (الارشاد ص ۹)

☆ فوجی مرکزوں اور بہت سے مکانات سے شراب کی بوتلیں، عورتوں کی برہنہ

تصویریں، بھارتی فلمیں اور کمیونسٹ لٹریچر بڑی تعداد میں برآمد ہوا۔

(الارشاد ص ۱۶)

☆ مولانا جلال الدین حقانی، جو خوست کی جنگ کے روح رواں تھے، اور ہمیشہ جنگی لباس میں رہتے ہیں، فتح کے بعد سفید لباس پہن کر شہر میں داخل ہوئے۔

(صدائے مجاہد ص ۱۲)

☆ فتح کے فوراً بعد خوست کی جامع مسجد کیلئے مولانا حقانی کے بھائی، کمانڈر ''حاجی خلیل'' نے ضروری سامان مسجد میں پہنچایا، اور اذان اور نماز کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ (حوالہ بالا)

☆ مولوی نورالامین کا بیان ہے کہ خوست میں ایک مسجد ''ببرک کارمل'' کے باپ نے بنائی تھی، مگر کمیونسٹ انتظامیہ نے اسے اسلحہ کا ڈپو بنا دیا تھا، ہم نے خود جاکر اسے صاف کیا اور اذان دے کر نماز ادا کی۔

☆ مولوی نورالامین کا بیان ہے کہ شہر میں ایک زمین دوز کارخانہ بھی ہم نے دیکھا، جس میں اسلحہ بنائے جاتے تھے، یہ بہت بڑے بل کھاتے ہوئے تہ خانے میں تھا، حد نگاہ تک مشینیں ہی مشینیں نظر آرہی تھیں۔

☆ ڈاکٹر نجیب اللہ نے پیر کو (خوست کی فتح کے دن) ''قوم'' سے خطاب کرتے ہوئے اپیل کی کہ منگل کو اس شکست پر یوم سوگ منایا جائے۔

(روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۱۶ رمضان ۱۴۱۱ھ ۲ اپریل ۱۹۹۱ء)

☆ کابل انتظامیہ نے ایک بار پھر پاکستان کی سرحدی فوج پر الزام لگایا کہ وہ خوست کی لڑائی میں باقاعدہ عملی طور پر شریک تھی۔ (حوالہ بالا)

مگر مجاہدین رہنماؤں نے اس کی پر زور تردید کی۔ (صدائے مجاہد ص ۱۵ تا ۱۶)

☆ پاکستان میں اس زمانے میں ''اسلامی جمہوری اتحاد'' کی حکومت تھی، جناب

نواز شریف وزیراعظم تھے۔

☆ کمیونسٹ انتظامیہ نے بہت سے ان پڑھ مسلمانوں کو بھی زبردستی' یا لالچ اور دھوکے سے خوست کی جنگ میں جھونک رکھا تھا' جن میں سے کچھ دوران جنگ ہی مجاہدین سے آملے' باقیوں نے جنگ میں صرف برائے نام حصہ لیا' اور موقع ملتے ہی ہتھیار ڈالدیئے۔

☆ گرفتار ہونے والے فوجیوں میں ایک بڑی تعداد کم سن بچوں کی تھی' جنہیں وردی پہنا کر کابل انتظامیہ نے زبردستی جنگ میں جھونک دیا تھا ___ مولانا جلال الدین حقانی نے اقوام متحدہ سے اپیل کی کہ وہ بچوں کے ساتھ وحشیانہ اور انسانیت سوز حرکت کے خلاف موثر اقدامات کرے۔ (صدائے مجاہد ص ۱۶ اور ۲۴)

☆ فتح کے چند روز بعد مولانا حقانی نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ ہم قیدی فوجیوں کے ساتھ اسلامی تعلیمات کے مطابق سلوک کر رہے ہیں' انہیں اچھا کھانا اور اچھی سہولتیں دی جارہی ہیں بلکہ جنھوں نے معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ وہ نجیبی فوج میں شامل نہ ہوں گے' انہیں رہا کر دیا گیا' اور (اطمینان کرنے کے بعد) مزید کو رہا کیا جارہا ہے۔ (حوالہ بالا ص ۲۴)

☆ فتح کے کئی ماہ بعد تک خوست پر دشمن کے بمبار طیاروں اور اسکڈ میزائلوں کے حملے جاری رہے' بعض مجاہدین ان سے بھی شہید ہوئے۔ (الارشاد ص ۲۵)

☆ صرف خوست کے مختلف محاذوں اور معرکوں میں نومبر ۱۹۸۸ء سے مئی ۱۹۱۹ء تک پاکستانی مجاہدین کی تنظیم "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے ۲۷ جانباز شہید' اور ۹۸ زخمی ہوئے' ___ زخمیوں میں سے ۷ جانباز اپنی ایک ایک ٹانگ سے' اور ایک مجاہد اپنی دونوں آنکھوں سے[1] معذور ہوگیا ___ پاکستانی مجاہدین کی دوسری

---

[1] ماہنامہ "الارشاد" ص ۳۰ تا ۴۵۔

تنظیم ''حرکۃ المجاہدین'' کے ۲۶ جانبازوں نے جام شہادت نوش کیا[1]' زخمیوں اور معذورین کی تعداد معلوم نہیں ہو سکی ـــــ

ہر لحظہ نیا طور' نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

قیدی جنرل کا انٹرویو

خوست سے گرفتار کئے گئے ایک فوجی جنرل ''محمد ظاہر صلاح مل'' سے روزنامہ جنگ راولپنڈی کے نمائندے جناب حنیف خالد نے انٹرویو لیا' اس کے چند سوال و جواب ملاحظہ ہوں :

جنرل : سقوط خوست کے عوامل بڑے ہیں' موسم خراب تھا' ہمیں سپلائی اور ری انفورسمنٹ نہیں ملی۔

سوال : آپ کے فوجیوں کا مورال کیسا تھا؟

جنرل : جب شکست ہو جائے تو مورال کہاں رہتا ہے۔

سوال : مجاہدین کا سلوک کیسا ہے؟

جنرل : انسانی' اسلامی اور افغانی روایات کے مطابق مجاہدین ہمارا خیال رکھ رہے ہیں۔

سوال : دوسرے افغان فوجیوں کا مجاہدین کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جنرل : حقیقت یہ ہے کہ جب سے ہم گرفتار ہوئے مجاہدین کے تعلقات ہمارے ساتھ بڑے اچھے ہیں۔

سوال : آپ کو دس دن قبل خوست کیوں بھیجا گیا؟

---

[1] ماہنامہ ''صدائے مجاہد'' شمارہ ۶ جلد ۲ مورخہ ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ (جون ۱۹۹۱ء)

جنرل : صورتحال کا تجزیہ کرنے کیلئے اور رپورٹ دینے کیلئے۔

سوال : کیا آپ کے خلاف پاکستانی فوج کے لوگ لڑ رہے ہیں؟

جنرل : خوست کی لڑائی میں ہم نے پاکستانی فوجی کو اپنے خلاف لڑتے نہیں دیکھا۔

سوال : خوست کے سقوط سے کابل حکومت کو کیا فرق پڑے گا؟

جنرل : سیاسی لحاظ سے اور بین الاقوامی لحاظ سے اخبار نویس بہتر جانتے ہیں ' جغرافیائی لحاظ سے ہم بڑا اہم علاقہ ہار گئے ہیں ' ہر علاقہ بڑا اہم علاقہ ہے۔

سوال : آپ کی عمر کیا ہے؟

جنرل : ۴۸ سال (سفید بالوں سے وہ ۵۸ سال کے لگ بھگ کے تھے)

(نمائندہ جنگ)

سوال : آپ کو جنگی قیدی بننے کے بعد یہ خطرہ نہیں کہ جس طرح نجیب حکومت مجاہدین کے کمانڈروں کو جان سے مار رہی ہے ' آپ کو بھی مار دیا جائے گا؟

جنرل : ہم اور مجاہدین دونوں افغان بھائی ہیں ' مجھے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو رہا ' کیونکہ ہمیں امید ہے کہ ہم مل جل کر افغانستان کی تعمیر نو کریں گے۔

سوال : آپ نے شروع میں مجاہدین کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟

جنرل : پہلے تو لڑتے رہے ' جنگی قیدی بننے کے بعد افغان مجاہدین کا عمدہ حسن سلوک دیکھ کر فیصلہ کیا ہے کہ رہائی کی صورت میں ہم افغان فوج میں دوبارہ شامل نہیں ہوں گے۔

سوال : افغان فوجوں کو کتنے دن سے سپلائی اور کمک بند تھی؟

جنرل : صرف دو دن پہلے بند ہوئی تھی۔

سوال : کیا یہ درست ہے کہ آپ مجاہدین کے پاس مذاکرات کیلئے آئے تھے اور انہوں نے آپ کو جنگی قیدی بنالیا؟

جنرل : مجھے مذاکرات کیلئے نہیں بھجوایا گیا تھا اور نہ ہی اس دوران مجاہدین نے جنگی

قیدی بنایا' میں سقوط خوست کے بعد پکڑا گیا ہوں۔جنگ کا مطلب جنگ ہوتا ہے 'ڈاکٹر نجیب نے مجھے جنگ کیلئے بھیجا تھا' میرا نجیب انتظامیہ فوج کو پیغام ہے کہ مجاہدین ظالم نہیں رحم دل ہیں' وہ دشمن نہیں دوست ہیں۔

لیکن آخر دم تک کمیونسٹوں کی غلامی میں مگن اور مسلمانوں سے بر سرپیکار رہنے والے اس افغان جنرل کا ___ کمیونزم سے علی الاعلان توبہ 'یا مکمل اظہار برات کئے بغیر ___ یہ کہنا کہ "ہم اور مجاہدین دونوں افغان بھائی ہیں" "ہم مل جل کر افغانستان کی تعمیر نو کریں گے"۔مضحکہ خیز تو ہے ہی اس حقیقت کا بھی انکار ہے کہ :

ممکن نہیں محکوم ہو آزاد کا ہم دوش
وہ بندہ افلاک ہے' یہ خواجہ افلاک

مشورے کی دینی اہمیت

خوست کی عظیم الشان فتح مجاہدین کے اس اتحاد 'مشترک منصوبہ بندی اور باہمی صلاح مشورے کا انعام ہے جو اس جنگ میں بحمداللہ اول سے آخر تک قائم اور جاری رہا۔ ورنہ یہ وہ وقت تھا کہ ان کے خلاف امریکہ 'روس' بھارت 'اسرائیل اور دیگر دشمن طاقتیں متحد ہو چکی تھیں 'اور نت نئی اور پیچ در پیچ سازشوں کے جال ہر طرف بچھے ہوئے تھے۔یہ مجاہدین کی جرات مندانہ ایمانی فراست تھی کہ انہوں نے جماعتی مفادات سے بالا تر ہو کر حق کی سربلندی کے لئے باطل سے بھرپور جنگ لڑی اپنی یکجہتی سے دشمن کی ساری طاقتوں اور سازشوں کا تار پود بکھیر کر رکھدیا ___ اور قرآن حکیم کی دی ہوئی اس خبر کی صداقت پھر سامنے آگئی کہ :

"اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا"

"واقع میں شیطانی تدبیریں لچر اور کمزور ہوتی ہیں۔"
(سورہ نساء ___ ۷۶)

یہ حقیقت بہرحال پیش نظر رہنی ضروری ہے کہ یوں تو اللہ تعالیٰ جب چاہیں محض اپنے فضل وکرم سے کسی شرط کے بغیر فتح اور کامیابی عطا فرمادیں، لیکن جہاں تک فتح ونصرت کے وعدہ کا تعلق ہے وہ اللہ تعالیٰ نے دو شرطوں کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔

ایک اخلاص نیت، کہ جہاد صرف دین کی سربلندی اور مظلوموں کی مدد کیلئے ہو، دوسری یہ کہ ہر قدم پر اللہ ورسول اللہ ﷺ کے احکام وہدایات کی پابندی کا اہتمام کیا جائے [۱] ___ جب اخلاص اور شرعی احکام کی پابندی کے ساتھ کام کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت ضرور شامل حال ہوتی ہے ___ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں کو جب بھی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، وہ انہی دو شرطوں میں کوتاہی یا غفلت کا نتیجہ تھا، خواہ کوتاہی کچھ ساتھیوں سے ہوئی ہو یا سب سے۔

اتحاد کی شرعی اہمیت وضرورت تو سب ہی جانتے ہیں کہ قرآن وسنت میں اس کی جابجا تاکید آئی ہے، لیکن قرآن وسنت ہی کا یہ حکم بہت سی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے کہ اہم امور میں باہمی صلاح ومشورہ بھی شرعاً ضروری ہے ___ اور تجربہ شاہد ہے کہ اس کے بغیر اتحاد بھی زیادہ عرصے باقی نہیں رہتا۔

مجاہد رہنماؤں نے مرحوم صدر ضیاء الحق اور مرحوم جنرل اختر عبدالرحمٰن کی رہنمائی اور بھرپور تعاون سے اپنا جو اتحاد قائم کیا تھا، اس کی قیادت میں جہاد عرصہ دراز تک تیز رفتار پیش قدمی کرتا رہا تھا ___

ان دونوں کی شہادت کے بعد سب سے بڑا نقصان جہاد افغانستان کو یہ پہنچا کہ یہ اتحاد بیرونی سازشوں اور بعض زعماء کی خودرائی کا شکار ہو کر بکھرتا چلا گیا، باہمی رابطے اور مشوروں کے بغیر ہی بڑے بڑے اقدامات کئے جانے لگے، جس کے نتیجے میں جلال آباد پر حملہ بری طرح ناکام ہوا، بلکہ روسی فوجوں کی واپسی جو فروری ۱۹۸۹ء میں مکمل ہو چکی تھی، اس کے دو سال بعد تک کوئی ایک شہر بھی فتح نہ کیا جا سکا۔

---

[۱] یہ دونوں شرطیں قرآن کریم نے متفرق طور پر جگہ جگہ بیان فرمائی ہیں، مثلاً دیکھئے سورہ النساء آیت ۷۵ و ۷۶، وسورۃ الانفال آیت ۴۵ و ۴۶، اور سورۃ النور آیت ۵۵۔

اس کے برخلاف خوست کی آخری جنگ میں سارے کمانڈروں کے اتحاد اور باہمی رابطے اور مشورے کی برکت سے 'فتح مبین نے ___ بہت کم جانوں کی قربانی لے کر ___ ان کے قدموں کو چوم لیا۔

باہمی مشورہ اتحاد کی جان ہے' اس کے بغیر کوئی اتحاد قائم ہوتا ہے نہ باقی رہ سکتا ہے' اہم معاملات میں صلاح و مشورے سے باہمی اعتماد و یگانگت بڑھتی' اور دلوں کی صفائی ہوتی رہتی ہے' جبکہ خود رائی کا زہر قاتل مضبوط سے مضبوط اتحاد کو موت کے گھاٹ اتار کر ہی دم لیتا ہے۔ اس انسانی فطرت کو بدلا نہیں جاسکتا کہ خود رائی سے کام لینے اور ساتھیوں کو اعتماد میں لئے بغیر بڑے بڑے فیصلے کرنے والے کے مخلص ترین ساتھی بھی زیادہ عرصے تک اس کا ساتھ نہیں دے پاتے ___

اور تو اور 'صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ___ جن سے بڑھ کر اطاعت شعاری اور جاں نثاری کا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا ___ ان کے بارے میں بھی آنحضرت ﷺ کو یہ تلقین فرمائی گئی کہ[1]

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا
غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ، فَاعْفُ
عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ،
فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِيْنَ"

---

[1] مشورے سے متعلق آنے والی جملہ اسلامی تعلیمات' تفسیر "معارف القرآن" سے اختصار کے ساتھ ماخوذ ہیں' پوری تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اس تفسیر کی جلد ۲ ص ۲۱۴ تا ۲۲۷۔ اور جلد ۷ ص ۷۰۲ تا ۷۰۷۔ البتہ احادیث کے عربی متن اور مفصل حوالوں کا' نیز "مغربی جمہوریت" کے عنوان سے کچھ تاریخی تفصیل کا اضافہ ناچیز نے کیا ہے۔ رفیع

"تو اللہ ہی کی رحمت کے سبب آپ (ﷺ) ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے ساتھ نرم رہے' اور اگر آپ (ﷺ) تند خو سخت مزاج ہوتے تو یہ آپ (ﷺ) کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے' پس آپ ان کو معاف کر دیجئے' اور ان کیلئے استغفار کیجئے اور ان سے خاص خاص (اہم) باتوں میں (بدستور) مشورہ لیتے رہا کیجئے' پھر جب آپ (کسی ایک جانب) رائے پختہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ (کرکے اس کام کو کر ڈالا) کریں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسا بھروسہ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔" (سورہ آل عمران ــــ ۱۵۹)

یہ آیت غزوہ احد کے بعد نازل ہوئی ہے' اس جہاد میں بعض مسلمانوں کی لغزش اور غلط افواہ کی بناء پر میدان چھوڑنے سے جو صدمہ اور غم آنحضرت ﷺ کو پہنچا تھا' اگرچہ آپ نے طبعی اخلاق اور عفو و کرم کی بنا پر ان کو اس پر کوئی ملامت نہیں کی' اور کوئی معاملہ سختی کا بھی نہیں فرمایا' لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول کے ساتھیوں سے دلجوئی' اور خود ان کے دلوں میں اپنی اس غلطی پر جو صدمہ اور ندامت تھی اس کو دھو دینا منظور ہوا' چنانچہ پیچھے اسی سورت کی آیت (۱۵۵) میں ان کی معافی کا اعلان فرما دیا گیا' اور اس آیت (۱۵۹) میں آنحضرت ﷺ کو ان کے ساتھ مزید لطف و کرم کا' اور ان سے اہم معاملات میں حسب سابق مشورہ لیتے رہنے کا حکم دیا گیا۔

یہاں ایک خاص بات توجہ طلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین رسول اور صاحب وحی ہیں' بہ ظاہر انہیں کسی مشورے کی ضرورت نہ تھی' آپ کو ہر بات حق تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی معلوم ہو سکتی تھی' پھر بھی آپ کو ساتھیوں سے مشورہ لینے کا حکم دیا گیا ہے تو کوئی اور شخص خواہ وہ کتنا ہی دانشمند' تجربہ کار' باصلاحیت اور اپنے ساتھیوں میں مقبول ہو' باہمی صلاح مشورے سے کیسے بے نیاز ہو سکتا ہے؟

اسلام میں مشورے کی اہمیت کا کچھ اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم کی ایک بڑی سورت کا نام ہی ''الشوریٰ'' (مشورہ) ہے۔ اس سورت میں سچے مسلمانوں کی صفات بیان کرتے ہوئے 'اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ:

"وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰي بَيْنَهُمْ"

''اور ان کا ہر اہم کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔''

(الشوریٰ ــــ ۳۸)

حتی کہ ماں باپ میں سے کوئی اگر بچے کا دودھ مدت رضاعت سے پہلے چھڑانا چاہے 'تو قرآن کریم نے انہیں بھی ہدایت فرمائی کہ یہ کام دونوں کے باہمی مشورے سے ہونا چاہئے۔[1]

باہمی صلاح مشورے کا چونکہ تنظیمی 'اجتماعی اور جہادی مہمات سے بھی بہت گہرا تعلق ہے 'اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں چند امور کی وضاحت قرآن وسنت کی روشنی میں ہوجائے۔

۱ــــ مشورہ کن امور میں ہونا چاہئے

اوپر کی دونوں آیتوں میں لفظ "امر" مذکور ہے 'یعنی دونوں آیتوں میں اصولی طور پر یہ بتلایا گیا ہے کہ مشورہ "امر" کے بارے میں ہونا چاہئے ــــ لفظ "امر" عربی زبان میں کئی معنی کیلئے آتا ہے ' ہر مہتم بالشان قول وفعل کو بھی کہا جاتا ہے 'اور حکم اور حکومت کو بھی ــــ لفظ امر کے خواہ پہلے معنی مراد لئے جائیں یا دوسرے ' حکومت کے معاملات میں مشورہ لینا 'بہر صورت ان آیات سے ضروری معلوم ہوتا ہے 'کیونکہ اگر پہلے

---

[1] دیکھئے سورہ البقرہ ۔ آیت ۲۳۳

ہی معنی مراد لیں تب بھی حکم اور حکومت کے معاملات مہتم بالشان ہونے کی حیثیت سے قابل مشورہ ٹھہریں گے' اس لئے "امر" کے معنی ان آیات میں ہر اس کام کے ہیں جو خاص اہمیت رکھتا ہو' خواہ حکومت سے متعلق ہو یا دیگر معاملات سے۔

البتہ یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مشورہ صرف انہی چیزوں میں سنت یا واجب ہے جن کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی واضح قطعی حکم موجود نہ ہو' ورنہ جہاں کوئی قطعی اور واضح شرعی حکم موجود ہو اس میں کسی سے مشورے کی ضرورت نہیں' بلکہ جائز بھی نہیں مثلاً کوئی اس میں مشورہ کرے کہ نماز' زکوۃ' روزے اور حج جیسے فرائض ادا کرے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ مشورے کی چیزیں نہیں' شرعی طور پر قطعی فرض ہیں' البتہ اس میں مشورہ کیا جاسکتا ہے کہ مثلاً حج کو پانی کے جہاز سے جائیں یا ہوائی جہاز سے؟ زکوۃ کن مستحقین کو کتنی کتنی دی جائے؟ وغیرہ' کیونکہ ان امور میں قرآن وسنت نے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں کیا' بلکہ بندوں کو اختیار دیا ہے کہ حالات کے پیش نظر جس صورت کو مناسب سمجھیں اختیار کرلیں ___ ایک حدیث میں اس کی تشریح خود رسول اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا "یا رسول اللہ! اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا کوئی واضح حکم یا ممانعت (قرآن وسنت میں) موجود نہ ہو تو میرے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا:

"شَاوِرُوْا فِيْهِ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِيْنَ وَلَاتُمْضُوْا فِيْهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ"[1]

"اس میں ایسے لوگوں سے مشورہ کرو جو فقہاء' اور عبادت

---

[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ موثقون من اھل الصحیح، کذا فی مجمع الزوائد للھیثمی باب فی الاجماع ص ۱۷۸ ج ۱ ___ وکنز العمال ص ۴۱۱ ج ۳ حدیث ۷۱۹۱۔

گذار ہوں' اور اس میں کسی کی تنہا رائے کو نافذ نہ کرو۔"

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مشورہ صرف انتظامی اور سیاسی یا نجی معاملات ہی میں نہیں' بلکہ جن شرعی مسائل میں قرآن و سنت کے صریح احکام نہ ہوں ان مسائل میں بھی مشورہ مسنون ہے۔

۲۔ ارکان شوریٰ میں دو وصف ضروری ہیں

اسی حدیث سے یہ اصول بھی سامنے آیا کہ جن لوگوں سے مشورہ لیا جائے ان میں دو وصف ہونے ضروری ہیں' ایک یہ کہ وہ موجودہ لوگوں میں عبادت گذاری (دیانت داری) میں معروف ہوں' دوسرے یہ کہ جو معاملہ زیر مشورہ ہے اس میں اچھی بصیرت اور تجربہ رکھتے ہوں ۔۔۔ مذکورہ بالا حدیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوال چونکہ صرف شرعی مسائل (کسی چیز کے شرعاً جائز' واجب یا ناجائز ہونے) کے بارے میں تھا' اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "فقہاء" یعنی ایسے علماء دین سے مشورہ لینے کی ہدایت فرمائی' جو "فقہ" میں گہری بصیرت رکھتے ہوں' جس کا تقاضا یہ ہے کہ زیر غور معاملہ اگر فقہی مسئلہ نہیں' بلکہ کسی اور علم و فن سے متعلق ہو' تو وہاں مشورہ اس میدان کے دیانت دار علماء یا ماہرین سے لینا چاہئے' البتہ عبادت گذاری اور دیانت داری کا وصف' جس کا حاصل "تقویٰ" ہے دونوں قسم کے مشیروں میں ضروری ہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ"[ا]

[ا] رواه الطبرانی عن عبدالله بن الزبير رضی الله عنه ورجاله رجال "الصحيح" ورواه البزار كذا فی مجمع الزوائد ص ۹۷ ج ۶ ۔۔۔ اما حديث علی رضی الله عنه فانظر له فی مجمع الزوائد ص ۹۶ ج ۸۔

"جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے"

یعنی مشورہ اس کے پاس ایک امانت ہے' اس پر لازم ہے کہ اس معاملے میں جو کام وہ خود اپنے لئے پسند کرتا اسی کی رائے دوسرے کو بھی دے' اس کے خلاف کرنا خیانت ہے۔

۳۔ مشورے کی شرعی حیثیت

مذکورہ بالا قرآن حکیم کے ارشادات اور احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایسے اہم معاملے میں جس میں رائیں مختلف ہو سکتی ہیں' مشورہ لینا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت اور دنیا و آخرت میں باعث برکات ہے' اور جن معاملات کا تعلق عوام سے ہے' جیسے معاملات حکومت ان میں دیانت دار اہل بصیرت (اہل حل و عقد) سے مشورہ لینا واجب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

قرآن کریم کی آیات مذکورہ اور رسول کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کا مسلسل عمل اس کی روشن سند ہے۔

غرض شورائیت اور مشورے کو اسلامی حکومت کیلئے اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے' حتی کہ اگر امیر (حاکم) مشورے سے آزاد ہو جائے' یا ایسے لوگوں کے مشوروں پر انحصار کرنے لگے جو شرعی نقطہ نظر سے مشورے کے اہل نہیں تو اسے (قانونی اور پر امن طریقے سے) معزول کر دینا واجب ہے۔ (تفسیر البحر المحیط)

باہمی صلاح مشورے کے شرعی حکم پر عمل کرنے سے جو فوائد و ثمرات اور برکات اسلامی قوتوں' اور پورے معاشرے اور افراد کو حاصل ہوتے ہیں' ان کا کچھ اندازہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے لگایئے کہ:

"مَنْ اَرَادَ اَمْرًا فَشَاوَرَ فِيْهِ وَقَضٰي لِلّٰهِ هُدِيَ لِاَرْشَدِ الْاُمُوْرِ"

"جو شخص کسی اہم کام کا ارادہ کرے' اور باہم مشورے کے بعد اخلاص کے ساتھ فیصلہ کرے' تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس کو بہترین فیصلے کی ہدایت مل جاتی ہے۔"

(شعب الایمان للبیہقی ۔۔۔ ۷۵۳۸)

نیز آپ کا ارشاد ہے کہ:

"اِذَا کَانَ اُمَرَاؤُکُمْ خِیَارَکُمْ، وَاَغْنِیَائُکُمْ سُمَحَاءَ کُمْ وَاُمُوْرُکُمْ شُوْرٰي بَیْنَکُمْ، فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِّنْ بَطْنِهَا، وَاِذَا کَانَ اُمَرَاؤُکُمْ شِرَارَکُمْ، وَاَغْنِیَائُکُمْ بُخَلَاءَ کُمْ، وَاُمُوْرُکُمْ اِلٰي نِسَاءِ کُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِّنْ ظَهْرِهَا"

"جب تمہارے حکام تم میں کے بہترین افراد ہوں' اور تمہارے مالدار سخی ہوں' اور تمہارے اہم معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوتے ہوں تو زمین کی پشت (پر زندہ رہنا) تمہارے لئے اس کے پیٹ (قبر) سے بہتر ہے' اور جب تمہارے حکام تم میں کے بدترین افراد ہوں' اور تمہارے مالدار بخیل ہوں' اور تمہارے اہم معاملات عورتوں کے سپرد ہو جائیں' تو زمین کا پیٹ تمہارے لئے اس کی پشت سے بہتر ہے۔" (جامع الترمذی ۔۔۔ حدیث ۲۲۶۶)

مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے اہم معاملات (جن میں حکومت کے معاملات بھی داخل ہیں) عورتوں کے اختیار میں دیدو تو اس وقت کی زندگی سے تمہارے لئے موت بہتر ہے ___ ورنہ جہاں تک مشورے کا تعلق ہے تو وہ کسی خاتون سے لینا بھی کوئی ممنوع نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے جس کی بہت سی مثالیں سیرت طیبہ اور صحابہ کرام کی سیرتوں میں موجود ہیں۔ اور پیچھے سورہ بقرہ کی آیت (۲۳۳) کے حوالے سے آچکا ہے کہ بچے کا دودھ مدت رضاعت میں چھڑانا باپ اور ماں کے باہمی مشورے سے ہونا چاہئے، اس میں چونکہ معاملہ عورت سے متعلق ہے اس لئے قرآن حکیم نے وہاں تو خاص طور پر عورت کے مشورے کا پابند کیا ہے۔

۴___ آنحضرت ﷺ کو مشورہ لینے کا حکم کیوں دیا گیا؟

اس کی وجہ بعض علماء کرام نے یہ بیان کی ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ کو ہر بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی معلوم ہو سکتی تھی اس لئے آپ کو نہ مشورے کی ضرورت تھی نہ اس پر آپ کے کسی کام کا مدار تھا، صرف صحابہ کرام کے اعزاز اور دلجوئی کیلئے آپ کو ان سے مشورہ لینے کا حکم دیا گیا___

لیکن امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی، اور رسول اللہ ﷺ کی مجالس مشورہ کی تاریخ بھی یہی بتلاتی ہے، کہ آنحضرت ﷺ کو عام امور میں تو براہ راست حق تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ایک طریق کار متعین کر دیا جاتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت ورحمت سے بعض معاملات کو آپ کی رائے اور صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا تھا، ایسے ہی معاملات میں مشورے کی ضرورت ہوتی ہے اور آپ کو اسی قسم کے امور میں مشورہ لینے کا حکم دیا گیا۔

غزوہ بدر، غزوہ احزاب، صلح حدیبیہ، اور قصہ افک وغیرہ کے موقع پر آپ کے صحابہ کرام سے مشورہ لینے کے واقعات سیرت طیبہ اور کتب حدیث میں موجود ہیں، بہت

مرتبہ آپ نے اپنی رائے چھوڑکر بھی بعض صحابہ کرام کے مشورے کو قبول فرمایا، اور ان کی رائے پر فیصلہ فرمادیا۔یہ سب معاملات وہ تھے جن میں آنحضرت ﷺ کے لئے بذریعہ وحی کوئی خاص جانب متعین نہیں کی گئی تھی، ورنہ اس کے خلاف آپ ہرگز کسی کی رائے قبول نہ فرماتے ___ اور ایسا کرنے میں حکمت و مصلحت یہ بھی تھی کہ آئندہ امت کیلئے مشورے کی سنت آپ کے عمل سے جاری ہوجائے کہ جب آپ بھی مشورے سے بے نیاز نہیں تو پھر کون ایسا ہے جو بے نیازی کا دعویٰ کرسکے۔چنانچہ آب یہ آیت جس میں آپ کو مشورہ لینے کا حکم دیاگیا ہے نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ :

"اَمَا اِنَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہ غَنِیَّانِ عَنْھَا، وَلٰکِنْ جَعَلَھَا اللّٰہُ رَحْمَۃً لِّاُمَّتِیْ، فَمَنْ شَاوَرَ مِنْھُمْ لَمْ یُعْدَمْ رُشْدًا، وَمَنْ تَرَکَ الْمَشْوَرَۃَ مِنْھُمْ لَمْ یُعْدَمْ عَنَاءً"

"اللہ اور اس کے رسول کو مشورے کی حاجت نہیں، لیکن اللہ نے اس کو میری امت کیلئے ایک رحمت بنایا ہے، پس ان میں سے جو شخص مشورہ کرے گا وہ (بہتر کام کی) ہدایت سے محروم نہ رہے گا اور جو شخص مشورہ لینا چھوڑدے گا وہ مشقت سے بچا نہیں رہے گا۔" SS (شعب الایمان للبیہقی ___ حدیث ۷۵۴۲)

۵___ اسلام کا طرزِ حکومت "شورائی" ہے

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے اسلام کے طرز حکومت اور آئین کے کچھ بنیادی اصول بھی سامنے آگئے کہ اسلامی حکومت ایک "شورائی" حکومت ہے، جس میں

امیرو سربراہ کاانتخاب مشورے سے ہوتاہے خاندانی وراثت نہیں۔

آج تو اسلامی تعلیمات کی برکت سے پوری دنیامیں اس اصول کالوہامانا جاچکا ہے، لیکن اب سے ۱۴سوبرس پہلے کی دنیاکی طرف مڑکر دیکھئے، جب پوری دنیاپر ”دو بڑوں“ قیصروکسریٰ کی حکومت تھی۔یہ دونوں حکومتیں شخصی اورموروثی بادشاہت ہونے میں مشترک تھیں، جس میں شخص واحد لاکھوں کروڑوں انسانوں پر اپنی قابلیت وصلاحیت سے نہیں، بلکہ وراثت کے ظالمانہ اصول کی بناپر حکمرانی کرتا تھا، اور انسانوں کو پالتو جانوروں کا درجہ دینابھی شاہی انعام سمجھا جاتا تھا۔یہی نظریہ حکومت دنیاکے بیشتر حصے پر مسلط تھا، صرف یونان میں جمہوریت کے چند دھندلے اور ناتمام نقوش پائے جاتے تھے، لیکن وہ بھی اتنے ناقص اور مدھم تھے کہ ان اصولوں پر کبھی کوئی مستحکم حکومت نہ بن سکی، بلکہ وہ ”ارسطو“ کے فلسفے کی ایک شاخ بن کر رہ گئے۔

اس کے برخلاف اسلام نے حکومت وریاست میں وراثت کا غیرفطری اصول باطل کر کے سربراہ حکومت وریاست کو مقرراور معزول کرنا جمہور (عوام) کے اختیارمیں دیدیا جس کو وہ اپنے نمائندوں (اہل حل وعقد) کے ذریعہ استعمال کرسکیں۔بادشاہ پرستی کی دلدل میں پھنسی ہوئی دنیا اسلامی تعلیمات ہی کے ذریعہ اس عادلانہ فطری نظام سے آشنا ہوئی ــــ اور یہی روح ہے اس طرز حکومت کی، جس کی بگڑی ہوئی شکل کو آج ”جمہوریت“ کانام دیاجاتاہے۔

مغربی جمہوریت

لیکن موجودہ طرز کی جمہوریتیں ۱۷۸۹ء کے انقلاب فرانس کی پیروی میں قائم ہوئیں، یہ انقلاب بلاشبہ مطلق العنان بادشاہت پرایک فیصلہ کن ضرب لگاتاہوانمودار ہوا، اور اٹھارویں اور انیسویں صدی کے زمانے میں یورپ کے اکثر ممالک میں جمہوری حکومتیں قائم ہوتی چلی گئیں ــــ

مگر خود یہ انقلاب لادینیت (سیکولرزم) کی آغوش میں پروان چڑھا تھا، اور

نظام سرمایہ داری (کیپٹل ازم) کے کندھوں پر سوار ہو کر بادشاہتوں کے جبر و استبداد اور ظلم و ستم کے ردعمل کے طور پر رونما ہوا' اس لئے مغربی جمہوریتیں بھی اس بے اعتدالی اور انتہا پسندی کے ساتھ آئیں کہ عوام کو' ـــــ بلکہ صحیح تر بات یہ ہے کہ عوام کے نام پر سرمایہ داروں' جاگیرداروں اور زور آور طبقوں کو ـــــ مطلق العنان بنا کر پورے آئین حکومت اور قانون کا ایسا آزاد مالک بنا دیا کہ وہ زمین و آسمان اور تمام انسانوں کو پیدا کرنے والے خدا سے' اور اس تصور سے بھی بیگانہ ہو گئے کہ اصل حاکم اور مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے۔ اب ان کی جمہوریت اللہ تعالیٰ ہی کے بخشے ہوئے عوامی اختیار پر اللہ تعالیٰ ہی کی عائد کی ہوئی پابندیوں کو بھی بار خاطر اور خلاف انصاف تصور کرنے لگی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ بے لگام سیاسی اقتدار ہاتھ میں آجانے کے بعد ان زور آور طبقوں پر کوئی قانونی یا اخلاقی پابندی بھی باقی نہ رہی' انہوں نے پورے ملکی قانون ہی کو اپنے ذاتی مفادات کے سانچے میں ڈھال لیا۔ رہے غریب اور بے سہارا عوام تو یہ جمہوریتیں جو ان ہی کے نام پر وجود میں آئی تھیں۔ ان کے دکھوں کا مداوا بننے کے بجائے زور آور طبقوں اور ان کے خود غرضانہ مفادات کی تابع مہمل بن کر رہ گئیں' غریب عوام کا خون پہلے بادشاہتیں نچوڑ رہی تھیں تو اب پر فریب سرمایہ دارانہ نظام ان کا خون سودی بنکاری اور طرح طرح کی معاشی شعبدہ بازیوں سے کشید کرنے لگا کوئی اس نظام کا ذرا گہری نظر سے جائزہ لے تو بے اختیار پکار اٹھے گا کہ

خنجر پہ کوئی داغ' نہ دامن پر کوئی چھینٹ'
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو!

جو نظام سرمایہ داری ان مغربی جمہوریتوں کے ذریعہ تکمیل کو پہنچا' اسی کی چیرہ دستیوں کے ردعمل میں کمیونزم کا وہ عفریت نمودار ہوا جس کے سامنے چنگیز اور ہلاکو خان کی درندگی بھی ماند پڑ گئی' اور عوام پہلے سے زیادہ مظلوم و مقہور ہو کر کمیونزم کا ایک بے جان پرزہ بن کر رہ گئے ـــــ یہ نظریہ لادینیت (سیکولرزم) ہی تھا جس کی ایک کوکھ سے ظالمانہ

نظام سرمایہ داری نے جنم لیا تو دوسری کوکھ سے سفاک کمیونزم بر آمد ہوا اور دونوں نے دنیا کے غریب و بے بس عوام کا خون نچوڑنے میں کوئی دقیقہ فراموش نہیں کیا۔

غرض سیکولزم (لادینیت) ایسی دلدل ثابت ہوئی جس میں پھنس کر دنیا کا بڑا حصہ بادشاہت کے پنجے سے نکلا تو نظام سرمایہ داری کے جال میں جا پھنسا' اس سے نکلنے کی کوشش کی تو کمیونزم کے شکنجے میں کسا گیا ___ شاعر مشرق نے یہ کہہ کر محض شاعری نہیں کی تھی کہ

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے' تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلامی آئین نے جس طرح خلق خدا کو بادشاہتوں کے جبر و استبداد کے پنجے سے نجات دلائی' اسی طرح جمہور اور ان کے نمائندوں کو بھی خدا شناسی اور خدا پرستی کا راستہ دکھلایا' اور بتایا کہ ملک کے حکام ہوں یا عوام' اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قانون کے سب پابند ہیں' عوام اور اسمبلیوں کے اختیارات' قانون سازی اور منصب داروں کا عزل ونصب اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود میں رہنا ضروری ہے' ان پر لازم ہے کہ امیر و سربراہ کے انتخاب میں' اور پھر عہدوں اور اختیارات کی تقسیم میں' ایک طرف قابلیت و صلاحیت کی پوری رعایت کریں تو دوسری طرف ان کی دیانت و امانت کو پرکھیں' اپنا امیر و سربراہ یا نمائندہ ایسے شخص کو منتخب کریں جو علم' خوف خدا' امانت و دیانت اور تجربے میں سب سے بہتر ہو۔ پھر یہ امیر بھی آزاد اور مطلق العنان نہیں بلکہ دیانت دار اہل رائے سے مشورہ لینے کا پابند رہے ___

خلافت راشدہ اس نظام "شورائیت" کا وہ حسین ترین نمونہ تھی جس نے مذہب وملت' مقامی وغیر مقامی' امیر و غریب اور رنگ و نسل کی تفریق کے بغیر ہر ایک کو حقیقی انصاف اور قابل عمل فطری مساوات عطا کی' اور پورے معاشرے کو معاشی اعتدال وتوازن دیکر امن وامان اور چین و سکون کا گھوارہ بنا دیا۔

ہاں دکھادے اے تصور! پھر وہ صبح وشام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

۶۔۔۔ مشورے میں اختلاف رائے ہوجائے توفیصلہ کیسے ہو؟

قرآن وسنت اور صحابہ کرام کے مسلسل عمل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اختلاف رائے کی صورت میں امیر اکثریت کی رائے کا پابند ہے، بلکہ یہ واضح ہوتا ہے کہ اختلاف رائے کی صورت میں امیر اپنی صوابدید سے کسی ایک صورت کو اختیار کرسکتا ہے، وہ خواہ اکثریت کے موافق ہو یا اقلیت کے، البتہ اپنا اطمینان حاصل کرنے کیلئے دیانت داری کے ساتھ جس طرح دوسرے دلائل پر نظر کرے گا، اسی طرح اکثریت کا ایک چیز پر متفق ہوجانا بھی بسااوقات اس کیلئے سبب اطمینان بن سکتا ہے۔

جس آیت میں آنحضرت ﷺ کو مشورہ لینے کا حکم دیا گیا ہے، اسی میں اس حکم کے فوراً بعد ارشاد ہے کہ: "فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰہ" یعنی مشورے کے بعد جب آپ (کسی جانب کو ترجیح دے کر اس کا) عزم کرلیں تو پھر اللہ پر بھروسہ کیجئے، یہاں "عزمت" کے لفظ میں "عزم" یعنی "عمل کے پختہ ارادے" کو صرف آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، "عزمتم" (تم لوگ عزم کرلو) نہیں فرمایا جس سے "عزم" میں صحابہ کرام کی شرکت معلوم ہوتی۔ اس کے اشارے سے ثابت ہوتا ہے کہ مشورہ لینے کے بعد فیصلہ اور عزم صرف امیر ہی کا معتبر ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بہت مرتبہ حضرات شیخین صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی رائے کو جمہور صحابہ کی رائے پر ترجیح دی ہے، حتی کہ ایک مرتبہ آپ نے ان دونوں حضرات کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"لَوِ اجْتَمَعْتُمَا فِي مَشْوَرَةٍ مَّا خَالَفْتُكُمَا"[۱]

"جب تم دونوں کسی رائے پر متفق ہو جاؤ، تو میں تمہارے خلاف نہیں کرتا۔"

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض اوقات دلائل کے لحاظ سے اگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رائے زیادہ مضبوط ہوتی تھی تو ان کی رائے پر فیصلہ فرمادیتے تھے، حالانکہ مجلس میں اکثر ایسے صحابہ موجود ہوتے تھے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عمر، علم اور تعداد میں بہت زیادہ ہوتے تھے۔

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ یہ تو جمہوریت کے منافی، اور شخصی حکومت کا طرز ہے، اس سے عوام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے؟

جواب یہ ہے کہ اسلامی آئین نے اس کی رعایت پہلی ہی کرلی ہے، کیونکہ عوام کو یہ اختیار ہی نہیں دیا کہ جس کو چاہیں امیر بنادیں، بلکہ ان پر لازم ہے کہ علم و عمل، صلاحیت، خوف خدا اور دیانت میں جس شخص کو سب سے بہتر سمجھیں صرف اس کو امیر منتخب کریں۔ تو جو شخص ان اعلیٰ اوصاف کے تحت منتخب کیا گیا ہو، اس پر ایسی پابندیاں لگانا جو بد دیانت اور فاسق و فاجر پر لگائی جاتی ہیں، عقل و انصاف کا خون کرنا اور کام کرنے والوں کی حوصلہ شکنی اور ملک و ملت کے کام میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہوگا۔

۷۔ ہر کام میں تدبیر کے ساتھ اللہ پر توکل ضروری ہے

اس جگہ یہ بات بہت ہی قابل توجہ ہے کہ نظام حکومت اور دوسرے اہم امور میں مشورے کے حکم کے فوراً بعد یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جب کام کرنے کا عزم کرو تو اپنی

---

[۱] رواه احمد، ورجاله ثقات، الا ان ابن غنم لم يسمع عن النبى صلى الله عليه وسلم، كذا فى مجمع الزوائد- ص ۵۳ ج ۹، باب فيما ورد من الفضل لابى بكر وعمر-

عقل و رائے اور تدبیروں پر بھروسہ نہ کرو، بلکہ بھروسہ اور توکل صرف اللہ تعالیٰ پر کرو، کیونکہ مشورہ بھی ایک تدبیر ہے، اور تدبیروں کا موثر یا مفید ہونا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے، وہ چاہے تو زہر سے تریاق کا کام لے لے، اور چاہے تو کسی کیلئے تریاق ہی کو زہر بنادے، انسان کیا اور اسکی رائے اور تدبیر کیا، ہر انسان اپنی عمر کے ہزاروں واقعات میں اپنی تدبیروں کی رسوائی کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔

مولانا رومی نے خوب فرمایا ہے:

خویش را دیدیم و رسوائی خویش
امتحان ما مکن اے شاہ بیش

لیکن واضح رہے کہ "توکل" اسباب کو اختیار نہ کرنے اور تدبیر و کوشش چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے کا نام نہیں، بلکہ ایسا کرنا سنت انبیاء اور قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اس کتاب میں اسلحہ اور سامان جہاد کی تیاری کے قرآنی احکام اور آنحضرت ﷺ کی ہدایات پیچھے آچکی ہیں، خود مشورہ بھی ایک تدبیر ہے جس کا حکم قرآن و سنت کے حوالے سے ابھی بیان ہوا ہے۔ لہٰذا معقول تدابیر و اسباب کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے اختیار کرنا، اور مناسب کوشش و جدوجہد کرنا ہرگز توکل کے خلاف نہیں۔ ہاں دور از کار اور موہوم تدبیروں کے پیچھے پڑنا یا صرف اسباب اور تدابیر ہی کو موثر اور کافی سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جانا بے شک خلاف توکل ہے۔[1]

---

[1] تفسیر معارف القرآن ج ۲ ص ۲۲۷

اشاریہ

اس کتاب میں آنے والی آیات واحادیث

—— مرتب ——

مولانا محمد عمران اشرف عثمانی

آیات **صفحات**

آیات	صفحات
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ	۴۵۱
فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَه وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ	۹۲
كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ	۵۳، ۱۵۰
لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ	۱۵۸
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ	۳۴۷
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا	۳۷۸
وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ	۱۳۳
وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَااسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ	۴۲۸

احادیث — صفحات

احادیث — صفحات

احادیث | صفحات

احادیث — صفحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔

احادیث — **صفحات**

احادیث — صفحات

احادیث	صفحات


یورپ کے
تین معاشی نظام
جاگیرداری، سرمایہ داری، اشتراکیت اور ان کا تاریخی پس منظر
مفتی محمد رفیع عثمانی
ادارۃ المعارف کراچی


حیاتِ مفتیٔ اعظم
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی
ادارۃ المعارف کراچی